إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ

لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي (ترمذی)

مجموعہ کتب

احتسابِ ناصبیت

۹

المکتبۃ السراجیۃ لنشر الکتب الاسلامیۃ
حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ
أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ
لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي (ترمذی)

مجموعۂ کتب

احتسابِ ناصبیت

۹

۴۴ علماء وشائخ اور مفتیان کرام کی تائید وتصدیق کے ساتھ

الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

۴۵ یزید ..... شخصیت اور کردار

۴۶ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما

۴۷ حادثہ کربلا کا پس منظر

مکتبہ رحیمیہ لدار الکتب الاسلامیہ
مطبوعہ تابع سرور ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : مجموعہ کتب احتساب ناصبیت (جلد نہم)
مصنفین : حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہم
حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہم
جناب ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی صاحب
صفحات : ۴۸۸
مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور
طبع اوّل : مئی ۲۰۲۶ء
ناشر : مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ ملتان
0301-7500173 0303-7396203
0301-7904257 0344-7121967

اجمالی فہرست.....مجموعہ کتب احتساب ناصبیّت جلد ۹

۱	الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امینؒ	حضرت مولانا منیر احمد منور	۳
۲	یزید، شخصیت اور کردار	حضرت مولانا نعیم الدین	۱۹۵
۳	سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما	حضرت مولانا محمد الیاس گھمن	۲۲۵
۴	حادثہ کربلاء کا پس منظر	جناب ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی	۴۳۱

علماء ومشائخ اور مفتیان کرام کی تائید وتصدیق کے ساتھ

الدر الثمین

فی دفاع

مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہم

ختم نبوت: زندہ باد یا اللہ مدد خلافت راشدہ: حق چار یارؓ

امام ابن کثیرؒ اور مناظر اعظم استاذ المناظرین ترجمان مسلک دیوبند مولانا محمد امین صفدر اکاڑویؒ
کی نقل کردہ دو (۲) روایات کی آڑ میں بعض یزیدیوں کی شرانگیزی کا مدلل و مفصل جواب
علماء و مشائخ اور مفتیان کرام کی تائید و تصدیق کے ساتھ

الدُّرُّ الثمین
فی
دفاعِ مولانا محمد امینؒ

جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہم
صدر مدرس و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا (لودھراں)

دفاع صحابہ و اہل بیت اکیڈمی، لاہور
0312-4612774

فہرست

شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین	۱۴
۱	حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی مدظلہ مہتمم وشیخ الحدیث: دارالعلوم دیوبند	۱۵
۲	دارالافتاء دارالعلوم، دیوبند	۱۶
۳	دارالافتاء مظاہر علوم، سہارنپور	۱۷
۴	دارالافتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور	۱۸
۵	دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک	۱۸
۶	دارالافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان	۲۰
۷	دارالافتاء جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودہا	۲۱
۸	دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ، لاہور	۲۶
۹	دارالافتاء جامعہ مخزن العلوم، خان پور	۳۰
۱۰	دارالافتاء جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور	۳۳
۱۱	دارالافتاء جامعہ قاسم العلوم، ملتان	۳۷
۱۲	دارالافتاء جامعہ اسلامیہ باب العلوم، کہروڑ پکا	۳۸
۱۳	دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ، صوابی	۳۸
۱	بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی مدظلہم	۳۹
۲	شیخ الحدیث مولانا محمد قاسم مدظلہم، شیرگڑھ، مردان	۴۰
۳	استاذ العلماء مولانا مفتی عبداللہ شاہ مدظلہم، چارسدہ	۴۱
۴	مناظر اسلام مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم	۴۲
۵	شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہم	۴۲
۶	محقق اہل سنت مولانا صاحبزادہ عبدالحق خان بشیر مدظلہم	۴۴
۷	مولانا شاہ عالم گورکھ پوری مدظلہ (ناظم: کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت، دیوبند)	۴۸

۸	استاذ العلماء مولانا نعیم الدین مدظلہم (استاذ الحدیث: جامعہ مدنیہ لاہور)	۴۹
۹	پیر طریقت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد حسن مدظلہم	۵۱
۱۰	عمدۃ المصنفین مولانا مفتی امداد اللہ انور مدظلہ (مدیر: جامعۃ القصص ملتان)	۵۲
۱۱	مؤرخ اسلام مولانا محمد اسماعیل ریحان مدظلہ	۵۴
۱۲	حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفی مدظلہ (امیر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، کراچی)	۵۵
۱۳	استاذ العلماء مولانا مفتی مختار اللہ حقانی مدظلہ، اکوڑہ خٹک	۵۶
	استغاثہ	۵۸
	الجواب	۶۳
۹	تمہیدی اُمور	۶۴
	تین گروہ	۶۴
	پہلا گروہ: رافضی!	۶۴
	دوسرا گروہ: ناصبی!	۶۴
	ناصبی یزیدیوں کی اقسام	۶۵
	تیسرا گروہ: اہل السنۃ والجماعۃ	۶۶
	ناصبیوں کے چند نظریات کا اجمالی خاکہ	۶۶
	(۱)....حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی رسول نہیں	۶۸
	بددیانتی اور بے انصافی	۶۹
	تضاد بیانی	۶۹
	(۲).....حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ کے اہل بیت ہونے کا انکار	۷۰
	حکیم الاسلام مولانا قاری طیب رحمہ اللہ پر بے جا تنقید	۷۱
	(۳).....کتب حدیث مشکوک اور غیر معتبر	۷۲
	(۴).....مدح و منقبت یزید	۷۳
	(۵).....حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی تنقیص و توہین	۷۹

	(۶).....اطاعت امیر و ممانعت خروج	۸۶
	(۷).....حسبِ یزید میں تین اصحاب رسول کی گستاخی	۸۸
	(۸).....اکابر سے دشمنی	۸۸
	(۹).....خروج و بغاوت	۸۹
	(۱۰).....گورنر عبید اللہ بن زیاد نے کوئی غلط کاروائی نہیں کی	۹۰
	تیسرا گروہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک اعتدال	۹۰
	خلافتِ راشدہ اور اس کی شرائط	۹۱
	یزید پر لعنت کا مسئلہ	۹۱
2	خلاصہ افاداتِ حضرت اوکاڑویؒ	۹۲
	مضامین اربعہ اور دیگر افادات کا خلاصہ.....نیز دیگر اکابر کے افادات	۹۲
۱-	سیدنا حسین رضی اللہ عنہ	۹۳
۲-	احوالِ یزید	۹۴
	یزید کی عملی زندگی	۹۴
	۱-سید سلمان ندوی رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۴
	۲-شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۴
	۳-حضرت بنوری رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۵
	۴-حضرت بنوری رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ	۹۵
	۵-حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۵
	۶-حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ	۹۵
	۷-حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کا تیسرا حوالہ	۹۵
	۸-مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۵
	۹/۱۰-مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ اور مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۶
	۱۱-حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۶

	۱۲-امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۶
	۱۳-شیخ الاسلام مولانا حسین احمد رحمہ اللہ مدنی کا حوالہ	۹۶
	۱۴-حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۷
	۱۵-قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۷
	۱۶-حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۷
	۱۷-شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۷
	۱۸-شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ	۹۷
	۱۹-شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا تیسرا حوالہ	۹۸
	۲۰-شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا چوتھا حوالہ	۹۸
	۲۱-شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۸
	۲۲-شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ (حدیث مغفورلہم)	۹۹
	۲۳-حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا حوالہ	۹۹
	۲۴-یزید کے بیٹے کی گواہی	۹۹
	۲۵-ابن زیاد کی گواہی	۱۰۰
	۲۶-ابن زیاد کی ایک اور شہادت	۱۰۰
	۲۷-یزید کا پہلا اعلان	۱۰۰
	۲۸-یزید کا پہلا خط	۱۰۱
	۲۹-یزید کا پہلا حکم	۱۰۱
	۳۰-یزید کا دوسرا حکم	۱۰۱
	۳۱-حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی دارالامارۃ میں طلبی	۱۰۱
	۳۲-عبیداللہ بن زیاد کی گواہی	۱۰۲
	۳۳-ایک دھوکے کا ازالہ: کیا یزید کے فسق میں اختلاف ہے؟	۱۰۲
	۳۴-ایک اور دھوکے کا ازالہ: آخر یزید صحابی زادہ ہے	۱۰۳
	۳۵-فرمانِ نبوی: میری اُمت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔	۱۰۴

	۳۶-حضرت ابو ہریرہؓ کی دعا: یا اللہ! ساٹھ ہجری اور لونڈوں کی حکومت سے بچانا	۱۰۴
	۳۷-فاسق کی امارۃ میں جہاد کا مسئلہ	۱۰۴
	۳۸-امام ابوبکر جصاصؒ کا حوالہ	۱۰۵
	۳۹-حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۱۰۵
	۴۰-قادیانیوں کی طرح اقتباس کے بجائے اختلاس	۱۰۵
	۴۱-مفتی رویس خان صاحب کے فتویٰ کا حوالہ	۱۰۶
۳-	چند شبہات کا ازالہ	۱۰۶
	شبہ ۱: پیش کردہ روایات کے اکثر روای شیعہ۔ مع جواب ۱۔ جواب ۲۔	۱۰۷
	شبہ ۲: محمد بن حنفیہ کا قول۔ مع جواب	۱۰۸
	وفد اہل مدینہ کی شہادت	۱۰۹
	شبہ ۳: فاسق مجاہر تھا تو صحابہ نے خروج میں ساتھ کیوں نہ دیا۔ مع جواب	۱۱۱
	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت توڑنے سے کیوں روکا؟	۱۱۱
	شبہ ۴: یزید صحابہ کے جم غفیر کا امام تھا۔ مع جواب	۱۱۳
	شبہ ۵: یزید تابعی تھا، خیر القرون کا فرد تھا۔ مع جواب	۱۱۳
	شبہ ۶: یزید حدیث مغفور لہم کا مصداق تھا۔ مع جواب	۱۱۴
	شبہ ۷: امام ابوحنیفہ توقف کے قائل ہیں۔ مع جواب	۱۱۸
	شبہ ۸: حضرت حسین یزید کی بیعت کے لیے تیار تھے۔ مع جواب	۱۱۸
	شبہ ۹: یزید کو ملعون و پلید کہہ کر حضرت معاویہ اور اکابر صحابہ کے بارے میں عام اذہان کو سوء ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔ مع جواب	۱۲۱
	شبہ ۱۰: بعض حضرات نے یزید کی تعریف کی ہے اور اس کا دفاع کیا ہے، مع جواب	۱۲۱
۴-	دفاع سیدنا حسین رضی اللہ عنہ و ہم نوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۱۲۲
	یزید عادل مخالفین فاسق و باغی، یا مخالفین عادل یزید فاسق؟	۱۲۲
	یزید عادل تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ۷۰۰ رصحابہ رضی اللہ عنہم؟	۱۲۳
	وفد مدینہ کی رپورٹ	۱۲۴

۵-	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو جماعتوں کا دفاع	۱۲۴
	فاسق کی معزولی کا مسئلہ	۱۲۴
	مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ نے علمی مشکل کا کیا خوب حل پیش کیا	۱۲۶
۶-	ناصبیوں اور یزیدیوں سے چند سوالات	۱۲۸
	سوال ۱: محمود عباسی کے حامی صحابیت حسین کے منکر ہیں؟	۱۲۸
	سوال ۲: کیا وہ چہارتن کو اہل بیت میں شامل نہیں سمجھتے؟	۱۲۸
	سوال ۳: کیا وہ لوگ حضرت علی کو خلیفہ راشد نہیں مانتے؟	۱۲۹
	سوال ۴: کیا وہ اہل بیت کے فضائل ومناقب کے منکر ہیں؟	۱۲۹
	سوال ۵: کیا کسی صحابی نے یزید کو عادل وصالح کہا؟	۱۲۹
	سوال ۶: کیا کسی صحابی نے خروج حسین کو گناہ کہا؟	۱۲۹
	سوال ۷: خروج ناجائز، تو اہل خروج باغی اور واجب القتل تھے یا نہیں؟	۱۲۹
	سوال ۸: خروج والے صحابہ وتابعین فاسق ہیں یا نہیں؟	۱۲۹
	سوال ۹: خروج والے "شہید" ہیں یا نہیں؟	۱۳۰
	سوال ۱۰: یزید کو پلید، فاسق کہنے والے اکابر کا کیا حکم ہے؟	۱۳۰
	سوال ۱۱: شیعہ علوی، شیعہ عثمانی اور شیعہ رافضی میں فرق ہے یا نہیں؟	۱۳۰
	سوال ۱۲: کیا کسی صحابی یا تابعی نے فسق یزید کی صراحتاً نفی کی ہے؟	۱۳۰
	سوال ۱۳: یزید نے خود فسقیہ کاموں کی نفی کی؟	۱۳۰
	سوال ۱۴: دور یزید میں جمعیۃ وقوت کے باوجود جہاد ہوا؟	۱۳۰
	سوال ۱۵: خروج سے منع کرنے کی وجہ:	۱۳۰
	سوال ۱۶: کسی صحابی سے یزید کی مبہم تعدیل ثابت ہے؟	۱۳۰
	سوال ۱۷: محمد بن حنفیہ نے یزید کو عادل کہا ہے؟	۱۳۰
۷-	دفاع کاتب وحی، خلیفہ عادل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۳۰
	جوابات مناظر اعظم حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ	۱۳۱
	جوابات شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ	۱۳۷

۸-	دفاع حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	۱۳۹
	یزید کی ولی عہدی اور خلافت میں اجتہادی اختلاف	۱۴۲
	جوابات حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ	۱۴۳
	جوابات قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ	۱۴۶
	جوابات میں جدید اضافہ	۱۴۶
	دار العلوم کراچی کے فتوے کا حوالہ	۱۴۶
	دار العلوم کراچی اور نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے فتاوی کا حوالہ	۱۴۷
	نصرۃ العلوم کے فتوی کا ایک اور حوالہ	۱۴۷
	نصرۃ العلوم کے فتوے کا مزید حوالہ	۱۴۸
3	جواب سوال نمبر ۱	۱۴۸
4	جواب سوال نمبر ۲	۱۵۰
	روایت نمبر ۱: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے یزید کو دو نصیحتیں	۱۵۰
	نصیحت نمبر ۱: اپنی حاجات شرعی طریقے سے پوری کرو، بے عزت کرنے والے (غیر شرعی) کام چھوڑ دو	۱۵۰
	تشریح روایت نمبر ۱	۱۵۱
	اعتراض نمبر ۱: اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فسقیہ کام جاننے کے باوجود اسے ولی عہد بنایا گیا۔ یہ گستاخی ہے	۱۵۱
	جواب: حضرت معاویہؓ یہ سمجھتے رہے کہ یزید نے فسقیہ کام ترک کر دیئے ہیں، جبکہ وہ ایسے کام (خفیہ طور پر) کرتا رہا	۱۵۱
	نصیحت نمبر ۲: اخفائے ذنوب واستتار معاصی	۱۵۲
	نوٹ: خدشہ تھا کہ روافض اعتراض کریں گے، اس لیے امام ابن کثیر اس کی تائید میں مرفوع حدیث پیش کرتے ہیں	۱۵۳
	اعتراض نمبر ۲: اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُنہوں نے بیٹے کو گناہ کرنے کی اجازت دی	۱۵۳
	جواب: اجازت ہرگز نہیں دی، بلکہ باز نہ آنے کی صورت میں پوشیدہ رکھنے اور اعلانیہ نہ کرنے کی نصیحت فرمائی	۱۵۳

	قرینہ نمبر۱: ابتدا میں خود ہی منع فرما چکے ہیں۔ منع کے بعد اجازت دینا چہ معنی دارد؟	۱۵۴
	قرینہ نمبر ۲: جملہ شرطیہ میں مقصود شرط نہیں جزا میں مذکور حکم ہوتا ہے۔ چند مثالیں	۱۵۴
	سوال: محدثین نے اس روایت کو "ضعیف" قرار دیا ہے، پھر اس سے کسی دعوے پر استدلال کیسے درست ہے؟	۱۵۵
	جواب نمبر۱: "حدیث" محدثین کی اصطلاح میں "سند" کو کہا جاتا ہے	۱۵۵
	قاعدۂ محدثین: سند کے صحت وضعف سے متن کا صحت وضعف لازم نہیں آتا	۱۵۸
	نوٹ: حدیث کا باثبوت، باسند اور مستند ہونا الگ چیز ہے، صحیح وضعیف ہونا الگ چیز	۱۵۸
	یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے، لیکن معناً صحیح ہے	۱۵۸
	تائید نمبر۱: مرفوع حدیث: جو برائیوں میں مبتلا ہو، اُسے چاہیے کہ اُنھیں چھپائے	۱۵۹
	تائید نمبر ۲: مرفوع حدیث: گناہ کا اظہار کرنے والوں کے علاوہ سب کیلئے معافی	۱۵۹
	دوسری نصیحت میں چند حکمتیں	۱۶۰
	تائید نمبر ۳: گناہ کو پوشیدہ رکھنا قابل تعریف ہے	۱۶۱
	قابل تعریف ہونے کی وجوہات عشرہ	۱۶۲
	اس نصیحت کو حضرت معاویہؓ کی طرف منسوب کرنا گستاخی نہیں	۱۶۴
	جواب نمبر۲: یہ "ناسخانہ روایت" ہے، وعظ ونصیحت میں ضعیف حدیث کا پیش کرنا کوئی معیوب بات نہیں	۱۶۵
	مولانا اوکاڑوی کا مقصد! (سیدنا معاویہؓ کا دفاع ہے کہ یزید کی وجہ سے اُن کو نشانہ بنانا غلط ہے	۱۶۵
	الزامی جواب: کیا امام ابن کثیر پر بھی گستاخی کا فتوے لگے گا؟	۱۶۶
	نیز کیا اس مفہوم کی مرفوع حدیث کے ناقلین بھی گستاخ ہیں؟	۱۶۶
	روایت نمبر ۲: (حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو معزول کرنے کے بعد بحال کرنا۔ یزید کی بیعت نہ کرنے والوں کو ڈرانا)	۱۶۷
	تشریح روایت نمبر ۲	۱۷۳
	اعتراض نمبر۱: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سیاسی رشوت استعمال کی گئی	۱۷۳
	جواب۱: شانِ صحابیت کے مناسب توجیہ ہوگی: مسلمانوں کا اجتماعی مفاد مدنظر تھا۔ لہٰذا سیاسی رشوت کہنا غلط ہے	۱۷۳

	جواب ۲: ولی عہدی کی خاطر ماحول سازی کی ضرورت تھی، اس کے لیے موزوں تھے	۱۷۴
	الزامی جواب	۱۷۴
	اعتراض نمبر ۲: اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ دھونس سے کام لے رہے تھے۔ یہ اُن کی بے ادبی ہے	۱۷۶
	جواب: ڈرانے کا مطلب دھونس و جبر نہیں بلکہ نتائج و عواقب اور انجام سے خبردار کرنا اور ڈرانا ہے	۱۷۶
	تمہید برائے مشترکہ جواب: اشخاص و مقاصد بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے	۱۷۶
	دونوں روایتوں کا مشترکہ جواب: قاتل صحابہ کا دفاع کرنے والے ہیں، لہٰذا انبی کے شایان شان مفہوم مراد ہوگا	۱۸۱
	زیادہ سے زیادہ ''تسامح'' کہلائے گا	۱۸۳
5	سوال نمبر تین کا جواب (فتویٰ دارالعلوم دیوبند اور تائیدی فتاویٰ کا محمل و مصداق)	۱۸۴
	فتاویٰ جات کی چند عبارات	۱۸۴
6	عبدالواجد لطیف کے پرفریب استفتاء کا پس منظر	۱۸۵
	محمود عباسی کی کتاب کی تشہیر و تبلیغ کے مراکز	۱۸۶
	محمود عباسی کے خوشہ چیں چند حضرات	۱۸۶
	رد ناصبیت پر کام کرنے والے نامور علماء	۱۸۷
	حسام الحرمین جیسا واقعہ	۱۸۷
	قاضی طاہر الہاشمی کی طرف سے اکابر اہل سنت پر بہتانات	۱۸۸
	مولانا جمیل الرحمن عباسی کا قاضی طاہر الہاشمی سے اظہار برأت	۱۸۹
	عبدالواجد لطیف وغیرہ کی مہم قاضی طاہر ہاشمی کے دفاع کے لیے ہے نہ کہ سیدنا معاویہؓ کے دفاع کے لیے	۱۹۰
	نوٹ: مفتیان کرام و دیگر علمائے عظام کی خدمت میں درخواست	۱۹۱
	یزید کے بارے میں اہل سنت کا مسلک: اعلان از خانقاہ سراجیہ	۱۹۳
	تائید: صاحبزادہ مولانا عبدالباری فاروقی لکھنوی..... مہتمم: دارالمبلغین لکھنؤ	۱۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ''

پچھلے دنوں ہمارے ملک عزیز میں مناظر اسلام مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پر تنازعہ کھڑا ہوگیا۔ اس پر بہت تو تکار سے ماحول میں پراگندگی نے ڈیرے ڈال دیئے۔ حالانکہ ایک طے شدہ حقیقت تھی کہ دیوبندی عالم دین، مناظر و محقق کا سیدنا امیر معاویہؓ جیسے نامور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس قسم کا نظریہ اس کے تصور سے روح کانپتی ہے۔ یہ ایک بے بنیاد الزام تھا۔ اس عبارت کا صحیح محمل تلاش کے لئے جدوجہد کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ سیاق و سباق کو دیکھ لیا جاتا، صاحب تحریر کے ایمان وعقیدہ علم وفضل، خدمات جلیلہ کو مدنظر رکھا جاتا تو معاملہ سلجھ سکتا تھا۔ آخر اب بھی تو سلجھا ہے۔

چنانچہ دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ آجانے کے بعد معاملہ ہمیشہ کے لئے طے ہوگیا۔ اس کی تمام روئیداد مولانا منیر احمد منور شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا نے ''الدر الثمین'' کے نام سے مرتب کردی ہے۔ بعض قابل احترام حضرات کی رائے کے احترام میں اس کو بھی ''مجموعہ کتب احتساب ناصبیت'' میں نمبر چوالیس (۴۴) پر ہم نے شامل شائع کیا ہے۔ (ادارہ)

فتویٰ دیوبند، حضرت اوکاڑویؒ اور ''الدر الثمین'' سے متعلق
علماء، مفتیان اور مشائخ کے
تاثرات.....فتاویٰ.....تقاریظ
یادگارِ اسلاف حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی مدظلہ
(شیخ الحدیث ومہتمم: دارالعلوم دیوبند)

محترم ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ کسی شخص نے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارات کو سیاق وسباق سے الگ کر کے استفتاء کی شکل میں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں پیش کیا اور دارالعلوم کے جواب کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہا۔

اس سلسلے میں حقیقی صورتحال کی وضاحت پر مشتمل مفصل اور واضح استفتاء دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں آیا اور مفتیان کرام نے اس تازہ استفتاء کا واضح جواب مرتب فرما دیا، جو ہم رشتہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق مستفتی نے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کی ذات کو مجروح کرنے کی جو کوشش کی تھی وہ بے بنیاد اور تلبیس پر مبنی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کی مساعی اور خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں ان کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام

ابوالقاسم نعمانی (مہتمم: دارالعلوم دیوبند)

۱۷ر محرم ۱۴۴۶ھ..... ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء

☆.....☆.....☆

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

تجلیات صفدر میں مذکور بعض روایات کی تحقیق پر مشتمل ایک فتوے کی وضاحت

بسم اللہ الرحمن الرحیم،

حامداو مصلیاو مسلما، الجواب و باللہ التوفیق و العصمۃ:

دارالعلوم دیوبند سے سابق میں جو فتوی دیا گیا ہے، اس میں کسی متعین شخص پر کوئی حکم نہیں لگایا گیا ہے۔ اُس میں تو ایک اُصولی بات تحریر کی گئی کہ یہ روایات ثابت نہیں، لہٰذا اِن سے یہ نتیجہ اَخذ کرنا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کی شراب نوشی پر راضی تھے، (اور) اُنہوں نے پانچ صحابی کو ڈرایا دھمکایا ہے وغیرہ یہ درست نہیں، جو شخص ایسا کرے گا وہ درحقیقت (نعوذ باللہ) کاتب وحی سے بغض اور عدالت صحابہ کو مجروح کرتا ہے، جو انسان کے زندیق ہونے کی علامت ہے۔ (خلاصہ سابق فتوی: ۷/ ۸/ رس/ ۱۴۴۴ھ) اِس فتوے میں کہیں بھی حضرت مولانا امین صفدر صاحبؒ پر گمراہ یا زندیق ہونے کا حکم نہیں لگایا گیا۔ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کی طرف یہ نسبت غلط ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم نے ان روایات کے ذریعے مذکورہ بالا نوعیت کا کوئی نتیجہ اَخذ نہیں کیا ہے کہ ان پر زندیق وغیرہ ہونے کا حکم لگایا جائے۔ حضرت مرحوم تو سیدنا امیر معاویہؓ اور دیگر حضرات صحابہؓ کی عظمتِ شان کے قائل تھے، ان کے دفاع میں انہوں نے بڑی کوششیں کی ہیں، ان کی تصنیفات کے اندر صریح الفاظ میں اس کا اعتراف موجود ہے۔

رہی یہ بات کہ اُنہوں نے ''تجلیاتِ صفدر'' میں ان روایات کا ذکر کیوں کیا؟ تو ممکن ہے کہ انہوں نے بہ طور الزام ان کا ذکر کیا ہو جیسا کہ سوال کے ساتھ منسلک فتوے میں کہا گیا ہے۔ اِس لیے ان کا اصل مستدل اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء کی تصریحات ہیں، یہ روایات نہیں۔

کتاب کے مشمولات اور سیاق وسباق سے یہ بات واضح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

محمد اسد اللہ غفرلہ، دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

۹ رمحرم ۱۴۴۶ھ۔ ۱۶ رجولائی ۲۰۲۴ء

الجواب صحیح: زین الاسلام قاسمی ..... محمود حسن غفرلہ بلند شہری

ابوالقاسم نعمانی ..... مہر دارالعلوم

☆.....☆.....☆

دارالافتاء جامعہ مظاہر علوم سہارن پور

حامداو مصلیا۔ امابعد!

حضرت مولانا امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ ماضی قریب کے ان اہل علم میں سے ہیں جنہوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد حقہ اور حضرات صحابہ کے دفاع میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ وہ اس بارے میں اکابر (اہل سنت) دیوبند کے ترجمان کی حیثیت سے جانے جاتے تھے، ان کی تقاریر وتصانیف اس پر شاہد عدل ہیں۔ العیاذ باللہ وہ حضرت معاویہؓ یا کسی اور صحابی رسول کے بارے میں کوئی گستاخانہ نظریہ رکھتے ہوں یا اُن کی شان میں کسی تنقیص کے مرتکب ہوئے ہوں، اِس کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں ہے۔

سائل نے اُن کی ذکر کردہ بعض عبارات کو سیاق وسباق سے ہٹا کر دارالعلوم دیوبند سے نام ذکر کیے بغیر' ان عبارات کے بیان کرنے اور لکھنے والے کے بارے میں زندقہ وضلالۃ کا فتویٰ حاصل کیا، جس پر مظاہر العلوم سہارن پور کی بھی تصدیق ثبت ہے۔ پھر اس فتوے کو حضرت موصوف کی ذات پر منطبق کر کے ان کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش کی۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارن پور اس انطباق سے بری ہیں اور ان کی جانب اس کی نسبت غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ فقط واللہ اعلم!

حررہ العبد بشیر احمد عفی عنہ (نائب مفتی: مظاہر علوم سہارن پور) ۲۹ رمحرم ۱۴۴۶ھ

الجواب صحیح: مقصود احمد الجواب صحیح: محمد طاہر عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد صالح ..... مہر

☆.....☆.....☆

جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارن پور

حامداو مصلیا۔ امابعد!

دار العلوم دیوبند کا ایک تحقیقی جواب اس سے قبل بھی برائے تصدیق دار الافتاء میں کوئی صاحب لے کر آئے تھے، جس پر اہل افتاء نے دستخط ثبت کیے تھے۔ سائل نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس جواب کو ایک عظیم شخصیت کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ جو نقل و عقل دونوں کے قطعاً خلاف ہے۔ جس کی وضاحت (دار العلوم دیوبند کے) مذکورہ جواب میں کر دی گئی ہے۔ اس جواب سے ہم متفق ہیں۔

حررہ العبد: محمود راپوری، دار الافتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور: ۵ر صفر ۱۴۴۶ھ

الجواب صحیح: عبد الحسیب اعظم گڑھی..... الجواب صحیح: علی حسن نہٹوروی..... مہر دار الافتاء

☆.....☆.....☆

دار الافتاء دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

بندہ ناچیز مختار اللہ حقانی ایک وضاحتی تحریر لکھ کر اپنے مسلمان بھائیوں کو مطلع کرنا چاہتا ہے کہ تقریباً ۲۵ر مئی ۲۰۲۴ء کو نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ حضرت مولانا حامد الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے توسط سے مرکز علمی' ام المدارس: دار العلوم دیوبند، دار العلوم کراچی اور دیگر بعض بڑے جامعات کے فتاوی جو ایک استفتاء کے جواب میں لکھے گئے تھے' دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے دار الافتاء کو تائید و تصویب کے لیے لائے گئے، چونکہ دار العلوم دیوبند ہم سب دیوبندی مکتب فکر کی مرجع اور مرکز علمی ہے، اِس لیے بندہ ناچیز نے دار العلوم دیوبند کے جواب پر اعتماد کرتے ہوئے ۲۸ر مئی ۲۰۲۴ء کو تائید کے چند کلمات لکھے تھے۔

لیکن کل بروز پیر بتاریخ ۲۹ر جولائی ۲۰۲۴ء کو معتمد ذرائع سے پتہ چلا کہ مستفتی نے حضرت الاستاذ مناظر اسلام حضرت العلامہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ صاحب کی کتاب ''تجلیات صفدر'' کی عبارات میں قطع و برید کر کے ایک استفتاء مرتب کیا اور وہ استفتاء انہوں نے دارالعلوم دیوبند اور مختلف جامعات کو بھیجا۔ دارالعلوم دیوبند اور دیگر جامعات نے اسی استفتاء کو مدنظر رکھ کر جواب دیا تھا لیکن اس جواب کے بعد دارالعلوم دیوبند کے اکابرین کے سامنے حقیقت حال واضح کی گئی تو انہوں نے ۱۶ر جولائی ۲۰۲۴ء کو اپنے سابقہ فتوے سے رجوع کرتے ہوئے اصل حقیقت کو سامنے رکھ کر ۱۶ر جولائی ۲۰۲۴ء کو نیا فتوی جاری کیا۔

اور اس کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت علامہ مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء کو دارالعلوم دیوبند کے لیٹر پیڈ پر حضرت اقدس مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ کے مقام علمی کا اعتراف کرتے ہوئے اس سابقہ فتوے سے رجوع کرنے کی تائید میں ایک الگ خط بھی ارسال فرمایا ہے۔

اور یہ جملہ مواد اس باوثوق ذرائع سے بندہ ناچیز کو واٹس ایپ کے ذریعے موصول ہوئے۔ چونکہ بندہ ناچیز نے دارالعلوم دیوبند کے فتوے کو مدنظر رکھ کر تائیدی کلمات تحریر کیے تھے۔ تو اب چونکہ دارالعلوم دیوبند نے اپنے اس فتوے سے رجوع کیا ہے، اس لیے بندہ ناچیز مختار اللہ حقانی خادم التدریس والافتاء: جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک اپنی اس تحریر سے رجوع کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے ۱۶ر جولائی ۲۰۲۴ء کے فتوے کی تائید کرتا ہے۔ اس لیے میری ۲۸ر مئی ۲۰۲۴ء کی تحریر کو غلط استعمال نہ کیا جائے۔ اللہ تعالی ہم سب کو دجل وفریب سے بچائے اور راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین! والسلام: بندہ ناچیز مختار اللہ حقانی

۳۱ر جولائی ۲۰۲۴ء..... خادم التدریس

والافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک.....مہر

☆.....☆.....☆

دارالافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

باسمہ تعالیٰ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

''تجلیات صفدر'' کی جس جلد پر عبدالواجد لطیف صاحب نے اعتراضات اُٹھائے ہیں، اُس جلد کے شروع میں حضرات علمائے کرام کی تصدیقات سے یہ بات واضح ہے کہ یہ اگست ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ جبکہ مناظر اسلام، علمائے (اہل سنت) دیوبند کی آن وشان حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کی وفات ۲۰۰۱ء میں ہوئی۔

عبدالواجد لطیف کے سوال نامے سے معلوم ہوا کہ جنوری ۲۰۲۳ء میں یہ اعتراضات منظر عام پر آئے۔ گویا حضرت اوکاڑوی کی وفات کے ۲۲ رسال بعد ان اشکالات کا الہام ہوا اور ''تجلیات صفدر'' کی اس جلد کے چھپنے کے ۲۹ رسال کے بعد ''الذی یوسوس فی صدور الناس'' نے اپنے کارندے کو یہ اعتراضات بھجائے۔

یاد رہے کہ تمام باطل فرقے یہ ''صاحب وسواس'' کے کارندے ہیں، کیونکہ نص قطعی ہے: ''من الجنۃ والناس۔''

حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل السنۃ والجماعۃ کی نمائندگی کرتے ہوئے غیر مقلدین، خارجی اور ناصبیوں کے باطل نظریات پر جس قدر ضرب کاری لگائی وہ رہتی دنیا تک یہ لوگ یاد رکھیں گے۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے نام سے شاید یہ لوگ اپنے بچوں کو بھی ڈراتے رہیں گے۔ اگر ان لوگوں میں کوئی جرأت اور دم خم تھا تو حضرت کی زندگی میں یہ اعتراضات اُٹھاتے تو مزہ آتا۔

یہ ایسے ہی ہے کہ حضرت اقدس مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے ابن ماجہ کے شروع میں علم حدیث کے بارے میں ایک مقدمہ: ''ماتمس الیہ الحاجۃ'' کے نام سے تحریر کیا تھا جس میں غیر مقلدیت کا اصلی چہرہ دکھایا، حضرت نعمانی کی زندگی میں غیر مقلدین نے حضرت کو یہ پیغام تو بھیجا کہ ہم نے آپ کے مقدمے کا

جواب تیار کر لیا، لیکن اسے تمہارے مرنے کے بعد شائع کریں گے، ورنہ تم اس کا جواب الجواب لکھ دو گے۔ چلو انہوں نے حضرت نعمانی کے پاس پیغام تو پہنچا دیا۔ ناصبیوں کے اس گروہ کو اتنی ہمت بھی نہ ہوئی۔ (انہوں نے تو) یزید کی مذمت کے عنوان سے سیدنا ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' کی گستاخی کو کشید کیا، کیا خوب اجتہاد ہے!

اللہ پاک حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم (کہروڑ پکا، ضلع) لودھراں کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے کہ (ناصبیوں نے) حضرت اوکاڑوی پر بغض معاویہ رضی اللہ عنہ کے جو چھینٹے ڈالنے کی ناپاک سعی کی تھی، انہوں نے ان ناپاک چھینٹوں کو انہی پر رد فرما دیا۔ اور ناصبی گروہ کے گستاخ صحابہ ہونے کو دلائل واضحہ سے ثابت کیا۔

''درثمین'' نامی رسالے کے صرف عنوانات پر نظر ڈالنے سے ناظرین کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ گستاخ صحابہ ناصبی گروہ ہے۔ اور حضرت مولانا امین صفدرؒ تو اہل السنۃ والجماعۃ کی آنکھ کا نور اور سروں کا تاج ہیں۔ نیز حضرت کا دامن تمام حضرات صحابہ، اہل بیت عظام، ائمہ مجتہدین، محدثین کی گستاخی سے پاک ہے۔ وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ''درثمین'' ہیں۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء: جامعہ خیر المدارس ملتان یکم ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ.....مہر

☆.....☆.....☆

دارالافتاء جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودہا

تاثرات بر رسالہ ''الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ''

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد و الصلوۃ

احقر نے رسالہ ''الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ'' مؤلفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم (شیخ الحدیث و صدر مدرس: جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا) اول سے آخر تک پڑھا، یہ رسالہ مفیدہ بظاہر تو

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالی کے دفاع اور ''البدایۃ والنہایۃ'' و''طبرانی'' سے ان کی نقل کردہ عبارات کی توضیح وتشریح پر مشتمل ہے۔لیکن درحقیقت اس رسالہ میں حضرات صحابہ کرام: سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت معاویہ، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی بہترین دفاع کیا گیا ہے۔اور اس میں خوارج ونواصب: دشمنان صحابہ کرام واہل بیت عظام وحامیان یزید کا رد بلیغ بھی ہے۔حضرت مؤلف مدظلہم نے بڑی محنت کرکے تاریخی حقائق کی روشنی میں خارجیت کے بڑھتے ہوئے فتنہ کا اس رسالہ نافعہ میں نہ صرف تعاقب فرمایا ہے بلکہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کی آڑ میں حامیان یزید اور اہل بیت کے مخالفین کی تلبیسات کا پردہ چاک کرکے ان کی اصلیت کو بھی واضح کردیا ہے۔اسی طرح حضرت مؤلف علام مدظلہم نے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی پیش کردہ عبارات کی تشریح فرماکر ان کے دفاع کا بھی حق ادا کردیا ہے۔اللہ تعالی انہیں اس پر بہترین جزا عطا فرمائیں اور ان کی یہ خدمت اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔آمین۔

حماک اللہ عن شر النوائب جزاک اللہ فی الدارین خیرا

خارجی ٹولہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا مخالف اور یزید کا حامی ہے، وہ اپنی خارجیت / یزیدیت کو چھپانے کے لیے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت اور دفاع کا غلط نعرہ لگا رہا ہے، ان کا یہ نعرہ: ''کلمۃ حق اریدبھا الباطل'' اور خوارج کے نعرہ: ''ان الحکم الا للہ'' کے مشابہ ہے۔لیکن افسوس کہ بہت سے سادہ لوح قسم کے حضرات ان کے اس سطحی نعرہ کو حقیقت سمجھ کر ان کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں۔ان حضرات کو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے

ان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اللہ تعالی انہیں ہدایت عطا فرمائیں اور ہم سب کو مسلک اہل السنۃ والجماعۃ پر (جو افراط وتفریط اور رفض، بدعت، خارجیت، یزیدیت کے جراثیم سے پاک ہے) چلنے اور قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے یزید کے بارہ میں کتاب ''البدایۃ والنہایۃ'' اور ''طبرانی'' کے حوالہ سے اپنے رسالہ میں جو دو روایتیں نقل فرمائی ہیں، ان سے ان کا مقصد فقط یزید کے کردار کو واضح کرنا ہے، ان عبارات کو ان کے سیاق و سباق کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بالکل بدیہی بات ہے، ان کی بنیاد پر حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ کو سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گستاخ یا ناقد قرار دینا یا انہیں زندیق کہنا سراسر ناانصافی ظلم اور بہتان کی بدترین مثال ہے، اس بہتان تراشی پر اہل حق و اہل انصاف کو یہی کہہ دینا چاہیے: ''سبحانک ھذا بھتان عظیم'' ایسے لوگ اگر دیدہ دانستہ یہ حرکت نہیں کر رہے ہیں تو کم از کم وہ اس شعر کا مصداق ضرور ہیں ؎

وکم من عائب قولا صحیحا و آفتہ من الفھم السقیم

ایسے حضرات اگر واقعۃً معاند نہیں ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ صحیح صورت حال واضح ہو جانے کے بعد علی الاعلان رجوع الی الحق کریں، اہل حق کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ جب صحیح بات ان کے سامنے آجاتی ہے، وہ اسے فوراً دل و جان سے قبول کر لیتے ہیں، ضد نہیں کرتے اور نہ ہی غلط بات پر جمے رہتے ہیں۔

جن روایات کو حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے پیش فرمایا ہے، اگر انہیں صحیح تسلیم کر لیا جائے، تب بھی ان کو بنیاد بنا کر سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر اعتراض کرنا یا علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کو حضرت معاویہ کا ناقد قرار دے کر انہیں خدانخواستہ زندیق کہنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں، اس لیے کہ ان عبارات کی صحیح توجیہات و تاویلات اور ان کے صحیح محامل موجود ہیں، جن کی تفصیل اس رسالہ ''الدر الثمین'' میں قابل ملاحظہ ہے۔

اور اگر ان روایات کو صحیح نہ مانا جائے جیسا کہ دار العلوم دیوبند اور جامعہ دار العلوم کراچی کے فتاوی میں ہے اور بندہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے تو یہ شق اور پہلو بھی صحیح ہے، اس صورت میں یہی کہا جائے گا کہ یہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا تسامح ہے، حضرت اوکاڑوی نے اس پر اعتماد کر کے اسے نقل کر دیا ہے، خود وہ اس کی تحقیق نہیں

کر سکے۔ لیکن اس کی وجہ سے ان پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کا الزام لگانا کسی طرح صحیح نہیں، کیونکہ انہوں نے ان روایات کو یزید کے کردار کے حوالہ سے پیش فرمایا ہے نہ کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کے طور پر۔ یزید کا فسق چونکہ ان روایات کی صحت پر موقوف نہیں ہے، اس لیے اگر یہ روایات صحیح نہ ہوں تب بھی اصل مسئلہ "فسق یزید" پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ اس کا فسق دیگر دلائل سے ثابت ہے۔

ملتان سے احقر کو جناب عبدالواجد صاحب نامی ایک صاحب نے ان عبارات سے متعلق دارالعلوم دیوبند اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے فتاوی ارسال کیے اور کہا کہ: بندہ ان کی تائید کرے، احقر نے ہر چند انکار کیا کہ یہ اکابر کے فتاوی ہیں، ان پر بندہ کی تقریظ وتصدیق کی ہرگز ضرورت نہیں، لیکن انہوں نے تائید لکھنے پر اصرار کیا، احقر نے ان فتاوی میں تحریر کردہ جوابات کو پڑھا تو انہیں سوالات کے مطابق صحیح پایا، اس لیے ان کی تائید کر دی، جن عبارات پر یہ فتاوی لکھے گئے، سوالات میں اس کی وضاحت نہیں کی گئی تھی کہ یہ عبارات کس کی ہیں اور کس کتاب میں ہیں اور نہ ہی مذکورہ بالا فتاوی میں اس سے تعرض تھا، اس لیے احقر یہی سمجھا کہ یہ کسی ایسے شخص کی کتاب میں ہیں جو سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نہیں ہے، اس لیے احقر نے ان فتاوی کی تائید کی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں یہ عبارت لکھی:

"احقر نے جناب عبدالواجد صاحب سکنہ ملتان کا استفتاء اور دارالعلوم دیوبند و جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء کا جواب مکمل پڑھا، دونوں جوابات نہایت مفصل مدلل اور تحقیقی ہیں، ان پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ بالکل حق اور صواب ہیں، ان کے دیکھنے سے واضح ہے کہ سوال میں ذکر کردہ دونوں حوالے اس درجہ کے نہیں ہیں کہ ان کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی پر اعتراض کیا جائے یا ان کی شان میں اس طرح کی غلط باتیں کہی جائیں۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امیر المومنین سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قطعی جنتی ہیں، ان پر اعتراض اور طعن وتشنیع کا کسی کو حق نہیں ہے، ان سب

کا تذکرہ خیر اور اچھے انداز سے کرنا ضروری ہے۔ یزید کے کردار کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنا یا ان پر بے جا اعتراض کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ اور اتنی بات بالکل واضح ہے کہ یزید پر جو اعتراض کیے جاتے ہیں اور اس کے کردار کے بارہ میں جو کچھ کہا جاتا ہے اگر یہ سب کچھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم میں ہوتا تو وہ ہرگز اسے ولی عہد مقرر نہ فرماتے۔ وفی ھذا کفایۃ لمن لہ ادنی درایۃ، واما التفصیل فھو مذکور فی المطولات''

جب سائل نے ان فتاوی اور احقر کی اس تصدیق کو حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی مخالفت میں شائع کیا، تب معلوم ہوا کہ یہ عبارات حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی کتاب ''تجلیات صفدر'' (جلد اول ص:۵۱۹ وص ۵۲۰) میں ہیں، احقر نے سیاق وسباق کی روشنی میں پوری عبارات کو پڑھا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ عبارات حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے ''البدایہ'' وغیرہ سے نقل کی ہیں اور ان کا مقصد ان سے یزید کے کردار کو بیان کرنا ہے نہ کہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض۔ چنانچہ بندہ نے اسی وقت اپنی تصدیق وتائید کی وضاحت کردی کہ بندہ کی اس تحریر کا حضرت اوکاڑوی کی شخصیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، بندہ انہیں اہل حق علمائے (اہل سنت) دیوبند کا ترجمان سمجھتا ہے، انہیں زندیق کہنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

''تجلیات صفدر'' میں مذکورہ بالا عبارت کے متعلق بندہ کا رجحان اسی طرف ہے کہ کسی صحیح سند سے یہ روایات ثابت نہیں ہیں اور اس بارہ میں دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم کراچی کے فتاوی مذکورہ کی تحقیق صحیح ہے۔ اور اگر بالفرض ''البدایہ'' اور ''طبرانی'' کی یہ عبارات صحیح ہوں تب بھی ضروری ہے کہ آئندہ اشاعت سے قبل اس مقام پر حاشیہ لکھ کر ان عبارات کی وضاحت کردی جائے تاکہ آئندہ کسی کو اشتباہ نہ ہو اور مخالفین وزائغین بھی اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ سدا للذرائع اس وضاحت کا ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ مستفتی عبدالواجد صاحب نے سوالات میں

جو خیانتیں کی ہیں وہ اور ان عبارات کے نقل کرنے سے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے منشاء کی وضاحت سے متعلق اس رسالہ ''الدر الثمین'' میں جو وضاحت ہے اسے دار العلوم دیوبند، دار العلوم کراچی اور دیگر ارباب فتاوی کی خدمت میں ارسال کر کے ان حضرات کو اصل صورت حال سے مطلع کیا جائے، تاکہ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے بارہ میں ان حضرات کی اصل رائے سامنے آجائے اور ''دعایۃ کاذبۃ'' جھوٹے پروپیگنڈے کا خاتمہ ہو جائے۔ ھذا ما عندی و لعل عند غیری احسن من ھذا و اللہ اعلم۔

فقط: احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

صدر و رئیس دار الافتاء: جامعہ حقانیہ ساہوال سرگودھا..... ۲۲/ ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ

☆.....☆.....☆

دار الافتاء جامعہ دار التقویٰ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ و کفی، و سلام علی عبادہ الذین اصطفی!

أمّا بعد: استاذ المناظرین ترجمان (اہل سنت) دیوبند حضرت مولانا امین صفدر اکاڑویؒ سے اللہ تعالی نے محض اپنے فضل و کرم سے اہل باطل کے ہر فرقے کے خلاف جو تحریری رتقریری کام لیا، اس نے اہل باطل کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا، اہل باطل کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ جب وہ دلیل کے میدان میں ہار جاتے ہیں تو مثل ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کی طرح اہل حق کے اَقوال و اَفعال کو اُن کے سیاق وسباق سے کاٹ کر عوام اور سادہ لوح اہل علم کے سامنے رکھ کر ان سے ان اہل حق کے خلاف کچھ نہ کچھ کہلوانے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں اور جو اہل علم ان کی چالبازیوں سے واقف ہوتے ہیں وہ ان اہل باطل کے سامنے اور دیگر عوام وسادہ لوح اہل علم کے سامنے اہل حق کے ان اقوال و افعال کی ایسی وضاحت کر دیتے ہیں جس سے یہ اقوال و افعال اپنے اپنے محل میں صحیح ٹھکانے پر لگ جاتے ہیں اور ان سے اہل حق پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی۔

ہر بات کو اس کے صحیح محل پر ٹھکانے لگانے کا نام ''تاویل'' ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو خاص طور پر، اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے ورثاء اہل حق علماء کو عام طور پر عطا فرمائی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ'' (سورۃ یوسف:۶)

ترجمہ: اور سکھلائے گا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس آیت کے تحت فوائد عثمانی میں ہے: (فائدہ نمبر ۵): مثلاً تعبیر رؤیا یعنی خواب سن کر اس کے اجزاء کو ذہانت وفراست سے ٹھکانے پر لگا دینا، یا ہر بات کے موقع ومحل کو سمجھنا اور معاملات کے عواقب ونتائج کو فوراً پرکھ لینا، یا خدا اور پیغمبروں کے ارشادات اقوام وامم کے قصص اور کتب منزلہ کے مضامین کی تہہ تک پہنچ جانا، یہ سب چیزیں ''تاویل الاحادیث'' کے تحت میں مندرج ہوسکتی ہیں۔

نیز ''فہم حدیث'' مؤلفہ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحبؒ (جلد اوّل صفحہ ۲۲۶) میں ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ، فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا، فَقَالَ: مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ؟ فَقَالُوا: هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ۔ قَالَ: فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ؟ قَالُوا: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ۔ قَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ! إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ، فَحَدِّثْنِي۔ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ۔ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ: فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ۔ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ: فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَتْ مَرِيضَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا

وَسَهْمَهُ۔" وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ: فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ: لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ۔ فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عُثْمَانَ، وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَمَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ الْيُمْنَى: "هٰذِهِ يَدُ عُثْمَانَ۔" فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ، فَقَالَ: "هٰذِهِ لِعُثْمَانَ۔" فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب کہتے ہیں اہل مصر کا ایک شخص حج بیت اللہ کے ارادہ سے (مکہ مکرمہ) آیا۔ یہاں اس نے (ایک جگہ) کچھ لوگوں کو اکٹھے بیٹھے دیکھا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خاندان قریش کے (بڑے) لوگ ہیں۔ اس نے پوچھا ان میں بڑے عالم کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ہیں۔ (وہ شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے آیا اور) اس نے کہا: اے ابن عمر! مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے تو آپ مجھے جواب دیجئے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ جنگ احد کے موقع پر (جب مشرکین کی فوج نے پہاڑی کے پیچھے سے پلٹ کر حملہ کیا تھا تو) عثمان فرار ہو گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ: ہاں (ایسا ہوا تھا)۔ اس شخص نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان جنگ بدر سے غائب رہے تھے اور اس میں حاضر نہ ہوئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ: ہاں (ایسا ہی تھا) اس شخص نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان بیعت رضوان سے بھی غائب رہے تھے اور اس میں شریک نہ تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں (ایسا ہی تھا)۔ اُس شخص نے (یہ سمجھا کہ ہم جو حضرت عثمان کے خلاف الزام لگاتے ہیں ان کی تائید و تصدیق حضرت عبداللہ بن عمر نے بھی کر دی ہے اور اس سے اَب لوگ لاجواب ہو جائیں گے اور یہ ہمیں بڑی کامیابی حاصل ہو گئی ہے، اِس لئے اس نے خوشی سے) اللہ اکبر کہا۔

اب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ذرا میرے قریب آ جاؤ (اور اپنی ان باتوں کی تفصیل بھی سن لو جو) میں تمہارے لئے بیان کرتا ہوں۔ رہا عثمان کا جنگ احد سے فرار، تو (اس وقت اچانک حملہ سے بہت سے صحابہ کے پاؤں اکھڑ گئے

تھے اگر چہ بعد میں وہ سنبھل گئے اور پلٹ آئے لیکن اصل بات کی) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما چکے ہیں (اور یہ معافی قرآن پاک کے اندر موجود ہے تو معافی کے بعد عیب لگانا کیسے جائز ہے؟) رہی جنگ بدر سے ان کی غیر حاضری تو بات یہ ہے کہ: ان کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رقیہ تھیں، جو اس وقت بیمار تھیں، تو رسول اللہ ﷺ نے (عثمان کو ان کی دیکھ بھال کرنے کو کہا تھا اور ان کو جو یہ خیال ہوا کہ میں جہاد میں شرکت سے محروم رہوں گا تو آپ ﷺ نے خود) ان سے فرمایا کہ تمہیں جنگ بدر میں شریک ہونے والے کا ثواب ملے گا اور (صرف اتنا ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے) ان کو مال غنیمت میں سے (برابر کا) حصہ بھی دیا۔ رہی بیعت رضوان میں ان کی عدم شرکت تو اگر (رشتہ داری کے اعتبار سے) مکہ مکرمہ میں کوئی دوسرا صحابی ان سے زیادہ عزت دار ہوتا تو آپ ﷺ ان کو (مشرکین سے گفتگو کے لیے مکہ) بھیجتے۔ چونکہ ایسا کوئی نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے عثمان کو مکہ مکرمہ بھیجا اور بیعت رضوان تو ان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی (جس کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ مشرکین نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا ہے اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور وہ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ (بیعت) عثمان کے لیے ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا لو اب یہ ساری باتیں اپنے ساتھ لے جاؤ (اور یہ بھی ساتھ میں بتاؤ)

اس حدیث کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ: عبدالواجد لطیف صاحب نے ''تجلیات صفدر'' سے کچھ عبارتیں سیاق وسباق سے کاٹ کر ایک استفتاء مرتب کر کے، اور مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے مصری آدمی کی پیروی کی ہے، جب کہ مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم العالیہ نے ''تجلیات صفدر'' کی عبارتوں کو ان کے سیاق وسباق کے ساتھ ملا کر اور کچھ مزید وضاحتیں کر کے اور ان کے اس پروپیگنڈہ کو ناکام کر کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی پیروی کی ہے۔

اور ہمیں حضرت کے اِس طرزِ عمل سے پورا اِتفاق ہے۔

رفقائے دار الافتاء والتحقیق: جامعہ دار التقوی، چوبرجی پارک، لاہور

(مفتی) محمد رفیق ..... (مفتی) عبد الرحمن ..... (مفتی) ضیاء الرحمن

(مولانا) احسن احمد عبد الشکور (رئیس شعبہ تخصص فی الحدیث)

مہر دار الافتاء ..... ۱۶ر ذو القعدہ ۱۴۴۵ھ، ۲۵ر مئی ۲۰۲۴ء

☆.....☆.....☆

دار الافتاء جامعہ مخزن العلوم، خان پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد!

ایک شخص نے مشہور و معروف کتاب ''تجلیات صفدر'' جلد اول کی کچھ مختصر عبارتیں لے کر سوال میں شاطرانہ طرز اختیار کرتے ہوئے مناظر اسلام ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالی کے خلاف فتوی چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ سائل نے سوال کرتے وقت اپنے استفتاء میں غالباً نہ کتاب کا حوالہ دیا اور نہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کیونکہ اہل علم اور علماء حق حضرت رحمہ اللہ تعالی کو ''ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں اور رہتی دنیا تک یاد کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بہت سے علماء کرام مناظر اسلام، ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات و تحریرات اور اُن کی کتب سے استفادہ کر کے، منکرین ختم نبوت، منکرین حدیث، منکرین فقہ، منکرین حیات انبیاء کرام علیہم السلام، منکرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بدعت کا خوب رد کر رہے ہیں اور حق بیان کر رہے ہیں۔ جس عہد ساز شخصیت نے اپنی زندگی بھر باطل اُمور کی سرکوبی کی ہے، اُن کے بیانات اور عام تحریرات کو چھوڑ کر ایک مختصر سی عبارت لے کر اس عبارت کا خود ساختہ مطلب بنا کر ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنا اور انہیں حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ عنہ کے معاندین میں شمار کرنا سراسر ظلم ہے، حالانکہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبین اور دفاع کرنے والوں میں سے ہیں۔

سائل نے سوال میں خیانت کے ساتھ جو فتاوی حاصل کیے ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تاریخی جملہ صادق آتا ہے: ''کلمة حق ارید بها الباطل'' ایک مضمون کی بحث کرتے ہوئے اگر کچھ عبارتیں بغیر تبصرہ کے ذکر ہو جائیں تو ان عبارتوں کو مصنف کتاب کا نظریہ قرار نہیں دے سکتے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی کی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی نے ''فقہی مقالات'' جلد نمبر ۴ رطبع جنوری ۲۰۰۴ء کے بعض نسخوں میں تداوی بالحرم کی بحث میں عربی کتاب کی غیر مفتی بہ، مرجوح اور ضعیف قول کی ایک عبارت بغیر تبصرہ کے ذکر کی تھی، جس میں خون وغیرہ کے ساتھ بغرض علاج سورۃ فاتحہ لکھنے کا ذکر تھا، بعض اہل بدعت نے اس عبارت کو لے کر شیخ الاسلام مدظلہم العالی: کے خلاف پروپیگنڈا کیا، اور یہ بہتان لگا دیا تھا کہ وہ سورۃ فاتحہ کو پیشاب وغیرہ کے ساتھ لکھنا جائز قرار دیتے ہیں۔

شیخ الاسلام مدظلہم العالی نے خود اس بہتان کا تفصیل سے جواب دیا تھا کہ میرا فتوی جواز کا نہیں ہے، میں اس کے جواز کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ قرآن کریم کی کوئی آیت کسی بھی نجاست سے لکھنا حرام ہے۔ یہ تفصیلی جواب ۱۲ر اگست ۲۰۰۴ء روزنامہ اسلام میں شائع ہوا تھا۔

واضح رہے کہ ''فقہی مقالات'' ج ۴ رطبع ۲۰۰۴ء کے بعض نسخوں میں اور بعد والے ایڈیشنز میں اشکال والی عبارت مع ترجمہ حذف کر دی گئی ہے۔ اَب ہم یہاں اس بہتان کے متعلق ''فتاوی عثمانی'' کے حوالے سے شیخ الاسلام مدظلہم العالی کا جواب ذکر کرتے ہیں:

''میں نے ایسا (جواز کا) کوئی فتوی نہیں دیا۔ (میرے نزدیک) پیشاب یا کسی بھی نجاست سے قرآن کریم کی کوئی آیت لکھنا بالکل حرام ہے، اور میں معاذ اللہ اسے جائز

قرار دینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ جن لوگوں نے میری طرف یہ منسوب کیا، ان کی تردید میں کر چکا ہوں، جو روزنامہ اسلام کی ۱۲ راگست ۲۰۰۴ء کی اشاعت میں شائع ہو چکی ہے۔ میری جس کتاب کا حوالہ میری طرف منسوب کر کے دیا جارہا ہے، اس کی حقیقت بھی میں نے اپنی تردید میں واضح کردی ہے، اس کے باوجود جو لوگ اس فتوے کو میری طرف منسوب کر رہے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ سے اور کسی پر بہتان لگانے سے ڈرنا چاہیے۔ واللہ سبحانہ اعلم!

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۹ رجب ۱۴۲۵ھ (فتویٰ نمبر: ۷/۴/۷۳۰)

(فتاوی عثمانی: ۱/۲۰۰، طبع جدید ۲۰۰۶ء)

صاحب درمختار کے چند اشعار جنہیں یہاں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

اخا العلم لا تعجل بعیب مصنف ولم تتیقن زلة منه تعرف

فکم افسد الراوی کلاما بعقله وکم حرف الاقوال قوم وصحفوا

وکم ناسخ اضحی المعنی مغیرا وجاء بشیء لم یرده المصنف

(مقدمہ، الدر المختار مع رد المحتار: م ک سعید کراچی)

کسی علمی شخصیت کے نظریات معلوم کرنے کے لئے اس کے بیانات اور کتب و متعلقین کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ ''تجلیات صفدر'' کی عبارت پر اگر یہ لوگ ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ کی زندگی میں اعتراض کرتے تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو خوب جواب دیتے اور ان کا دھوکہ وفریب واضح کر دیتے۔ اَب مناظر اسلام، ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ کے سابق نائب، محقق العصر، استاد العلماء، حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ العالی (صدر مدرس و شیخ الحدیث: باب العلوم کہروڑ پکا) نے رسالہ ''الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ'' لکھ کر دفاع کا حق ادا کر دیا ہے۔

بندہ ناچیز نے اس کا مطالعہ کیا اور استفادہ کیا ہے۔ حضرت کا یہ رسالہ ان کی دیگر تصانیف کی طرح ماشاء اللہ خوب مدلل و مفصل، علمی و تحقیقی مواد پر مشتمل ہے۔ اہل علم منصف حضرات کے لئے کافی وشافی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور لوگوں کو حق بات سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اللہ تعالیٰ حضرت مصنف دامت برکاتہم العالیہ کے علم وعمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایہ سلامت رکھے اور عالم اسلام میں ان کا فیض جاری وساری رہے اور اللہ تعالیٰ حضرت کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔ تقبل اللہ منا ومنکم وماتوفیقی الا باللہ۔

بندہ محمد طاہر جالندھری عفی عنہ
رئیس دار الافتاء: جامعہ مخزن العلوم خان پور
۲۴ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ

☆.....☆.....☆

دار الافتاء جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ محترم مفتی صاحب زید مجدہ

ایک استفتاء اور اس کے جواب میں لکھا جانے والا رسالہ ''الدر الثمین'' اور مزید کچھ تحریرات ارسال خدمت ہیں۔ ان کے بارے میں دار الافتاء جامعہ عبد اللہ بن عمر لاہور کا فتوی درکار ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا مولانا حمزہ احسانی، لاہور

الجواب حامداو مصلیا

''تجلیات صفدر'': ۱/ ۵۶۳-۵۷۸ میں مضمون ''کھلا خط بنام ابوریحان عبد الغفور دربارۂ یزید'' ہے۔ اس کا بالاستیعاب بغور مطالعہ کیا گیا ہے۔ یہ خط دراصل ناصبی عقائد کے حامل مکتوب الیہ کے ایک خط کا جواب ہے۔ اس مضمون کا مرکزی نکتہ یزید کے بارے میں مکتوب الیہ کے عقیدے پر نقد ہے۔ یہ مضمون ''الزامی'' رنگ میں لکھا گیا ہے، کیونکہ مباحثے میں یہ اسلوب زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ اس مضمون میں تاریخی روایات کے قدر مشترک سے مخاطب کو الزام دینا مطلوب ہے، اور یہ قدر مشترک بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) رحمہ اللہ، تقریباً حد تواتر کو پہنچتا ہے۔ (دیکھیے: معارف شیخ: ۱/ ۶۷) اس مضمون میں بعض روایات (امام) ابن کثیر رحمہ اللہ کی ''البدایہ'' کے حوالے اور اعتماد پر نقل کی گئی ہیں، اور مقصود اصلی یزید کے بارے میں غلو کا ازالہ ہے۔ یہ اس مضمون کا پس منظر اور غرض ہے۔ اسی تناظر میں اسے دیکھنا ہوگا۔

ناصبیت اہل السنۃ والجماعۃ سے الگ ہے۔ مثلاً: ان کا ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ یزید امیر عادل برحق تھا۔ اور اس کے مقابل حضرت حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے، اور ان کے ساتھ جو ہوا، درست ہوا! نعوذ باللہ من ذلک! اس موضوع پر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ - ۱۲۹۷ھ) قدس سرہ کا مضمون ''شہادت امام حسینؓ اور کردار یزید'' کافی شافی ہے۔

ملتان کے ایک صاحب نے ''تجلیات صفدر'' کے اس مضمون سے دو روایات نقل کر کے جو استفتاء مرتب کیا ہے، اسے بھی بالاستیعاب بغور پڑھا گیا۔ اس میں سائل نے مبہم انداز اختیار کیا ہے۔ ''تجلیات صفدر'' کے مضمون نگار کا واضح طور پر ذکر نہیں کیا۔ یہ نہیں بتایا کہ اس مضمون میں کسی خط کا جواب ہے۔ نہ یہ بتایا کہ مکتوب الیہ کس خیال کا حامل ہے۔ نہ یہ بتایا کہ یہ کلام تحقیقی ہے یا الزامی؟ قائل کا اعتقاد کتنی بات پر ہے اور کتنی بات مخاطب کے اِسکات کے لیے لکھی گئی ہے، کتنی بات اصالتاً تحریر ہے اور کتنی بات ضمناً اور تبعاً آئی ہے؟ نہ دونوں روایات کے بعد ''البدایہ'' کا حوالہ ذکر کیا۔ نہ حضرت معاویہؓ کی دعاء کا ذکر کیا۔ نہ مضمون کا مرکزی نکتہ ظاہر کیا۔ اس انداز کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سوال کا مجموعی تاثر اور ''تجلیات صفدر'' کے مضمون کا مجموعی تاثر ایک دوسرے سے بہت مختلف ہو گئے۔ اگر سائل کو کسی کی شخصیت کے بارے میں فتوی درکار تھا تو اس کا نام صاف طور پر ذکر کر کے تحریر کا پس منظر بتانا چاہیے تھا، اور اگر کسی تاریخی روایت کی فی نفسہ تحقیق مطلوب تھی تو سوال کے آغاز میں مبہم طور پر کسی شخصیت کا ذکر کیوں کیا گیا؟ الغرض یہ سب سقم سوال میں موجود ہیں۔

اَب ظاہر ہے کہ ایسے ناقص سوال کا جواب لے کر کسی عامی پر بھی طعن کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی، چہ جائیکہ کسی بڑے عالم پر طعن ہو سکے!

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی (۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء - ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء) نور اللہ مرقدہ کی ثقاہت وسیادت علمائے اہل السنۃ والجماعۃ میں مسلّم ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید (م ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء) رحمہ اللہ

فرماتے ہیں: ''آنجناب کی کتاب ''تجلیاتِ صفدر'' جلد اول کافی دنوں سے آئی رکھی تھی..... اِس کتاب کے کچھ مضامین تو رسائل میں پڑھ چکا ہوں۔ اَب جو کتاب آئی تو قریباً بالاستیعاب پڑھا۔ سوائے اُن مضامین کے جو مجھے پہلے سے مستحضر تھے..... مضامین سارے لائق قدر ہیں، لیکن بعض مضامین بالکل اچھوتے ہیں..... اسی طرح تین طلاقیں اور حلالہ اور دوسرے بعض خطوط جو مختلف لوگوں کے نام آپ نے لکھے ہیں ان سے ان کے عقائد کا لوگوں کو علم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۳۴)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوالوی (۱۹۱۴ء- ۲۰۰۴ء/ ۱۴۲۴ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امین ملت ترجمان اہل سنت وکیل حنفیت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی کی وفات حسرت آیات سنی ملت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔''

(حق چار یار: ص ۱۵، خصوصی اشاعت بیاد مولانا اوکاڑویؒ)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر (۱۹۱۴ء-۲۰۰۹ء/ ۱۴۳۰ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی اہل السنۃ و الجماعۃ بلکہ اہل اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ تھے، کیونکہ انھوں نے صرف سنت کی حفاظت کے لیے اہل بدعت سے ہی ٹکر نہیں لی، بلکہ تمام اَدیان باطلہ کے حملوں سے دین اسلام کو بچانے کے لیے اپنی جان، مال، عزت و آبرو کو صرف کیا اور اسی حفاظت دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ اُن کی مدمقابل پر گرفت ایسی تھی کہ اُس کو بھاگنے کا موقع نہیں ملتا تھا اور علمی گیرائی اور گہرائی کا کسبی ہونے سے زائد اللہ تعالیٰ نے وہبی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔'' (الخیر: ص ۷۵، خصوصی اشاعت)

حضرت مولانا سلیم اللہ خان (م ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اِس پرفتن دور میں سلف صالحین کے صحیح مسلک، اہل السنۃ و الجماعۃ کے صحیح عقائد کی حفاظت، باطل نظریات اور من گھڑت اَفکار کی نشان دہی اور ان کا تعاقب

کرنے کی خاص توفیق اللہ جل شانہ نے اپنے بعض خاص بندوں کو عطا فرمائی۔ مولانا ان ہی باتوفیق رجال علم میں سے تھے۔'' (الخیر: ص ۱۵، خصوصی اشاعت)

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود (۱۹۲۵ء-۲۰۲۰ء/ ۱۴۴۱ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے، مولانا محمد امین صفدر نے اپنی پوری زندگی اس پیغام کے لیے وقف فرمادی جس پیغام کو عام علماء نے مصالح کے پردے میں لپیٹا ہوا ہے۔..... دین کو واقعی انھوں نے امانت سمجھا اور اس امانت کو ادا کر کے چلے گئے اور دنیا آج بھی اس امین کو یاد کر رہی ہے۔'' (مصدر سابق: ص: ۹۱)

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر (م ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اپنے دور کے عظیم انسان تھے۔ اللہ تعالی نے انھیں خداداد حافظہ اور قابل رشک حسن بیان کی سعادت سے سرفراز فرمایا تھا۔ عام طور پر کوئی آدمی کسی ایک فن اور ایک شعبے کا ماہر متخصص ہوتا ہے، لیکن ہم نے حضرت مولانا کو قریب سے دیکھا اور خوب دیکھا کہ وہ ہر موضوع پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ جس عنوان اور موضوع پر بولتے یا لکھتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ انھوں نے زندگی بھر صرف اور صرف اسی ایک موضوع پر تیاری کی ہے۔ جب وہ بولتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ علوم وفنون ان کے سامنے پرا باندھے کھڑے ہیں۔..... مولانا کے کمالات اور خداداد صلاحیتوں کو دیکھنے پر بے اختیار جی میں آتا ہے کہ بلاشبہ آپ ''آیۃ من آیات اللہ'' تھے۔ ورنہ بظاہر یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ زندگی بھر عصری مدارس میں پڑھانے والے آدمی کو حدیث، اُصول حدیث، رجال حدیث، فقہ، اُصول فقہ اور مذاہب عالم پر اس قدر دسترس؟ اسی طرح یہ بھی عقل وفہم سے ماوراء ہے کہ ہر مذہب کے اُصول وفروع اور اُن کے ہر جدید وقدیم اعتراض کا جواب اور وہ بھی نوک زبان پر! کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں!'' (مصدر سابق: ص ۵۶) وکفی بھم قدوۃ!

شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور حفظہ اللہ کا جواب ''الدر الثمین''

مطالعہ کیا گیا۔ جواب باصواب اور اسم بامسمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت اور اہل سنت کا دامن تھامے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

(فتوی نمبر: ۶/۴۶) محمد طارق محمود عفی عنہ

مدرس ومعین مفتی: دار الافتاء جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور

۲۲/۱۱/۱۴۴۵ھ.....۳۱/۵/۲۰۲۴ء

الجواب صحیح: محمد نوید خان عفی عنہ استاذ الحدیث ومفتی:

دار الافتاء جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور.....مہر

☆.....☆.....☆

دار الافتاء جامعہ قاسم العلوم، ملتان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

بخدمت اقدس حضور فیض گنجور! آنحضور کی حق و باطل میں معرکۃ الآراء تحریر ''الدر الثمین'' اور اس پر تصدیقات بھی اس بندہ عاجز کی تصدیق کے لیے افشاں ہوئی۔

صحیح تو یہ ہے کہ حق و باطل کے میدان میں جب بھی اہل حق آئے تو باطل نے ان کی خرابیاں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ استاذ مکرم حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحبؒ اِس عاجز کے بھی استاد ہیں۔ سنہ ۸۴/۱۹۸۳ء شعبان/رمضان کی چھٹیوں میں دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور دفتر تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ میں بندہ نے خود ان سے استفادہ کیا۔ نیٹ ورکنگ ویب سائیٹ پر ان کے عقائد ونظریات عیاں ہیں۔ اور خصوصی طور پر جہاں جہاں انھوں نے سبقاً سبقاً عقائد کی وضاحت وتشریح کی ہے، اور باطل کے بطلان کو عیاں کیا ہے، اس کا کسی سے کوئی جواب نہیں بن پایا۔

اللہ رب العزت سے استدعا ہے کہ استاذ مکرم حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور دور حاضر کا رشید احمد گنگوہی بنائے۔ آمین!

اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جتنا مواد آڈیو ویڈیو میں ہے، اسے صرف میسج نہ رہنے دیا جائے بلکہ پرنٹ کرایا جائے، تاکہ ہر عقیدت مند کے پاس بطور خط کے محفوظ رہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب!

احقر: فضل احمد
جامعہ قاسم العلوم ملتان

☆.....☆.....☆

دار الافتاء جامعہ اسلامیہ باب العلوم، کہروڑ پکا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ عرصہ پہلے عبدالواجد لطیف نامی شخص نے ''تجلیات صفدر'' کی کچھ عبارات کو ماقبل و مابعد سے کاٹ کر وکیل احناف ترجمانِ اہل حق حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے خلاف مختلف دار الافتاؤں سے فتوی لیا۔ اس کے جواب میں محقق العصر وکیل احناف ترجمان مسلک اہل سنت حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم العالیہ (شیخ الحدیث وصدر المدرسین: جامعہ اسلامیہ باب العلوم) نے ''الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرما کر جہاں مولانا محمد امین صفدرؒ کے دفاع کا حق ادا کر دیا، (وہیں) ساتھ ہی ساتھ اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک اعتدال کی ترجمانی بھی کر دی اور ناصبی عقائد کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ یہ رسالہ علمی و تحقیقی مواد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اہل حق کے لیے اس کا مطالعہ بے حد مفید ہوگا۔ (ان شاء اللہ) بندہ اِس کی تائید کرتا ہے۔ فقط واللہ اعلم!

محمد مشکور: مفتی: جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

☆.....☆.....☆

دار الافتاء دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

بندہ نے مناظر اہل السنۃ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''الدر الثمین'' کے مختلف مقامات کو دیکھا، اگرچہ کتاب کو

بالاستیعاب نہیں دیکھ سکا، لیکن فہرست پر تفصیلی نظر کی۔ اس میں موصوف نے بظاہر تو استفتاء (کے جواب) کی شکل میں استاد المناظرین ترجمان (اہل سنت) دیوبند حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کا دفاع کیا ہے۔ لیکن درحقیقت آپ نے اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند کا مسلکِ اعتدال، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت حسینؓ کا دفاع اور ان کی شان کو بہترین انداز میں مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے۔ اور یزید کا فسق جو کہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور علماء (اہل سنت) دیوبند اس پر متفق ہیں کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والوں اور تاریخی حقائق کو یکسر مسترد کرنے والوں کو بھی محققانہ دلائل سے بہترین انداز میں جوابات دیے ہیں۔ اور ان سے ۱۷ سوالات بھی کیے ہیں۔

واقعی یہ کتاب ''الدر الثمین'' کہلانے کے لائق ہے۔ بندہ ان عقائد اور حضرت کی تحقیق سے مکمل متفق ہے اور اس کی تائید کرتا ہے۔ اور اللہ تعالی سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالی موصوف کی الدر الثمین کو عوام اور خاص کے لیے واقعی درثمین بنائے اور ان کو اپنی درگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں زیغ وضلال سے محفوظ فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم!

پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی
ابن فقیہ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید رحمہ اللہ تعالی
تاریخ: یکم محرم الحرام ۱۴۴۶ ہجری بمطابق ۸ رجولائی ۲۰۲۴ء

بندہ حضرت مہتمم صاحب مولانا حسین احمد صدیقی کے تقریظ کے ساتھ بالکل متفق ہے۔ انور شاہ عفی عنہ.....مہر

دار الافتاء.....مہر مہتمم صاحب

☆.....☆.....☆

بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی مدظلہم

الجواب حق والحق أحق أن يتبع

حضرت مولانا منیر احمد صاحب منور زید مجدہم نے (الدر الثمین میں) جو

کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ بالکل حق اور اکابر علماء اہل سنت دیوبند رحمہم اللہ کے مسلک اعتدال کے عین مطابق ہے۔ میں اس کی حرف بحرف تائید کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کے ساتھ جڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور انھی حضرات کے قدموں میں محشور فرمائے۔ فقط واللہ اعلم! شیر محمد علوی

دار الافتاء جمیلی، کرم آباد، وحدت روڈ، لاہور..... مہر دار الافتاء

۲۰ رشوال المکرم ۱۴۴۵ھ..... ۲۹ راپریل ۲۰۲۴ء

☆.....☆.....☆

شیخ الحدیث مولانا محمد قاسم مدظلہم، شیر گڑھ، مردان

(مہتمم وشیخ الحدیث: دار العلوم اسلامیہ عربیہ، شیر گڑھ، مردان)

اہل السنۃ والجماعۃ' جمیع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت رکھتے ہیں۔ کسی ایک صحابی کی مدح کو دوسرے صحابی کی تنقیص کا ذریعہ نہیں بناتے۔ اور یہی ہمارے اکابر (اہل سنت) دیوبند کا نظریہ اور وطیرہ ہے۔ جو مسلک اعتدال ہے۔ افراط وتفریط سے بالاتر ہے۔ جبکہ روافض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں غلو کر کے حضرات شیخینؓ اور حضرت معاویہؓ پر طعن وتشنیع کا اور دشنام طرازی کا دروازہ کھول کر خوب دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ دوسری طرف ناصبی' یزیدی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت کی آڑ میں یزید کی تعریف میں رطب اللسان ہو کر حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر طعن وتشنیع اور دشنام طرازی کا شیوہ اپنا کر دل کی خوب بھڑاس نکالتے ہیں۔ اس سلسلے میں مناظر اعظم ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ واکابرین دیوبند حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی تحریرات وتقریرات کو مدنظر رکھ کر انسان فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ حرف بحرف لفظ بلفظ اہل السنۃ والجماعۃ اور اکابر دیوبند کی صحیح ترجمانی ہے۔ اور اس سلسلے میں ان کی عظیم خدمات کی ایک دنیا معترف ہے۔

زیر نظر کتاب ''الدر الثمین'' میں حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب (شیخ

الحدیث: جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا) نے مولانا صفدر اوکاڑویؒ کی یہی حیثیت واضح الفاظ میں حوالہ جات اور مندرجات کے ساتھ واضح کی ہے۔ عبدالواجد لطیف نامی شخص نے مولانا صفدر اوکاڑویؒ پر ایک فتویٰ کی آڑ میں اعتراضات کیے ہیں کہ:

مولانا صفدر اوکاڑویؒ نے یزید کو فاسق کہہ کر حضرت معاویہؓ کی گستاخی کی ہے۔ اور اس کو زندیقیت کی طرف منسوب کیا ہے۔ ظاہراً یہ کتاب مولانا صفدر اوکاڑویؒ پر اعتراضات کے مدلل جوابات ہیں۔

لیکن حقیقت میں یہ اہل السنۃ والجماعۃ واکابرین دیوبند کے مسلک اعتدال کی وضاحت، روافض ونواصب کے غلط نظریات کی تردید اور یزید کے مسلمہ فسق کی وضاحت اور یزید کی ولی عہدی کے سلسلے میں حضرت معاویہؓ پر اعتراضات کے کافی شافی جوابات اور حضرت حسینؓ کی صحابیت وغیرہ بہت اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ جو بیمار ذہنوں کو جلا بخشتی ہے۔ اور گرد آلود دلوں سے غبار جھاڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی مساعی جمیلہ مقبول فرمائے اور امت کو مسلک اعتدال پر لانے میں ممد ثابت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

محمد قاسم غفرلہ

خادم حدیث: دارالعلوم شیر گڑھ، مردان

☆.....☆.....☆

استاذ العلماء مولانا مفتی عبداللہ شاہ مدظلہم

(مسئول وفاق المدارس العربیہ ضلع چارسدہ، رئیس دارالافتاء: دارالعلوم اسلامیہ، چارسدہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد!

مصروفیات اور بیماری وضعف کی وجہ سے کتاب ہذا کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر سکا، البتہ بعض مقامات کا مطالعہ کیا۔ اور حضرت مولانا مفتی منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم کی تحریر کو اکابر علماء دیوبند رحمت اللہ علیہم کے مسلک اعتدال کے عین

موافق پایا۔ اللہ تعالی مؤلف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور عامۃ المسلمین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور مؤلف کو مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عبداللہ شاہ: مسئول وفاق المدارس ضلع چارسدہ
رئیس دارالافتا: دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ
۹ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ، ۱۶ر جولائی ۲۰۲۴ء

☆.....☆.....☆

مناظر اسلام مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم

باسمہ تعالی، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے فسق یزید بارے لکھے گئے مضامین پر عبدالواجد لطیف نے جو اعتراضات اُٹھائے ہیں، ان کے جواب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم العالیہ (جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا، لودھراں) نے عبدالواجد لطیف کے نظریات اور اس کے غلط انداز سے استفتاء کی سازش کو ''درثمین'' کی صورت میں جو بے نقاب کر کے ''تجلیات'' والی روایات کی توجیہ اور مولانا اوکاڑویؒ کے دفاع صحابہ بالخصوص دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نظریے کو واضح کیا ہے، بندہ ان سے بالکل متفق اور ان کا شکر گزار ہے۔ اللہ تعالی اِس فرض کفایہ کی ادائیگی پر ان کو جملہ اہل سنت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور جاہلین اور معاندین کے لیے بھی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

محمد انور اوکاڑوی، رئیس: شعبہ الدعوۃ والارشاد، جامعہ خیر المدارس، ملتان..... یکم ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ

☆.....☆.....☆

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی سید الرسل و خاتم الانبیاء امابعد!

کچھ وقت پہلے حال کے ناصبی اور یزیدی گروہ کے بعض سرکردہ لوگوں نے

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی کتاب ''تجلیات صفدر'' کی بعض عبارتوں پر تیشہ دجل وتلبیس سے کام لے کر فتاوی منگوائے، اور ملک میں ایک خاصہ طوفان بدتمیزی قائم کر دیا۔ فقیر راقم نے اصل کتاب استفتاء اور جواب کو بالاستیعاب دقت نظر سے آج تک مکمل نہیں پڑھا۔ پہلے دن یہ خبر سنتے ہی کہہ دیا کہ: ناممکن ہے کہ ایک دیوبندی عالم دین اور وقت کا جرنیل ایسی بات کہے کہ جس سے معاذ اللہ کسی صحابی رسول کی گستاخی کا ارتکاب لازم آئے۔ استفتاء اور فتاوی جات سے خاصی فضاء مکدر کی گئی۔ طوفان و ہیجان بپا کیا گیا۔

چنانچہ چند اہل علم حضرات میدان عمل میں آئے اور اپنے اپنے طور پر استفتاء اور جوابات کے صحیح محمل کی نشاندہی کی۔ لیکن یہ نیکی مناظر اسلام شیخ الحدیث جامع و ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہم کے حصہ میں لکھی تھی۔ وہ میدان میں اُترے اور بڑی کامیابی کے ساتھ اپنی کشتی مراد کو ساحل پر جا اُتارا، اور فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

آپ نے سوالات اور جوابات کی حقیقت کو طشت از بام کرنے کے لیے ''الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین علیہ الرحمۃ'' نامی مقالہ لکھا۔ تمام دجل وتلبیس، خدع، زور کو ہباء منثورا اور کعصف ماکول کر دیا۔ ایک ایک ممکنہ اشکال کا ایسے واضح اور مبرہن و مدلل جواب دیا کہ دیانت داری کی بات ہے کہ کوئی چیز تشنہ تفصیل نہیں رہی۔ شرعی دلائل، عقلی استدلال، واقعاتی تجزیہ ایسے طور پر ایک ایک بات منطبق کی کہ تمام ظلمتیں مٹ گئیں۔ اور نور منور ہو گیا۔

خدا لگتی عرض ہے کہ جو آدمی تحقیق حق کے زاویہ سے پڑھے گا وہ داد دیئے اور سر دھنے بغیر نہ رہ سکے گا۔ ہر قاری علم کی شان، آن، بان، انطباق، استنباط، استدلال کا ایک ایک ورق حقائق کی دنیا میں تابندہ اور درخشندہ طور پر پلٹتا نظر آئے گا۔

اَب جب اَوہام کے بادل چھٹ چکے، فتوئی واپس ہو چکا، چاروں طرف رُت بدل گئی تو آج بھی تفصیلات پڑھے بغیر مجھ مسکین کی خوش نصیبی دیکھئے کہ اُسی یقین

کی چٹان کی بلندی پر کھڑا ہوں کہ: ناممکن ہے کہ کوئی صحیح العقیدہ دیوبندی عالم دین اور مناظر اور اپنے وقت کا امام کوئی ایسی بات کہے جس سے معاذ اللہ کسی صحابی رسول کی اہانت کا پہلو نکلتا ہو۔ ناممکن، ناممکن، ناممکن۔

ہاں! موجودہ دور کے ناصبی، یزیدی: یزید پلید کی صفائی کے لیے بددیانتی کے ساتھ سیدنا معاویہؓ کو بطور ڈھال کے پیش کرنا چاہتے ہوں تو وہ یہاں درخور اعتناء ہی نہیں۔ ورنہ تاریخ میں کیا کچھ حادثات محفوظ نہیں کہ معروف ناصبی، خارجی، یزیدی محمود عباسی کی کتاب جن مراکز پر فروخت ہوتی تھی ان میں ایک ''نادیۃ الادب، ملتان'' بھی تھا۔ وقت تھا گزر گیا، یہ بھی گزر جائے گا۔ ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہے۔

والسلام: فقیر، اللہ وسایا

دفتر ختم نبوت ملتان..... ۱۶، اگست ۲۰۲۴ء

☆.....☆.....☆

محقق اہل سنت مولانا صاحبزادہ عبدالحق خان بشیر مدظلہم

فرزند ارجمند: امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، أما بعد!

حق اور باطل دو مقابل و متضاد سمتیں ہیں، دونوں اَزل سے اَبد تک ایک دوسرے کے حریف ہیں، دونوں کے درمیان معرکہ آرائی تخلیق آدم سے جاری ہے، اور وقوع قیامت تک جاری رہے گی۔ حق کی پوری جدوجہد اپنے ارتقاء کے لیے ہوتی ہے، اور باطل ہمیشہ صرف اپنی بقاء کی جنگ لڑتا ہے، وہ صرف اپنا وجود برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ حق ہمیشہ دلیل لاتا ہے، اور باطل کے پاس صرف وسوسہ ہوتا ہے۔ دلیل یقین پیدا کرتی ہے، اور وسوسہ شک لاتا ہے، اور یہی شک باطل کا سب سے بڑا ہتھیار ہوتا ہے۔ دلیل کا طرز ہمیشہ سے ایک ہی ہے: یعنی علم وحکمت، اور وسوسہ طرز بدلتا رہتا ہے۔ وسوسہ کبھی من گھڑت اور خانہ ساز روایات کا سہارا لیتا ہے، اور: بل

وجدنا علیہ آباءنا اسی روایت کا شاخسانہ ہے۔ اگر قبائلی وسماجی روایات سے کام نہ چلے تو وہ دلیل کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر یہ حربہ بھی ناکام رہے تو وہ مخالف کی کمزوریاں تلاش کرتا ہے، اور اپنی بقاء کے لیے ان کمزوریوں کا سہارا لیتا ہے۔ اور کمزوریاں بھی ہاتھ نہ لگیں تو الزام تراشی اور بہتان طرازی پر اُتر آتا ہے۔ اور یہی باطل کے کل ہتھیار ہیں۔ یہی اُس کی زندگی کی آکسیجن ہے، جس سے اُس کے مصنوعی سانس برقرار رہتے ہیں۔

انسانی تاریخ اِس حقیقت پر شاہد وگواہ ہے کہ گمراہ قوموں کو نبیوں اور رسولوں کے خلاف نہ علم وحکمت کی دلیل ملی اور نہ اخلاق وکردار کی کمزوری۔ اِس لیے اُن کی ساری جدوجہد نبیوں پر الزام تراشی میں صرف ہوگئی۔ اور باطل کی طرف سے یہی طریق واردات صحابہ واہل بیت علیہم الرضوان کے خلاف دوہرایا گیا۔ اور اسی طریق واردات کا سامنا اسلافِ اُمت کو کرنا پڑا۔ دلیل کے خلاف وَسوسہ نے فتنہ وفساد کے کیا کیا طوفان نہیں اُٹھائے۔ نیچری، قادیانی، چکڑالوی، پرویزی اور غامدی فتنوں کے فکر و نظریہ کی پوری عمارت اِسی تلبیس و وَسوسہ کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ اِن تمام فتنوں نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کے واضح اور غیر مبہم مفہوم کو اختراع وتلبیس کے تیشہ سے تراش کر خود ساختہ فکر وعقیدہ کے سانچے میں ڈھالنے کی مذموم کوشش کی۔ اور ماضیٔ قریب میں بزرگانِ (اہل سنت) دیوبند کو اِسی تلبیس و وَسوسہ کی شرمناک تحریک کا سامنا کرنا پڑا۔ اُن کی عبارات سے خود تراشیدہ مفہوم اَخذ کرکے اُن کو تکفیر کا نشانہ بنایا گیا۔

اُستادِ محترم، سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نوراللہ مرقدہ اسی قافلۂ علم وتحقیق کی ایک روشن یادگار تھے، وہ دورِ حاضر کی ایک ایسی لاجواب شخصیت تھے جن کے علم وفہم اور تحقیق واستدلال پر پوری جماعتِ دیوبند کو صرف اعتماد نہیں بلکہ ناز تھا۔ بزرگانِ دیوبند کے فیوض وبرکات کا سایہ ہمیشہ اُن کے سر پر موجود رہا۔ علم وحکمت اور فیض واعتماد کے اسی سایہ میں وہ فتنوں کا سر کچلتے رہے۔ عیسائیت سے قادیانیت تک، غیر مقلدیت سے مماتیت تک اور رافضیت سے

یزیدیت تک ہر فتنہ اُن کے علم واستدلال کے سامنے سرنگوں ہوتا چلا گیا۔ وہ زندگی کی آخری سانس تک اِن فتنوں کو للکارتے رہے۔ مگر اِن میں سے کوئی فتنہ اُن کے سامنے ٹھہرنے اور پاؤں جمانے کا حوصلہ نہ کرسکا۔ اُن کے علم وتحقیق کے انمول موتی اُن کے سینکڑوں بیانات اور مضامین کے ہزاروں صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اور آج بھی اُن کی تقریر وتحریر کا ایک ایک حوالہ اِن فتنوں سے جواب کا طلب گار ہے۔ مگر اُن کا جواب دینے کے بجائے تلبیس و وَسوسہ کا وہی قدیم وفرسودہ طریقہ اپنایا گیا اور اُن کی وفات کے تقریباً ۲۲ رسال بعد چند مجہول الحال لونڈوں کو اُن کے منقولہ دو حوالوں پر اپنی دوکانِ شہرت سجانے کی سوجھی، اور واقعی

ع اندھوں کو اندھیرے میں بڑی دُور کی سوجھی

میں نہیں جانتا کہ اِن نوجوانوں کے سر پر علم و دانش کی کوئی چھتری موجود ہے، یا وہ آفتابِ غضب وانتقام کی کڑی دھوپ میں لاوارث گھوم رہے ہیں۔ اُنہوں نے مکر و فریب کے ذریعہ جن بادلوں کا سایہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، وہ بادل بھی اِن کا دَجل آشکار ہونے کے بعد اِن کے سروں سے ہٹ گئے۔ مجھے اِن بے چاروں پر ترس اور اُن شاطروں پر افسوس ہوتا ہے جو اپنی جھوٹی تسکین کے لیے اِن بے چاروں کی صلاحیت سے کھیل گئے

ع خود تو پردے میں رہے اور اِن کو رُسوا کردیا

حیرت کی بات ہے کہ حضرت اوکاڑوی قدس اللہ سرہ کے یہ حوالے مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی مرحوم کے نام ایک مکتوب میں منقول ہیں۔ جو گزشتہ صدی کی آخری دہائی میں لکھا گیا۔ ۱۹۹۳ء میں ''تجلیاتِ صفدر'' کی جلد اول میں شائع ہوا۔ مولانا سیالکوٹی مرحوم نے حضرت اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ میری معلومات کے مطابق اُن کا شمار یزیدی حلقہ کے محقق علماء میں ہوتا ہے۔ لیکن اِن روایات کے اِس پہلو پر اُن کی نظر بھی نہ پڑی۔ حالانکہ اپنے فکر ونظر کے لیے وہ ذرہ کو پہاڑ بنانے کا فن جانتے تھے اور تادم حیات اُنہوں نے بھی اِن حوالوں پر گرفت نہیں

کی۔ اُن کی بھی وفات سے تقریباً ۱۲ رسال بعد نہ جانے کس خناس نے ان نوجوانوں کے دِلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا۔ اور وہ اِس وسوسہ کو دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تک لے اُڑے اور دَجل وفریب کے ذریعہ فتویٰ حاصل کرلیا۔ مگر جب اس دَجل کا پردہ چاک ہوا تو ان تمام علمی اِداروں نے حقیقتِ واقعہ واضح کردی، جو زیرِ نظر کتاب میں موجود ہے۔

جہاں تک مولانا اوکاڑوی نوراللہ مرقدہ کے علم وفہم اور ان کی تحقیق وریسرچ کا تعلق ہے تو یہ حقیقت آفتابِ نصف النہار سے زیادہ روشن ہے کہ پاکستان و ہندوستان کے تمام اکابرین کو ان پر پورا اعتماد تھا۔ حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ: اگر مجمل طور پر مجھ سے پوچھا جائے کہ تمہارا فکر وعقیدہ کیا ہے تو میں کہوں گا کہ: میرا فکر وعقیدہ وہی ہے جو امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ اور قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ کا ہے۔ یعنی ان دونوں بزرگوں کے فکر وعقیدہ پر اُن کو پورا اعتماد تھا کہ وہ اسلافِ اُمت اور بزرگان (اہل سنت) دیوبند کے فکر وعقیدہ کے حقیقی ترجمان اور اس کا کامل نمونہ تھے۔ اور ان دونوں بزرگوں کو مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم و استدلال پر اتنا اعتماد تھا کہ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''الکلام المفید فی اثبات التقلید'' پر مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ ''محقق وقت'' اور ''مناظر اسلام'' کے القاب سے نقل کی ہے۔ اور قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اوکاڑویؒ کو جماعت (تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ) کی طرف سے یہ تحریر لکھ کر دی ہوئی تھی کہ فتنۂ مماتیت کے خلاف مناظرہ میں مولانا اوکاڑویؒ کی فتح ہماری جماعتی فتح ہوگی اور اُن کی شکست ہماری جماعتی شکست ہوگی۔ اور الحمدللہ مولانا اوکاڑوی ان بزرگوں کے اعتماد پر پورے اُترے۔

مخدوم مکرم، شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور زیدہ مجدہ کا شمار حضرت اوکاڑویؒ

کے نہایت ہی قریبی رفقاء میں ہوتا ہے۔ اُنہوں نے جس تحقیقی انداز میں اس مکر وفریب کا جائزہ لیا ہے اور اپنے مخصوص علم واستدلال کے ذریعہ اِس دَجل کا بھانڈا پھوڑا ہے، وہ حضرت اوکاڑویؒ کے تمام تلامذہ ومتوسلین کی طرف سے خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔ میں نے اُن کے پورے مضمون کو بالاستیعاب دیکھا ہے۔ اُنہوں نے ماشاء اللہ تعالیٰ جس انداز سے وسوسہ کو دلیل کے ساتھ کچلا ہے وہ اُنہی کا حصہ ہے۔ اللہ رب العزت اُن کی اِس کاوش کو وساوس سے نجات اور حصولِ ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

عبدالحق خان بشیر..... ۲۰ رصفر ۱۴۴۶ھ..... ۲۵ راگست ۲۰۲۴ء

(خطیب: جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ، مدرسہ حیات النبی، محلہ حیات النبی گجرات)

☆.....☆.....☆

کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت، دارالعلوم دیوبند

رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ (ولادت ۴ راپریل ۱۹۳۴ء بیکانیر ہندستان، وفات ۳ را کتوبر ۲۰۰۰ء اوکاڑہ پاکستان) کا شمار اہل علم اور علماء کے مابین عصر حاضر کی اُن نابغۂ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جنھوں نے دین کو اعتدال پسندی کے ساتھ اپنے سلف صالحین سے لیا اور اپنی پوری حیات مستعار کو دین میں غلو پسندوں کی تحریفات اور باطل پرستوں کی جعلسازیوں اور جاہلوں کی بے جا تاویلات کے رد وتعاقب میں بے لوث وقف کر دیا۔ اپنی ان مقبول ومخلصانہ خدمات کے سبب برصغیر پاک وہند میں حضرت موصوف ''اہل حق کی علامت اور شناخت'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ برد اللہ مضجعہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

عوام وخواص کے مابین آپ ''وکیل احناف'' اور ''مناظر اسلام'' کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ آپ دین اسلام کی توسیع واشاعت میں ''منہج دارالعلوم دیوبند کے حقیقی وعالمی ترجمان'' اور فرق باطلہ کے خلاف ایک ''سیف بے نیام'' تھے۔

ابنائے دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کو آپ کی شخصیت اور مقبول خدمات پر فخر ہے۔ یوں تو آپ کی لاتعداد تصانیف کا ہر صفحہ ملت کے لیے بے بدل

سرمایہ ہے لیکن ''تجلیات صفدر'' اور ''فتوحاتِ صفدر'' وغیرہ کتابیں آپ کے تحقیقی قلم کی ایسی علمی یادگار ہیں جو شاہ کار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہم تمام خدام دار العلوم دیوبند آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور اس کا نفع پوری ملت اسلامیہ کے لیے عام وتام فرمائے۔ آمین (ملخصاً)

شاہ عالم گورکھپوری..... استاذ ونائب ناظم: کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند

۱۸ رمحرم ۱۴۴۶ھ..... ۲۵ رجولائی ۲۰۲۴ء

☆.....☆.....☆

استاذ العلماء حضرت مولانا نعیم الدین مدظلہم

(استاذ الحدیث: جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور وجامعہ دار التقوی لاہور)

اہل باطل کا ہمیشہ سے یہ وتیرہ رہا ہے کہ وہ اہل حق سے لوگوں کو متنفر اور بے زار کرنے کے لیے اُن کے خلاف مختلف ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ کبھی خود اُن کی ذات میں کیڑے نکالتے ہیں، کبھی اُن کے متعلقین میں عیوب تلاش کرتے ہیں، کبھی اُن کے کلام کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، اور کبھی یہ گھناؤنا کھیل بھی کھیلتے ہیں کہ اُن کی عبارات میں سے کچھ ٹکڑے لے کر اُن کو سیاق وسباق سے کاٹتے ہیں اور اہل فتوی کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ: بتایئے! یہ عبارات کفریہ ہیں یا نہیں؟ وہ مفتیان کرام جنھیں ان کی خباثتوں سے کبھی پالا نہیں پڑا ہوتا اور انھیں پتہ نہیں ہوتا کہ یہ عبارات کہاں سے لی گئی ہیں اور کن بزرگوں کی عبارات ہیں۔ وہ ان عبارات کو سامنے رکھ کر سخت سے سخت فتوے دیدیتے ہیں۔ پھر یہ اہل باطل ان فتاوی کو اہل حق کے خلاف خوب خوب اُچھالتے ہیں اور انہیں بدنام کرتے ہیں کہ: دیکھو جی! فلاں جگہ سے ان کے خلاف سخت فتوی آگیا ہے، فلاں نے ان کو یہ کہہ دیا۔

یہی صورتِ حال اہل حق کے ترجمان حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کے ساتھ پیش آئی۔ ناصبی ویزیدی حضرات جو یزید کو عادل، صالح اور خلیفہ برحق قرار

دیتے ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو غلط کہتے ہیں اور اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلق اور دیگر کئی مسلمات اہل سنت کا انکار کرتے ہیں۔ اُنہوں نے حضرت مولانا محمد امین صاحبؒ صفدر کی بعض عبارات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر غلط تاثر دے کر بعض اہل فتویٰ سے فتوے لیے۔ جو مفتی حضرات یزیدیوں کی اِس گندی حرکت اور ان کے مزاج سے پوری طرح واقف نہ تھے، اُنہوں نے اِن عبارات کے خلاف فتوے دیئے۔ اور جن مفتیان کرام کو تردد ہوا، وہ فتوی دینے سے رُک گئے۔ یزیدی حضرات مولانا امین صاحب (کی نامکمل عبارات) کے خلاف دیئے جانے والے فتاوی کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنے لگے۔ اور حضرت مولانا محمد امین صاحب کے چاہنے والوں کو اُن سے متنفر و بے زار (کرنے کی کوشش) کرنے لگے۔

اس صورت حال کو بھانپ کر حضرت مولانا منیر احمد منور زید مجدہم' جو مولانا امین صاحب کے شاگرد' اُن کی تحریک سے اچھی طرح واقف' اُن کے نظریات کے امین اور انتہائی محقق عالم ہیں، اُنہوں نے بروقت ان فتاوی کا جائزہ لیا اور عوام وعلماء کو بتلایا کہ یہ فتاوی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ اور حضرت مولانا امین صاحب کے ہرگز وہ نظریات نہیں جو یہ حضرات پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے انتہائی دسیسہ کاری سے ان عبارات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر خود ساختہ معنی پہنائے ہیں، لہٰذا عوام الناس ان کے دام تزویر میں نہ آئیں۔

ناچیز راقم الحروف نے اس سلسلہ میں حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب زید مجدہم کی تحریر جو ''الدر الثمین'' کے نام سے موسوم ہے، اسے پڑھا ہے، اس تحریر میں مولانا منیر احمد منور صاحب نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے۔ اہل انصاف اگر اس تحریر کو پڑھیں تو انہیں حضرت مولانا امین صاحب کی عبارات بے غبار نظر آئیں گی اور یزیدی حضرات کی دسیسہ کاریوں کا علم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے

دُعا ہے کہ وہ اس تحریر کو عوام الناس کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

نعیم الدین

یکم ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ

(۱۰ مئی ۲۰۲۴ء، جمعۃ المبارک)

☆.....☆.....☆

پیر طریقت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد حسن مدظلہم

(شیخ الحدیث: جامعہ محمدیہ.....استاذ الحدیث: جامعہ مدنیہ.....امیر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ عظیم جزائے خیر نصیب فرمائے ہمارے مخدوم حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد صاحب منور دامت برکاتہم العالیہ کو جو اکابر اہل سنت دیوبند کے مسلک حقہ کے ترجمان ہیں۔

اُنہوں نے بڑی محبت اور محنت سے ایک مبارک رسالہ ''الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین'' کے نام سے مرتب فرمایا ہے۔ جس میں یزید کے بارے میں اکابر کا مسلک اعتدال نیز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ اور ہمارے استاذ محترم مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بعض تحریرات کے بارے میں غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں التجا ہے کہ حضرت کی اِس مبارک کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور اپنی رضا اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنائیں۔ آمین یا الہ العالمین

محتاج دعا بندہ محمد حسن عفی عنہ

۱۸ صفر الخیر ۱۴۴۶ھ۔ ۲۲ اگست ۲۰۲۴ء

☆.....☆.....☆

عمدۃ المصنفین مولانا مفتی امداد اللہ انور مدظلہم

(مدیر: جامعۃ التخصص فی العلوم الاسلامیہ، ملتان.....استاذ الحدیث: جامعہ قاسم العلوم، ملتان)

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

زیر نظر کتاب ''الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین علیہ الرحمۃ'' جو مناظر اسلام، آیۃ من آیات اللہ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ کے دفاع میں تحریر کی گئی ہے، جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ جو کہ استاذ یم جناب مولانا منیر احمد منور صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا کی تالیف لطیف ہے۔ مولانا کے سیال قلم نے دفاع مسلم کا اس میں حق ادا کر دیا ہے۔ اور لطیف پیرایہ سے احادیث نبوی کی روشنی میں' بطالت پسند فاسد نظریہ کے حاملین کے بغض کو آشکارا کیا ہے۔ ان کے بغض سے دو چیزیں بخوبی واضح ہوتی ہیں: ایک تو حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ پر حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کے بارہ میں الزام تراشی، جو حضرت اوکاڑوی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔ دوسرا یزید پلید کی حمایت، جس نے ان ناصبیوں کو حق کی پہچان سے دُور کر دیا ہے۔ اور یزید کی حمایت میں اتنا آگے نکل گئے (کہ) اہل بیت سے کسی حد تک ان کا بغض وعداوت ظاہر ہونے لگ گیا۔ اور اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ جیسا کہ خود کتاب ''الدر الثمین'' میں مذکور ہیں۔

حضرت مولانا اوکاڑویؒ نے ''تجلیات صفدر'' میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ یقینا ان کو ہضم ہونے والا نہیں تھا۔ اس کا صحیح عادلانہ جواب تو یہ دے نہیں سکتے تھے تو تلبیس ابلیس سے کام لے کر بغیر ان کے نام کی تصریح اور بغیر عبارت کے سیاق و سباق کے بلکہ عبارت کی قطع و برید کر کے غلط طریقے سے فتوے حاصل کیے۔ اور ظاہر بات ہے کہ اس طرح سے حاصل کردہ فتووں کی مستند حیثیت نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسے ہے جب قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا سانحہ ارتحال ہوا تو اس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے اپنے غم واندوہ کا تذکرہ کرتے

ہوئے ایک مرثیہ تحریر کیا تو اس کے بعض اشعار بریلویوں نے بغیر سیاق و سباق اور بغیر حضرت شیخ الہند کا نام لیے علمائے (اہل سنت) دیوبند کے مفتیوں سے ان کے متعلق فتوے لیے، ان مفتیوں میں سے بہت سوں نے حضرت شیخ الہندؒ پر بھی کفر کے فتوے لگائے تھے۔ پھر ان فتووں کا مجموعہ ایک رسالہ میں بریلویوں نے چھاپا تھا۔ تو کیا اس طرح کے فتووں سے حضرت شیخ الہند کافر ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ یہاں پر یزیدیوں نے حضرت اوکاڑویؒ کے خلاف یہی بریلویوں والی چال چلی ہے۔

مجھے یزید اور یزیدیوں کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ ''تجلیات صفدر'' اور ''الدر الثمین'' میں لکھا جا چکا ہے، اس پر میرا صاد ہے۔ اگر مزید اہل سنت کی نظر سے یزید کو دیکھنا ہو تو حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی کی کتاب ''یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں'' کو دیکھ لیں۔

جس طرح احمد رضا خان نے ''حسام الحرمین'' لکھ کر عقائد علماء (اہل سنت) دیوبند کے متعلق تلبیس ابلیس کی تھی اور اس کا جواب مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ نے اکابر اہل سنت مکہ، مدینہ اور علمائے (اہل سنت) دیوبند کی تائید و تصدیقات کے ساتھ ''المہند علی المفند'' کی صورت میں دیا تھا، اسی طرح یزیدیوں کی تلبیس کے رد میں حضرت مولانا منیر احمد منور کی کتاب ''الدر الثمین'' کو اور مولانا عبدالرشید نعمانی کی کتاب کو موجودہ دور کے علماء سے تصدیقات اور اکابر دیوبند کی تحریرات کی صورت میں منصۂ شہود پر لانا چاہیے۔

بہر حال حضرت شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ''الدر الثمین'' تحریر فرما کر حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدرؒ کے دامن محبت صحابہ کو مزید اُجلا اور روشن کر دیا ہے اور فسق یزید کو بھی حضرت اوکاڑویؒ کی لا جواب تحریرات سے مدلل و مبرہن فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی سعی جمیل کو مفید عام و خاص بنائے اور یزیدیوں کے دَجل و فریب سے محفوظ فرمائے۔

فقط طالب دعوات صالحہ: امداد اللہ انور

مدیر: جامعۃ التخصص فی العلوم الاسلامیہ، القریش کالونی، شیر شاہ روڈ، ملتان

استاذ الحدیث: جامعہ قاسم العلوم ملتان..... ۱۷ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ..... ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء

☆.....☆.....☆

مؤرخ اسلام مولانا محمد اسماعیل ریحان مدظلہ

حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم کی کتاب ''الدر الثمین'' کا جو حصہ استفتاء کے جواب پر مشتمل ہے، وہ میں نے پورا دیکھا ہے۔ اور جو مباحث ردِ ناصبیت اور ردِ محمود عباسی پر ہیں، اُنھیں میں نے سرسری دیکھا ہے۔ مجموعی طور پر تو ماشاء اللہ مولانا نے بہت خوب کام کیا ہے، بڑی محنت فرمائی ہے، اپنی دیگر بہت زیادہ اور اہم مصروفیات کے باوجود اِس کام کے لیے اُنہوں نے اپنے وقت کو فارغ کیا۔ اللہ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

بڑوں نے اپنی تحقیق لکھ دی ہے اور حضرت کی کتاب کی تائید بھی فرما دی ہے۔ ہم اپنی بات بہت اچھے طریقے سے واضح کر چکے ہیں۔ اور ایک نہیں متعدد علماء وضاحت کر چکے ہیں۔ حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم نے تفصیل سے کام کر دیا ہے۔ دار العلوم دیوبند کی جانب سے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کی براءت پر فتویٰ بھی آ گیا ہے۔ کسی سمجھنے والے کو سمجھانے کے لیے اِن بڑوں کا اتنا کہہ دینا بہت کافی ہے۔ اُصولی کام، علمی و تحقیقی کام جو اِس پہ ہونا ہے، وہ بحمد اللہ ہو چکا ہے۔

جہاں تک خاص روایت کے مسئلے کا تعلق ہے تو میری اپنی ناقص کوشش، تلاش اور بساط کے مطابق یہی ثابت ہوتا ہے کہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی تھا اور بہتر یہی تھا کہ: اِسے نقل نہ کیا جاتا۔ لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اِسے نقل کیا ہے۔ جسے ہم اُن کا ''علمی تسامح'' کہیں گے۔ اور تسامح سے دنیا کا کوئی

بھی عالم شاید ہی خالی ہو۔ اِس تسامح کی وجہ سے حافظ ابن کثیر کی عظیم الشان خدمات پر کوئی آنچ نہیں آتی، اُن کے مقام و مرتبہ میں کوئی کمی نہیں آتی۔

اُستاذ محترم حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو ایک خاص پیرائے میں' مناظرانہ بحث کے دوران نقل کیا ہے، اور وہ صرف ناقل ہیں۔ نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص یا توہین کا حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ سے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اِس کی دلیل حضرتؒ کی دیگر کتب، تحاریر، مقالات اور بیانات ہیں۔ سمجھنے والے کے لیے اتنا کافی ہے۔

باقی اگر کوئی شخص اِن اکابر کے خلاف ضد و عناد کی بنا پر کمر بستہ ہے تو وہ شخص خود ذلیل و خوار ہوگا۔ چاند کا تھوکا اپنے ہی منہ پر آتا ہے۔ چاند کو کوئی گزند نہیں پہنچتی۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی کاوشوں کا اجر عطا فرمائیں۔ اللہ نے چاہا تو ان شاء اللہ اِس فتنے کا دروازہ بند کرنے کی یہ کوشش کامیاب ہوگی۔

(مختلف گفتگوؤں سے اقتباسات)

☆.....☆.....☆

جانشین حضرت جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا اعجاز مصطفیٰ مدظلہ

حرف چند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ اُن عہد ساز شخصیتوں میں سے ہیں جو اپنی ذات میں معتدل مزاج، متواضع، عابد، زاہد، قانع، ہر وقت کتاب اور مطالعہ سے شغف رکھنے والے اور خصوصاً علمائے اہل سنت دیوبند کے معتمد اور ترجمان تھے۔ کوئی فتنہ پرور گروہ ایسا نہیں تھا جو دین میں رخنہ اور فتنہ ڈالنے کی کوشش کرے اور حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ اس کے خلاف علمی اسلحہ سے

لیس ہو کر اُس پر حملہ آور نہ ہوئے ہوں۔ پوری زندگی انہوں نے دین اسلام کی پہریداری اور حفاظت کرنے میں گزاری ہے۔

اُن کی وفات کے تقریباً بیس سال بعد ان کی کتاب کی عبارتوں کو سیاق و سباق سے کاٹ کر مختلف دارالافتاؤں سے اس بارہ میں فتوی طلب کرنا سوائے اُن کی شخصیت کو مطعون کرنے اور داغ دار کرنے کے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے خواجہ تاش شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو کہ انہوں نے امام ابن کثیرؒ اور حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی نقل کردہ روایات کا مفصل اور مدلل جواب ''الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے دے کر فرضِ کفایہ ادا کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔

میں نے از اول تا آخر اس کو پڑھا ہے، جس کی میں تائید اور تصدیق کرتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام امت مسلمہ کو فتنہ پروروں کے فتنوں، شریروں کے شر اور حاسدین کے حسد سے محفوظ فرمائے، آمین۔ وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔

(مولانا) محمد اعجاز مصطفی.....امیر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

معاون مدیر: ماہنامہ بینات، واستاذ: جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

۱۸ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ.....مطابق ۲۵ر جولائی ۲۰۲۴ء

☆.....☆.....☆

استاذ العلماء مولانا مفتی مختار اللہ حقانی مدظلہ

(مفتی واستاذ شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء: دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)

الحمد لله و کفی و الصلاة و السلام علی خیر الخلائق و الانبیاء محمد المصطفی المجتبی و علی اله و صحبه شموس الهدایة و اعلام الهدی۔ اما بعد!

ترجمان علماء حق، مناظر اسلام، محقق العصر، استاذ محترم، حضرت العلامہ

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں، انہوں نے اہل حق کی ترجمانی کرتے ہوئے اہل باطل کی بنیادوں کو اپنی تقریر وتحریر اور مناظروں سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اللہ تعالی نے استاد محترم کو بے پناہ استحضار اور اہل حق کے موقف کو آسان اور عام فہم الفاظ میں سمجھانے کا ملکہ عطا فرمایا تھا، اِس لیے آپ کی تحریرات ہر خاص وعام کے لیے مشعل راہ تھیں، اور رہیں گی۔

مگر یہ محاورہ بھی مشہور ہے: "لا یرمی شجرۃ الا ذو ثمر" کہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ پھلدار درخت کو پتھر مارتے ہیں، ایسا ہی استاد محترم کے مضامین کے ساتھ ہوا ہے جن میں آپ نے یزید کے فسق وفجور کے حوالے سے لکھا تھا۔ یہ مضامین ۱۹۹۳ء کو "تجلیات صفدر" میں حضرت کی حیات میں ہی شائع ہوئے تھے، اور حضرت کی وفات ۲۰۰۱ء کو ہوئی ہے۔

اور ان مضامین پر عبدالواحد لطیف صاحب نے چند بے بنیاد اعتراضات و اشکالات حضرت کی وفات کے کئی سال بعد اُٹھائے، مگر علماء حق میں سے مولانا منیر احمد منور صاحب (استاد جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا لودھراں) نے ان بے بنیاد اعتراضات کے جوابات اور اس کے غلط انداز استفتاء کی سازش کو "الدر الثمین" کے نام سے موسوم زیر نظر رسالے میں بے نقاب کیا ہے۔ اور عام فہم انداز میں اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند کے مسلک اعتدال کو مدلل طریقے سے بیان کیا ہے۔ اور یزید کے فسق وفجور کو ثابت کرتے ہوئے کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امام حسینؓ کا دفاع بھی محققانہ دلائل سے کیا ہے۔ اِس لیے حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب کی کاوش واقعی "درثمین" یعنی ایک بیش بہا قیمتی موتی ہے۔

اللہ تعالی حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب کی اِس کاوش کو قبول فرمائیں اور اپنے شایان شان جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین! خاک پائے علماء حق: محمد مختار اللہ حقانی

مفتی ومدرس: جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک.....۲۱ر جولائی ۲۰۲۴ء.....مہر

☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اِس بارے میں کہ:

زید اور عمرو کا ایک مسئلے میں اختلاف ہے:

زید کہتا ہے کہ:

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نامی جو مشہور عالم گزرے ہیں، وہ زندیق اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے گستاخ ہیں۔

اور اُن کی گستاخی کی وجہ یہ بتلاتا ہے کہ اُنہوں نے لکھا ہے:

''طبرانی میں ہے کہ یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا، اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ: بیٹا! ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں اور فرمایا: کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو، اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت وعیش میں گزارتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت معاویہ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ: اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے۔ (البدایہ) باپ کی اِس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا۔'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۶۸، ۵۶۹)

زید کا کہنا ہے کہ: یہ عبارت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی پر مبنی ہے کہ:

۱..... اُنہوں نے یزید کے فسق کا علم ہونے پر اُسے فسق چھپانے کی نصیحت کی۔

۲..... یزید کے فسق کا معلوم ہونے کے باوجود اُنہوں نے اُسے اپنا ولی عہد بنایا۔

یہ دونوں باتیں ایک صحابی کی شان کے بالکل خلاف ہیں۔

نیز مولانا امین اوکاڑویؒ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۵۰ھ) کو حضرت معاویہ نے بوجہ کبر سنی امارت کوفہ سے معزول کر دیا اور ارادہ کیا کہ: سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس کی جگہ گورنر بنایا جائے، تو مغیرہؓ اس سے نادم ہوئے اور اُنہوں نے آکر یزید کو کہا کہ: تم اپنے باپ سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں ولی عہد بنادے تو یزید نے باپ سے عرض کر دیا۔ معاویہ نے پوچھا کہ: تمہیں مطالبہ کا مشورہ کس نے دیا ہے؟ یزید نے کہا: مغیرہ بن شعبہؓ نے! معاویہ کو مغیرہؓ کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس کو امارت کوفہ پر برقرار رکھا اور اسے حکم دیا کہ یزید کی ولی عہدی کے لیے کوشش کرو! حضرت مغیرہؓ نے یہ کوشش شروع کر دی۔ تو معاویہ نے بصرہ کے گورنر زیاد کو بھی اس بارے میں لکھا، زیاد نے اس کو ناپسند کیا، کیونکہ وہ یزید کے لعب وصید سے واقف تھا، اور اس نے عبید بن کعب کو دمشق بھیجا کہ یزید سے کہو کہ اس بات سے باز آنا ہی اس کے لیے بہتر ہے، فانزجر یزید عما یرید من ذالک، تو یزید ڈر گیا اور معاویہ سے بھی بات کی، تو باپ بیٹے دونوں کا اتفاق ہو گیا کہ سردست یہ خیال چھوڑ دینا چاہیے۔ پھر اسی سال کے آخر میں ۵۱ھ میں جب زیاد مر گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منظم طور پر ولی عہدی کی تحریک شروع کی، تو پانچ حضرات کے علاوہ سب نے بیعت ولی عہدی کر لی۔ ان پانچ حضرات کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دھمکاتے ڈراتے رہے۔..... اور ہم (ابن کثیر) نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: اُنہوں نے ایک خطبے میں یہ دعا فرمائی: اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے اسے اس لیے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اس کا اہل ہے تو اسکی ولایت کو پورا فرمادے۔ اور اگر میں نے اس لیے اس کو ولی عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو اس کی ولایت کو پورا نہ فرما۔ (البدایہ ص ۸۳، ج ۸)..... ان روایات سے معلوم ہوا کہ یزید والد کی حیات میں اپنے فسق کو چھپاتا تھا، اور جو فاسق اپنے فسق کو چھپائے اس کی پردہ پوشی ہی کا حکم ہے۔'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۲)

اس میں سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض وارد ہے کہ اُنہوں

نے بیٹے کو ولی عہد بنانے کے لیے سیاسی رشوت اور دھونس اور جبر کا راستہ اختیار کیا۔ اِس لیے ماسٹر امین گستاخِ معاویہ اور زندیق تھا۔

جب کہ زید کے جواب میں عمرو کہتا ہے کہ:

۱..... مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ ایک جید عالم دین اور مسلکِ حق کے ترجمان تھے۔

اُن کے دَور کے اکابر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے اُن پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا، اُن کی خدمات کا اعتراف کیا، اُن کو بڑے بڑے القابات سے نوازا اور اُن کو اہل حق کا ترجمان قرار دیا۔ چنانچہ مولانا خواجہ خان محمد، علامہ ڈاکٹر خالد محمود، مولانا سلیم اللہ خان، مولانا محمد حسن جان، مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا ابوبکر غازی پوری، مولانا عاشق الٰہی بلند شہری، مولانا محمد صدیق، مولانا مفتی عبدالستار، مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا عبدالرزاق اسکندر، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا عبدالمجید کہروڑ پکا، علامہ علی شیر حیدری، مولانا حکیم محمد اختر کی عبارات اِس پر شاہد ہیں۔

مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ کی بے مثال دینی خدمات ہیں، بیسیوں مرزائی اور عیسائی اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اہل زیغ وبدعت اُن کے ہاتھ پر توبہ تائب ہوئے، صحابہ اور اہل بیت کے کئی دشمن راہِ حق کی طرف پلٹے۔

جب مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ کے بارے اُن کے دور کے تمام اکابر اہل سنت کی آراء موجود ہیں، اور اُن کی قابل تعریف دینی خدمات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں تو اُن کی کسی بھی عبارت کا صحیح محمل تلاش کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ ضابطہ ہے کہ: صحیح العقیدہ متبع سنت مسلمان کی عبارت کا ایسا معنی مراد لیا جاتا ہے جو اُس کے اَفکار واعمال اور زندگی کے طور اطوار کے مطابق وموافق ہو۔ خصوصاً متفق علیہ ائمہ کرام وعلمائے دین کی عبارات کے صحیح محمل تلاش کرنا لازم ہے۔

۲..... حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اِس عبارت سے صرف فسق یزید پر استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ تحریر کے سیاق وسباق سے بالکل واضح ہے۔

۳..... حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اِس تحریر میں بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دِفاع کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے اور اُن پر وارد ہونے والے ممکنہ اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی ساتھ ہی تحریر فرما دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ: اُن کے دِل میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بغض تو درکنار کسی درجے میں کوئی میل یا معمولی درجے کی بیزاری بھی نہیں تھی۔

۴..... صحابہ کرام خصوصاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا موقف بالکل واضح اور دوٹوک ہے۔ چنانچہ اُن کے تلمیذ مولانا عبدالرزاق صفدر نے حضرت کے افادات کے مجموعہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کے بہترین اور عمدہ جوابات درج فرمائے ہیں۔

۵..... حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے یہ روایات علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سے نقل کی ہیں۔ اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے نہ صرف اِس روایت کو نقل کر کے اِس سے استدلال کیا ہے بلکہ ایک دوسری حدیث اِس کی تائید میں بھی پیش فرمائی ہے۔ لہٰذا جیسے اِس روایت کی وجہ سے امام ابن کثیرؒ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، ایسے ہی حضرت اوکاڑویؒ پر بھی وارد نہیں ہوسکتا۔

۶..... مذکورہ روایت کے لیے طبرانی کا حوالہ دینے میں بھی حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے امام ابن کثیر پر اعتماد کیا ہے اور باقاعدہ حوالہ بھی دیا ہے۔ بالفرض اگر وہ حوالہ نہ بھی دیتے تو اُن پر اعتراض نہیں تھا، کیونکہ اُنہوں نے یہ روایت امام ابن کثیر کے اعتماد پر نقل فرمائی تھی۔

۷..... دوسری روایت بھی حضرت اوکاڑویؒ نے امام ابن کثیر کے حوالے سے نقل فرمائی ہے، اور اُس میں بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دِفاع کا پورا خیال رکھا ہے۔

۸..... دَر اَصل جنگ جمل اور جنگِ صفین کے معاملات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھے اور وہ مسلسل اِس سلسلے میں فکر مند تھے کہ اُن کے دنیا سے جانے کے بعد پھر یہ صورتِ حال نہ قائم ہوجائے۔ اِس لیے اُنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے

فائدے اور اجتماعیت کی خاطر للہ فی اللہ یہ اقدامات فرمائے اور ان میں اُنہوں نے کسی بھی شرعی حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں فرمائی۔

۹..... سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ صحابی رسول اور مجتہد ہیں، اِس لیے اُن کے اقدامات کی تاویل اُنہی کی شان کے مطابق کرنا واجب ہے۔ اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کر کے اِس کا پورا اہتمام کیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی زد نہ آئے اور اُن کے تمام اقدامات کا صحیح محمل تلاش کیا جائے اور اُن کے شایانِ شان تاویل اختیار کی جائے۔

۱۰..... اگر اِن روایات کا کوئی صحیح محمل نہ ہوتا اور شانِ صحابیت کے مطابق مناسب تاویل نہ ہوتی تو علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اِن روایات سے کبھی بھی استدلال نہ کرتے۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام کثیرؒ جیسا اہل سنت کا متفق علیہ امام کسی صحابی کی تنقیص سے صرفِ نظر کر لے؟ معلوم ہوا کہ اِن روایات میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص نہیں ہے، لہٰذا حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ پر حضرت معاویہؓ کی تنقیص کا الزام لگانا بالکل غلط اور بے جا ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ:

(۱)- اِس میں زید کا موقف درست ہے یا عمرو کا؟

(۲)- کیا اِن روایات کے نقل کرنے میں حضرت معاویہؓ کی گستاخی ہے؟

(۳)- ملتان کے عبدالواجد لطیف نامی شخص نے ایک پرفریب مبہم استفتاء بنا کر مختلف فتاویٰ اور اُن کی تائیدات حاصل کی ہیں۔ اَب مستفتی اور اُس کے ہم مشرب چند لوگوں نے فسق یزید کے قائلین اکابرین اہل سنت دیوبند خصوصاً استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔

چنانچہ فیس بک پر اپنی ایک تحریر میں مستفتی نے لکھا ہے کہ:

''اکابر علماء دیوبند کا نام سنتے ہی اوکاڑوی زندیقیت کے منہ پر ۱۲ بج جاتے ہیں۔''

ایک اور تحریر میں لکھا ہے کہ:

''جیسے ہی۔۔۔۔۔ دارالافتاؤں سے فتاویٰ جات آئے اور اس گروہ پر زندیقیت کی مہر لگی۔''

اِس پروپیگنڈے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

استفتاء اور اس کے جواب میں موصول ہونے والے فتاویٰ کی نقل ہمراہ ہے۔

السائل:

محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی (خادم: مدرسہ جامعہ امینیہ، وخانقاہ چشتیہ مدنیہ، راولپنڈی)

(تلخیص، تسہیل، اضافہ: حمزہ احسانی، مجلہ صفدر، لاہور)

☆.....☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم،

وعلیٰ آلہ واصحابہ ومتبعیھم اجمعین الی یوم الدین

امابعد! استفتاء میں تین سوالوں کا جواب طلب کیا گیا ہے؟

۱- حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ پر زندیقیت کا حکم لگ سکتا ہے یا نہیں؟

۲- ان دو روایتوں کے نقل میں حضرت معاویہؓ کی گستاخی اور توہین ہے یا نہیں؟

۳- اکابرین دیوبند خصوصاً استاذ المناظرین مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کے خلاف چند فتاویٰ کی بنیاد پر گستاخ و موہن معاویہؓ ہونے کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، اُس کے متعلق کیا رائے ہے؟

یہ جوابی تحریر چھ مرکزی عنوانات پر مشتمل ہے:

۱- تمہیدی اُمور۔ ۲- زیر بحث عنوان پر مولانا اوکاڑویؒ کے افادات کا خلاصہ (نیز دیگر اکابر کے افادات) ۳- پہلے سوال کا جواب ۴- دوسرے سوال کا جواب ۵- تیسرے سوال کا جواب ۶- عبدالواجد لطیف کے استفتاء کا پس منظر

تمہیدی اُمور

مذکورہ بالا سوالوں کے جواب کے لیے بطورِ تمہید چند اُمور کی وضاحت ضروری ہے۔ تمہیدی اُمور میں تین گروہوں کا اور اُن کے نظریات کا تذکرہ ہوگا، خصوصاً ناصبی گروہ کے نظریات کو قدرے تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔

تین گروہ:

حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ، حضرت معاویہؓ اور یزید کے بارے میں نظریاتی طور پر تین گروہ ہیں۔ ان تینوں کے نظریات کی بنیاد اصل کے اعتبار سے تاریخی روایات پر ہے، لیکن اس کا مآل ونتیجہ ہے: صحابہ کرامؓ کی عدالت، امانت و دیانت اور اخلاص وتقویٰ کا تحفظ وعدم تحفظ۔ اس لیے اپنے نتائج وعواقب کے اعتبار سے حضرت حسینؓ اور یزید کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

(۱): پہلا گروہ: رافضی!

اس گروہ نے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی محبت کے بارے میں اتنا غلو اختیار کیا کہ یہ لوگ حضرت معاویہؓ، اُم المومنین حضرت عائشہؓ اسی طرح دوسرے صحابہ کرام کو خارج از ایمان تصور کرنے لگے۔ اِس گروہ کے سینے اصحابِ رسول کے بغض وکینے سے لبریز ہیں۔

پچھلے سال 2023ء میں پی ڈی ایم حکومت کے دوران جب قومی اسمبلی میں تحفظ ناموسِ صحابہؓ واہلِ بیت بل پیش ہوا تو پورے ملک میں رافضی لوگ اِس بل کے خلاف متحرک ہوگئے، حتی کہ صدر عارف علوی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور اعتراض لگا کر واپس کر دیا۔ جس سے اصحابِ رسولؐ کے خلاف ان کی عداوت، بغض وکینہ ایک بار پھر کھل کر سامنے آ گیا۔

(۲): دوسرا گروہ: ناصبی!

ناصبی، یزیدی گروہ نے حضرت معاویہؓ بالخصوص یزید کی عقیدت ومحبت

اور دفاع میں ایسا انداز اختیار کیا کہ اس کے نتیجہ میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے بے باک گستاخ بن گئے۔ یزید کے اتنے محب، فدائی اور شیدائی ہو گئے کہ اگر کوئی یزید کے بارے ذرا سا بے ادبی کا کلمہ بول دے تو بے قابو ہو کر اُس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، چھوٹے بڑے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اِس گروہ کے سامنے اگر کوئی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہتا رہے، یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کے خروج کو حبِ جاہ، طلبِ حکومت کا نتیجہ اور حصولِ اقتدار کی کوشش قرار دے تو وہ اِس گروہ کا محبوب دُلارا، آنکھوں کا تارا اَور اَولاد سے زیادہ پیارا بن جاتا ہے۔

ناصبی یزیدیوں کی دو اقسام:

ناصبی یزیدیوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱):..... مجاہرین: یعنی کھلے ناصبی یزیدی، جو کھلم کھلا حضرت حسین، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ کو باغی اور قتیل کہتے رہتے ہیں، اس میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے، اسی طرح یزید کی کھلم کھلا مدح سرائی کرتے اور اس کو ''امیر المؤمنین، خلیفہ راشد'' کے القاب سے نوازتے ہیں۔

(۲):..... منافقین: یعنی چھپے ناصبی یزیدی، جو بظاہر حسینیت کے دعوے دار بنتے ہیں، لیکن حقیقت میں ہوتے ہیں یزیدی، جن کی چند علامات ہیں:

(۱):۔ اکابر و اسلاف کے بارے میں بدگمانی اور بدزبانی۔ اکابر کی کامل تحقیق پر اپنی ناقص تحقیق کی فوقیت کا دعویٰ کرنا۔ (۲):۔ دعویٰ حسینیت کا کرتے ہیں کہ ہم حسینی ہیں، لیکن ترجمانی ناصبی یزیدیوں کی کرتے ہیں۔ (۳):۔ فسقِ یزید کے قائلین اکابر واصاغر سے نفرت اور ان کے ساتھ بغض وکینہ۔ (۴):۔ مادحینِ یزید کے ساتھ مضبوط تعلق ومحبت۔ (۵):۔ فسقِ یزید کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین وگستاخی کا عنوان دے کر دفاعِ معاویہ کے پردے میں یزید کی مدح سرائی کرنا۔ (۶):۔ حسینی ہونے کا دعوی کر کے ناصبی یزیدیوں کی طرف سے فسقِ یزید کے قائلین پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، ان اعتراضات کو دہراتے رہنا۔ (۷):۔ یزیدیوں کی کتابوں کا پرچار کرنا۔

(۸):۔ یزید کی تابعیت اور مناقب کو بیان کر کے یزید کی عقیدت ومحبت پیدا کرنا اور یزیدی خطباء ومقررین کا سہولت کار بن کر ان سے اصلاحی بیانات کرا کے ان کی عقیدت کا ماحول بنانا اور ظاہر ہے ہمیشہ عقیدہ، عقیدت کے تابع ہوتا ہے؛ اس لیے یزیدی خطیب کے عقیدت مند بھی یزیدی بن جاتے ہیں۔ اور تمام اہلِ باطل کا طریقہ یہی ہے کہ وہ پہلے اپنی خوش اخلاقی، فیاضی اور خوش بیانی سے اپنا حلقہ عقیدت بناتے ہیں، اس کے بعد اہلِ عقیدت بآسانی ان کے عقائد کو قبول کرتے جاتے ہیں۔ (۹):۔ فسقِ یزید کے قائلین علماء کو مختلف طریقوں سے بدنام کرنے اور لوگوں کو ان سے متنفر کرنے کی کوشش کرنا، ان سے متنفر کر کے ان لوگوں کو یزیدی علماء کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کرنا۔
(۱۰):۔ اپنے مذموم عقائد کو دفاعِ معاویہ کے پُرفریب عنوان کے تحت چھپانا اور فسقِ یزید کے قائلین کو گستاخِ معاویہ باور کرانے کی کوشش کرنا۔

ہم نے یہ علامات اس لیے لکھ دی ہیں تاکہ چھپے ناصبی یزیدیوں کو پہچانا جا سکے۔

(۳): تیسرا گروہ: اہل السنۃ والجماعۃ!

اہل سنت کا مسلک اعتدال ہے۔ جو افراط وتفریط سے پاک ہے۔ جس میں حضرت حسینؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کا دفاع ہے۔ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

ناصبیوں کے چند نظریات کا اجمالی خاکہ:

پاکستان میں پہلے ناصبیت کا اتنا چرچا اور تذکرہ نہ تھا۔ اگر کچھ ناصبی تھے بھی تو وہ اپنے تک محدود رہے۔ بالآخر کراچی کے ایک بدنصیب، بدخصلت، بدفطرت اور انتہائی بددیانت ناصبی شخص محمود احمد عباسی نے عدل وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے ''تاریخی ریسرچ'' کے نام پر ناصبی نظریات پر مشتمل دو کتابیں تحریر کیں: (۱) خلافتِ معاویہؓ ویزید (۲) تحقیق مزید۔

''خلافتِ معاویہؓ ویزید'' کی خوب تشہیر کی گئی۔ جیسے شراب اُم الخبائث ہے، اسی طرح یہ کتاب بھی پاکستان میں ام الخبث والخبائث ثابت ہوئی، جو ناصبی پہلے خاموش تھے، اَب وہ برساتی مینڈکوں کی طرح ٹرانے لگے اور ناصبیت کے داعی

بن کر میدان میں آ گئے۔ ام الخبث والخبائث کی کوکھ سے کئی ناصبیوں نے اور ناصبی نظریات والی کتابوں اور رسالوں نے جنم لیا۔ ذیل میں ام النواصب یعنی کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والی تحریرات سے ناصبیوں کے چند نظریات ملاحظہ کیجیے!

۱- حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت اتنے کم عمر تھے کہ اُن کے صحابی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲- حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ اہل بیت میں شامل نہیں ہیں۔ سنی کتب میں موجود فضائل اہل بیت کی اَحادیث اکثر شیعوں کی ہیں۔

۳- کتب حدیث حتی کہ صحاح (بخاری مسلم وغیرہ) میں بھی شیعہ، سنی، خارجی، معتزلی، قدری وغیرہ سب کی روایات موجود ہیں۔

۴- یزید باجماع صحابہ متفق علیہ خلیفہ، امیر المؤمنین اور خلیفہ راشد تھا۔ اُس میں کوئی بڑی خامی نہیں تھی۔ اُس کی خلافت علیؓ کی خلافت سے بہتر تھی۔

۵- علیؓ اولاد اور پارٹی سمیت قطعاً ناکارہ و ناکام ہو چکے تھے۔ اُن کی بیعت ہی مکمل نہیں ہوئی۔ ان کی خلافت علی منہاج النبوۃ نہ تھی۔

۶- حضرت حسینؓ متفق علیہ خلیفہ یزید کے خلاف اُٹھنے کی وجہ سے ''بغاوت'' کے مجرم تھے اور حدیث نبوی ہے کہ باغی کو قتل کر دو!

۷- یزید کے دِفاع میں تین صحابہؓ (حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ) کی بے ادبی۔

۸- آپ ہماری پیش کردہ (بے سند) تاریخی روایت نہیں مانتے تو ہم اکابر اہل سنت کی (مستند) روایات کیوں تسلیم کریں؟

۹- حضرت حسینؓ کی ساری کوشش سیاسی اِقتدار حاصل کرنے کے لیے تھی، اور وہ اِس کے لیے عرصہ دراز سے موقع کے منتظر تھے۔

۱۰- گورنر عبیداللہ بن زیاد وغیرہ نے (حسینی لشکر کو شہید کر کے) اپنا فرض پورا کیا، کوئی غلط کاروائی نہیں کی۔

اَب اِن نظریات کی باحوالہ تفصیل دیکھیے! اِن میں زیادہ تر تو جناب محمود احمد عباسی کی اپنی تحریرات ہیں، البتہ ایک دو عبارات وہ بھی ہیں جو محمود عباسی موصوف نے اپنے من پسند مفہوم کیلئے دیگر کتب سے منتخب کر کے ان کو اپنی تائید کے طور پر پیش کیا ہے۔

(۱)-حضرت حسینؓ صحابی رسول نہیں:

محمود احمد عباسی لکھتے ہیں: ''پس ان تصریحات سے جب حضرت حسینؓ کا وفات نبوی کے وقت چار پانچ سال کا ہونا ثابت ہے تو صحابیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چہ جائیکہ صحابی جلیل ہونے کا۔ روایتیں وضع کرنے والوں نے حضرت علیؓ اور آپ کے ان صاحبزادوں کی عمروں کو بڑھایا ہے اور جن سے ان کا سیاسی اختلاف رہا ان کی عمریں گھٹا کر بیان کی ہیں، ہجرت کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۷ سال تھی، مگر روایتوں میں جو کتب احادیث میں ہیں ان کی عمر بوقت نکاح چھ برس اور بوقت خلوت صحیحہ نو برس کی بتائی گئی ہے۔'' (خلافت معاویہؓ و یزید: ۲۴، ۲۵.....طبع جدید: ۸۶)

محمود احمد عباسی نے عنوان قائم کیا: ''مفروضہ صحابیت، موروثی فضیلت!''

(طبع جدید: ۵۶۹)

دھوکہ دینے کے لیے طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ پہلے حضرت حسینؓ کے بچپن کے چند واقعات ذکر کر کے حضرت حسینؓ سے کمال صحابیت کی نفی کی۔ اور اِس کے لیے ایک غالی متعصب رافضی باقر مجلسی کی کتاب جلاء العیون کو بنیاد بنایا، اس حوالہ سے لکھتے ہیں:

''پس حاملہ شد بحضرت امام حسین، وبعد از شش ماہ آن حضرت متولد شد'' (جلاء العیون: ۳۱۲، ۳۱۳) اسی کے ساتھ کہتے ہیں کہ: ''چھ ماہ کا پیدا شدہ بچہ زندہ نہیں رہتا سوائے حضرت حسینؓ اور حضرت عیسیٰ کے۔'' (ص: ۴۴۱) یہ روایت نقل کر کے محمود احمد عباسی تبصرہ فرماتے ہیں: ''شاید اس روایت سے حضرت حسینؓ کی عمر میں چند ماہ کا اضافہ مقصود ہو، ورنہ جو جنین شکم مادر میں پورا نشوونما نہ پا سکے اگر بعد وضع حمل وہ زندہ بھی رہے قویٰ کی کمزوری تو بہرنوع قائم رہے گی۔ اگر روایت صحیح ہو تب بھی عہد رسالت میں حسینؓ ایسے طفل صغیر تھے کہ اُن کی صحابیت کا کوئی سوال پیدا

نہیں ہوتا۔ روایت پرستی کی سحر کاری ہے کہ (محدث) ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں حضرت حسینؓ کی صحابیت اور فضیلت کے ثبوت میں شیعہ ٹکسال کی گھڑی ہوئی اور دو کٹر شیعہ راویوں کی ہی سند سے یہ روایت عمار بن یاسرؓ کے ترجمہ (حالات) میں درج کرڈالی ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو سات سات نجباو وزراء ورفقا عطا ہوئے تھے، مجھ کو چودہ عطا ہوئے: یعنی حمزہ، جعفر، ابوبکر، عمر، علی، حسن، حسینؓ ۔۔۔ الخ۔'' (ص:۴۴۱) اس پر محمود احمد عباسی تبصرہ کرتے ہیں: (اپنے نجبا' وزرا اور رفقا میں) ''ایسے کم سن بچوں کو (شامل کرنا) جو سن تمیز کو بھی نہ پہنچے تھے جس درجہ بے معنی ہے ظاہر ہے۔'' (خلافت معاویہؓ ویزید:۴۴۱، ۴۴۲ طبع جدید:۵۷۰، ۵۷۱)

بددیانتی اور بے انصافی:

جہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کم عمر دکھا کر صحابیت کی نفی کرنی تھی، وہاں تو محمود عباسی کے نزدیک متعصب شیعہ ملا باقر مجلسی کی روایت معتبر اور مقبول ہے اور جس روایت سے حضرت حسن وحسینؓ کی فضیلت ثابت ہورہی ہے کہ: ''حسن وحسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نجباء میں سے ہیں۔'' اسے دو شیعہ راویوں کی وجہ سے رد کردیا۔ پوری کتاب میں یہی انداز ہے۔ اِسی طرح جس روایت سے یزید کی مذمت نکلتی ہو وہ شیعہ راوی کی وجہ سے مردود ہے، جہاں مدح نکلتی ہو وہ باوجود شیعہ راوی کے مقبول ہے۔

تضاد بیانی:

ہم نے عباسی صاحب کی دو عبارتیں ان کی کتاب سے باحوالہ نقل کی ہیں، جن میں حضرت حسینؓ کی صحابیت کی صراحتاً نفی کی گئی ہے۔ اور جب حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنی کتاب ''شہید کربلا اور یزید'' میں اس پر گرفت کی تو طبع سوم کے عرض مؤلف میں لکھا: ''طیب صاحب نے تو مصنف خلافت معاویہ ویزید کی نیت پر حملہ کرتے ہوئے تین منصوبے منسوب کیے ہیں: یعنی حضرت حسینؓ کی صحابیت کی نفی کرنے کے لیے ان کی عمر وفات نبوی کے وقت صرف پانچ برس دکھلانا۔۔۔ جس کسی نے بھی ہماری کتاب کا مطالعہ کیا ہوگا، وہ اندازہ کرسکتا ہے کہ:

حضرت حسینؓ کی صحابیت سے کہیں بھی اِنکار نہیں کیا گیا۔۔۔۔۔۔۔عمر کا ذکر تو ضمناً آ گیا تھا، اِس ذکر سے نفی صحابیت کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔ (ص: ۲۳، ۲۴.....طبع جدید: ۸۵) پھر اسی صفحہ پر صرف آٹھ سطر کے بعد لکھتے ہیں: ''پس ان تصریحات سے جب حضرت حسینؓ کا وفات نبوی کے وقت چار پانچ سال کا ہونا ثابت ہے تو صحابیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چہ جائے کہ صحابیٔ جلیل ہونے کا۔''

ذرا دونوں جملوں کو آمنے سامنے رکھ کر دیکھیں!

(حضرت حسینؓ کی) عمر کا ذکر تو ضمناً آ گیا تھا، اِس ذکر سے نفی صحابیت کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔	حضرت حسینؓ کا وفات نبوی کے وقت چار پانچ سال کا ہونا ثابت ہے تو صحابیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یزیدی لوگ یزید کے دفاع کے ساتھ ذرا اپنے اِس امام وعقیدہ کے اِس تضاد کا دفاع بھی کریں۔

(۲): حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ کے اہل بیت ہونے کا انکار:

حضرت علی المرتضیٰؓ، سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے اہلِ بیت ہونے کا انکار کرتے ہوئے محمود احمد عباسی صاحب لکھتے ہیں:

''عرض مولف (طبع سوئم)) میں ضمناً بیان ہوا ہے کہ: سورۃ احزاب کا چوتھا رکوع اول سے آخر تک ازواجِ مطہرات نبی کریم علیہ وعلیہن الصلوۃ والتسلیم کی شان پاک میں نازل ہوا ہے جس سے کوئی صاحب عقل و ہوش انکار نہیں کرسکتا۔ (لہٰذا اہلِ بیت کا قرآن میں مصداق ازواج مطہرات ہی ہیں نہ کہ مذکورہ چار حضرات (ناقل).....اَب دیکھیئے ابن جریر طبری نے اپنی کتاب ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' کے جز ۲۲ رص: ۵ر میں ایک دو نہیں اکٹھی سترہ (۱۷) موضوع حدیثیں اس ثبوت میں درج کی ہیں کہ: یہ آیت حضرت علیؓ و فاطمہؓ وحسنؓ وحسینؓ کے بارے میں ہے۔ (یعنی ان کو بھی شامل ہے۔ (ناقل)

پہلی حدیث کے الفاظ ہیں: قال رسول اللہ ﷺ: نزلت هذه الآية فی

خمسة: فیّ و فی علی (رضی اللہ عنہ) و حسن (رضی اللہ عنہ) و حسین (رضی اللہ عنہ) و فاطمہ (رضی اللہ عنہا)۔ اِس وضعی اور قطعاً جھوٹی حدیث کے آئینہ ہی میں علامہ ابن جریر طبری کی شیعیت کا جنہیں بعض سنیوں نے اپنا امام قرار دے رکھا ہے، صاف اور صحیح عکس دیکھا جاسکتا ہے۔'' (طبع جدید: ۵۷۳) (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ کو اہل بیت ماننا شیعہ ہونے کی دلیل ہے)

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ پر بے جا تنقید:

''آیت مباہلہ کے تحت بھی مفسرین حضرات نے اِن حضرات کے اہل بیت ہونے کا ذکر کیا ہے، اس پر بھی محمود احمد عباسی صاحب کا غم وغصہ ملاحظہ کیجیے! فرماتے ہیں: ''آیت مباہلہ کے سلسلہ کی جملہ روایتیں شیعوں کی خود ساختہ ہیں، مگر خاصے پڑھے لکھے اہل سنت بھی ان کے زہریلے اثرات سے محفوظ نہ رہے، حتیٰ کہ دیوبندی حکیم الاسلام (حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ) نے جو مجموعہ خرافات (یعنی ''شہید کربلا و یزید'') اِس کتاب (محمود عباسی کی کتاب ''خلافت معاویہؓ و یزید'') کی تردید میں شائع کرایا ہے، جس کی شیعہ حلقوں میں خاص طور سے اشاعت بھی کی گئی ہے، اس میں انہی وضعی روایات کی آڑ لے کر نجرانی عیسائیوں کو حضرات حسنینؓ کی صحابیت کے ثبوت میں بطور شاہد یہ کہہ کر پیش کیا ہے کہ: اس نے حسنؓ و حسینؓ کے مبارک چہروں پر مقبولیت اور نورِ فطرت کا مشاہدہ کرلیا اور کفار بھی آثار مقبولیت ومحبوبیت کو دُور سے دیکھ کر پہچان لیتے تھے، جو اسی شرف صحبت کے آثار تھے۔ چنانچہ اس عیسائی کے منہ میں گھس کر ''حکیم الاسلام'' نے یہ الفاظ کہلوائے ہیں کہ: ''میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے پہاڑوں کو ٹل جانے کا سوال بھی کریں گے تو اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو ٹلا دے گا۔'' قصہ گوئی اور بات ہے اور واقعات تاریخی کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے سکنا دوسری چیز ہے، پہاڑوں کا ٹلا دینا تو درکنار حضرت حسینؓ کی شرطوں کے باوجود گورنر صوبہ عبیداللہ بن زیاد کا حکم بھی نہ ٹلایا جاسکا تھا۔''

(خلافت معاویہ ویزید: ۴۴۴، ۴۴۶..... طبع جدید: ۵۷۴، ۵۷۵)

مؤلف کتاب جناب عباسی صاحب طبع سوئم کے عرض مؤلف میں لکھتے ہیں:
''آپ کے مسکونہ گھروں میں نہ آپ کے چچا (عباسؓ) رہتے تھے نہ آپ کے داماد (علیؓ) نہ آپ کی بیٹی فاطمہؓ نہ ان کی اولاد (حسنؓ و حسینؓ)۔'' (طبع جدید: ۹۲)
(لہٰذا اس اعتبار سے بھی یہ حضرات اہل بیت نہیں ہوسکتے) آگے لکھتے ہیں: ''سیاسی غرض کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبتی قرابتداروں کو اہل بیت میں شامل کرنے کے لیے حدیثیں وضع ہوئیں، ایک تو وہی ہے جس کا ذکر طیب صاحب (حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ) نے کیا ہے۔'' (ص: ۳۰.....طبع جدید: ۹۳)
''طیب صاحب کو شیعوں کی وضع کردہ روایتوں کو اپنے مقصد سے پیش کرنا ضروری تھا، اسی طرح متعدد حضرات نے تردیدی مضامین میں بیشتر اسی قسم کی وضعی روایتوں سے استدلال کیا ہے۔'' (ص: ۳۲.....جدید: ۹۶) ''طیب صاحب نے (خلافت راشدہ) کی وضعی روایتوں سے تنقیص (کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت، خلافت راشدہ نہیں) کا جو پہلو نکالا ہے، تاریخی واقعات ان کی تکذیب کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد سیاسیات میں ناکام رہی، اس ناکامی کا اظہار تاریخی واقعات کے سلسلہ میں ان کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا ہے، اس سے ان بزرگوں کی تنقیص کا الزام تراشنا نادانی ہے۔'' (ص: ۲۷.....طبع جدید: ۹۰)

(۳): کتب حدیث مشکوک اور غیر معتبر:

موصوف محمود احمد عباسی لکھتے ہیں: ''پھر واقعہ کربلا اور فتنہ ابن زبیر وغیرہ کے بعد جب یہ دیکھا کہ سیاسی انتشار پیدا کرنے کے باوجود مسلمانوں کی دینی وحدت کا قلعہ اتنا مضبوط ہے کہ اس میں کوئی رخنہ نہیں پڑا تو مناقب ومثالب کے علاوہ اختلاف قرأت کی روایتیں، تفسیری روایتیں بنا بنا کر مشہور کرنے لگے۔ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز اُموی کو اِس فتنۂ رُوایات کا احساس ہوا، اُنہوں نے ابوبکر بن حزم کو جو والی مدینہ تھے، حکم دیا کہ صحیح روایتیں وحدیثیں جمع کریں۔ مگر جلد ہی امیر المؤمنین کی وفات ہوگئی اور ابوبکر

بن حزم بھی عہدے سے معزول کر دیئے گئے۔ اس کے بعد سے تو ہر طرف جامعین احادیث کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ ائمہ صحاح ستہ نے اپنی اپنی کتابیں مدون کر لیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شیعہ، سنی، خارجی، معتزلی، قدریہ وغیرہ سب ملے جلے رہتے تھے، دینی بٹوارہ نہیں ہوا تھا، اِس لئے ہر فرقہ کے راویوں سے جو بظاہر حال ثقہ معلوم ہوتے تھے جامعین احادیث روایتیں لے لیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحاح کی کتابوں میں شیعہ کی روایتوں کا حصہ رسدی بھی کافی موجود ہے۔ یہ سب حدیثیں جو "اہل البیت" سے متعلق ہیں، نیز فضائل علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ میں مروی ہیں تمام تر نہیں تو اکثر و بیشتر شیعوں کی ہیں جو حصہ رسدی کی حیثیت سے سنیوں کی کتابوں میں آ گئی ہیں۔

بعض شیعہ مصنفین نے سنیت کا لبادہ اوڑھ کر تصانیف کیں۔ مثلاً حاکم صاحب المستدرک کہ ان کی کتاب کے تقریباً ہر صفحہ سے شیعیت نمایاں ہے، اس زمانہ میں جسے زمانہ اجمال کہتے ہیں سنیت کی نمائش کرنا اُن کے لیے ضروری بھی تھا۔ چنانچہ فضائل ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی حدیثیں بھی درج کر دی ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن جریر طبری ہیں، جن کے مسلکاً شیعہ ہونے کا ذکر پچھلے اوراق میں مجملاً ہو چکا ہے، اُن کی تفسیر اور تاریخ کی کتابوں کو سُنی اپنی کتابیں سمجھنے لگے اور ان کی مندرجہ روایتوں وحدیثوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔" (طبع جدید: ۵۷۱، ۵۷۲)

(۴): مدح و منقبتِ یزید:

اِن ناصبیوں، یزیدیوں کا مقصود ہے: یزید کی تعریف، منقبت اور مدح سرائی کر کے اس کو سیدنا معاویہؓ کے دِفاع کا نام دینا۔ چنانچہ بعض مبصرین نے کتاب "خلافتِ معاویہؓ و یزید" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "اور (امیر) یزید کے بارے میں جو وقیع معلومات محمود احمد عباسی نے پیش کی ہیں، وہ یقیناً امیر معاویہ کو اس الزام سے صاف بچا لے جاتی ہیں کہ انہوں نے خلافت کو شہنشاہیت میں تبدیل کیا اور نااہل بیٹے کو ولی عہد بنا بیٹھے۔ (ص: ۳۵..... طبع جدید: ۱۰۱) ملاحظہ کیجیے!

۱- ''جن صحابہ کرام نے امیر المؤمنین یزید کی ولایت عہد اور پھر دس برس بعد ان کی خلافت پر اجماع کیا وہ کون تھے؟ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار، سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اور سینکڑوں دیگر صحابہ جن کے تذکرے اور ترجمے راقم الحروف کی مبسوط کتاب میں درج ہیں۔ ان سب نے امیر المؤمنین یزید کی ولایت عہد کی منظوری دی اور جو ان کی خلافت کے وقت زندہ تھے انہوں نے ان کی خلافت و امامت کی تائید و توثیق کی۔ صرف دو حضرات (حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ) ان کے خلاف کھڑے ہوئے، صحابہ کرام نے ان حضرات کا ساتھ نہیں دیا اور ان کے اقدامات کو درست نہ سمجھا..... اسلامی تاریخ میں اگر کوئی شخص ہے جس کا انتخاب بالکل پہلی بار امت کے عام استصواب سے ہوا تو وہ امیر المؤمنین یزید ہیں۔'' (خلافت معاویہؓ و یزید: ۳۷..... جدید: ۱۰۲، ۱۰۳)

۲- ''اب دیکھنا چاہئے کہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب امیر یزید کو ولی عہد مقرر فرمایا تو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے مشورے سے، پھر اس مشورہ کو جب آپ نے قبول فرما لیا تو دوبارہ اسے عالم اسلام کے نمائندہ وفود کے سامنے پیش کیا، لیکن ان کی اکثریت کے فیصلے کے باوجود مطمئن نہیں ہوئے جب تک کہ اہل مدینہ کی بھاری اکثریت نے تائید نہ کر دی، حالانکہ حضرت علیؓ کے وقت اہل مدینہ ارباب حل وعقد نہیں رہے تھے۔'' (ص: ۳۸..... طبع جدید: ۱۰۳)

۳- ''اُموی خلافت کے تقریباً آخر تک صحابہ کرامؓ کا دور تھا، امیر المومنین عبدالملک اور اُن کے بعد اگرچہ اُموی خلفاء طبقے کے اعتبار سے سب کے سب تابعی ہیں اور امیر المؤمنین یزید بھی، لیکن کاروبارِ خلافت صحابہ کرامؓ چلا رہے تھے، والیوں میں، امراء میں، عساکر میں، قضاۃ میں، ارباب شوریٰ میں اور اصحاب تبلیغ و اشاعت میں ہر جگہ صحابہ کرام نظر آتے ہیں، یہ خلافت انہی کی خلافت تھی اور تمام اجتماعی نظام انہی کے ہاتھ میں تھا۔'' (ص: ۴۰..... جدید: ۱۰۶)

۴- ''یہی صحابہ و تابعین تھے جنہوں نے اپنی مرضی سے اپنی آزادی رائے

سے بلا کسی جبر و اکراہ کے امیر المؤمنین یزید سے بیعت خلافت کی اور اس پر مستقیم رہے۔ ان عالم صاحب نے جن کا ذکر اوپر ہوا کہا ہے کہ: ''اگر حسینؓ و یزید کا الیکشن آزادانہ رائے سے ہوتا تو اول الذکر ہی کو ووٹ ملتے اور ثانی الذکر آخر شخص ہوتا جس کو رائے دی جاتی۔''، ان صاحب نے واقعات سے چشم پوشی کی ہے، الیکشن سے مراد اگر جمہور اُمت کی رائے معلوم کرنے سے ہے تو جیسا عرض کیا گیا مملکت اسلامی کے ہر ہر علاقے میں ان ہی کے نمائندگان کے ذریعے رائے معلوم کی گئی اور بلا کسی جبر و اکراہ کے معلوم کی گئی، وہ سب کے سب رائیں امیر یزید ہی کے حق میں تھیں۔ حضرت حسین کو نہ ولایت عہد کے وقت اور نہ بیعت خلافت کی توثیق کے وقت رائے عامہ کا کوئی قابل ذکر حصہ ملا اور نہ خود بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خاندانوں کے کسی فرد کا کوئی ووٹ حاصل ہوا۔۔۔۔ان کے اپنے عزیزوں میں سے چند نوجوانوں کے علاوہ ان کے پندرہ بھائیوں میں صرف چار نے ان کا ساتھ دیا، ان کے گیارہ بھائیوں نے اقدام خروج سے اختلاف کیا اور باوجود دعوت کے کسی طرح ان کا ساتھ نہ دیا۔'' (ص: ۴۳، ۴۳، ۱۲۶.....طبع جدید: ۱۰۹)

۵- ''مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ: سات سال متواتر رومیوں کے خلاف مسلمانوں کی بحری و بری جہادی سرگرمیاں جاری رہیں جن میں امیر یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔'' (ص: ۷۴.....طبع جدید: ۱۴۵)

۶- (صحیح بخاری، کتاب الجہاد) اور (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ کی) ''اِس حدیث میں جن دو اسلامی لشکروں کے غازیوں کے لیے وجوب جنت و مغفرت کی پیش گوئی لسان نبوی سے ہوئی، اُن میں پہلا اسلامی جیش حضرت معاویہؓ کی قیادت میں تھا اور دوسرا اُن کے فرزند امیر یزید کی سرکردگی میں۔ امیر یزید کی اس فوج میں جیسا کہ ابھی ذکر ہوا بڑے بڑے صحابہ کرامؓ یعنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ میزبان رسول، نیز عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ ابن زبیرؓ اور حسینؓ بن علیؓ بھی شامل تھے۔۔۔اس جہاد کے دوران حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی۔۔۔

جب آپ کا آخری وقت آپہنچا تو آپ نے امیر عساکر امیر یزید کو وصیت کی کہ میرا جنازہ سرزمین عدو میں جتنی دور لے جا سکو لے جا کر دفن کرنا، مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچانا اور یہ حدیث سنانا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہے، ارشاد مبارک ہے: (یعنی جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرتا تھا، اللہ اسے جنت نصیب کریں گے۔) امیر یزید نے ان محترم صحابی (میزبان رسول) کی نماز جنازہ پڑھائی اور حسب وصیت قسطنطنیہ کی فصیل کے پاس دفن کیا۔'' (ص:۷۶، ۷۷.....طبع جدید:۱۴۶، ۱۴۷)

۷- ''امیر یزید نے تین مرتبہ امیر حج کی حیثیت سے حج کیا اور لوگوں کو حج کرایا یعنی ۵۱ء، ۵۲ء، ۵۳ء میں۔۔۔۔۔ مذہبی و سیاسی دونوں حیثیتوں سے منصب امارت حج منصب جلیل تھا۔'' (ص:۸۱.....طبع جدید:۱۵۱)

۸- حضرت مغیرہ بن شعبہؓ۔۔۔۔۔ نے امیر المؤمنین کے لائق فرزند کا نام پیش کیا۔ جہاں تک یزید کی اہلیت و قابلیت کا سوال ہے، اُن کے عہد میں سب کے نزدیک مسلّم تھی۔۔۔۔۔ اس تحریک پر غور کرنے کے لیے آپ (حضرت معاویہؓ) نے یہ شرط رکھی تھی کہ تمام ولایتوں کے نمائندے جمع ہوں اور بحث کر کے اپنا متفقہ فیصلہ دیں۔ یہ اجتماع ہوا، جس میں ہر خیال کی نمائندگی تھی۔ امام ابن قتیبہ کی طرف جو کتاب غلط منسوب ہے، یعنی ''الامامة والسیاسة'' اس میں بھی یہ تفصیلات ملتی ہیں۔ بھاری اکثریت کا فیصلہ تھا کہ امیر یزید ہی کو ولی عہد المسلمین بنایا جائے۔۔۔۔۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ: حضرت معاویہؓ نے یہ سفر (سفر حج) ہی اِس لیے اختیار کیا کہ حج و زیارت کے موقع پر اس مسئلہ میں بھی یکسوئی حاصل کر لیں، سب لوگوں نے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا اور امت کے مصالح کے تحت اس کی منظوری دے دی۔ امیر المومنین یزید کو یہ شرف حاصل ہے کہ جیسا استصواب رائے ان کے لئے ہوا، اِس سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوا تھا اور اُن کی یہ سعادت ہے کہ جمہور اُمت نے نہایت خوش دلی سے اُن کی ولایت عہد کا استقبال کیا۔'' (ص:۸۲، ۸۳، ۸۴.....جدید:۱۵۳، ۱۵۴)

۹- ''راقم الحروف نے اپنی مبسوط تالیف میں ایسے ڈھائی سو صحابہ کرامؓ کا مختصر تذکرہ لکھا ہے جو امیر یزید کے ولایت عہد اور زمانہ خلافت بلکہ بعض اس کے بعد تک بقید حیات تھے اور ان میں سے کسی نے بھی مطلق کوئی اختلاف نہیں کیا تھا۔ ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حضرت حسینؓ اور حضرت ابن الزبیرؓ کے اختلاف کا کیا مقام تھا؟۔۔۔ کیا ان حضرات کا اجتہاد ایسا وقیع ہوسکتا ہے کہ اجلہ صحابہ کرام کے موقف پر غالب سمجھا جائے؟۔۔۔ تمام صحابہ کرام ولی عہدی کے جواز پر متفق تھے اور اجماع جیسا کہ معلوم ہے کہ حجت شرعی ہے۔'' (ص:۸۶، ۸۷.....طبع جدید:۱۵۷، ۱۵۸)

۱۰- ''امیر یزید کی ولی عہدی کی اس بیعت سے پہلے کبھی اس اہتمام سے بیعت نہیں لی گئی تھی کہ مملکت اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بیعت کے لیے وفود آتے ہوں اور ہر علاقہ کے لوگوں نے بطیب خاطر اس طرح ایسے قریشی نوجوان کی بیعت کی ہو جو اپنی صلاحیتوں اور خدمات ملیہ کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے ملت کا محبوب تھا، ہم عصر حضرات کو جن میں کثیر تعداد صحابہ کرام اور تابعین کرام کی شامل تھی، امیر یزید کی سیرت اور کردار میں کوئی خامی ایسی نظر نہ نظر آتی تھی جس کی وجہ سے عقد بیعت خلافت ناجائز ہوجائے یا بعد بیعت ان کے خلاف خروج ومخالفت کا جواز نکالا جاسکے۔''

(ص:۸۹، جدید:۱۶۱)

۱۱- یزید کی منقبت اور کمالات بیان کرنے کے لیے عباسی صاحب نے مختلف عنوانات قائم کیے ہیں: یزید کی علمی مجالس، بعض اجلہ صحابہ کرام سے روایت حدیث، اجلہ صحابہ کرام کے صحبت وتربیت یافتہ، خطبات جمعہ وعیدین، بوجہ خطابت لقب الخطیب الاشرق، خصائل محمودہ، علم وفضل، تقویٰ وپرہیز گاری، پابندی صوم وصلوٰۃ، امیر یزید حد درجہ کریم النفس، سلیم الطبع، سنجیدہ ومتین، حکمرانی وفرمانروائی سے مقصد امیر یزید کے نزدیک خدمت خلق تھا اور اس خدمت خلق کا آئیڈیل ومطمع نظر امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عادلانہ صالح حکومت وسیاست تھی۔ امیر یزید کو صرف حکومت وسیاسی امور میں ہی حضرت فاروق اعظمؓ کی پیروی کا

اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے زندگی حد درجہ سادہ تھی۔ امیر یزید کے ہم جلیس زہاد وعبادؔ اُمت تھے، علماء وفضلاء تھے، طلاب وشیدائیان علم تھے ان ہی کا گھرانہ مسلمانوں کا پہلا گھرانہ ہے جہاں مختلف علوم کا جو اس زمانہ میں مدون ہو چکے تھے کتب خانہ قائم ہوا، امیر یزید کے فرزندوں میں کیسے کیسے فاضل اور صالح عالم تھے۔ (ص: ۹۲/تا ۱۰۲..... طبع جدید: ۱۶۲/تا ۱۷۳)

ہم نے بطور نمونہ کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' کے چند حوالے نقل کیے ہیں، مؤلف عباسی صاحب نے کتاب کے اخیر تک یزید کے جو فضائل ومناقب بیان کیے ہیں، وہ سب جمع کیے جائیں تو بہت طوالت ہو جائے گی۔ موصوف نے یزید کے علم، حلم، شجاعت، جود وسخا، پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔

۱۲- ''سیرت امیر یزید کا یہ مختصر تذکرہ اِس سلسلہ میں کیا گیا ہے کہ اُن کے کردار میں کوئی خامی ایسی نہ تھی کہ اُن کے خلاف خروج کا جواز نکالا جاسکتا۔ امیر موصوف کے بچپن سے وفات تک کے حالات آخری حصہ کتاب میں ملاحظہ ہوں۔''

(ص: ۱۱۲..... طبع جدید: ۱۸۲)

۱۳- (حضرت حسینؓ کے اقدام خروج کے وقت حجاز، شام، عراق، کوفہ، بصرہ، مصر میں صحابہ کرام کثیر تعداد میں موجود تھے۔) ''مگر ان میں سے کسی ایک صحابی نے بھی متفق علیہ خلیفہ کے خلاف خروج میں حضرت حسینؓ کا ساتھ کسی طرح نہ دیا۔۔۔ صحابہ کرامؓ کے اس موقف سے بالبداہت ثابت ہے کہ نظام خلافت یا کردار خلیفہ میں کوئی ایسی خرابی اور خامی نہ تھی جو خلافت کے خلاف خروج کو جائز قرار دے۔'' (ص: ۱۲۹، ۱۳۰..... طبع جدید: ۲۰۳، ۲۰۴)

۱۴- یزید خلیفہ راشد: ''جن اشخاص کو خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند اور منتخب فرمایا ہو، ان میں سے جو فرد بھی زمام خلافت ہاتھ میں لے یقیناً وہ خلیفہ راشد ہے، اور اس کی خلافت ''خلافت راشدہ'' ہے۔ پھر آپ ہی کی پیشین گوئی کے اعتبار سے حضرت معاویہؓ اور ان کے فرزند امیر یزید بارہ خلفا کے زمرہ میں شامل

ہیں۔ سیاسی اختلافات اپنی جگہ اور نظام خلافت اپنی جگہ۔ ملت میں سوائے خلیفہ وقت کے نہ کوئی دوسرا امیر المؤمنین ہوسکتا ہے اور نہ امام۔'' (طبع جدید: ۵۲۶، ۵۲۷)

۱۵- ''مملکت کے تمام صوبوں اور صوبوں کے تمام مقامات پر خلیفہ یزید کی بیعت مکمل و مؤکد ہوگئی تھی، جس پر پورے چھ ماہ کی مدت بھی گزر چکی تھی۔ سینکڑوں صحابہ کرامؓ جن میں بدری صحابہ اور اصحاب بیعت الرضوان جیسی ہستیاں جو درجہ و منزلت میں جناب حسینؓ سے بہت اونچی تھیں، اِس نوجوان و مجاہد (یزید) کی بطیب خاطر بیعت کر چکی تھیں۔۔۔۔ ناپسند کرنے والوں میں ایک گروہ کوفیوں ہی کا تھا جنہوں نے آخر میں حضرت حسینؓ سے انحراف کیا تھا۔ باقی یہ دو بزرگوار تھے جو خود طالب خلافت تھے یعنی حسینؓ و ابن زبیرؓ۔ ان کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر ہستی مخالف نہ تھی۔'' (ص: ۴۶۴.....طبع جدید: ۵۹۴)

۵: حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی تنقیص وتوہین

۱- ''واقعات تاریخ خود شاہد ہیں کہ سیاسی معاملات میں نہ حضرت علیؓ کامیاب ہوسکے نہ ان کی اولاد، برخلاف اُن کے سیدنا معاویہؓ نے اپنے لاثانی تدبر و فراست وحلم وکرم سے ملت کی بگڑی حالت سنوار دی۔'' (ص: ۲۷.....طبع جدید: ۸۹)

تاریخی واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ: ''حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد سیاسیات میں ناکام رہی۔ اس ناکامی کا اظہار تاریخی واقعات کے سلسلہ میں ان کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ اس سے ان بزرگوں کی تنقیص کا الزام تراشنا نادانی ہے۔'' (ص: ۲۷.....طبع جدید: ۹۰)

۲- (حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کے بعد) ''سبائی لیڈر مالک الاشتر اور اس کے ساتھی بلوائیوں نے جب حضرت علیؓ سے بیعت خلافت کرنی چاہی تو ان کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس نے منع کیا اور کہا کہ گھر میں بیٹھ رہیں یا اپنی جاگیر ینبوع چلے جائیں، بلوائیوں سے کوئی واسطہ نہ رکھیں، ورنہ خون عثمان کا الزام آپ پر لگ جائے گا۔۔۔۔ مگر افسوس حضرت موصوف نے اپنے بھائی کا مشورہ

قبول نہ فرمایا (فأبی علی) اور بیعت لے لی۔ یہ بیعت چونکہ بلوائیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے ہوئی تھی اور یہ خلافت ہی حضرت عثمانؓ جیسے محبوب خلیفہ راشد کو ناحق قتل کر کے سبائی گروہ نے اپنے اثر سے قائم کی تھی اور مالک الاشتر ہی پہلا شخص تھا جس نے سب سے اول بیعت کی تھی،۔۔۔۔ نیز قاتلین سے قصاص نہیں لیا گیا تھا جو شرعاً واجب تھا اور نہ قصاص لیے جانے کا امکان باقی رہا تھا۔ کیونکہ یہی سبائی بلوائی اور قاتل نیز سبائی گروہ کا بانی عبداللہ بن سبا مبایعین میں نہ صرف شامل بلکہ سیاست وقت پر اثر انداز رہے۔ اکابر صحابہ کی اکثریت نے جو مدینہ میں موجود تھی بیعت کرنے سے گریز کیا، یعنی عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران، اسامہ بن زیدؓ، حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالکؓ وغیرہ (۱۹/انیس صحابہ کرامؓ کے نام درج ہیں)۔ ان اکابر صحابہ اہل حل وعقد کو حضرت علیؓ کی ذات سے مخالفت نہ تھی اور نہ ان کے خلیفہ ہونے پر اعتراض تھا، یہ حضرات انتخاب و بیعت خلافت میں سبائی گروہ و قاتلینِ عثمان کی دراندازیوں کو مصالح ملیہ کے خلاف سمجھتے تھے، اس لیے اُمت کی بھاری اکثریت نے بیعت نہیں کی۔'' (ص: ۵۲، ۵۳.....طبع جدید: ۱۲۱/تا ۱۲۳)

۳- (قصاص عثمان نہ لینا) ''حضرت موصوف کی یہ خطائے اجتہادی تھی یا بے بسی اور مجبوری۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بخلاف حضرات خلفائے ثلاثہ جن کی بیعت پر تمام امت مجتمع تھی، اتحاد و اتفاق تھا، کفار کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیاں تھیں، بڑے بڑے ملک فتح ہو کر مسلمانوں کے زیر تسلط آئے۔ مگر حضرت علیؓ کے زمانے میں نہ کوئی جہاد ہوا، نہ کوئی ملک فتح ہوا، نہ ملت ان کی بیعت و خلافت پر مجتمع ہوئی، آپس ہی میں تلواریں چلتی رہیں۔۔۔۔۔ دشمنان دین اور کفار سے تیغ آزمائی کرنے کے بجائے طلب وحصول خلافت کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔'' (طبع جدید: ۱۲۴)

''اس خیال کی تائید ایک آزاد نگار مستشرق کے بیان سے ہوتی ہے۔ دے خوئے نے اپنے مقالہ بعنوان ''خلافت'' میں کہا ہے کہ:

''حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ (حضرت) علی کو خلیفہ شہید کی جانشینی کا استحقاق واقعتاً حاصل نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہے کہ تقدس و پارسائی کا جذبہ تو

ان کے اندر (طلب خلافت میں) کارفرما نہ تھا، بلکہ حصولِ اقتدار و حب جاہ کی ترغیب تھی۔ اِس لیے معاملہ فہم لوگوں نے اگرچہ وہ (حضرت) عثمان کے طرزِ حکمرانی کی مذمت کرتے تھے، علی کو ان کا جانشین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔''

غرضیکہ شہادت عثمانؓ سے حالات نے نازک صورت اختیار کر لی، خلافت علی منہاج النبوۃ کا خاتمہ ہوگیا۔۔۔۔۔ باوجود اوصافِ خلافتِ خاصہ رکھنے کے حضرت علیؓ کی خلافت قائم نہ ہوسکی اور نہ ان کا حکم نافذ ہوا۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ آخری ایام میں سوائے کوفہ اور اس کے آس پاس (اور کہیں) اُن کی حکومت کا ٹھکانہ نہ رہا۔'' (ص: ۵۴، ۵۵، ۵۶..... طبع جدید: ۱۲۵، ۱۲۶)

۴۔ ''طالبین قصاص کے بصرہ کو روانگی کی خبر سن کر حضرت علیؓ نے ان کے مقابلے میں جانا چاہا، ابن سبا اور اس کی پارٹی ان کے ساتھ لگی رہی، اکابر صحابہؓ نے اس اقدام کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے سواری کی لگام پکڑ لی اور کہا:۔۔۔۔۔ علیؓ! تم مدینہ رسول چھوڑ کر مت جاؤ! خدا کی قسم مدینہ چھوڑ کر چلے گئے تو پھر کبھی لوٹ کر نہ آؤ گے اور نہ مسلمانوں کی حکومت (خلافت) اِدھر کبھی پلٹے گی۔ (یعنی مدینہ مستقر خلافت نہ رہے گا۔) سبائیوں نے ان کو سب وشتم کیا، حضرت علیؓ نے کہا: اِن کو چھوڑو، الگ رہو، یہ اصحاب محمدؐ میں اچھے شخص ہیں۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ مقام ربذہ میں پہنچ گئے۔ حضرت حسنؓ بھی اپنے والد ماجد کے مستقر خلافت چھوڑنے کے خلاف تھے، اس وقت تو وہ ان کے ساتھ نہ گئے بعد میں اسی مقام ربذہ میں آکر ملے اور اپنے والد ماجد سے شکایت کی کہ میرا کوئی مشورہ آپ نے نہ مانا، بلکہ اس کے خلاف کیا، میں نے عرض کیا تھا کہ جب تک تمام ولایتوں کے وفود نہ آجائیں اور وہاں کے لوگ بیعت نہ کرلیں اپنی بیعت نہ کیجیے۔ حضرت علیؓ نے جواباً کہا کہ: انتخابِ خلیفہ کا حق اہلِ مدینہ کا ہے (طبری) ان کا اور ان کے ساتھیوں کا یہی موقف تھا کہ مدینہ میں جب بیعت خلافت ہوچکی تو اب سب کو بیعت میں داخل ہوجانا چاہئے۔ پھر مرکز کو مضبوط کر کے داخلی فتنوں کا سدِ باب

ہوسکتا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کا جن میں اکابر صحابہ کی ایک جماعت شامل تھی، یہ قول تھا کہ:۔۔۔۔ ہم علی کی خلافت کو تسلیم کرلیں گے بشرطیکہ وہ باغیوں اور قاتلوں سے تبرا (براءت) کردیں اور ہمارے ساتھ ہو کر قصاص لیں۔ نظام خلافت کی حرمت ہرگز باقی نہیں رہ سکتی اگر قاتلین کو بغیر قصاص لیے چھوڑ دیا جائے۔۔۔۔۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ باغیوں کی جماعت پر ہمیں قدرت حاصل نہیں۔'' (ص:۵۷، ۵۸، جدید:۱۲۷، ۱۲۸)

۵- ''حضرت علیؓ کو بھی ثالثی کے تقرر کے ساتھ ہی اس کا بخوبی احساس ہوگیا تھا کہ اب وہ منصب خلافت پر قائم نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ قاتلین عثمانؓ سے حضرت علیؓ باوجود قدرت کے قصاص نہ لے سکے تھے اور ان میں سے بعض کو عہدے بھی دے دیئے تھے۔ جس سے انہوں نے اپنی پوزیشن کو مشتبہ کرلیا تھا۔۔۔۔۔ ثالثوں نے اتفاق رائے سے حضرت علیؓ کو منصب خلافت سے معزول کر کے نئے خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ ارباب حل وعقد کے مشورہ پر منحصر کیا اور یہ قرار دیا کہ جب تک انتخاب خلیفہ کی کاروائی مکمل نہ ہو فریقین اپنے اپنے مقبوضہ علاقہ پر قائم رہیں۔ لیکن صفین کی واپسی کے بعد سے حضرت علیؓ اپنی ہی پارٹی کے ایک گروہ (خوارج) سے قتال وجدال میں اُلجھ گئے، تا آنکہ ان ہی میں سے ایک خارجی عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت ممدوح کو زہر آلود خنجر سے مجروح کردیا۔'' (ص:۶۲، ۶۳.....طبع جدید:۱۳۳، ۱۳۴)

۶- ''حضرت علیؓ کی بیعت مکمل نہیں ہوئی تھی، اُمت کی بہت بڑی اکثریت اُن کی بیعت میں داخل نہیں تھی، اُن کے خلاف جو حضرات کھڑے ہوئے تھے وہ بڑی جمعیت رکھتے تھے، اُن کے قبضے میں ملک تھے اور لاکھوں انسانوں کی حمایت انہیں حاصل تھی، پھر ایسا خلیفہ جسے جمہور کی حمایت حاصل نہ ہو جب شرعاً اس کا مجاز ہے کہ اپنے مخالفوں کے خلاف تلوار اُٹھائے تو امیر المؤمنین یزید جو متفق علیہ خلیفہ تھے، جن کا پرچم تمام عالم اسلام پر لہراتا تھا، جن کی بیعت میں سینکڑوں صحابہ کرام خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ نیز حضرت حسینؓ کے بھائی محمد بن علی (ابن حنفیہؒ) جیسی مقتدر و

مقدس ہستیاں داخل تھیں، وہ اس کے مجاز کیوں نہیں؟ کہ اپنے خلاف خروج کرنے والوں کا مقابلہ کریں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کی تلوار اگر حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ زوجہ مطہرہ حبیبہ رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے خلاف بے نیام ہوسکتی ہے اور اس ہودج پر تیر برسائے جاسکتے ہیں جس میں تمام اُمت کی ماں تشریف فرما ہو اور ماں بھی وہ جو حجت دینیہ کے تحت میدان میں آئی ہوں تو حضرت حسینؓ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اُٹھائی جاسکتی جن کی دعوت محض یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علیؓ کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں بنایا جائے۔ باوجود اس کے اُن کے خلاف شروع سے متشددانہ کارروائی نہیں کی گئی، حالانکہ اصولاً یہ مطالبہ ایسا تھا کہ نہ کتاب اللہ سے اس کی کوئی سند پیش کی جاسکتی ہے، نہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، نہ تعامل خلفائے راشدین اور نہ عزائم آل البیت سے۔ یہی وجہ ہے کہ امت اس نظریہ پر مجتمع نہیں ہوئی، بلکہ کسی درجہ میں بھی اسے قابل اعتناء نہیں سمجھا۔'' (ص:۲۰۳۔جدید:۲۸۹)

۷۔ ''حضرت حسین صلح و مصالحت سے متفق نہ تھے، انہوں نے اپنے بھائی سے بحث و مباحثہ کیا، لیکن حضرت حسنؓ نے چھوٹے بھائی کو جھڑک دیا اور کہا: تم چپ رہو، میں اس معاملہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔'' (ص:۶۶.....طبع جدید:۱۳۷، ۵۸۱)

۸۔ ''حضرت حسینؓ نے حضرت معاویہؓ سے بیعت بہ مجبوری و بکراہت کی تھی، حصول خلافت و حکومت کے لیے موقع مناسب کے منتظر تھے اور حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد ان کو لامحالہ اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے کھڑا ہونا تھا۔''

(ص:۶۸.....طبع جدید:۱۳۹، ۵۸۱)

۹۔ ''یہ مکاتیب بیّن ثبوت ہیں عراقی سبائیوں کی ریشہ دوانیوں کے جو انہوں نے حضرت حسینؓ کو حصول خلافت پر آمادہ کرنے کے لیے شروع کیں اور یہ خطوط جو شیعہ مؤرخین نے درج کیے ہیں مسکت ثبوت ہیں اس بات کا کہ حضرت حسینؓ کا اقدام محض سیاسی اقتدار کے حصول کے لیے تھا۔'' (ص:۱۲۲.....طبع جدید:۱۹۴) ''مدینہ منورہ میں جب امیر المومنین (یزید) کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکائی گئی تو انہوں نے (یعنی

محمد بن الحنفیہ نے) سختی سے اس کی مخالفت کی۔'' (ص:۱۲۶.....طبع جدید:۲۰۰)
''بلاذری نے اپنی مشہور تالیف ''انساب الاشراف'' (جلد ۳) میں باغیوں کے ایک وفد کے مکالمے کو جو حضرت ابن الحنفیہؒ سے ہوا تھا بیان کیا ہے۔'' (ص:۱۲۶.....طبع جدید:۲۰۰) ''محمد بن الحنفیہؒ کا امیر یزید سے بیعت کرنا، اس پر مستقیم رہنا،۔۔۔۔اُن (حضرت حسینؓ) کے بار بار اصرار کرنے کے باوجود نہ خود ساتھ دینا اور نہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو بھی ان کے ساتھ جانے دینا آخر کس بات کا ثبوت ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ دیگر تمام صحابہ کرام کی طرح اس خروج کو طلب حکومت وخلافت کا ایسا سیاسی مسئلہ سمجھتے تھے جو مقتضیات زمانہ اور احکام شرع کے اعتبار سے جائز اور مناسب نہ تھا۔'' (ص:۱۲۸.....طبع جدید:۲۰۲) ''ظاہر ہے کہ حضرت حسینؓ کے یہ بھائی بھی ان کے خروج کو طلب حکومت وخلافت ہی کا ایسا اقدام سمجھتے تھے جو کسی طرح جائز و مناسب نہ تھا۔'' (ص:۱۲۹.....طبع جدید:۲۰۳) ''جب عبداللہ بن زبیر کے والیوں اور ایجنٹوں نے امیر یزید کے خلاف مدینہ میں بغاوت کی آگ کے شعلے۔۔۔۔ بھڑکائے۔۔۔۔۔عباسیوں، جعفریوں، عقیلیوں، علویوں نے بشمول اولادِ حسنؓ و حسینؓ نے نہ صرف اس بغاوت سے مطلقاً علیحدگی اختیار کی، بلکہ امیر یزید کی بیعت پر مستقیم رہے۔''۔۔۔۔عبداللہ بن عمرؓ بھی خلیفہ یزید کی بیعت پر قائم رہے اور بغاوت سے علیحدہ رہے، علیحدگی کی تاکید کی تھی۔ (ص: ۱۳۴..... طبع جدید:۲۰۹، ۲۱۰) ''حضرت حسینؓ کا امیر یزید سے بیعت نہ کرنا اور کوفی سبائیوں کی دعوت پر خروج کا اقدام'' (ص:۱۳۶.....طبع جدید:۲۱۱) ''اپنی دانست میں حضرت حسینؓ خلافت کا اپنے آپ کو زیادہ مستحق سمجھتے تھے اور اپنا ''حق'' لینا اپنے اوپر واجب کر چکے تھے۔'' (ص:۱۶۴.....طبع جدید:۲۷۹) ''حسینؓ کے دور اندیش دوستوں نے لاکھ منت سماجت کی کہ ایسی خطرناک مہم کے اندر نا عاقبت اندیشانہ اپنے کو جوکھم میں نہ ڈالیں۔۔۔۔۔مگر حسینؓ نے حب جاہ کی مہلک ترغیبات پر کان دھرنے کو ترجیح دی۔''
(ص:۱۶۵.....طبع جدید:۲۸۰)

۱۰- ''گورنر عبید اللہ بن زیاد اور دوسرے افسروں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوئی غلط کاروائی نہیں کی تھی، اسی وجہ سے اُن سے نہ کوئی باز پرس ہوئی اور نہ ہونی چاہئے تھی۔ اُس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ عراقی اور کوفی سب حکومت کے ساتھ تھے اور بیعتِ خلیفہ میں منسلک معدودے چند سر پھرے جو بغاوت کے سرغنہ تھے، غائب وخاسر زاویہ خمول میں جا بیٹھے تھے۔ مملکت کے تمام صوبوں اور صوبوں کے تمام مقامات پر خلیفہ یزید کی بیعت مکمل ومؤکد ہوگئی تھی، جس پر پورے چھ ماہ کی مدت بھی گزر چکی تھی۔ سینکڑوں صحابہ کرامؓ جن میں بدری صحابہ اور اصحاب بیعت الرضوان جیسی ہستیاں جو درجہ ومنزلت میں جناب حسینؓ سے بہت اونچی تھیں، اِس نوجوان (یزید) ومجاہد کی بطیبِ خاطر بیعت کرچکی تھیں..... ناپسند کرنے والوں میں ایک گروہ تو ان کوفیوں ہی کا تھا جنہوں نے آخر میں حضرت حسینؓ سے انحراف کیا تھا۔ باقی یہ دو بزرگوار تھے جو خود طالبِ خلافت تھے۔ یعنی حسینؓ وابن زبیرؓ۔ ان کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر ہستی مخالف نہ تھی۔'' (ص: ۴۶۳، ۴۶۴.....طبع جدید: ۵۹۳، ۵۹۴)

۱۱- ''حضرت حسنؓ ہمیشہ جتھہ بندی سے علیحدہ رہے اور صلح ومصالحت کے کوشاں۔ برخلاف اِس کے اُن کے چھوٹے بھائی کے بچپن کا بھی ایک واقعہ خود ان ہی کی زبانی، ۔۔۔۔۔ حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے زمانہ خلافت میں جب مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے ہیں، میں نے اُن سے کہا: آپ میرے نانا جان کے منبر سے اُتر جایئے اور اپنے باپ کے منبر پر چلے جایئے! ۔۔۔۔۔ اُنہوں نے فرمایا کہ: میرے باپ کا تو کوئی منبر ہی نہیں ہے۔ پھر اُنہوں نے مجھ کو اپنے پاس ہی بٹھالیا۔ اور خطبہ تمام کرنے کے بعد جب منبر سے اُتر آئے اور اپنے گھر جانے لگے مجھے بھی ساتھ لیتے گئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ: اے بیٹے! یہ تو بتلاؤ کہ یہ بات تمہیں کس نے سکھلائی تھی؟ میں نے عرض کیا: کسی نے بھی نہیں سکھائی۔'' (ص: ۱۳۲.....طبع جدید: ۲۱۲)

۱۲- جوانی کا واقعہ: ''صوبہ یمن سے (جو مال عاملِ یمن نے خلیفہ کو بھیجا)

معاویہؓ کے پاس جارہا تھا، جب (قافلہ) مدینہ سے گزرا، حسین بن علیؓ نے اس پر قبضہ کرلیا اور اپنے عزیزوں اور موالی میں تقسیم کردیا اور معاویہؓ کو خط کے ذریعہ اطلاع کردی۔'' (طبع جدید: ۲۱۳)

۱۳- ''حضرت علیؓ نے چونکہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو اپنا مستقر بنالیا تھا، اس لیے اپنے ایام میں نہ کوئی حج کیا اور نہ کبھی امیر حج کے فرائض ادا کیے اور نہ ان کی اولاد و اخلاف نے۔۔۔۔۔۔ امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ نے بروایت مختلفہ دو مرتبہ امیر حج کے فرائض ادا کیے۔۔۔۔۔۔ پھر ان کے نائبین میں سے ان لائق فرزند امیر یزید تین سال متواتر امیر حج رہے۔ ان تین سالوں میں سے آخری سال جب امیر حج کی حیثیت سے امیر یزید دمشق سے حجاز آئے تو انہوں نے حضرت حسینؓ کی بھتیجی یعنی حضرت عبداللہ بن جعفر الطیار کی نور دیدہ سیدہ اُم محمد سے نکاح کیا۔''

(ص: ۸۱، ۸۲..... طبع جدید: ۱۵۲)

(۶): اطاعت امیر و ممانعت خروج

محمود احمد عباسی نے ''اطاعت امیر و ممانعت خروج'' عنوان قائم کر کے لکھا ہے: ''اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ امیر (اولی الامر) کی اطاعت واجب کی گئی۔۔۔۔۔ اس کی اطاعت کرنا اور حکم ماننا واجب و لازم کیا گیا۔۔۔۔۔ شارع علیہ السلام نے۔۔۔۔۔ امیر المؤمنین و حاکم وقت کے خلاف خروج و مخالفت کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔۔۔۔۔ (رسول اللہ کا ارشاد ہے:) اگر کوئی شخص اِس امت کے سیاسی نظام میں اختلال پیدا کرنا چاہے اور امت متفق ہوچکی ہو تو تلوار سے اُس کی گردن اُڑا دو، خواہ وہ کوئی ہو۔۔۔۔۔۔۔ (شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:) جب کسی شخص کے لیے بیعت منعقد ہوجائے اور اُس کی حکومت قائم ہوجائے، پھر اگر کوئی دوسرا شخص اس پر خروج کرے اور اس پر قتال کرے تو چاہیے کہ اس دوسرے کو قتل کردیں، خواہ وہ افضل ہو یا مساوی یا کمتر۔'' (طبع جدید: ۱۸۳ تا ۱۸۵)

محمود احمد عباسی کی تحریرات سامنے رکھیں تو درج ذیل مقدمات سامنے آتے ہیں:

(۱): محمود عباسی نے یہ دعویٰ کیا کہ: یزید متفق علیہ اور بالاجماع خلیفہ برحق تھا۔ بلکہ خلیفہ راشد تھا۔ (طبع جدید: ۱۰۲، ۱۵۸، ۵۲۷، ۵۹۳)

(۲): یہ بھی کہا کہ: بیعت خلافت سے پہلے یا بعد یزید میں کوئی ایسی خرابی یا خامی نہیں تھی جس کی وجہ سے اُس کے خلاف خروج جائز ہو۔

(طبع جدید: ۱۶۱، ۱۸۳، ۲۰۴، ۲۱۸)

(۳): نیز یہ عنوان بھی قائم کیا کہ: امیر کی اطاعت واجب ہے اور اُس کے خلاف خروج ناجائز ہے۔ (طبع جدید: ۱۸۳)

(۴): اور یہ بھی کہ: ایک شخص خلیفہ منتخب ہوجائے پھر دوسرا کوئی شخص خلافت کی طلب میں اُٹھ کھڑا ہو تو حکم نبوی یہ ہے کہ اُسے قتل کردیا جائے۔ (طبع جدید: ۱۸۵)

(۵): اور بار بار یہ بھی لکھا کہ: (نعوذ باللہ) حضرت حسینؓ طالب حکومت تھے، ان میں حب جاہ اور حصول اقتدار کا جذبہ تھا۔

(طبع جدید: ۱۹۴، ۲۰۲، ۲۷۹، ۲۸۹، ۵۸۱، ۵۹۴)

(۶): اور یہ بھی کہا کہ: جب یزید متفق علیہ اور بالاجماع خلیفہ بن چکا تھا، اس کے بعد حضرت حسینؓ وغیرہ صحابہؓ نے اُس کے خلاف خروج کیا۔ (ایضاً)

۷۔ حضرت حسینؓ وابن زبیرؓ اور دیگر صحابہؓ کے یزید کے خلاف اقدامات کو عباسی علیہ ماعلیہ نے بار بار ''بغاوت'' کے عنوان سے ذکر کیا۔ (دیکھیے: نمبر ۹)

محمود عباسی کے قائم کردہ اِن تمام مقدمات کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ: حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور جن صحابہ کرامؓ وتابعین نے ان کا ساتھ دیا وہ سب باغی اور واجب القتل تھے۔ جب وہ واجب القتل تھے تو پھر وہ ''قتل'' ہوئے، ''شہید'' نہ ہوئے۔ گویا اُن کے مرتبہ ''شہادت'' کے بھی منکر ہیں۔

اکثر ناصبیوں اور یزیدیوں کا یہی مسلک ہے کہ وہ اِن حضرات کو ''شہید'' نہیں سمجھتے۔ بلکہ باغی، واجب القتل سمجھتے ہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ کوئی ناصبی اپنا یہ مسلک دِل میں چھپا کر رکھتا ہے، کوئی قلم وزبان سے ظاہر کردیتا ہے، کوئی دبے لفظوں اور کوئی کھلے لفظوں۔

(۷): حب یزید میں تین اصحاب رسول کی گستاخی

بعض لوگوں نے یزید کے دِفاع کے لیے یہ عنوان اختیار کیا کہ: ''وہ صحابی زادہ ہے۔'' اِس پر مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ: جب نبی کا بیٹا بگڑ سکتا ہے تو صحابی کے بیٹے کا بگڑنا بھی ممکن ہے۔ اِس پر ابوریحان عبدالغفور برہم ہوگئے، چنانچہ حضرت اوکاڑویؒ ابوریحان کے نام جوابی مکتوب میں لکھتے ہیں:

''میں نے عرض کیا تھا کہ: جب نوح علیہ السلام کا لڑکا بگڑ سکتا ہے تو صحابی زادہ کا بگاڑ بھی ممکن ہے، جب یزید کا فسق تواتر معنوی سے ثابت ہے تو صحابی زادہ ہونا اس کو کیا مفید ہوگا؟'' بس اس پر تو جناب (ابوریحان عبدالغفور) کپڑوں سے باہر ہوگئے اور ناصبی نوحہ خوانی میں پوری مجلس پڑھ دی کہ علی زادہؓ کیوں خطا نہیں کرسکتا، زبیر زادہؓ سے غلطی کیوں نہیں ہوسکتی، حنظلہ زادہؓ کیوں بھول چوک نہیں کر سکتا''۔ ناصبی صاحب! غصہ اور جہالت تھوک کر دیکھیں یہ تینوں صرف صاحبزادے ہی نہیں بلکہ خود بھی صحابی ہیں، علی زادہؓ تو نوجوانان جنت کا سردار ہے، زبیر زادہؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی اور صدیق کا نواسہ ہے جس کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پھیرا، جس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے برکت فرمائی، جن کے پیٹ میں سب سے پہلی چیز جو پہنچی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب مبارک تھا، جو ہجرت کے بعد اسلام میں پہلے مولود تھے، جو شہید مظلوم تھے۔ حنظلہ زادہؓ صحابی ہونے کے ساتھ اہل مدینہ صحابہ وتابعین رحمہم اللہ کے معتمد امیر تھے۔ افسوس کہ یزید کی محبت نے تجھے کسی کا نہ چھوڑا۔''

(تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۸، کھلا خط بنام ابوریحان عبدالغفور)

(۸) اکابر سے دشمنی

حضرت اوکاڑویؒ لکھتے ہیں: ''میں نے اکابر اہل سنت کا موقف عرض کر دیا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اہل باطل کا پہلا قدم: ''اکابر سے بدگمانی'' اور دوسرا قدم:

''اکابر کے خلاف بدزبانی'' ہے۔ جناب نے دونوں قدم اٹھا لیے۔ پہلا مضحکہ خیز جواب تو یہ دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ جب فسق کی متواتر روایات کے مقابلہ میں محمد بن حنفیہ کی (بے سند) بات کو نہیں مانتے تو میں اکابر کی ان مستند تحریروں کو کیوں مانوں؟ جن کی بنیاد تواتر معنوی پر ہے۔ یزید بھی تڑپ گیا ہوگا کہ کیسا وکیل ملا کہ جس طرح یہود کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ بس گئی تھی ایسے ہی میرے وکیل کے دل میں یزید ہی یزید رہ گیا ہے۔

دوسرے قدم میں تو ''بدزبانی'' میں اکابر اہل سنت پر یہ الزام لگا دیا کہ:

''عدلیہ کو صحابہ کے کفر و نفاق تک کا فیصلہ دینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی اور یہ سب فیض ہوگا اکابر کی تصریحات وارشادات کا۔'' (ص: ۳۶) وہ اکابر اہل سنت جو جان پر کھیل کر بھی عظمت صحابہ کے محافظ رہے، آج ناصبی یہ کہہ رہا ہے کہ: ان کا فیض صحابہ کے کفر و نفاق کے سوا کیا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبدالغفور نے ملا باقر مجلسی کا قلم چھین لیا ہے، اکابرین کی تصریحات تو آپ نے نہیں لکھیں، لیکن اس تحریر میں یزید کو نہ صرف حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ، حضرت عبداللہؓ بن مطیع، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بلکہ خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی بڑھا دیا اور حضرت عمر کا وارث بنا ڈالا۔'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۸، کھلا خط بنام ابوریحان عبدالغفور)

(۹): خروج و بغاوت

''عربی زبان کے یہ دونوں لفظ سرکشی و مقابلہ پر آجانے کے معنی میں عام طور پر مستعمل ہیں، خواہ یہ سرکشی حق کے مقابلہ میں ہو یا باطل کے۔ بلند ترین جذبہ حب وطنی و خدمت ملی کے تحت ہو یا پست ترین مطلب برآری کی غرض سے۔ رائج الوقت آئینی نظام کی اصلاح یا شکست آئین کے مقصد سے ہو یا اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے ہو۔ ایسے تمام اقدامات کو ''خروج'' ہی کہا گیا ہے۔ حضرت حسینؓ کا اقدام سیاسی انقلاب پیدا کر کے اپنی حکومت قائم کرنے کی غرض سے ہی تھا، اس لیے خروج ہی سے تعبیر کیا گیا ہے اور خود انہی کے عزیزوں، مخلص دوستوں اور صحابہ

کرام نے.....ان کے اقدام کو خروج ہی کہا ہے..... یہ بات بھی واقعات سے ثابت ہے کہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی یہ خواہش ان کو عرصہ سے تھی، موقع مناسب کے منتظر تھے۔'' (خلافت معاویہ ویزید: ۴۵۱.....طبع جدید: ۵۸۱)

(۱۰): گورنر عبید اللہ بن زیاد نے کوئی غلط کارروائی نہیں کی

''حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد کوفی مفسدین کو تحریص وترغیب کا پھر موقع مل گیا۔ اس مضمون کی تحریرات بھیجنے لگے کہ اگر اس امر (خلافت) کے طلب کرنے کی آپ کو خواہش ہے تو ہمارے پاس پہنچ جایئے۔ ہم نے اپنی جانوں کو آپ کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ حضرت حسینؓ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ: ''تم لوگ اس وقت تک اپنے گھروں میں چپ چاپ بیٹھے رہو جب تک یہ معاویہؓ زندہ ہیں، اگر ان کا وقت آ گیا تو دیکھا جائے گا، تم بھی سوچنا اور ہم بھی سوچیں گے۔''۔۔۔۔ چنانچہ یہ وقت جب آ گیا، سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی دیرینہ خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ گورنر مدینہ کو چکمہ دے کر اور سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق یہ اور ابن الزبیرؓ کہ دونوں بعد میں طالب خلافت ہوئے، مدینہ سے مکہ چلے آئے۔'' (ایضاً: ۴۵۲.....طبع جدید: ۵۸۲)

''گورنر عبید اللہ بن زیاد اور دوسرے افسروں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوئی غلط کارروائی نہیں کی تھی، اسی وجہ سے اُن سے نہ کوئی باز پُرس ہوئی اور نہ ہونی چاہیے تھی۔'' (ص: ۴۶۳.....طبع جدید: ۵۹۳)

شدت پسند، غالی دو گروہوں کا مسلک آپ کے سامنے آ چکا، اب اہل السنۃ والجماعت کا مسلک اعتدال بھی ملاحظہ کیجیے۔

تیسرا گروہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک اعتدال:

اہل السنۃ والجماعۃ نے رافضیوں کی طرح حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی محبت کے غلو میں حضرت معاویہؓ کو العیاذ باللہ کافر یا فاسق قرار نہیں دیا، بلکہ ان کو وہ

مقام دیا جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ ہے۔ وہ کاتب وحی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک دعا کے مطابق ہادی مہدی ہیں، لھم مغفرۃ و اجر عظیم، اولئک ھم الراشدون، اولئک ھم المفلحون، رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی سب بشارتیں ان کو نصیب ہیں۔ اور دیگر تمام صحابہ کی طرح حضرت معاویہؓ بھی وصف صحابیت میں یقیناً ''راشد'' ہیں۔

خلافت راشدہ اور اُس کی شرائط:

البتہ ''خلافت راشدہ'' ایک شرعی اصطلاح ہے، اس کے لیے (بتحقیق حکیم العصر استاد جی مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ) تین شرطیں ہیں: (۱) خلیفہ مہاجرین میں سے ہو۔ (۲) بغیر شرط و تعلیق کے مبشر بالجنہ باسمہ ہو۔ (۳) اور افضل فی زمانہ ہو۔ اور یہ شرطیں صرف خلفاء اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت معاویہؓ میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتیں، اِس لیے خلفاء اربعہ کی خلافت، اصطلاحی معنی میں ''خلافت راشدہ'' ہے، جب کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت، خلافت عادلہ ہے، اصطلاحی خلافت راشدہ نہیں۔

یزید پر لعنت کا مسئلہ:

اور جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک: یزید مسلمان ہے، نام لے کر یزید پر لعنت کرنا درست نہیں۔ البتہ یزید کے فسق پر جمہور اہل سنت کا اجماع ہے، بالخصوص اکابر علماء اہل سنت دیوبند کا۔ اور رافضیوں کی طرح ہم یزید کے کفر کے قائل نہیں اور ناصبیوں، یزیدیوں کی طرح یزید کی اتنی مدح سرائی بھی نہیں کرتے کہ حضرت حسینؓ کے بارے میں بدگمانی، بدظنی اور العیاذ باللہ ان کے باغی اور واجب القتل ہونے کا غلیظ نظریہ بن جائے۔ نیز رافضیوں کی طرح ہم حضرت معاویہؓ کو یزید کے سلسلہ میں قصوروار نہیں ٹھہراتے، نہ ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قصوروار قرار دیتے ہیں، بلکہ ہم دونوں صحابیوں کا دفاع کرتے ہیں۔

اس کی تفصیل ماضی قریب کے محقق، مدقق، فن رجال کے ماہر، تمام باطل فرقوں کے لیے سیف بے نیام، عالم باعمل، ولی کامل، ترجمان اہل سنت دیوبند،

معتدل مزاج، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کے ماہنامہ ''الخیر'' میں شائع شدہ چار مضامین میں بھی ہے جو ''تجلیاتِ صفدر'' (جلد اول) میں بھی طبع ہو چکے ہیں۔ جن میں مولانا موصوف نے حضرت حسینؓ اور یزید کے مسئلہ میں ہر پہلو سے اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک اعتدال کو عام فہم انداز سے عقلی، نقلی دلائل کے ساتھ مدلل و محقق کر کے پیش کیا ہے اور علماء اہل سنت دیوبند کے مسلک اعتدال کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مولانا محمد امینؒ کے روپ میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کی روح بول رہی ہے۔ ملاحظہ کیجیے اور مولانا مرحوم کو داد دیجیے اور دعا کیجیے!

خلاصہ افاداتِ اوکاڑوی

تجلیاتِ صفدر کے مضامین اربعہ

مختلف کورسز کے دروس، علمی مجالس اور بیانات کے افادات

(نیز زیر بحث عنوان پر حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی اور حضرت مدنی رحمہم اللہ کے ارشادات)

ماہنامہ ''الخیر'' اور ''تجلیاتِ صفدر'' (جلد اول: ۵۳۶ تا ۵۹۴) میں شائع شدہ چار مضامین کے عنوانات یہ ہیں:

۱- سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

۲- کھلا خط بنام (مولانا محمد امین اورکزئی)

مہتمم: جامعہ یوسفیہ، شاہوادام، بنگو، ضلع کوہاٹ، مجررہ: ۲۲ محرم، ۱۴۱۶ھ

۳- کھلا خط بنام مولوی ضیاء الرحمن صدیقی ہزاروی

(متعلم: جامعہ خیر المدارس، ملتان)

۴- کھلا خط بنام ابو ریحان عبد الغفور (سیالکوٹی)

ہم اِن مضامین اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے اِس سے متعلقہ دیگر اِفادات کا خلاصہ درج ذیل آٹھ (۸) عنوانات کے تحت بیان کریں گے:

۱- سیدنا حسین رضی اللہ عنہ۔ ۲- احوالِ یزید

۳- چند شبہات کا اِزالہ ۴- دِفاعِ سیدنا حسینؓ و ہم نوا صحابہ کرامؓ
۵- صحابہ کرام کی دو جماعتوں کا دِفاع ۶- چند سوالات
۷- دِفاعِ خلیفہ عادل سیدنا معاویہؓ ۸- دفاعِ حسینؓ و معاویہؓ

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ:

سب سے پہلے مولانا موصوف نے ''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ'' کے عنوان سے مضمون لکھا، جس میں پہلے حضرت حسینؓ کا نسب مبارک، پھر سن پیدائش، صحابیتِ حضرت حسینؓ کو ثابت کیا اور حضرت حسینؓ کی روایت کردہ دو مرفوع حدیثیں نقل کیں۔ جب کہ محمود عباسی نے صحابیت کا انکار کیا ہے، نیز لکھا ہے کہ:
''آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت (حضرت حسینؓ) پانچ ساڑھے پانچ برس کے اتنے صغیر السن اور کم عمر تھے کہ ان کو اپنے مقدس اور ہادیٔ برحق نانا کے نہ حالات و معمولات کی کوئی بات یاد تھی نہ زبان مبارک سے سنا ہوا اِسلامی سیاست کے بارے میں آپ کا کوئی ارشاد۔'' (خلافت معاویہؓ۔۔۔:۱۴۴، جدید:۲۲۰)

اس کے بعد حلیہ مبارک، پھر حضرت حسینؓ کی فضیلت کی چند احادیث مرفوعہ زیرِ عنوان: ''حضرت حسینؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں!'' جنت کی سرداری، صحابہ کرام کی نظر میں، اُمت کی نظر میں۔ اِس عنوان کے ذیل میں روافض اور غیر مقلدین کے حضرت حسینؓ کے متعلق توہین آمیز اَقوال کا رَد ہے۔ پھر ''حالاتِ زندگی'' کے عنوان کے تحت حضرت حسینؓ کے جناب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبی و روحانی تعلق اور آپ کی عبادت و ریاضت، حضرت کے نصیحت آموز چند اشعار کا ترجمہ، دورِ فاروقی اور دورِ عثمانی میں آپ کی جہادی سرگرمیوں اور جہادی مہمات کا تذکرہ، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے موقع پر محافظ دستہ میں شامل ہو کر خدمات وقف کردیں۔ خلیفہ مظلوم کی شہادت کے بعد دورِ علوی میں حضرت حسینؓ اپنے والد حضرت علیؓ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، یہاں تک کہ جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں بھی شریک تھے۔

احوالِ یزید:

یزید ۲۵ھ یا ۲۶ھ یا ۲۷ھ میں پیدا ہوا، بچپن سے ہی شوخ مزاج تھا، ایک دن حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ وہ ایک غلام کو پیٹ رہا ہے تو انہوں نے ڈانٹا کہ تو اس کو مار رہا ہے جو تجھ سے بدلہ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح عطاء بن السائب فرماتے ہیں کہ: حضرت معاویہؓ یہ اپنے بیٹے پر اس قدر غضبناک ہوئے کہ اس سے قطع تعلق کرلیا، اس پر احنف بن قیسؒ نے حضرت معاویہ سے سفارش کی تو حضرت معاویہؓ یزید سے راضی ہوئے اور یزید کو ایک لاکھ درہم بھی دیئے، یزید نے پچاس ہزار درہم اور پچاس کپڑے احنف کو دیدیئے۔

یزید کی عملی زندگی:

یزید فسق و فجور کے کاموں میں مبتلا رہتا تھا تاریخی طور پر بڑے بڑے معتبر علماء کی تحقیق یہی ہے، چند شواہد ملاحظہ کیجیے!

۱- سید سلمان ندویؒ لکھتے ہیں: ''(حضرت) امیر معاویہؓ نے ۶۰ھ میں وفات پائی اور ان کی بجائے یزید تخت نشین ہوا، اور یہی اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار و نکبت کی اولیں شب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے متعدد روایتیں ہیں: مسند احمد میں ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ: ۶۰ھ کے شروع ہونے سے اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگا کرو اور دنیا ختم نہ ہوگی کہ اس پر ایسے ویسے حکمران نہ ہولیں۔'' (سیرۃ النبی: ۳/۴۸۷)

۲- حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں: ''رہی یہ بات کہ اس کے فسق و فجور کی روایات سب یکسر غلط ہیں، یہ دعویٰ مشکل ہے، جب کہ تاریخی روایات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کو رد کرنا جو بحد تواتر تقریباً پہنچ گئی ہوں، تاریخ سے کلیۃً اعتماد اٹھانا ہے اور اگر یہ سب روایات اتنی کثرت کے باوجود رد کی جاسکتی ہیں تو پھر یہی کونسی نص قطعی ہے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا، یہ بھی تاریخ ہی کی

روایات ہیں، مخالف کو حق ہے کہ وہ اس کی بھی تغلیط کردے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا۔'' (معارف شیخ: ۱/ ۶۷)

۳- محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ فرماتے ہیں: یزید لاریب فی کونہ فاسقا۔ (معارف السنن: ۲/ ۱۸)

۴- دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ملاحدہ اور زنادقہ کی زبان کب بند ہوسکتی ہے؟ کیا اِس دَور میں امام حسینؓ کی شہادت کو افسانہ نہیں بتایا گیا اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں؟ اور کیا امام حسین کو باغی اور یزید بن معاویہ کو امیر المؤمنین اور خلیفہ برحق نہیں ثابت کیا گیا؟ (تقریظ بر تسکین الصدور: ۲۳، طبع دوم)

۵- امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے پیر کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''ہر کہ بدگفت خواجہ مارا..... ہست او بے گماں یزید پلید۔''

(سوانح الالہام: ۱۰۳)

۶- حضرت امیرِ شریعتؒ نے اپنے ایک عدالتی بیان میں فرمایا کہ: ''کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا۔'' (مقدمات امیر شریعت: ۲۵)

۷- امیرِ شریعت نے ایک تقریر میں ارشاد فرمایا: ''حسینؓ جولوائے حق کو اونچا کررہا تھا، اس کے ساتھ گھر کے بہترین نفوس تھے، جن میں چھ برس کے بالے بھی تھے، حسینؓ نے کہا: میں اپنے نانا کی گدی پر اس شخص کو دیکھنا نہیں چاہتا جو اس گدی کی بے حرمتی کا باعث ہو۔ نیز فرمایا: اسلامی تاریخ کا یہ سب سے بڑا سانحہ ہمیں بتاتا ہے کہ: اصل چیز حق ہے، جو اقلیت میں رہ کر بھی حق ہی رہتا ہے اور باطل اکثریت کی ہمنوائی کے باوجود بھی باطل ہی کہلاتا ہے۔'' (نوادرات امیر شریعت: ۶۱، ۶۲، از سید منظور احمد شاہ حجازی)

۸- مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: ''شہادت حسینؓ کے بعد یزید کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا، تمام اسلامی ممالک میں خونِ شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہوگئیں، اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ یا ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی۔ دنیا میں بھی اللہ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگیا۔'' (شہید کربلا: ۱۰۳)

۹، ۱۰- فقیہ دوراں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ اور محدث جلیل مفتی عبدالشکور ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''جو لوگ یزید کو خلیفہ عادل اور راشد قرار دیکر حضرت حسین کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہیں، اُن کا نظریہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک باطل ہے۔ یہ نظریہ خوارج کا تو ہوسکتا ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔'' (تائید رسالہ دفاع صحابہ: ۳)

۱۱- حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں: ''بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جب کہ صحابہ کرام سب کے سب متفق ہیں، خواہ مبایعین ہوں یا مخالفین، پھر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین، مورخین اور فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ بدر الدین عینی، علامہ ہیثمی، علامہ ابن جوزی، علامہ سعد الدین تفتازانی، محقق ابن ہمام، حافظ ابن کثیر اور علامہ الکیا الہراسی رحمہم اللہ جیسے محققین، یزید کے فسق پر علمائے سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہوسکتی ہے۔'' (شہید کربلا اور یزید: ۱۵۲)

۱۲- امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ: آپ نے رفض کو وہ ناکوں چنے چبوائے کہ روز قیامت تک روافض ان کے جواب سے عاجز ہیں، فرماتے ہیں: ''حضرت علیؓ کے فرزند حضرت حسینؓ کا واقعہ کربلا سبق لینے کے لیے کافی ہے کہ: ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی جان دیدی۔'' (حضرت علیؓ کی مقدس تعلیمات: ۲۴)

۱۳- شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمدؒ مدنی فرماتے ہیں: ''تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ اُس کے فسق و فجور کا اعلانیہ ظہور ان (حضرت معاویہؓ) کے سامنے نہ ہوا تھا۔ اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اُس کی اطلاع اُن کو نہ تھی۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام: ۲۷۱، مکتوب نمبر ۷۸، مکتوبات شیخ الاسلام: ۲۵۰، مکتوب نمبر ۸۸)

۱۴-حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا: ''یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت (حکومت) مختلف فیہ ہے۔'' (امداد الفتاوی: ۵/ ۵۴)

۱۵-قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: ''اَب حقیقت خلفائے خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا مثل آفتاب کے روشن ہوگیا، اگر کور باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور۔'' (ہدایۃ الشیعہ: ۹۵)

۱۶-حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں: ''اور یہ سچ ہے کہ سنی اصحاب اربعہ یعنی چار یار کو بالترتیب جانشین حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلیفہ راشد سمجھتے ہیں، (حضرت) امیر معاویہؓ، یزید پلید اور عبدالملک وغیرہ کو سنیوں میں سے کوئی ایک بھی خلیفہ راشد نہیں سمجھتا۔'' (اجوبہ اربعین: ۸۵)

۱۷-شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''جب اشقیاء شام وعراق نے موافق کہنے یزید پلید اور تحریص رئیس اہل بغض وفساد ابن زیاد کے امام ہمام کو کربلا میں شہید کیا۔'' (تحفہ اثنا عشریہ: ۱۱)

۱۸-شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں: ''حضرت امام حسینؓ اس غرض سے نہ نکلے تھے کہ خلافت کا دعویٰ کریں، ان کی یہ غرض تھی کہ ظالم کے ہاتھ سے رعایا کی رہائی ہوجاوے اور مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہِ وقت کی بغاوت اور اس کے ساتھ مقابلہ کرنے سے منع فرمایا، اگرچہ وہ بادشاہ ظالم ہو۔ تو یہ حکم اس وقت میں ہے کہ بادشاہ ظالم کا کامل تسلط ہوگیا ہو، اس کے تسلط میں کسی کو نزاع نہ ہو، کوئی اس کا مزاحم نہ ہو اور ابھی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور کوفہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے اور امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ صحابہ نے یزید کی بیعت قبول نہ کی تھی۔ حاصل کلام حضرت امام حسینؓ اس غرض سے نکلے تھے کہ یزید کا تسلط دفع کریں، یعنی اس کا تسلط نہ ہونے پاوے۔ یہ غرض نہ تھی کہ اس کا تسلط رفع کریں یعنی یہ

امر نہ تھا کہ یزید کا کامل تسلط ہو گیا تھا اور آپ کا یہ مقصود تھا کہ اس کا تسلط اٹھا دیویں اور مسائل فقہیہ میں دفع و رفع میں فرق ظاہر مشہور ہے۔'' (فتاویٰ عزیزی: ۱/۳۶)

۱۹-''اور اس حکم میں کہ یزید پر لعن کرنا چاہئے یا نہیں؟ توقف اِس وجہ سے ہے کہ: روایات متعارضہ و متخالفہ یزید پلید کے بارہ میں معاملہ شہادت حضرت امام علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور آپ کی شہادت پر خوش ہوا۔ جن علماء کے نزدیک یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید پلید پر لعن کیا، چنانچہ احمد بن حنبلؒ اور کیا ہراسیؒ جو فقہائے شافعی سے ہوئے اور دیگر علمائے کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا ہے اور بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت سے امام علیہ السلام کے رنج تھا اور ابن زیاد اور اس کے اعوان پر عتاب کیا اور یزید کو اس کام سے ندامت ہوئی کہ اس کے نائب کے ہاتھ سے یہ واقع وقوع میں آیا۔ جن علماء کے نزدیک یہ روایات مرجح ہیں ان علماء نے یزید کے لعن سے منع کیا، چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے شافعیہ اور اکثر علمائے حنفیہ نے یزید کے لعن سے منع کیا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک دونوں طرح کی روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح ہو سکے تو ان علماء نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب ترجیح کی کوئی ضرورت نہ ہو تو علماء پر توقف واجب ہے۔'' (فتاویٰ عزیزی: ۱/۲۰۸، ۲۰۹)

۲۰-ایک شخص نے (حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے) سوال کیا کہ جب حضرت امام حسینؓ اور یزید کا مقابلہ تھا تو حق تعالیٰ کس طرف تھے؟ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: میزانِ عدل پر تھے کہ: صبر امام حسین کا اُس مردود کے ظلم پر غالب آیا۔'' (کمالات عزیزی: ۱۱)

۲۱-شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: اور گمراہی و ضلالت کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ، بحث فتن)

۲۲- حدیث مغفور لہم پر فرماتے ہیں: ''اس کا (یعنی یزید کا) معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے اور اس کے غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے یعنی حضرت حسینؓ کو قتل کرنا، مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا، شراب خوری پر اصرار کرنا ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ پر موقوف ہے، وہ چاہے تو معاف کردے چاہے تو عذاب دے جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے۔''

(الابواب والتراجم علی صحیح البخاری)

۲۳- حضرت مجدد الف ثانی: رفض وتشیع سے حضرت مجدد صاحبؒ نے جو جنگ لڑی ہے، اس کا تصور بھی ہم نہیں کرسکتے، مگر اِس کے باوجود فرماتے ہیں: ''اور یزید بدقسمت صحابہ کرام میں سے نہیں، اس کی بدبختی میں کسی کو کلام ہوسکتا ہے، اس نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگی بھی نہیں کرسکتا۔ بعض علماء نے اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے، اس پر راضی ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کے باعث کیا ہے۔'' (مکتوبات دفتر اوّل نمبر ۵۴)

۲۴- مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ، جامعہ یوسفیہ شاہو دام بنکو ضلع کوہاٹ کے مہتمم مولانا محمد امین اوکزئی کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں: ''مولانا! اگر آپ یزید کے عشق میں بے قرار ہو کر ان سب کو رافضیوں میں شامل فرمادیں تو آپ کے محبوب اور مخدوم اور آپ کے خلیفہ عادل وصالح کے صاحبزادہ معاویہ بن یزید سے آپ کی تسلی کروادیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے نزاع کی، آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہوگئی، اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہوگیا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے پھر کہنے لگے: جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا بُرا انجام اور بُری عاقبت ہمیں معلوم ہے، اس نے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کو قتل کیا، شراب کو مباح کردیا، بیت اللہ کو برباد کیا اور میں نے جو خلافت کی حلاوت ہی نہیں دیکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں، اس لیے اب تم جانو اور تمہارا کام۔

خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے اور شر ہے تو جو کچھ ابوسفیان کی اولاد نے دنیا سے کما لیا وہ کافی ہے۔'' (الصواعق المحرقہ: ۲۲۴)

۲۵-''شاید آپ ایک شہادت کو ناکافی سمجھیں تو دوسری شہادت مطالعہ فرمایئے! یہ آپ کے خلیفہ عادل کے گورنر ابن زیاد کی شہادت ہے۔''اور یزید نے عبیداللہ بن زیاد کی طرف یہ خط لکھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف جائے اور مکہ میں ان کا محاصرہ کرے، تو ابن زیاد نے انکار کر دیا اور کہا کہ: بخدا میں اس فاسق کے لیے دو باتوں کو اکٹھا نہ کروں گا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو بھی قتل کروں اور بیت الحرام سے بھی جنگ کروں۔ اور اس کی ماں مرجانہ نے بھی اس (ابن زیاد) سے کہا (جب کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے) کہ تجھ پر ہلاکت ہو تو نے کیا کیا اور تو کس راہ پر چلا ہے؟ اس نے ابن زیاد کو بہت سخت سست کہا تھا۔'' (البدایہ والنہایہ) یہ دو شہادتیں گھر کی ہو گئیں۔'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۸۵)

۲۶-ابن زیاد کی ایک اور شہادت: ''ابن زیاد نے کہا: اما قتلی الحسین، فانہ أشار الی یزید بقتلہ أو قتلی فاخترت قتلہ۔ اور میں نے جو امام حسینؓ کو قتل کیا اس لیے کہ یزید نے مجھے اشارہ دیا کہ اگر تو نے امام حسینؓ کو قتل نہ کیا تو تو قتل کیا جائے گا۔ اس لیے میں نے اپنے قتل سے بچنے کے لیے امام حسین کو قتل کیا۔ (الکامل فی التاریخ: ۲/ ۶۱۲) مرجانہ نے اپنے بیٹے عبیداللہ بن زیاد کو کہا کہ: اے خبیث! تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کیا ہے تو کبھی بھی جنت نہ دیکھے گا۔ (البدایہ) کیا پھر بھی ابن زیاد قتل سے بچ سکا؟'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۸۵)

۲۷-''یزید جب بادشاہ بن بیٹھا تو اس نے پہلا اعلان یہ کیا کہ حضرت معاویہؓ یہ مسلمانوں کو بحری جہاد پر بھیجتے تھے، میں کسی مسلمان کو بحری جہاد پر نہ بھیجوں گا اور حضرت معاویہؓ یہ تمہیں روم (کے کافروں) سے جہاد کے لیے بھیجتے تھے، میں تمہیں بالکل نہیں بھیجوں گا۔ اور حضرت معاویہؓ یہ تمہیں وظیفہ تین قسطوں میں دیتے تھے میں یک مشت دونگا۔ (البدایہ: ۸/ ۱۴۶) یعنی اب کافروں سے جہاد بند کر دیا گیا۔'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۴۶)

۲۸-''اِس کے بعد اُس نے پہلا خط گورنر مدینہ کو یہ لکھا:''خذ حسینا و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن الزبیر بالبیعۃ اخذا شدیدا لیست فیہ رخصۃ حتی یبایعوا۔ والسلام۔''(البدایہ: ۱۴۹/۸)۔۔۔۔۔ اس (یزید) کے چار سالہ بادشاہی کے دور میں اس کی فوج کے ہاتھوں کسی کافر کی نکسیر تک نہ پھوٹی، مگر اہلِ بیت رسول کو خاک وخون میں تڑپایا گیا۔ اہلِ مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک حرم مدینہ کو لوٹ مار اور قتل و غارت کے لیے حلال قرار دیا گیا۔ حرم مکہ بھی اس حملہ سے محفوظ نہ رہا۔ اس کی بادشاہی میں یہودی اور ہر قسم کے کافر بھی بستے تھے، مگر پورے چار سالہ دور میں کسی ایک کافر کی گرفتاری کا اتنا سخت آرڈر نہیں دیا گیا جس قدر سخت آرڈر نواسہ رسول جگر گوشہ بتول کی گرفتاری کا دیا گیا، سیدنا حسینؓ گرفتاری سے بچنے کے لیے مدینہ منورہ سے حرم مکہ میں پناہ گزیں ہوئے، مگر یزید کے گماشتوں نے وہاں بھی آپ کا رہنا دوبھر کر دیا تو آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے دورانِ سفر..... آپ دس محرم کو یزید کی ظالم فوج کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے۔'' (تجلیات صفدر: ۵۴۷/۱)

۲۹-یزید کا پہلا حکم: ''سیدنا امیر معاویہؓ کی وفات پر یزید نے پہلا حکم نامہ گورنر مدینہ کو لکھا:''و کتب الیہ فی صحیفۃ کانہا اذن الفارۃ، امابعد! فخذ حسینا و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن الزبیر بالبیعۃ اخذا شدیدا لیست فیہ رخصۃ ۔والسلام''۔البدایہ: ۱۴۹/۸۔ابن اثیر: ۲۶۹/۲۔طبری: ۲۵۰/۴۔''

(تجلیات صفدر: ۵۵۶/۱)

۳۰-دوسرا حکم یہ جاری کیا:''علیک بالحسین بن علی و عبداللہ بن الزبیر، فابعث الیہما الساعۃ، فان بایعا، والا فاضرب اعناقہما قبل ان یعلن الخبر (الاخبار الطوال: ۲۲۷) تم پر لازم ہے کہ: اِسی وقت حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کو بلوا لو۔ اگر وہ دونوں بیعت کرلیں تو خیر! ورنہ دونوں کی گردنیں مار دو! یہ کام معاویہ کی موت کے اعلان سے پہلے پہلے ہوجانا چاہیے۔'' (تجلیات صفدر: ۵۵۶/۱)

۳۱-دارالامارت میں طلبی: ''دونوں حکم جب گورنر کو پہنچے تو فوراً حضرت

حسین اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دارالامارت میں بلایا گیا اور ان دونوں سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ: بیعت اس طرح چھپ کر نہیں لی جایا کرتی، مروان نے گورنر ولید کو کہا: اِن کو نکلنے نہ دینا۔ یہ بیعت کریں، ورنہ ان کی گردن مار دے۔ اِس پر حضرت حسینؓ اور مروان میں تلخ کلامی ہوگئی۔ ولید نے کہا: اے مروان! اللہ کی قسم مجھے ساری دنیا بھی دے دی جائے تو میں حسینؓ کو قتل نہیں کروں گا۔ سبحان اللہ! میں حسینؓ کو بیعت نہ کرنے پر قتل کروں؟ خدا کی قسم میرا یقین ہے کہ حسینؓ کو قتل کرنے والے کی ترازو قیامت کو ہلکی ہوگی۔ (اس آیت کی طرف اشارہ کیا: "و اما من خفت موازینہ، فامہ ھاویہ۔") البدایہ والنہایہ: ۸/۱۵۱، ۱۵۰۔ طبری: ۴/۲۵۱، ۲۵۲۔ الکامل لابن اثیر: ۲/۵۳۰۔" (تجلیات صفدر: ۱/۵۵۷)

"اِن حوالہ جات کو پڑھ کر اپنی اس عبارت پر غور کریں: "یزید کے بارے میں کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ اسی نے کسی شخص کو قتلِ حسینؓ کا حکم دیا ہو یا قتلِ حسینؓ پر رضامندی ظاہر کی ہو۔" "والحق ان رضاء یزید بقتل الحسین و استبشارہ بذالک و اھانتہ اھل بیت النبی ﷺ مما تواتر معناہ و ان کان تفاصیلہ احادا، فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ، لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ و اعوانہ۔" شرح عقائد نسفی۔" (تجلیات صفدر: ۱/۵۵۷)

۳۲- "عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ہم سفر مسافر ابن شریح الکندی کو بتایا: "اما قتلی الحسین، فانہ أشار الی یزید بقتلہ أو قتلی فاخترت قتلہ"۔ (الکامل: ۲/۶۱۲۔ طبری: ۴/۴۰۲) اور جب یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا کہ وہ حرم مکہ میں ابن زبیر پر حملہ کرے تو ابن زیاد نے کہا: "لا أجمعھما للفاسق ابداً، أقتل ابن بنت رسول اللہ و أغزو البیت۔" طبری: ۴/۳۷۱۔" (تجلیات صفدر: ۱/۵۵۸)

۳۳- ایک دھوکے کا ازالہ:

"جناب نے (یعنی ابو ریحان عبدالغفور نے) اپنی نوحہ خوانی میں فریب کا ایک اور پانسا پھینکا ہے کہ: "یزید پر لعنت کرنے کا اختلاف اِس پر مبنی ہے کہ: اُس سے

افعال فسق صادر ہوئے یا نہیں؟ اس سے ثابت ہوا کہ جب لعنت کرنے میں اختلاف ہے تو اس کا فسق بھی مختلف فیہ ہے۔'' اور حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام سے دھوکہ دیا ہے، حضرت کے اصل الفاظ آپ نے نہیں لکھے۔ حضرت فرماتے ہیں: ''لہٰذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن ہیں، مگر جن کو محقق اخبار سے قرائن سے معلوم ہوگیا کہ وہ اِن مفاسد سے راضی اور خوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدوں توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں۔ اور مسئلہ یوں ہی ہے۔ اور جو علماء اِس میں تردُد رکھتے ہیں کہ: اول میں وہ مومن تھا، اس کے بعد وہ افعال کا مستحل تھا یا نہیں؟ اور مستحل ہونا ثابت ہوا یا نہیں؟ تحقیق نہیں! پس بدوں تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۲) اِس سے تو میرا موقف ثابت ہوا کہ جو لوگ یزید پر لعنت کرتے ہیں وہ بھی اس سے اَفعالِ (فسق) کا صدور مانتے ہیں اور جو لوگ لعنت کو جائز نہیں کہتے وہ بھی اس سے افعال فسق کا صدور مانتے ہیں۔ گویا کہ اس کا فاسق ہونا ہر دو فریق کے ہاں متفق علیہ ہے۔ اس کے بعد لعن میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اپنے افعالِ فسق کا مستحل تھا یا نہیں؟ اور اِن افعال فسق کے حلال جاننے سے توبہ کر کے مرا یا بلا توبہ مرا؟ جس فریق کے ہاں اس کا اپنے افعال فسق کو حلال جاننا ثابت نہیں یا حلال جاننے سے توبہ کرنا ثابت ہے وہ اس کو فاسق تو کہتے ہیں مگر لعن کو جائز نہیں کہتے اور یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ جناب کو اتنے بڑے فریب سے سوائے خسر الدنیا والاخرۃ کے کیا ملا؟'' (تجلیات صفدر: ۵۶۸/۱)

۳۴- ایک اور دھوکے کا ازالہ

مہتمم جامعہ یوسفیہ نے اپنے خط میں مناقب یزید میں ''صحابی زادہ'' ہونے کا اور اس کی وجہ سے فسق سے کف لسان کا ذکر فرمایا، اس کے جواب میں مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ نے جواباً فرمایا: ''مولانا! آپ جانتے ہیں کہ نبی زادہ بھی بگڑ سکتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سے آپ واقف ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''خیر القرون میں بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے جو منافق یا فاسق تھے اور انہی میں حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار ثقفی۔'' حجۃ اللہ البالغہ (تجلیات صفدر: ۵۸۶/۱)

۳۵-''حضرت ابوعبیدہ بن الجراح فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت انصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ بنی اُمیہ میں سے یزید نامی ایک شخص اس میں شگاف ڈالے گا۔'' مجمع الزوائد: ۵/۲۴۱'' (تجلیات صفدر: ۱/۵۸۶)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ''میری اُمت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔'' (بخاری: ۲/۱۰۴۶)

بخاری کے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری کے حوالہ سے درج ہے: ''ان لونڈوں میں سے پہلا لونڈا یزید تھا جس نے شہروں میں معمر لوگوں کو عہدوں سے ہٹا کر نوعمروں کو مسلط کیا۔ حاشیہ ۳۔'' (تجلیات صفدر: ۱/۵۸۶)

۳۶-''حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ: ''میں نے دو قسم کے علم حضور اقدس ﷺ سے محفوظ کیے ہیں، اُن میں سے ایک علم کو میں پھیلاتا ہوں، اگر دوسرے کو پھیلاؤں تو میری شہ رگ کاٹ ڈالی جائے گی۔'' (بخاری: ۱/۲۳)

حاشیہ پر فتح الباری شرح بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''جو علم آپ نہیں پھیلاتے تھے، اُن احادیث میں ظالم بادشاہوں کے نام تھے۔ ہاں حضرت ابو ہریرہؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ: اے اللہ! مجھے ساٹھ ہجری اور لونڈوں کی حکومت سے بچانا۔ اُن کا اشارہ یزید بن معاویہؓ کی طرف تھا کیونکہ وہی ساٹھ ہجری میں بادشاہ بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی دعا قبول فرمائی اور ان کا وصال انسٹھ (۵۹) ہجری میں ہوگیا۔'' (تجلیات صفدر: ۱/۵۸۶)

۳۷-فاسق کی امارۃ میں جہاد کا مسئلہ: ''اس (غزوہ قسطنطنیہ کی) حدیث سے علماء اہل سنت نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہوسکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ''اِس سے ثابت ہوا کہ جہاد ہر حکمران کی معیت میں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ حدیث غازیانِ شہر قیصر کی تعریف پر مشتمل ہے، حالانکہ اس غزوہ کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا اور یزید تو یزید ہی تھا۔'' (یعنی فسق و فجور کا مرتکب فاسق و فاجر تھا) فتح الباری: ۱۱/۶۵۔'' (۱/۵۷۰)

۳۸-''امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ خلفاء اربعہ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے یزید لعین کی معیت میں بھی جہاد فرمایا ہے۔'' احکام القرآن: ۳/ ۴۷۔'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۰)

۳۹-''حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ نے مدینہ منورہ میں حلفیہ اعلان کیا: ''واللہ ما أخرجنا علی یزید حتی خفنا أن نرمی بالحجارۃ من السماء۔'' (الصواعق المحرقہ: ۲۲۱) خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں اُٹھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اَب نہ اُٹھنے پر سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔''

(تجلیات صفدر: ۱/ ۵۸۷)

۴۰-مولانا محمد امین صفدرؒ، ابوریحان عبدالغفور کے جوابی خط میں لکھتے ہیں:

''میں نے یہ لکھا تھا کہ: یزید کا فاسق ہونا اہل سنت میں متفق علیہ ہے، اِس پر ابن خلدون اور ابن حجر مکی رحمہما اللہ کی شہادتیں نقل کی تھیں، جناب نے دعوی یہ کیا کہ: ''اس سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا کہ یزید کا فاسق وفاجر اور زانی وشرابی وغیرہ ہونا، نہ ہونا بھی صحابہ وتابعین رحمہم اللہ کے دَور سے اِسی طرح اختلافی چلا آرہا ہے جس طرح دوسرے فقہی اختلافی مسائل! مگر اِس پر جناب نے کوئی مستند حوالہ پیش فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ جناب کا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے قادیانی پہلے نمبر پر مسلمانوں کے دلوں میں یہی وسوسہ ڈالتے ہیں کہ: ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ دورِ صحابہ سے اُمت میں اختلافی چلا آرہا ہے، اِس لیے کسی فریق کو دوسرے فریق پر تشدد کرنا درست نہیں۔ پھر وہ کچھ حوالے بھی بصورت اقتباس نہیں بلکہ بصورت اختلاس جناب کی طرح پیش فرماتے ہیں، مگر کوئی صریح حوالہ نہ وہ لاسکتے ہیں نہ جناب۔''

(تجلیات صفدر: ۱/ ۵۶۴)

''جناب نے بڑی فراخدلی سے یہ تسلیم فرمالیا ہے کہ بعض صحابہ وتابعین رحمہم اللہ یزید کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی مانتے تھے، اِس پر بھی اگر آپ چند مستند حوالے

ذکر فرما کر اپنے دعویٰ کے اس جز کو مبرہن فرما دیتے تو جناب کو خط کے ص: ۱۰ پر مولانا عبدالرشید نعمانی اور امام اہلِ سنت وکیل صحابہ جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے یہ شکوہ نہ ہوتا کہ وہ صریح حوالہ فسق پر پیش نہیں کر سکے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ و تابعین جمع کے صیغے ہیں، تو کم از کم تین صحابہ اور تین تابعین رحمہم اللہ کے حوالے تحریر فرما دیں جن میں صراحت ہو کہ یزید روزِ اوّل سے ہی فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ تھا اور جو لوگ اس کو فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ نہیں مانتے ان کے ساتھ اس مسئلہ میں ہمارا فقہی اختلاف ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ حوالہ میں پورا اقتباس ہو، خط میں جو قادیانی عادت کے مطابق اختلاس کیا ہے، اس سے پرہیز فرمائیں۔ ہاں! حوالہ دینے میں یہ بھی خیال رکھیں کہ وہ صحابہ و تابعین رحمہم اللہ یزید کی حویلی میں رہنے والے ہوں، کیونکہ اس حویلی سے سینکڑوں میل دُور رہنے والوں کی شہادت تو جناب کے ہاں معتبر نہیں۔ تو جو بات جناب کو ناپسند ہو وہ دوسروں کے لیے پسند نہ فرمانا۔

پھر بقول جناب جن صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ نے یزید کو فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ مان لیا، یہ جرح مفسر ہے اور ان کے علم پر مبنی ہے اور بقول جناب جنہوں نے نہیں مانا ان کے پاس عدمِ علم ہے اور تعدیل مبہم بھی ان سے ثابت نہیں۔ تو آنجناب ہی غصہ تھوک کر ارشاد فرمائیں کہ: اصولاً یہاں فسق ہی ثابت ہوگا یا نہیں؟ یا جناب اِس متفقہ اُصول سے بھی منحرف ہو جائیں گے۔ ہاں صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کی جناب کو کیا پرواہ جبکہ قیامت کے دن یزید ہی جناب کا شفیع ہوگا۔" (تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۶۵)

۴۱۔ مفتی رویس خان کے فتویٰ میں یزید کے خصال محمودہ البدایہ والنہایہ کے حوالہ سے تحریر کیے گئے ہیں۔ الحلم، الفصاحة، الشعر، الشجاعة۔ اور عملی اخلاقی حالت اَخیر میں یہ لکھی ہے: "وکان فیه ایضاً اقبال علی الشهوات" (ص: ۳) کہ: اس میں خواہشات پرستی بھی تھی اور وہ اس کی طرف متوجہ رہتا (تھا)۔ یہی فسق ہے۔

چند شبہات کا ازالہ:

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ نے جب اپنے مضمون میں سیدنا حسینؓ کے

فضائل و مناقب اور یزید کے فسق کا تذکرہ کیا تو یزیدی لوگوں کی طرف سے یزید کے دفاع میں تین خطوط موصول ہوئے، جن میں فضائل سیدنا علی و حسینؓ اور فسق یزید کے بارے میں کچھ شبہات پیش کیے گئے۔ مولانا مرحوم نے ان شبہات کے خوب مدلل جوابات تحریر فرمائے، ملاحظہ کیجیے!

شبہ نمبر ۱: آپ کی پیش کردہ روایات کے اکثر راوی شیعہ ہیں؟

جواب ۱: ''اسماء الرجال کی کتابوں میں ''شیعہ'' کا لفظ اُن لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمانؓ سے افضل جانتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر کو حضرت علیؓ سے افضل اور خلیفہ برحق مانے، سب صحابہ کو مانے۔ ہاں اگر کوئی شخص حضرت علیؓ کو شیخین سے بھی افضل کہے اور صحابہ کرام کو حضرت علیؓ کا حق چھیننے والا کہے تو اس کو اسماء الرجال والے ''رافضی'' یا ''رافضی خبیث'' کہتے ہیں۔ آج کل ہمارے عرف میں شیعہ: رافضی کو کہتے ہیں، لیکن اسماء الرجال میں جو حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے افضل کہے وہ شیعہ عثمان یا عثمانی اور جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمان سے افضل کہے اسے علوی یا شیعہ علی کہتے تھے۔ صحیح بخاری ۱/ ۴۳۳، پر اسی معنی میں عثمانی اور علوی کا لفظ ملتا ہے۔ بخاری شریف کے کئی راوی اس معنی میں شیعہ ہیں اور صحیح مسلم کے بارہ میں تو بعض نے یہاں تک فرمایا ہے کہ: کتاب مسلم ملآن من الشیعۃ'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۴۹، ۵۵۰)

جواب ۲: ''احکام کی اَحادیث کی صحت کے لیے جو شرائط ہیں، فضائل (کی احادیث) کے لیے (وہ تمام شرائط ضروری) نہیں اور تاریخ کے لیے تو سرے سے عدالت بھی شرط نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج۔ تو جب تاریخ کے واقعات کی روایات کفار تک سے لی جاتی ہیں تو یہاں یہ بحث چھیڑنا کس قدر غلط ہے؟

ہاں! اُصولی طور پر تاریخی باتیں تین قسم کی ہوں گی:

۱- جن کو ہمارے عقائد کے موافق پاکر ہمارے اکابر نے قبول فرمالیا، وہ مقبول ہیں۔

۲۔ جن کو عقائد اہل سنت سے متصادم پا کر اکابر نے رد کر دیا، وہ مردود ہیں۔

۳۔ جن کا ہمارے عقائد وغیرہ سے نہ تصادم ہے نہ تعاون، وہ بحیثیت تاریخ کے اکابر نے قبول کر لیں تو ان کو لے لیا جائے گا۔

بہر حال ان کے رد و قبول کا کام اکابر کر چکے ہیں، ہمیں کسی نئی پریشانی کی ضرورت نہیں رہی۔'' (تجلیات صفدر: ۱/۵۵۰)

شبہ نمبر ۲: مولانا محمد امین اورکزئی (مہتمم جامع یوسفیہ بنکو ضلع کوہاٹ) نے لکھا تھا کہ: محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت جو کہ یزید کی معاصر بھی ہے، کیا اُن کی شہادت ہمارے اَقدام واَلسنہ کو روکنے کے لیے کافی نہیں ہے؟

جواب: ''محترم! موصوف (محمد بن الحنفیہؒ) کی شخصیت تابعین میں واقعی عظیم ہے، لیکن صحابہ کرامؓ کے اِجماع کے مقابلہ میں اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔

یہ ایسے ہی جیسے یزیدیوں کے پیشواء محمود احمد عباسی لکھتے ہیں: ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی موجودگی حضرت حسین اور حضرت ابن زبیر کے اختلاف کا کیا مقام تھا۔ نیز لکھتے ہیں: باقی رہے حضرت حسین اور ابن الزبیر، تو کیا ان حضرات کا اجتہاد ایسا وقیع ہو سکتا ہے؟ کہ اجلہ صحابہ کرام کے موقف پر غالب سمجھا جائے (خلافت معاویہ ویزید: ۸۷) یزیدیوں کے پیشواء کے نزدیک حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے کی جمہور صحابہ کے مقابلے میں کوئی حیثیت واہمیت نہیں تو جمہور صحابہ، جمہور تابعین اور جمہور علمائے امت کے فسقِ یزید پر اجماع کے مقابلہ میں محمد بن الحنفیہ کے شاذ قول کی کیا حیثیت ہے؟

میں نے مطالبہ کیا تھا کہ کسی ایک صحابی نے قتلِ حسینؓ، جنگ مدینہ منورہ اور جنگ مکہ مکرمہ میں یزید کو عادل اور صالح کہا ہو، اِس کا حوالہ پیش کرنا تھا۔ آپ صحابہؓ سے ہٹ کر ایک تابعی کی طرف لپکے، مگر یہ قول اُن سے کسی قابل اعتماد سند سے ثابت ہی نہیں۔ اگر ثابت فرما دیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ پھر صحابہ کرامؓ کے اجماع اور متواتر تعامل مخالفت یزید کے خلاف کوئی ایسا قول بسند صحیح بھی مل جاتا تو وہ ''شاذ''

ہوتا۔ جس طرح قرآن پاک کی متواتر آیت یہی ہے: "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔" اَب درمنثور وغیرہ میں یوں بھی ہے: "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک فی ولایۃ علی والائمۃ۔" تو یہ شاذ ہے۔ متواترات کے خلاف شواذ پیش کرنے کا سبق کہیں روافض سے تو نہیں پڑھ لیا؟

ذرا تفصیل ملاحظہ ہو! آپ کے استاذ محترم شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: "حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حرم مکہ میں پناہ لی، اسی لیے ان کو "عائذ البیت" کہتے تھے۔ اور مکہ مکرمہ میں وہ غالب رہے۔ اور یزید حاکم مدینہ کو حکم دیتا تھا کہ اہلِ مدینہ سے لشکر تیار کر کے مکہ مکرمہ پر حملہ کرو! یہ حکم اور اِس قسم کے بعض دوسرے احکام کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی، جس کے نتیجہ میں مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ پیش آیا، جس میں مدینہ منورہ میں سینکڑوں صحابہ اور صحابہ زادے قتل کیے گئے، علاوہ دیگر کے ایک ہزار کنواری لڑکیوں سے زنا کیا گیا، جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اور مدینہ منورہ میں بہت بڑا شر اور بہت بڑا فساد پھیل گیا، جیسا کہ تاریخ ہمیں بیان کرتی ہے۔ فِانا للہ وانا الیہ راجعون۔"

(معارف السنن: ۶/۷)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے خطبوں میں فرماتے تھے:

"یزید القرود، شارب الخمور، تارک الصلوۃ، منعکف علی القینات۔" (البدایہ والنہایہ: ۲/۲۲۲)

بندروں والا یزید، شرابیں پینے والا، نمازوں کا تارک، گانے والیوں کو چمٹنے والا۔ یہ خطبہ وہ حرمِ پاک میں دیتے تھے۔ میرے خیال میں کوئی سنی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ صحابیٔ رسول، نواسہ صدیق حرم پاک میں برملا جھوٹ بولتے ہوں۔ اور کوئی ایک آدمی بھی سارے مکہ مکرمہ میں اُن کو ٹوکنے والا نہ ہوا۔

وفد اہلِ مدینہ کی شہادت:

جب کہ ایک طرف یزید اہل مدینہ کو بار بار مجبور کرتا تھا کہ مکہ مکرمہ پر حملہ

کرو۔ اُدھر مکہ مکرمہ والے اس کو برملا فاسق کہتے تھے تو اہلِ مدینہ نے اَشراف اہل مدینہ (صحابہ وجلیل القدر تابعین رحمہم اللہ) کا ایک بہت بڑا وفد تشکیل دیا، اس وفد کے سربراہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ صحابی اور حضرت عبداللہ بن مطیع صحابی تھے۔ یہ تحقیقاتی کمیشن جب واپس لوٹا تو اس کی رپورٹ کیا تھی: "ولما رجع وفد المدینة الیها أظهر و أشتم یزید و عیبه، وقالوا: قدمنا من عند رجل لیس له دین یشرب الخمر و تعزف عنده القینات بالمعازف، و انا نشهدکم انا قد خلعناه، فتبایعهم الناس علی خلعه۔" اور منذر بن زبیر نے بھی کہا کہ: وہ شراب میں بدمست رہتا ہے، وہ نماز بھی نہیں پڑھتا۔ (البدایہ: ۸/ ۲۱۸) اور یہ بھی کہا: "ان یزید یشرب الخمر ویترک الصلوة ویتعدی حکم الکتاب۔" (البدایہ: ۸/ ۲۳۲) خلاصہ اس تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کا یہ تھا کہ یزید ایک بے دین آدمی ہے، شراب پیتا ہے، اَحکام الٰہی سے تجاوز کرتا ہے، نماز نہیں پڑھتا، گانے والیاں باجوں' طبلوں کے ساتھ اس کے اِردگرد گاتی بجاتی رہتی ہیں۔ تو سب اہلِ مدینہ نے اس تحقیق کو تسلیم کرکے یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔ یزید نے تقریباً بارہ ہزار کا لشکر بھیجا۔ "فخرج اهل المدینة بجموع کثیره وهیئة لم یر مثلها۔" (البدایہ: ۸/ ۲۲۵) اہل مدینہ بھی اتنی کثرت سے نکلے کہ اس طرح نکلنا کبھی دیکھا نہ گیا۔ گویا ان سب نے وفد کی تحقیقات کو مانا۔ لڑائی میں سات سو مہاجرین وانصار شہید ہوئے اور ان کے علاوہ دس ہزار آدمی اور شہید ہوئے۔ تین دن تک یزید کی فوج نے مدینہ منورہ کو مباح قرار دیا، جو سامنے آتا، اس کو قتل کرتے، اہلِ مدینہ کے مال لوٹتے، ایک ہزار عورتوں نے بغیر خاوندوں کے بچے جنے۔ (البدایہ: ۸/ ۲۲۴)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آخر میں لکھتے ہیں کہ: یزید نے یہ فاحش خطا کی کہ مدینہ منورہ کو تین دن مباح قرار دیا اور صحابہ اور صحابہ زادوں کو قتل کیا۔ (نیز) اُس نے عبیداللہ بن زیاد سے امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرایا۔ ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں ایسے ایسے مفاسد پیش آئے جن کو نہ گنا جاسکتا ہے، نہ بیان کیا

جاسکتا ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یزید نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا کہ: اس کی حکومت مضبوط ہو، لیکن خدائے قاہر نے اسی کو عذاب میں پکڑ لیا۔ "فقصمه الله قاصم الجبابرة أخذه و اخذ عزيز مقتدر۔ (و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرىٰ وهي ظالمة، ان اخذه اليم شديد۔) "(البدایہ: ۸/ ۲۲۵) اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور وہ جابروں کی کمر کو ایسے ہی توڑتا ہے، اس کو ایسا پکڑا جو غالب اور قادر کی پکڑ ہوتی ہے، ہلنے تک نہ دیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی دکھ دینے والی ہے اور سخت ہے۔

مولانا! ان صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کے مقابلہ میں آپ ایک محمد بن حنفیہ کی بات، جو بے سند ہے، پیش کرتے ہیں؟ جس کی بات کو تمام اہل مدینہ نے رد کر دیا، وہ آپ کو پسند آ گئی.....!!" (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۹۳)

شبہ نمبر ۳: جناب نے (یعنی ابو ریحان عبدالغفور نے) حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے حوالہ سے یزید کا امہات، اولاد اور بہنوں، بیٹیوں تک زنا اور ترک نماز وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ (جب کہ شراب یہ سب کچھ کرا سکتی ہے) اور پوچھا ہے کہ اس کے باوجود بھی صحابہ اور اہل بیت نبوت نے اس کے خلاف خروج سے روکا، کیا اُن میں غیرت نہیں تھی؟

جواب: حضرت عبداللہ بن حنظلہ کا یہ بیان آخر ۶۲ ھ کا ہے اور عمرہ بنت عبدالرحمن، ابن عمرؓ، ابوسعیدؓ خدری، جابرؓ اور ابو واقد اللیثیؓ کا امام حسینؓ کو روکنا ۶۰ ھ میں ہے۔.....

"حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعید خدری نے ۶۰ ھ میں حضرت امام حسین کو روکا مگر یہ کہہ کر نہیں کہ: "یزید عادل اور صالح ہے۔" صرف اِس لیے کہ اس لڑائی میں فتنہ پہلے سے نہ بڑھ جائے۔ اور ۶۳ ھ میں یہ دونوں صحابہ کرام مدینہ منورہ میں ہی تھے، جب یزید نے حملہ کیا۔ اِن دونوں نے حضرت عبداللہ بن مطیعؓ اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ کی بیان کردہ چارج شیٹ کا نہ اِنکار کیا اور نہ ہی ان کو خلع

بیعت سے روکا۔ اس کے حملہ میں دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح یہ بھی روپوش ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۴) اس پر بھی یزیدی لشکر نے ان کو معاف نہیں کیا۔ حضرت ابوسعیدؓ خدری کا گھر بھی لوٹ لیا، بلکہ آپ کی داڑھی بھی نوچ لی۔ (وفاء الوفاء: ۱/ ۱۳۵)

حضرت ابو واقد اللیثی نے ۶۰ھ میں سیدنا حسین کو روکا، مگر یہ کہہ کر نہیں روکا کہ: ''یزید عادل اور صالح ہے۔'' بلکہ اِس لیے کہ آپ کے شہید ہونے کا خطرہ ہے۔ اور واقعہ حرہ میں یہ بھی مدینہ منورہ میں ہی تھے۔ کیونکہ ۶۶ھ تک یہ مدینہ منورہ میں رہے ہیں۔ ۶۷ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ۶۸ھ میں وہیں وصال فرمایا۔ (الاستیعاب) تو انہوں نے نہ عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ کی چارج شیٹ کا اِنکار کیا اور نہ ہی اہل مدینہ کو بیعت توڑنے سے روکا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام بھی آپ نے لیا ہے، مگر ان کے موقف کو جناب نے واضح نہیں فرمایا۔ جب یزید کی بیعت ہوگئی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ: ''اگر یہ اچھا ہوا ہے تو ہم خوش ہیں اور اگر بُرا ہوا ہے تو ہم صبر کریں گے۔'' (لسان المیزان: ۶/ ۲۹۴)

جناب نے یہ تو لکھا کہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ۶۰ھ میں سیدنا حسینؓ کو روکا۔ کیا یہ کہہ کر روکا کہ: ''یزید عادل اور صالح ہے؟'' ہرگز نہیں! مگر آپ نے یہ نہ بتایا کہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ: ''اہل عراق حالت احرام میں مکھی مارنے کا مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کر دیا تھا، جن کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ: حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میرے پھول ہیں۔'' (بخاری) واقعہ حرہ میں جب اہل مدینہ نے یزید کی چارج شیٹ سنائی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کی چارج شیٹ میں سے کسی ایک بات کی بھی تردید نہ فرمائی۔ اگر اس وقت انہوں نے کوئی تردید کر کے فرمایا ہوتا کہ: ''یزید عادل اور صالح خلیفہ ہے، اس پر شراب پینے، نماز چھوڑنے اور دیگر فاحشات میں ملوث ہونے کا الزام غلط ہے۔'' تو اس کا مستند حوالہ پیش فرمائیں۔

رہا حضرت عبداللہ بن عمر کا بیعت توڑنے سے روکنا، تو حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ فتنہ کے زمانہ میں جنگ وقتال کو ترک کردیا جائے، اگرچہ یہ ظاہر ہوجائے کہ ایک فریق حق پر ہے اور دوسرا باطل پر۔'' (فتح الباری: ۱۳/ ۴۰) اسی قسم کی رائے حافظ ابنِ کثیرؒ کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ''اہلِ مدینہ نے جب یزید کی بیعت توڑی اس وقت اہل مدینہ یزید سے بہت سخت عداوت رکھتے تھے، انہوں نے بھی یزید کے بارے میں یہ تو کہا کہ: وہ شراب خور ہے اور بعض گندے کام کرتا ہے، لیکن روافض کی طرح اس کو زندیق نہیں کہا۔ ''بل قد کان فاسقا، والفاسق لایجوز خلعه لأجل مایثور بسب ذلک من الفتنة، ووقوع الهرج، کما وقع فی زمن الحرة۔'' (البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۳۵) بلکہ تحقیق وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں جب فتنے اور قتل وقتال کا خوف ہو۔ جناب نے فریب کی انتہا کردی کہ: ۶۲ھ کے بیان کو رد کرنے کے لیے ۶۰ھ کے اقوال کا سہارا لیا۔ اور بدقسمتی کا یہ عالم کہ ایک بھی صحابی سے ۶۲ھ کی چارج شیٹ کی تردید نہ دکھا سکے۔'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۶۷)

شبہ نمبر ۴: مہتمم جامعہ یوسفیہ نے مناقب یزید میں لکھا کہ: یزید صحابہ کے ایک جم غفیر کا امام تھا۔

جواب: اس کے جواب میں مولانا محمد امین صفدرؒ لکھتے ہیں: ''میں نے یہ جملہ بار بار پڑھا، کیونکہ یہ یقین نہیں آتا تھا کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ایسی بے بنیاد بات لکھ سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کس مسجد میں اس کو امام رکھا ہوا تھا؟ ہاں مجبوراً کسی جہاد وغیرہ کے موقع پر نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے، جب وہ فاسق معلن ہوا، کسی ایک صحابیؓ کا بھی اس کے پیچھے با اختیار خود ایک نماز بھی ثابت نہیں۔ هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین؟'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۸۷)

شبہ نمبر ۵: مہتمم جامعہ یوسفیہ نے یزید کے فضائل ومناقب میں اس کے تابعی ہونے کا اور تابعین کے خیر القرون میں سے ہونے اور رضائے الٰہی کی بشارت کے مستحق ہونے کا ذکر کیا۔

جواب: اس کے جواب میں مولانا اوکاڑویؒ لکھتے ہیں: ''قرآن کی آیت بھی' حبِ یزید نے آپ کو بھلادی: ''والذین اتبعوا ھم باحسان''۔ میں تابعیت کے ساتھ ''نیکی'' کی شرط ہے اور جس کے فسق پر سب صحابہ اور ائمہ کا اجماع ہو وہ اس تابعیت میں کیسے آسکتا ہے؟'' (تجلیات: ۱/۵۸۷)

شبہ نمبر ۶: حدیث پاک میں قسطنطنیہ کے فاتح لشکر کے لیے مغفرت کا وعدہ ہے اور یزید اس لشکر میں شامل تھا۔ اس حدیث کی بنیاد پر جناب مہتمم جامعہ یوسفیہ نے یزید کے مناقب میں لکھا کہ: احتمالاً ہی سہی یزید مغفوریت موعودہ کا شرف رکھنے والا۔

جواب: مولانا اوکاڑوی لکھتے ہیں:

۱- ''مولانا! آپ کی تو حدیث پر وسیع نظر ہے، کیا ابو داؤد شریف کی یہ حدیث آپ کی نظر سے نہیں گذری: اسلم ابی عمران کہتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے جہاد کے لیے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت امیر جیش حضرت عبدالرحمان بن خالد بن ولید تھے، یہ عبدالرحمن بن خالد بن ولید ۶ھ میں حمص میں ہی وصال فرما گئے، یہ پہلا لشکر تھا۔ کیا آپ یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ اس میں یزید شامل تھا؟ ہرگز نہیں۔

۲- اور اگر حدیث کے خلاف اس تاریخی احتمال کو مان لیا جائے کہ اس لشکر میں جو تھے وہ سب مغفور لہم تھے اور اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ اَب آخر عمر تک ان کے خلاف زبان کھولنا یا ان کو فاسق کہنا حدیث نبوی کی مخالفت ہے اور ائمہ اہلِ سنت میں سے کسی نے یہ مطلب نہیں لیا، خود آپ کے امام عادل کو بھی یہ مطلب نہیں سوجھا۔

۳- مولانا! آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا حسینؓ بھی اسی لشکر میں شامل تھے، آپ کے امام عادل (یزید) نے ان کو جس بے دردی سے شہید کروایا وہ ڈھکی چھپی بات نہیں، اگر مغفور لہم کو فاسق کہنا اس حدیث کی مخالفت ہے تو اس لشکر میں شامل ہونے والے کو شہید کروانا اِس حدیث پر ایمان ہے؟

۴- مولانا! آپ جانتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی اس لشکر میں شریک تھے اور مغفور لہم کے وعدہ میں شامل تھے، مگر آپ کے امام عادل انہیں ملحد قرار دیتے

ہیں، ان کو حرم میں بھی معاف نہیں کرتے، ان کے لیے حرمِ پاک گراتے ہیں اور جلاتے ہیں، مدینہ منورہ پر جب حملہ کیا وہاں بھی کئی صحابی اور تابعین موجود تھے جو اس لشکر میں شریک تھے اور مغفورلہم کے وعدہ کے مصداق تھے، مگر آپ کے امام عادل نے مدینہ میں بھی معاف نہیں کیا، ان کی جان و مال کو مباح قرار دے دیا۔

۵- مولانا! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ: اس جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی شریک تھے، وہ آپ کے امام عادل کو کیا خط لکھ رہے ہیں، لکھتے ہیں: ''تو نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ابن زبیرؓ سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں ایسا بالکل نہیں ہوسکتا، نہ تمہاری خوشی ہمیں مطلوب ہے اور نہ تمہارا اعزاز، اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسینؓ اور جوانانِ عبدالمطلب کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے۔ تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو آغشتہ بخون ایک کھلے میدان میں اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا، وہ چھینا جاچکا تھا، پیاس کی حالت میں انہیں قتل کیا گیا اور بغیر کفن، بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا۔ ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے بجو باری باری ان کی لاشوں پر آتے جاتے رہے، تا آنکہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ تھے۔ ان لوگوں نے آکر ان کو کفن دیا اور دفن کیا۔ حالانکہ بخدا انہیں کے طفیل تمہیں یہ عزت ملی ہے، اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے، اَب میں خواہ سب چیزیں فراموش کردوں مگر اس بات کو فراموش نہیں کرسکتا کہ تو نے ہی حسینؓ کو مجبور کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم سے حرمِ الٰہی میں پہنچایا پھر تو اپنے سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل لگا رہا تا آنکہ ان کو عراق کی طرف روانہ کرکے چھوڑا۔ چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو دھڑکا لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جالیا۔ یہ سب کچھ تو نے خدا، رسول اور اہلِ بیت کی عداوت میں کیا، جن سے

اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کر کے ان کو خوب پاک اور صاف کر دیا تھا۔ حسینؓ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیش کش کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی، مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں تو ان کے خاندان کا استحصال کیا جاسکتا ہے، موقع کو غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف باہم تعاون کر کے اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا تم مشرکوں اور کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو۔ بس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ کیا تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے، حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو میرے انتقام ہدف ہے اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج تو نے ہم پر فتح پالی ہے ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر فتح پا کر رہیں گے۔'' (الکامل فی التاریخ: ۲/ ۶۰۴)'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۹۰)

۶- مغفورلہم والی بشارت کے مستحق وہی شرکاء جہاد ہوں گے جو ان صفات پر قائم رہیں، بشارت کے وقت جو ان میں صفات مرضیہ، صفات حسنہ تھیں۔ اور اگر بعد میں وہ ان صفات سے عاری اور خالی ہو گئے۔ ان صفات سے نکل گئے تو وہ اس بشارت سے بھی نکل جائیں گے اور وہ اس شہادت میں شامل نہ رہیں گے، چونکہ یزید اس بشارت کے بعد فحش قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا۔ اس لیے وہ مغفورلہم کی بشارت سے نکل گیا۔

مولانا! اگر شرکاء بشارت میں سے بعد میں کوئی مرتد ہو جائے تو کیا پھر بھی وہ بشارت کا مستحق رہ جائے گا؟ (عمدۃ القاری، ارشاد الساری، وغیرہ)

۷- یزید اس بشارت میں تب شامل ہوگا جب اس جہاد میں اس کی شرکت مخلصانہ ہو اور اگر اس کی شرکت جبری ہو تو ممکن ہے وہ اس بشارت میں شامل نہ ہو جب کہ اس جہاد میں یزید کی شرکت قہری و جبری تھی، چنانچہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ لکھتے ہیں کہ: ''۴۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد کے لیے ایک بڑا لشکر بلادِ روم کی طرف روانہ کیا، اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوفؓ کو مقرر فرمایا۔ اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیل حکم میں سستی کی اور

معذرت کردی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اسے رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں کچھ لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے، جن کا ترجمہ ہے: مجھے کچھ پروا نہیں کہ روم میں مسلمانوں کے فوجی کیمپ ''غدقدونہ'' میں مسلمانوں کو چیچک اور بخار کا سامنا ہے، جبکہ میں دیر مران میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے ام کلثوم ہے۔'' ام کلثوم یزید کی بیوی (اور) عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہ کو جب اُس کے اِن اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو قسم دے کر بتاکید کہا کہ: اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ بھی گرفتار ہو۔ اَب جو یہ روانہ ہوا تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہ کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کردیا۔ اور اسی لشکر میں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی تھے۔ اور عبدالعزیز بن زرارہ کلابی بھی! چنانچہ یہ لوگ بلادِ روم میں گھستے ہی چلے گئے، تا آنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ جا پہنچے۔ (اِس غزوہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے۔) (کامل ابن الاثیر: ۲/۴۷۹)'' (تجلیاتِ صفدر: ۱/۵۶۹) اِس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ: اِس غزوہ میں بڑے لشکر کے امیر سفیان بن عوفؓ تھے۔ اور اِس ذیلی لشکر کا امیر یزید تھا۔ اور شاید امارت کی ذمہ داری موصوف کے سر اِس لیے ڈال دی کہ: خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ام کلثوم کی مقناطیسی کشش اس کو کھینچ لے!

۸- نبی کریم ﷺ نے ام ملحانؓ کے گھر میں دومرتبہ خواب دیکھا کہ ایک جماعت دریا میں جہاد کر رہی ہے، اور اُن کے لیے مغفرت کی بشارت ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمدؒ مدنی حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ سے جواب نقل کرتے ہیں: ''اِس دوسرے خواب کا مصداق یزید اور اُس کے ساتھی نکلے، جیسا کہ تاریخ جاننے اور اَحادیث پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح بیعۃ الرضوان میں منافقین شریک ہوئے اور نفاق کی وجہ سے اِس بشارت (یعنی)

اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے محروم ہوگئے۔ یزید بھی اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ سے اِس بشارت کی فضیلت سے محروم ہوگیا۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام: ۱/ ۲۵۲، مکتوب: ۸۹)

شبہ نمبر ۷: مہتمم جامعہ یوسفیہ نے امام ابو حنیفہ کو طرف فسق یزید کے بارے توقف کی نسبت کی، لکھتے ہیں: ''ہمارے امام فقیہ الامۃ رحمہ اللہ کی دور بین نگاہ نے اس لئے توقف کا راستہ دکھایا ہے۔''

جواب: اس کے جواب میں مولانا محمد امین صفدرؒ لکھتے ہیں: ''آپ کا یہ فقرہ ہمارے امام الخ پڑھ کر مجھے خود توقف ہوا کہ ایسی بے بنیاد باتیں اَن پڑھ واعظوں کا شیوہ تو ہوسکتی ہیں مگر ایک شیخ الحدیث اور وسیع النظر کو اسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ آپ تو اتفاق اور اختلاف کے مقامات کو جانتے ہیں۔ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: ''ان أهل السنة والجماعة اختلفوا في تكفير يزيد بن معاوية۔ اہل السنۃ والجماعۃ میں یزید کی تکفیر میں اختلاف ہے بعض (نے) کافر (کہا) اور بعض (نے) مسلم۔ پھر لکھتے ہیں: ''وعلى القول بأنه مسلم فهو فاسق شرير سكير جائز۔'' اور جو اس کو مسلمان کہتے ہیں وہ اس کو فاسق، شریر، نشہ کرنے والا اور ظالم کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں: ''وبعد اتفاقهم على فسقه اختلفوا في جواز لعنه باسمه۔'' (الصواعق المحرقہ: ۲۲۲) یعنی اس کے فاسق ہونے پر تو اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اِس بارہ میں امام صاحب کا توقف کا قول ملتا ہے۔ فسق میں آپ کا توقف کا قول ہماری نظروں سے نہیں گزرا۔ اگر لعن والے قول کو یہاں چسپاں کرتے ہو تو: يحرفون الكلم عن مواضعه۔ سے توبہ لازم ہے اور اگر کوئی مفتی بہ قول فسق میں توقف کا ہے تو ضرور پیش کریں۔ (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۹۰)

شبہ نمبر ۸: یزیدی لوگ کہتے رہتے ہیں کہ: طبری اور البدایہ میں لکھا ہے کہ: حضرت حسینؓ نے کہا تھا کہ: مجھے یزید کے پاس جانے دو، تاکہ میں اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے دوں۔

جواب: اس کے جواب میں مولانا محمد امین صفدرؒ لکھتے ہیں: ''میں آپ

کے (یعنی مولوی ضیاء الرحمان ہزاروی کے) سامنے اصل عربی عبارت رکھ دیتا ہوں، یہ آپ تلاش کر دیں کہ آپ کی تحریر کس عبارت کا ترجمہ ہے؟

(۱)- ہانی بن ثبت الحضرمی جو عمرو بن سعد اور امام حسینؓ کی گفتگو کے درمیان امام حسینؓ کے نمائندہ تھے، فرماتے ہیں کہ: کافی رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں،

"حتی ذهب من الليل حذيع، ثم انصرف كل واحد منهما الى عسكره بأصحابه، وتحدث الناس فيما بينهما ظناً يظنون أن حسيناً قال لعمرو بن سعد: اخرج معي الى يزيد بن معاوية رضی اللہ عنہ وندع العسكرين۔" (طبری: ۳۲۳/۴)

"فتكلما طويلاً حتى ذهب هذيع من الليل، ولم يدر أحد ما قالا، ولكن ظن بعض الناس أنه سأله أن يذهب معه الى يزيد بن معاوية رضی اللہ عنہ الى الشام ويترك العسكرين متواقفين۔" (البدایہ والنہایہ: ۱۷۷/۸) یہ سارا قصہ ۲/محرم جمعرات کا ہے۔ (البدایہ: ۱۷۶/۸) دس (۱۰) محرم جمعہ کو جب قیس بن الاشعث نے کہا: آپ ابن زیاد کی بات مان لیں! تو فرمایا: "لا والله لا أعطيهم بيدي عطاء الأصل ولا أقر اقرار العبيد، عباد الله! انی عذت بربی وربكم أن ترجمون۔ أعوذ بربی وربكم من كل متكبر لا يؤمن بيوم الحساب" (الکامل: ۵۶۲/۲)

(۲)- عقبہ بن سمعان کی روایت: "قال لقد صحبت الحسين رضی اللہ عنہ من مكة الى حين قتل: والله ما من كلمة قالها في موطن الا وقد سمعتها، وانه لم يسأل أن يذهب الى يزيد فيضع يده الى يده ولا أن يذهب الى الثغور، من ثغر، ولكن يطلب منهم أحد أمرين: اما أن يرجع من حيث جاء، واما يدعوه يذهب في الأرض العريضة حتى ينظر ما يصير أمر الناس اليه۔" (البدایہ: ۱۷۷/۸، طبری: ۳۱۳/۴)

(۳)- عمار دہنی شیعہ کی روایت: "قال له الحسين رضی اللہ عنہ: اختر واحدة من ثلاث، ام أن تدعوني فانصرف من حيث جئت، واما أن تدعوني فأذهب الى يزيد، واما أن تدعوني فألحق بالثغور، فقبل ذلك عمر۔ فكتب اليه عبيد الله بن زياد: لا ولا كرامة حتى يضع يده في يدي۔ فقال الحسين رضی اللہ عنہ: لا! والله لا يكون ذلك أبداً،

فقاتله، فقتل أصحاب الحسين رضی اللہ عنہ كلهم، وفيهم بضعة عشر شابا من أهل بيته۔" (البدایہ والنہایہ: ۸/۱۹۹۔طبری: ۴/۲۹۲)

ان تین روایتوں میں سے پہلی روایت میں صراحت ہے کہ: لوگوں نے محض اپنے ظن اور خیال سے یہ بات پھیلا دی ہے۔

دوسری روایت میں شدید اِنکار ہے کہ سیدنا حسینؓ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ: میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دوں گا۔

اور تیسری روایت کا راوی عمار دہنی شیعہ ہے۔ اگر حضرت علیؓ حضرت حسینؓ، حضرات اہل بیتؓ کے فضائل ومناقب میں شیعہ راوی کی تاریخی روایات بھی قابل قبول نہیں تو یہ روایت بھی مقبول نہ ہونی چاہیے۔ علاوہ ازیں اس روایت میں بھی یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کا ذکر نہیں، اور جب عبید اللہ بن زیادہ نے کہا کہ: آپ کو تب اعزاز واکرام حاصل ہوگا جب آپ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھ دیں گے۔ تو حضرت حسینؓ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

(۴)- چوتھی روایت جس کو یزیدی حضرات بطور دلیل ذکر کرتے رہتے ہیں، اس کا راوی ابومخنف ہے جو خود یزیدیوں کے قول کے مطابق غالی شیعہ، جلا بھنا شیعہ ہے۔ اس کی روایت یزیدیوں کے نزدیک غیر معتبر اور مردود ہے۔ لیکن ہائے یزید کی محبت کہ اس کے دفاع میں متعصب غالی شیعہ کی روایت کو دلیل بناتے ہیں۔ پھر اس کا استاد مجالد بن سعید کذاب ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۶/۳۶۱)

روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ: حضرت حسینؓ اور عمرو بن سعد کے دو تین مرتبہ تنہائی میں مذاکرات ہوئے تو عمر بن سعد نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا ہے اور اتفاق ہوگیا ہے۔ حسینؓ نے مجھے کہا ہے کہ: میں جہاں سے آیا ہوں، وہاں واپس چلا جاتا ہوں یا کہیں سرحدوں کی طرف چلا جاتا ہوں۔

الا یہ کہ "أن يأتيني يزيد امير المؤمنين، فيضع يده في يده، فيرى فيما بينه وبينه رأيه۔" (طبری: ۴/۳۱۳)

یہ آپ کے سامنے چاروں روایات ہیں، اِن میں سے کسی میں بھی آپ کی بات صحیح یا حسن سند کے ساتھ ثابت نہیں، اس لیے شیخ محمد الخضری المصری لکھتے ہیں: "ولیس بصحیح أنه عرض علیهم أن یضع یده فی ید یزید۔" محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ: ۱۶۸۔ (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۵۳، تا ۵۵۵، بتغیر)

شبہ نمبر ۹: یزید کو ملعون مردود اور پلید کہہ کر حضرت معاویہؓ یہ اور اکابر صحابہؓ کے بارے میں عامۃ الناس کے اذہان کو سوئے ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔

جواب: مناظر اعظم فرماتے ہیں:

۱- تقریباً ۱۴۰۰ سال تک اہل السنۃ والجماعۃ کا فسق یزید پر اجماع رہا، ذرا اسلامی لٹریچر سے دکھائیں کہ اس فسق یزید کے قول سے کتنے عوام صحابہ کرام سے بدظن ہوئے؟

۲- کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں؟ کہ سیدنا معاویہؓ یا کسی اور صحابی کے مشورہ سے یزید نے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرایا تھا۔

۳- مدینہ منورہ پر حملہ کرنے میں کون سے صحابی کا مشورہ شامل تھا؟۔

۴- حرم کعبہ پر گولے برسانے میں کس صحابی کا مشورہ شامل تھا؟۔

۵- کسی ایک صحابی نے ان کاموں میں یزید کو عادل اور صالح قرار دیا ہو تو نام بتادیں۔

مناظر اعظم فرماتے ہیں: سیدنا معاویہؓ کی حیات میں اس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں یزید نے نہ کی تھیں، تو امیر معاویہؓ پر کیا اعتراض؟۔ بالفرض اس وقت کسی درجے میں فاسق تھا تو کسی شرعی مصلحت کے لیے فاسق کی تولیت اور امارت فتنہ سے بچنے کیلئے کسی فاسق کی بیعت کس اصول اہل سنت کے موافق گناہ ہے؟ ذرا واضح فرمائیں۔

شبہ ۱۰: بعض علماء نے یزید کی تعریف کی ہے، اور یزید کا دفاع کیا ہے، جیسے امام غزالی وغیرہ۔

جواب: ۱- جب یزید کے فسق پر جمہور علمائے امت کا اجماع ہے تو اس کے مقابلہ میں شاذ قول کا اعتبار نہ ہوگا۔

۲- تعریف بایں معنی ہے کہ یزید کافر نہیں، مسلمان ہے، اس پر نام لے کر

لعنت کرنا جائز نہیں، یہ بھی صالحیت کا ایک درجہ ہے، لیکن اس درجہ صالحیت کے ثابت کرنے سے اور جوازِ لعن کی نفی کرنے سے یزید سے ''عملی فسق'' کی نفی نہیں ہوتی۔

دفاع حضرت حسینؓ و ہم نوا صحابہ کرامؓ:

عصر حاضر کے نانوتوی مولانا محمد امین صفدرؒ (مولانا محمد امین اورکزئی) مہتمم جامعہ یوسفیہ کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں:

۱..... ''موقر رسالہ ''الخیر'' میں محرم کے شمارہ میں اِس عاجز کا ایک مضمون سیدنا حسینؓ کے عنوان سے شائع ہوا، ظاہر ہے کہ امام مظلوم کی سیرت میں آپ کی شہادت کا واقعہ بھی آنا تھا۔ یہاں آپ کا ٹکراؤ یزید کی حکومت سے تھا، اَب یہاں دو ہی راستے ہوسکتے تھے: (۱) ایک یہ کہ یزید کو خلیفہ عادل و صالح مان لیا جائے اور اس کے مخالفین کو فاسق اور باغی تسلیم کرلیا جائے۔ (۲) یا مخالفین یزید کو عادل و صالح مان لیا جائے اور یزید کو فاسق کہہ دیا جائے۔

یزید کے مدِ مقابل کون تھے۔

۱- سیدنا حسینؓ جو صحابی بھی ہیں، اہل بیت بھی ہیں اور نوجوانانِ جنت کے سردار بھی ہیں۔ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے مطابق محبوبِ خدا، محبوبِ مصطفیٰ اور محبوبِ اُمت محمد مصطفیٰ بھی ہیں)

۲- مدینہ منورہ کے صحابہ کرامؓ جن میں مہاجرین اور انصار شامل تھے۔ اور مدینہ منورہ کے جلیل القدر تابعین باحسان رحمہم اللہ

۳- اور نواسہ صدیق اکبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اہل مکہ جن میں اُس وقت صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام رحمہم اللہ تھے۔

اَب اگر ہم پہلا راستہ اختیار کر کے یزید کو عادل اور صالح کہتے ہیں اور سیدنا حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان سب مہاجرین و انصار صحابہ کو باغی اور فاسق قرار دیں تو یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے بنیادی عقیدہ عظمتِ صحابہ اور عدالتِ صحابہ کے خلاف ہے۔ کوئی اہل السنۃ والجماعت یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا۔ اِس لیے میں نے بھی اپنے مضمون میں دوسرا راستہ اختیار کیا، کیونکہ عظمتِ صحابہ کرام اور عدالت

صحابہ کرام پر کتاب وسنت اور اجماع کی نصوص مثل آفتاب نیم روز (اور مثل) ماہتاب نیم ماہ کے روشن ہیں۔ اور تاریخ کی باتیں اُس وقت تک قابل قبول ہوں گی جب تک وہ کتاب وسنت اور اِجماعی عقائد سے نہ ٹکرائیں۔ اِس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فسق یزید کا مسئلہ محض ''تاریخی مسئلہ'' نہیں بلکہ اس کے ساتھ عظمت صحابہ کا تعلق ہے جو ''عقائد کا مسئلہ'' ہے۔'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۸)

دوسرے مقام میں لکھتے ہیں: ''سیدنا امام حسینؓ کے اِس خروج کی بنیاد یزید کا فسق وفجور تھا اور ان کی تحریک کی بنیاد خلافتِ عادلہ کا اقدام تھا۔ وہ خدانخواستہ ایک غیر اسلامی چیز یعنی نسلی تعصب کی بناء پر مدعی خلافت نہ تھے۔''

(تجلیات صفدر: ۱/ ۵۴۵)

۲..... ''ہاں! یہ فرمائیں کہ اگر واقعی یزید عادل اور صالح تھا، تو اُس کے خلاف سیدنا امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے خروج کا کیا حکم ہے؟ کیا یزید کو عادل اور صالح مان کر آپ امام حسینؓ کو فسق سے بچا سکتے ہیں؟ اگر یزید عادل تھا تو سات سو مہاجرین وانصار اور دس ہزار دیگر اہل مدینہ نے جو اس کی بیعت کو توڑ کر جانیں تک قربان کر دیں اور سینکڑوں صحابہ تابعین روپوش رہے، کیا آپ ان جلیل القدر صحابہ کو فسق کے فتویٰ سے بچا سکتے ہیں؟ آپ خود سوچیں کہ ان سب کو فاسق کہنا عظمت صحابہ کے موافق ہے یا عظمت صحابہ کے تحفظ کے لیے ایک یزید کو فاسق کہہ دینا بڑا جرم ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور تمام اہل مکہ نے صالح اور عادل کی بیعت توڑ کر نیکی کی یا گناہ؟ آپ ان سب کو جن میں صحابہ اور تابعین رحمہم اللہ ہیں فاسق قرار دیتے ہیں۔ اَب آپ ہی فرمائیں کہ ایک یزید کو عادل کہنے سے کتنے صحابہ، جلیل القدر تابعینؒ اور اہلِ بیت کو فاسق کہنا لازم آتا ہے؟ ناموس صحابہ کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ اس کو فاسق مان لیا جائے۔ آخر میں عرض ہے کہ اگر کوئی جملہ سخت نکل گیا ہو تو درگزر فرمائیں۔ اور غور فرمائیں کہ ناموس صحابہ کے تحفظ کے لیے کون سا راستہ درست ہے، حضرت بنوریؒ اور اکابر والا یا آپ کا؟'' (تجلیات صفدر: ۱/ ۵۹۴)

(۳).....وفدِ مدینہ کی رپورٹ جو تجلیاتِ صفدر (۱/ ۵۹۲) میں درج ہے اور ''احوالِ یزید'' میں ہم درج کر چکے ہیں۔

نیز حضرت عبداللہ بند حفظہ کا مدینہ منورہ میں حلفیہ اعلان: ''واللہ ما أخرجنا علی یزید حتی خفنا أن نرمی بالحجارۃ من السماء، ان کان رجلا ینکح امہات الأولاد والبنات والأخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوۃ۔'' (تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۸۷، بحوالہ: الصواعق المحرقہ: ۲۲۱) خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں نکلے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اَب نہ اُٹھنے سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔ یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی اُن لونڈیوں سے صحبت کرتا ہے جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی ہے۔ اور بیٹیوں اور بہنوں سے بھی صحبت کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے اور نمازیں نہیں پڑھتا۔

اور ام الخبائث (شراب) کے عادی شخص سے ایسے قبیح اور فحش ترین اَفعال کا صدور ممکن ہے، بعید اَز عقل وقیاس نہیں۔ صحابہ کرام کے اِن بیانات سے اِس بات کی تائید وتاکید ہوجاتی ہے کہ سیدا شباب اہل الجنۃ' ریحانۃ الرسول حضرت حسین کے خروج کی بنیاد نسلی تعصب یا حبِ جاہ، ہوسِ اقتدار نہ تھی، بلکہ اُنکا مقصود تھا: فاسقانہ حکومت کا خاتمہ اور عادلانہ حکومت کا قیام!

صحابہ کرام کی دو جماعتوں کا دفاع:

اس کی تفصیل سے قبل ایک مختصر مسئلہ ذہن نشین کرلیں! اگر خلیفہ وقت ایسے فسق کا مرتکب ہو جس کا اثر اس کی ذات تک محدود ہو تو اس کی وجہ سے وہ معزول نہیں ہوتا، لیکن وہ اِس لائق ہے کہ اس کو معزول کردیا جائے۔ اور اس کے لیے شرط یہ ہے کہ معزول کرنے والی شخصیت ذی شوکت ہو یعنی اس کے پاس اتنی قوت وطاقت ہو کہ بغیر کسی بڑے قتل و قتال کے اور امت میں انتشار وقتل وغارت کے بغیر اس کو معزول کرنا ممکن ہو۔

(۱) چنانچہ مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں: ''القسم الرابع: أن یرتکب السلطان فسقاً مقتصراً علی نفسہ، کالزنا وشرب الخمر۔ وحکمہ: أن لا ینعزل

ولكنه يستحق العزل؛ فعلى الأمة أن تعزله، الا أن تترتب على العزل فتنة۔" (تکملہ فتح الملہم: ۳/۳۲۹) اگر بادشاہ ایسے فسق کا مرتکب ہو جس کا اثر اس کی ذات تک محدود ہو تو وہ اس سے معزول نہیں ہوتا لیکن وہ معزول کر دیئے جانے کا مستحق ہے، پس اُمت پر اس کو معزول کرنا لازم ہے، اِلّا یہ کہ اس پر فتنہ واقع ہونے کا خطرہ ہو۔

(۲) حدیث میں ہے: یفر بدینه من الفتن۔ آدمی اپنے دین کی حفاظت کے لیے فتن سے بھاگتا ہے، یعنی معاشرہ سے جدا ہو کر اپنے دین و ایمان کو بچاتا ہے۔

اِس حدیث کے تحت علامہ عینی استنباطِ فوائد میں لکھتے ہیں: "فيه فضل المعزلة في ايام الفتن الا اين يكون الانسان ممن له قدرة على ازالة الفتنة فانه يجب عليه السعي في ازالتها اما فرض عين واما فرض كفاية بحسب الحال والامكان۔ (عمدة القاری: ۱/ ۲۶۳، باب من الدين الفرار من الفتن) اس حدیث میں فتنوں کے زمانہ میں معاشرہ سے جدا ہو جانے کی فضیلت ہے، لیکن وہ آدمی جس کو فتنہ کے خاتمہ کی قدرت حاصل ہو، اس پر فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو ختم کرنے کی کوشش کرے، اگر چند افراد سے ختم ہو سکتا ہو تو فرض کفایہ ہے اور اگر فتنہ اتنا قوی اور سخت ہو کہ اجتماعی قوت سے ختم ہو سکتا ہو تو فرض عین ہے۔

(۳) مشکوۃ شریف میں حضرت عقبہ بن مالکؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذا بعثت رجلا فلم يمض لامري ان تجعلوا امكانه من يمضي لامري۔" (مشکوۃ: ۲/ ۳۳۴، کتاب الجہاد، فصل ثانی)

جب میں کسی آدمی کو (امیر بنا کر) کسی کام کے لیے بھیجوں اور وہ میرے حکم کے خلاف کرے تو تم خود اس کی جگہ ایسا آدمی مقرر کر لو جو میرے حکم کو پورا کرے۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری ابن الملک کے حوالے سے لکھتے ہیں: "اى فاعزلوه واجعلوا مكانه اميرا آخر يتمثل امري، وعلى هذا اذا ظلم الامير رعيته ولم يقم بحق حفظهم جاز ان يعزلوه ويقيموا غيره مكانه۔" (مرقاۃ: ۷/ ۴۰۹)

اس (نااہل) امیر کو معزول کر دو اور اس کی جگہ ایسا امیر مقرر کرو جو میرے حکم

کی پیروی کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امیر اپنی رعایا پر ظلم کرے اور ان کی حفاظت کا حق ادا نہ کرے تو اس ظالم امیر کو معزول کر کے اس کی جگہ کسی عادل کو امیر مقرر کرنا جائز ہے۔

(۴) "پس از انتقال اوشاں یزید پائے خود از شکم بر آوردہ بقام و دست بجان سپرد اعلان نمود ترک صلوۃ داد بحکم بعض مقدمات سابقہ قابل عزل گردید" (مکتوبات شیخ الاسلام: ۱/ ۲۵۳) حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید نے ہاتھ پیر پھیلائے اور دل و جان سے بُرائی میں لگ گیا، بُرائی اعلانیہ شروع کر دی، نماز چھوڑ دی اس بناء پر وہ معزول کر دینے کے لائق ہو گیا۔

اَب مولانا محمد امین صفدرؒ کی بات مَلاحظہ کیجیے! جس میں مولانا موصوف نے ایک علمی مشکل کو بھی حل کیا ہے اور صحابہ کرامؓ کی دونوں جماعتوں کا بھرپور دفاع بھی کیا ہے۔ اور اِس سوال کا بھی علمی جواب دیا ہے کہ: اگر یزید کے خلاف خروج کے جواز کی کوئی وجہ نہ تھی تو حضرت حسینؓ نے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ نے کیوں خروج کیا؟ اور اگر بوجہ فسقِ یزید خروج کرنا لازم تھا تو بعض صحابہ کرام نے حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا اِس خروج میں ساتھ کیوں نہ دیا؟ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا امین صفدرؒ لکھتے ہیں:

"جب یزید بادشاہ بن بیٹھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اختلاف ہوا۔ مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں: "لما حدث فی یزید ما غدث من الفسق، اختلفت الصحابۃ رضی اللہ عنہم حینئذ فی شانہ۔" (۔۔۔۔۔۔۔) یعنی جب یزید میں فسق و فجور ظاہر ہوا، اُس وقت صحابہ میں اس کے بارے میں اختلاف رائے ہوا۔

یاد رَہے! اِختلاف اِس میں نہیں ہوا کہ: یزید فاسق ہے یا نہیں! کیونکہ اُس کا فسق اَب محتاجِ بحث مسئلہ نہ تھا۔ اِختلاف اِس میں تھا کہ اس فاسق کے بارہ میں کیا طریق کار اختیار کیا جائے؟ پس صحابہ کی (دو جماعتیں ہو گئیں:)

۱- ایک جماعت یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کے فسق و فجور کی

وجہ سے بیعت توڑنے کی قائل تھی، جن کے سربراہ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔

۲-صحابہؓ کی دوسری جماعت خروج کی منکر تھی، اِس لیے نہیں کہ اُن کو یزید کے فاسق ہونے میں شک تھا، بلکہ اِس لیے خروج سے منکر تھی کہ اِس سے فتنہ اُٹھے گا اور قتل وقتال ہوگا۔

پھر حالات بھی ایسے نہیں تھے (یعنی قوت وشوکت حاصل نہیں تھی) کہ یہ دعوت پوری ہو۔ صحابہ کرام کی اِس جماعت نے اسی فتنہ وفساد کے خوف سے یزید کے خلاف خروج سے احتراز کیا اور یہ صحابہ کرامؓ یزید کی ہدایت اور اس سے مسلمانوں کی نجات کے لیے دعا کرنے میں مشغول ہوگئے۔ اِن صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے حضرت حسینؓ کو بھی مشورہ دیا کہ: آپ خروج نہ فرمائیں۔ مگر یہ کہہ کر نہیں کہ: ''یزید فاسق نہیں۔'' بلکہ اِس لیے منع کیا کہ: ''جن اہلِ کوفہ پر آپ بھروسہ کررہے ہیں وہ منافق ہیں۔'' علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

''یہ سب حضرات (دونوں فریق) مجتہد تھے، اِن میں سے کسی پر نکیر کرنا جائز نہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ: ان سب حضرات کا نصب العین صرف نیکی اور حق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اقتداء کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔''.....

یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانوں میں فتنہ وفساد سے بہت ڈرتے تھے، حافظ ابن کثیرؒ محدث لکھتے ہیں: ''اصحاب بدر میں سے کچھ صحابہ شہادتِ عثمانؓ کے بعد اپنے گھروں میں ایسے بیٹھے کہ پھر وہ قبروں کی طرف ہی گھروں سے نکلے۔'' (البدایہ: ۷/ ۲۵۴) خود محمود عباسی بھی ''اتمام الوفاء'' کے حوالہ سے لکھتا ہے: ''اس زمانہ میں صحابہ کرام کی کثیر تعداد، حجاز، شام، بصرہ، کوفہ، مصر میں موجود تھی، ان میں سے کوئی بھی یزید کے خلاف نہ خود کھڑا ہوا نہ حسینؓ کے ساتھ۔ اور نہ انہوں نے یزید کے ساتھ ہوکر قتال کیا بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے۔'' (تحقیق مزید: ۲) صاف معلوم ہوا کہ: جو صحابہؓ یزید سے نہیں لڑے،

وہ یزید کو فتنہ ہی سمجھتے تھے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ: ''کسی ایک صحابی نے بھی سیدنا حسینؓ کو اِس خروج میں گناہ گار قرار نہ دیا۔'' (ص:۱۸۰)

مؤرخ ابن خلدون یہ بھی لکھتے ہیں کہ: ''سیدنا حسینؓ اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ ان میں یہ اہلیت جیسی وہ سمجھتے تھے، ویسی ہی تھی، بلکہ اُس سے بھی زیادہ تھی۔'' (ص:۱۸۱) نیز فرماتے ہیں: ''دوسرے صحابہ کرامؓ (جنہوں نے خروج نہ کیا۔) شیعانِ کوفہ کو منافق جانتے تھے، اِس لیے ان (کوفیوں) کو ذی شوکت نہیں مانتے تھے۔ امام حسینؓ ان کو قوت سمجھتے تھے۔ اِس بارے میں دوسرے صحابہ کرامؓ کا اندازہ صحیح نکلا، اور سیدنا حسینؓ کا اندازہ صحیح نہ نکلا۔ لیکن یاد رہے کہ: یہ ایک دنیوی اُمر میں اندازہ کی غلطی تھی، جس سے دین میں کوئی نقصان نہیں۔'' (ص:۱۸۱) اور یہ طے شدہ بات ہے کہ مجتہد اگر معصوم نہیں ہوتا تو مطعون بھی نہیں ہوتا، وہ ہر حال میں ماجور ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ: ''حضرت حسینؓ سے یزید کا قتال اُس کی اُن حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے جو اُس کے فسق کو اور پختہ کر دیتی ہے۔ ہاں! حضرت حسینؓ شہید تھے۔ اللہ کی طرف سے اجر وثواب کے مستحق ہوئے۔ وہ برحق تھے اور اپنے اجتہاد پر عامل (تھے)'' (ص:۱۸۰)'' (تجلیاتِ صفدر:۱/ ۵۴۴، تا ۵۴۶)

ناصبیوں اور یزیدیوں سے چند سوالات:

محقق العصر ترجمان اہل سنت دیوبند حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے اپنے مضامین اور دروس میں ناصبیوں اور یزیدیوں سے چند سوالات کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

سوال ۱: یزیدی ملتان کے ہوں یا لاہوری، وہ ''خلافتِ معاویہ و یزید'' نامی کتاب (مؤلفہ ناصبی یزیدی محمود احمد عباسی) کی خوب ترغیب دیتے ہیں اور خوب پرچار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کتاب میں حضرت حسینؓ کی صحابیت کا اِنکار کیا گیا ہے۔ کیا آپ لوگ بھی منکر ہیں؟

سوال ۲: ''خلافتِ معاویہ و یزید'' جو آپ لوگوں کی محبوب ترین کتاب ہے:

اُس میں حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ''اہل بیت'' ہونے کا انکار کیا گیا ہے۔ کیا آپ بھی ان حضرات کے اہلِ بیت ہونے کے منکر ہیں؟

سوال ۳: آپ لوگوں کی محبوب کتاب ''خلافتِ معاویہ و یزید'' میں حضرت علیؓ کی خلافت کے انعقاد اور اس کے خلافتِ راشدہ ہونے کا انکار کیا گیا ہے، کیا آپ بھی اِس کے منکر ہیں؟

اگر آپ اِن تین اُمور کے منکر نہیں تو آپ لوگوں نے اِس کے خلاف آواز کیوں نہیں اُٹھائی اور اس کتاب کا پرچار کیوں کرتے ہیں؟ بلکہ فروخت کے لیے اِس کا سٹاک کیوں رکھتے ہیں؟ کتاب ملنے کے پتہ جات میں ایک پتہ یہ بھی درج ہے:

''ملتان: مکتبہ نادیۃ الادب الاسلامی۔ ۲۳۲ رکوٹ تغلق شاہ ملتان''

سوال ۴: کتاب ''خلافتِ معاویہ و یزید'' میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے فضائل و مناقب کی نفی اور تردید ہے، جب کہ یزید کے فضائل و مناقب اتنے بیان کیے گئے ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے ان حضرات کے نزدیک حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ سے یزید افضل ہے، اور ان سے زیادہ خوبیوں اور کمالات کا حامل ہے۔ حتیٰ کہ جن راویوں اور جن کتابوں کے غیر معتبر ہونے کی وجہ سے فضائل علیؓ اور مناقبِ حسینؓ، مناقب اہل بیت کو رد کیا گیا ہے، انہی راویوں اور کتابوں سے یزید کے فضائل و مناقب نقل کیے گئے ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو آپ لوگ اس کتاب و مصنف کے مداح اور پرچارک کیوں ہیں؟ صرف اس لیے کہ اس میں یزید کی مدح سرائی ہے؟

سوال ۵: کیا کسی ایک بھی صحابی نے حضرت حسینؓ کو خروج سے منع کے وقت یزید کا عادل و صالح ہونا بتایا تھا؟

سوال ۶: کیا کسی ایک بھی صحابی نے خروجِ حسینؓ کو گناہ قرار دیا تھا؟

سوال ۷: اگر یزید عادل و صالح تھا اور شرعاً خروج ناجائز تھا تو حضرت حسینؓ و ہم نوا صحابہ و تابعین باغی اور واجب القتل تھے یا نہیں؟

سوال ۸: اگر یزید عادل، صالح خلیفہ ہے تو اس کے خلاف خروج کرنے والے صحابہ و تابعین فاسق ہیں یا نہیں؟

سوال ۹: یزید کے عادل و صالح ہونے اور خروج کے عدم جواز کی صورت میں حضرت حسینؓ و ہم نوا جو قتل ہوئے وہ شہید ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۰: جو علماء و اکابر یزید کو فاسق، یزید پلید وغیرہ کے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں اُن کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سوال ۱۱: شیعہ علوی، شیعہ عثمانی اور شیعہ رافضی میں فرق ہے یا نہیں؟ اور بخاری و مسلم کے راوی کون سے شیعہ تھے اور ان کی روایات کا حکم ایک ہے یا فرق ہے۔ دونوں صورتوں میں ان کا حکم با حوالہ تحریر فرمائیں۔

سوال ۱۲: اگر کسی صحابی یا تابعی نے یزید کے فسق کی صراحتاً نفی کی ہو تو اس کا مستند و معتبر حوالہ پیش کریں؟

سوال ۱۳: اگر کسی موقع پر خود یزید نے اپنے فسق اور فسقیہ کاموں کا اِنکار کیا ہو اور تردید کی ہو تو مستند سند کے ساتھ حوالہ پیش کریں؟

سوال ۱۴: یزید کے چار سالہ دورِ حکومت میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام کے ساتھ جنگ کے علاوہ کفار کے ساتھ کتنی جنگیں ہوئیں اور کتنے ملک فتح ہوئے (جب کہ ناصبیوں اور یزیدیوں کے فرمان کے مطابق صرف حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ باقی سب صحابہ و تابعین کی قوت و حمایت یزید کو حاصل تھی؟)

سوال ۱۵: خروج سے منع کرنے والے صحابہ کے منع کرنے کی وجہ کیا تھی، یزید کا عادل و صالح ہونا یا قتل و قتال اور انتشار سے بچنا؟

سوال ۱۶: کسی ایک صحابی نے بھی یزید کی تعدیل کی ہو خواہ مبہم ہی سہی، مستند حوالہ پیش کریں!

سوال ۱۷: محمد بن الحنفیہ نے یزید کو عادل صالح قرار دیا، اس کی صحیح سند پیش کریں!

دفاع کاتب وحی، خلیفہ عادل حضرت معاویہؓ:

امین ملت، محقق العصر، ترجمان اہل سنت دیوبند حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے

اسلام و اکابر علماء اہل سنت دیوبند کے حوالہ جات کے ساتھ یزید کے فسق کا ثبوت پیش کر کے جس طرح صحابی و نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسینؓ اور ان کے ہم نوا دیگر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کا دفاع کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے علماء اہل سنت دیوبند کے مسلک اعتدال پر قائم رہتے ہوئے خال المومنین حضرت معاویہؓ کا دفاع بھی کیا ہے، مولانا موصوف کے حضرت حسینؓ اور یزید سے متعلقہ چار مضامین جو ''تجلیات صفدر'' (جلد اول) میں مذکور ہیں، ان سے اور حضرت کے عقائد پر باحوالہ مدلل دروس اور مجالس علمی سے ملاحظہ کیجیے اور مولانا مرحوم کو دعائیں دیجیے کہ وہ اہل حق کے عظیم محسن ہیں۔

جوابات مناظر اعظم حضرت اوکاڑوی:

(۱)-''جب حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے صلح کی تھی تو اُنہی کو اپنا ولی عہد بھی بنایا تھا۔ لیکن جب ان کی وفات ہوگئی تو یزید کی طرف حضرت معاویہؓ کا رجحان قوی ہوگیا۔ اُن کی رائے یہ تھی کہ: وہ خلافت کا اہل ہے۔ اور یہ رائے باپ بیٹے کی شدید محبت کی وجہ سے تھی۔ نیز یہ رائے اس وجہ سے تھی کہ وہ یزید میں دنیوی نجابت اور شاہزادوں کی سی خصوصیات، فنون جنگ سے واقفیت، انتظام سلطنت اور اس کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی صلاحیت دیکھتے تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کے صاحبزادوں میں سے کوئی بھی اس اعتبار سے بہتر انتظام نہ کر سکے گا۔ اِس لیے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: مجھے خوف ہے کہ میں عوام کو بکریوں کے منتشر گلے کی طرح نہ چھوڑ جاؤں جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ تو ابن عمرؓ نے کہا کہ: جب سب لوگ اس کی بیعت کرلیں گے، میں بھی اس وقت کرلوں گا اگرچہ وہ کوئی غلام ہو۔ اور حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے حضرت سعید نے حضرت معاویہؓ سے کہا: یزید کی بجائے مجھے ولی عہد بناؤ تو حضرت معاویہؓ نے اس کو ڈانٹا۔ اس پر سعید نے کہا کہ: میرے ہی ابا نے آپ کو اس باعزت مقام پر پہنچایا ہے اور آپ اپنے بیٹے کو مجھ پر مقدم کر رہے ہیں، جب کہ میں ماں باپ کے لحاظ سے بھی اور خود بھی اس یزید سے بہتر ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: میں تیرے باپ

کے احسانات کا اِنکار نہیں کرسکتا، اور تیرا باپ یقیناً یزید کے باپ سے بہتر ہے۔ اور تیری ماں قریشی ہے، اور یزید کی ماں کلبیہ (کلبی قبیلے کی) ہے، اِس لیے تیری ماں بھی اس کی ماں سے بہتر ہے، اور تیرا یہ کہنا کہ: ''میں یزید سے بہتر ہوں۔'' تو خدا کی قسم! اگر غوطہ تک زمین تیرے جیسے آدمیوں سے بھر دی جائے تو (اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے) یزید تم سب سے مجھے زیادہ پیارا ہے۔'' (معلوم ہوا کہ یزید کو ولی عہد بنانے میں وجہ ترجیح عادل اور صالح ہونا نہیں بلکہ انتظامی صلاحیت اور وحدتِ اُمت ہے) (تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۷۱، ۵۷۲)

(۲)- ''اور ہم (ابن کثیر) نے معاویہؓ سے روایت کیا ہے کہ: انہوں نے ایک خطبہ میں دعا فرمائی: ''اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے اسے (یزید) اس لیے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اِس کا اہل ہے تو اس کی ولایت کو اس کے لیے پورا فرما دے۔ اور اگر میں نے اس لیے اس کو ولی عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے، تو اس کی ولایت کو پورا نہ فرما۔'' (البدایہ: ۸/ ۸۳) ''اے اللہ! اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت (دنیوی انتظام) دیکھ کر ولی عہد بنایا ہے تو اسے اس مقام تک پہنچا دے جس کی میں نے اس کے لیے امید کی ہے۔ اور اگر مجھے اس کام پر صرف اس کی محبت نے آمادہ کیا ہے جو باپ کی بیٹے سے ہوتی ہے تو اس کے اس مقامِ حکومت تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح قبض کرلے۔ تاریخ الخلفاء: ۵۷'' (تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۷۲)

(۳)- خلاصہ: ''اِن روایات سے معلوم ہوا کہ یزید والد کی حیات میں اپنے فسق کو چھپاتا تھا اور جو فاسق اپنے فسق کو چھپائے اس کی پردہ پوشی ہی کا حکم ہے۔ پھر جب باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تو وہ فسق میں کھلتا گیا۔ آخر ۶۳ھ میں اس کا فاسق مُعلن ہونا ایسا واضح ہوگیا کہ اس کی شہرت کا کوئی بھی اِنکار نہ کرسکا۔''

(تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۷۲)

پس یزید کو ولی عہد بنانا انتظامی صلاحیت کی بنیاد پر ہے، عادل، صالح ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اس کی تائید ''خلافتِ معاویہ و یزید'' میں ص: ۹۵ر میں مذکور

ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ محمود احمد عباسی بحوالہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' لکھتے ہیں:
''حضرت حسینؓ نے اپنی تقریر میں یزید پر اپنی برتری ثابت کرنے کی غرض سے اپنی پدری و مادری اور ذاتی فضیلت کا ذکر چھیڑا، تو حضرت معاویہؓ نے اس پر فرمایا تھا:.....اپنی ذاتی فضیلت کا جو ذکر کرتے ہو، قسم بخدا اُمت محمدیہ کے (سیاسی مسائل ومعاملات) کے لیے یزید تم سے بہتر ہے۔'' (ایضاً:۹۵،۹۶)

(۴)۔ مہتمم جامعہ یوسفیہ کے نام اپنے جوابی خط میں مولانا محمد امین صفدرؒ رلکھتے ہیں: ''آخر میں موضوع (فسق یزید) سے ہٹنے کی یہ بدترین مثال آپ نے پیش کی ہے کہ: ''یزید کو ملعون، مردود اور پلید کہہ کر حضرت معاویہؓ یہ اور اکابر صحابہؓ کے بارہ میں عامۃ الناس کے اذہان کو سوءِ ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔''
مولانا! آپ اپنے امام کو عادل و صالح ثابت کریں، اسے چھوڑ کر آپ حضرت معاویہؓ یہ اور اکابر صحابہ کا ذکر کرنے لگے۔ تقریباً چودہ سو سال تک اہل السنۃ والجماعۃ کا فسق یزید پر اجماع رہا۔ ذرا اسلامی لٹریچر سے دکھائیں کہ: اِس فسقِ یزید کے قول سے کتنے عوام الناس صحابہ کرام سے بدظن ہوئے؟

مولانا! کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ: سیدنا معاویہؓ یا کسی اور صحابی کے مشورہ سے یزید نے حضرت حسینؓ اور اُن کے ساتھیوں کو شہید کرایا تھا؟ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے میں کون سے صحابی کا مشورہ شامل تھا؟ حرم کعبہ پر گولے برسانے میں کس صحابی کا مشورہ شامل تھا؟ کسی ایک صحابی نے اِن کاموں میں اُس کو عادل اور صالح قرار دیا ہو؟ سیدنا امیر معاویہ کی حیات میں اِس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں اس نے نہ کی تھیں تو امیر معاویہؓ پر کیا اعتراض؟ بالفرض اُس وقت کسی درجہ میں فاسق تھا تو کسی شرعی مصلحت کے لیے (مثلاً: اُمت کو انتشار اور قتل وقتال سے بچانا) فاسق کی تولیت اور امارت' فتنہ سے بچنے کے لیے کسی فاسق کی بیعت کس اُصولِ اہل سنت کے موافق گناہ ہے؟ ذرا واضح فرمائیں۔'' (تجلیات صفدر:۱/ ۵۹۳، ۵۹۴)

(۵)۔ ''اعتراض کیا جاتا ہے کہ: حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو

خلیفہ منتخب کیا؟ اس کی وجہ سے اُمت میں بڑے مفاسد کھڑے ہوئے۔ آپ نے تو قوم کو غلط راہ پر ڈال دیا۔ یہ کام اُنہوں نے ذاتی مفاد کی خاطر سرانجام دیا جو مذموم اَمر تھا۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ شرعی لحاظ سے بیٹا باپ کا خلیفہ بن سکتا ہے، نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے اعتبار سے کچھ منع نہیں، بلکہ جائز ہے۔ شیعہ اِس کی ممانعت وحرمت پر اپنی کتاب سے کوئی سند نہیں لاسکتے۔ شرعی لحاظ سے بیٹے کو خلیفہ بنانا ناجائز ہوتا تو اُس دَور کے اکابر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علیؓ کا جانشین کیسے منتخب فرمایا؟ اُنہیں یہ خیال نہ آیا کہ اِس طرح اُمت ایک غلط راہ پر چل پڑے گی؟ بلکہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ کی تدفین کے بعد حضرت حسنؓ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (طبقات ابن سعد: ۱۲۵/۳) البتہ انتخاب میں اہلیت شرط ہے۔

(یزید کے فسق خفی کے باوجود) حضرت امیر معاویہؓ کا یزید کو خلیفہ بنانا (اگرچہ اس سے افضل لوگ موجود تھے) مجبوری کی بناء پر تھا۔ اور حضرت امیر معاویہؓ مجتہد تھے۔ جس طرح ہم چاروں اماموں کو مجتہد کہتے ہیں اور ان کا آپس میں جائز اور ناجائز کا اختلاف بھی ہے، لیکن ہم کسی کو باطل نہیں کہتے۔ بلکہ بخاری شریف کی حدیث کے مطابق یوں کہتے ہیں کہ: مجتہد مصیب کو دو اَجر ملیں گے اور مجتہد مخطی کو ایک اجر ملے گا۔ وہ گناہ گار نہیں ہے۔ (ایسا نہیں ہے) کہ: ہم غیر مقلدین کے پیچھے لگ کر اُن کو بُرا بھلا کہیں اور اپنی عاقبت کو خراب کریں۔

تو حضرت امیر معاویہؓ کی بصیرت اَفروز نگاہ تھی، وہ اِس کوشش میں تھے کہ جو اسلام کا شیرازہ بڑی بڑی محنتوں سے پھر بندھا ہے، وہ منتشر نہ ہونے پائے۔ اِس سلسلہ میں وہ اُس دور کے اہل الرائے سے استفادہ اور مشورہ بھی حاصل کرتے رہے۔ آخر کار اُن کی یہ رائے طے ہوئی کہ اگرچہ ان کے فرزند یزید سے دیگر حضرات تقوی اور علم میں زیادہ فوقیت رکھتے ہیں، لیکن انتظام مملکت کے سلسلے میں اور قبائلی اتحاد کے پیش نظر یہ صورت بہتر ہے کہ یزید کو ولی عہد بنایا جائے۔

اگر اس کے ماسوا کوئی دوسری صورت اختیار کی جاتی تو قبائلی انتشار کا شدید خدشہ تھا، خصوصاً قریش کا عظیم قبیلہ بنو اُمیہ کسی دوسری صورت رضامند ہونے کو آمادہ نہ تھا، کیونکہ یہ لوگ سالہا سال سے آپ کے (یعنی حضرت معاویہؓ) کے وفادار چلے آرہے تھے اور بڑی بڑی حوصلہ آزما جنگوں میں وہ آپ کے فدا کار ساتھی رہے۔۔۔۔شامی لوگ اُموی شخص کے بغیر کسی اور ولی عہد پر راضی نہ ہوسکتے تھے۔ اور حضرت امیر معاویہؓ کو اندیشہ تھا کہ اُن کی رائے کے خلاف چلنے سے جمعیت اسلام پھر کہیں منتشر نہ ہوجائے اور دو تین سلطنتیں قائم نہ ہوجائیں۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے مسلمانوں کو انتشار سے بچانے کے لیے (کہیں پھر سے مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نہ نکال لیں! کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ جنگ وجمل اور جنگ صفین میں کتنا مسلمانوں کا نقصان ہوا) اپنے بیٹے کو خلیفہ منتخب کیا۔ اور ایک صحابی رسول ایسی ضرور سوچ رکھ سکتا ہے۔

اگر یہ سوچ مودودی اور دیگر ناقدین کو حاصل نہیں اور ہو بھی نہیں سکتی، اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ یا حضرت معاویہؓ کا نعوذ باللہ اس میں کیا قصور ہے؟

باقی رہا یہ اعتراض کہ یزید تو فاسق وفاجر تھا، پھر اس کو اس سے اچھے لوگوں پر خلیفہ کیوں منتخب کیا؟

تو سنیے! یزید بن معاویہ کے قبائح اور معاصی کے متعلق (اس زمانہ میں) لوگوں کے بہت کچھ اَقوال پائے جاتے ہیں، لیکن بین الافراط والتفریط یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ جس دَور میں یزید کا انتخاب اور نامزدگی کی گئی اُس دَور میں اُس کے مفاسد اور قبائح اِعلانیہ طور پر موجود نہ تھے۔

(۶)-قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے رسالہ: ''اثبات شہادتِ حسینؓ'' (ص: ۷۶) پر اس کی تائید میں لکھا ہے ''حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو اُس وقت علی الاعلان' کھلم کھلا فاسق نہیں تھا، اگر اس میں کوئی خامی اور تقصیر تھی تو وہ در پردہ تھی، حضرت امیر معاویہؓ کو اس کی خبر نہیں

تھی۔ علاوہ ازیں جہاد میں اس کی صلاحیت اور حسن تدبیر مشہور ہے۔ حضرت معاویہؓ نے جس دَور میں اُس کی نامزدگی کی تو اس میں اہلیت سمجھ کر بھی ایسا کیا گیا۔ آئندہ کے لیے کسی کو کیا معلوم ہوتا ہے کہ کیا حالات پیش آئیں گے، والغیب عند اللہ تعالیٰ!

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی کے بعد جو یزید کے کارنامے مثلاً: واقعہ کربلا، واقعہ حرہ اور مکہ مکرمہ پر چڑھائی وغیرہ (پیش آئے) اُن کا ذمہ دار خود یزید ہے نہ کہ جناب معاویہؓ! ان کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو مطعون کرنا بڑی زیادتی ہے۔ اور آنجنابؓ اس کے ذمہ دار نہیں۔

اور مولانا قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں کہ: ''خلافت کے بارہ میں حضرت امیر معاویہؓ کا مسلک یہ تھا کہ جس شخص کو انتظام مملکت کا سلیقہ دوسروں کے اعتبار سے زیادہ ہو (اگرچہ دیگر اُمور میں (دوسرے) اُس سے افضل ہوں) تو وہ دوسروں کی نسبت خلافت کے لیے افضل ہے۔ اس بناء پر وہ یزید کو اس معاملہ میں دوسروں سے افضل جانتے تھے اور اگر افضل نہیں جانتے تھے تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ انہوں نے ترکِ افضل کیا، ترکِ واجب نہیں۔ چنانچہ مقدماتِ سابقہ سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ: افضل کو خلیفہ بنانا افضل ہے، واجب نہیں۔ لیکن ترکِ اَولیٰ کو ایسا گناہ نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت امیر معاویہؓ کو اس پر سب وشتم کرنے لگیں اور ان کو اکابر صحابہ (میں) شمار نہ کریں۔'' (بحوالہ مکتوبات قاسمی)

تو معلوم ہوا (کہ) حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ بنا کر کسی شرعی قانون کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔ (البتہ) اُن کے خلاف بھونکنے والوں نے شرعی اُصولوں کو پامال کیا ہے۔ اُن کے خلاف قلم چلاتے وقت اُن کی صحابیت کا بھی لحاظ نہ کیا۔ اپنی جیسی گھٹیا سوچ اُن (کے بارے) میں سوچی ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(تریاق اکبر بزبان صفدر: ۲۴۲/تا ۲۴۴۔ طبع چہارم: ۲۱۹/تا ۲۲۱)

جوابات: شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کا ارشاد ملاحظہ ہو! جس میں حضرت نے یزید کی ولی عہدی اور خلافت پر مفصل محققانہ بحث فرمائی ہے، جو بڑی اطمینان بخش ہے۔ ایک صاحب نے خط میں لکھا: حضرت امیر معاویہؓ کا یہ فعل کیا غیر مستحسن نہیں ہے کہ: انہوں نے یزید جیسے فاسق و فاجر کو خلافت کے لیے نامزد کیا اور اس کے لیے کوشش کی؟

اس کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام نے چند جواب تحریر فرمائے، ملاحظہ کیجیے!

(۱)-اس کے متعلق آیا ایسی مستند تاریخی روایات موجود ہیں جن کو ان روایات صحیحہ اور نصوص قرآنیہ کے مقابل لایا جاسکے جو کہ علوشانِ صحابہ کرام پر دلالت کرتی ہیں؟ یقیناً ایسی روایات نہیں ہیں۔ اس لیے کیوں نہ کہا جائے کہ خود حضرت معاویہؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ خود یزید اور اس کے اَعوان نے اِس کے لیے کوشش کی۔ (یہ لوگ متقی نہ تھے اور ملوکیت پسند تھے۔) عام مسلمان اور بالخصوص اہل حجاز اس کے خلاف تھے۔

(۲)-اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیا جائے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خواہش یا سعی اس کے لیے ہوئی تھی تو جب کہ حسب شروط صلح حضرت امام حسنؓ کی خلافت نہیں ہوسکتی تھی، کیونکہ اُن کی وفات ہوچکی تھی تو پھر اب ان عہود و مواثیق کی رعایت باقی ہی نہیں رہی تھی جو کہ بحیثیت صلح ضروری تھی۔ اَب اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا رہ گیا تھا، ان کی وہ رائے کہ: مستحق خلافت وہ شخص قریشی ہوسکتا ہے جس میں مادی قوت اور حسن تدبیر ہو اور یہ امر آج بنی اُمیہ میں عموماً اور یزید میں خصوصاً موجود ہے۔ یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر البحر ابیض اور بلاد ہائے ایشیاء کوچک کے فتح کرنے حتی کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی اَفواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جاچکا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے، اس کے فسق و فجور کا اعلانیہ ظہور ان کے سامنے نہ ہوا تھا۔ اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی ان کو اطلاع نہ تھی۔ ایک وہ شخص جو کہ فقیہ بالاسلام، حسب دعوات مستجابہ ہادی اور مہدی ہے،"

والذین معه اشداء" (تا) "رضواناً" کا مصداق، "ولکن اللہ حبب۔۔الخ" کا مظہر، "کنتم خیر امة" اور "أصحابی کالنجوم" (الحدیث) اور "اللہ اللہ فی أصحابی۔۔الخ" وغیرہ اَحادیث وآیات کا مورد ہے، کیا وہ کسی مجاہر بالفسق والعصیان کو عالم اسلامی رقاب اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کرسکتا ہے؟

(۳)-اگر بالفرض یہ اُمور تسلیم بھی کرلیے جائیں تو غایت مافی الباب ایک خطاء کا اِرتکاب معلوم ہوتا ہے، جو کہ انسانی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ہے، جس سے کوئی مقرب یا ولی خالی نہیں ہوسکتا، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اس سے معصوم ہیں۔ اس کمزوری کا مرکز نہ صرف محبتِ اولاد ہے بلکہ یہ تجربہ اور ظن قوی بھی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے اس وسیع احاطہ کو بجز ایسی قاہر ہستی اور ایسے منتظم اور مادی قوت والے شخص کے موجود قریش میں سے کوئی سنبھال نہیں سکتا تھا۔ بنی ہاشم اور دیگر اشخاص میں اگرچہ ایسی بے مثال ہستیاں موجود ہیں جو کہ تقویٰ اور خشیت الٰہی کے آفتاب ہیں، مگر یہ امر اتنے بڑے اہم اَمر کے لیے کافی نہیں ہے، ورنہ سب کے دماء اور اِضاعتِ اَموال اور فساد فی الارض پیدا ہوگا۔ اِس لیے أهون البلیتین کو اختیار کرنا لازم ہے۔ بہرحال صحابہ کرامؓ کے متعلق حسن ظن جس کے لیے نصوص متعدد وارد ہیں کسی حال میں چھوڑا نہیں جاسکتا۔ خود یزید کے متعلق بھی تاریخی روایات مبالغہ اور آپس کے تخالف سے خالی نہیں ہیں۔" (مکتوبات شیخ الاسلام، مکتوب نمبر: ۸۸)

(۴)-شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں: "مؤرخین کا یہ قول کہ: "حضرت معاویہؓ کو یزید کے فسق وفجور کا علم تھا اور وہ (اُن کی زندگی میں ہی) معلن بالفسق تھا۔ اور باوجود اِس کے اُنہوں نے استخلاف کی کوششیں حضرت حسنؓ کی وفات سے ہی شروع کردی تھیں۔" یقیناً شانِ صحابیت ہی نہیں بلکہ شانِ عدالت کے بھی خلاف ہے۔ صحابہ کرامؓ کی شان میں ہے: (آگے پانچ آیات اور چار احادیث لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:) اِن روایات کے ہم معنی بہت احادیث صحیحہ ہیں جو کہ عامۂ صحابہ کرامؓ کے اعلیٰ مناقب پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر اس کے ساتھ اجماع اُمت کو لیجیے جو

کہ بتلاتا ہے کہ: جس شخص نے ایمان کے ساتھ ایک لحظہ کے لیے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرلی اور ایمان پر اس کی وفات ہوئی وہ بعد کے تمام اولیاء وائمہ وغیرہ سے افضل ہے۔ اِن اُمور مذکور بالا کو دیکھتے ہوئے اگر مؤرخین کی یہ بات کہ: ''فاسق یزید اور معلن بالفسق کو حضرت امیر معاویہؓ نے نامزد بالخلافۃ کیا'' مانی جائے گی تو ان تمام نصوص کی تذلیل وتوہین ہی نہیں بلکہ اِنکار لازم آئے گا۔ ایسی صورت میں تو معاذ اللہ! حضرت امیر معاویہؓ یہ انتہائی فسق اور معصیت میں مبتلاء ہوئے اور اِسی پر ان کی وفات ہوئی۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام: ۲۵۰، ۲۵۱، مکتوب: ۸۹)

دفاع حضرت حسینؓ اور دفاع حضرت معاویہؓ:

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ: مؤرخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ: ''حضرت معاویہؓ کے زمانہ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور حضرت معاویہؓ کو اس کی خبر تھی، پھر انہوں نے اس کو نامزد کیا'' بالکل غلط ہے۔ ہاں! ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق وفجور میں مبتلا ہو، مگر ان کو اس کے فسق وفجور کی اطلاع نہ ہو۔ اُن کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیلا اور جو کچھ نہ ہونا چاہئے تھا کر بیٹھا۔ اب اس کی نامزدگی کی خبر ممکن ہے کہ صحیح ہو۔ انہوں نے رومیوں اور عیسائی ممالک جہاد میں اس کی متعدد دفعہ جدوجہد اور کامیابیاں اور حسن تدبیر وانتظام مملکت کو مشاہدہ کرکے اپنی رائے کی بنا پر خلافت کے لیے قریشیت اور حریت وعقل وبلوغ کے ساتھ لازم ترین شرط لیاقت انتظام مملکت اور حسنِ تدبیر ہے۔ اور یہ اس میں پائی جاتی ہے یا بدرجہ کمال موجود ہے جو کہ اوروں میں نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو اس درجہ تک نہیں ہے کہ اس کی نامزدگی کردی ہو۔ (جیسا کہ بعض مؤرخین کا قول ہے۔) یا یہ جدوجہد دوسرے اراکین خاندان بنی اُمیہ کی طرف سے کی گئی ہے اور یزید بھی اس میں کوشاں رہا ہو، مگر عام لوگوں نے اس کو حضرت معاویہؓ کی طرف منسوب کردیا ہو، کیونکہ انہوں نے روکا نہیں۔ (جیسا کہ بعض مؤرخین کا خیال ہے) یا یہ کہ نامزدگی ان کی طرف سے حقیقتاً یا

حکماً کسی طرح نہیں ہوئی۔ اُن کی وفات کے بعد اہل شام میں سے اہل حل وعقد نے اس کو جانشین اور خلیفہ بنادیا اور بیعت کرلی (جیسا کہ بعض دوسرے مؤرخوں کا قول ہے) یا یہ کہ وہ خود بالتغلب خلیفہ بن بیٹھا۔ (بعض مؤرخ اس کے بھی قائل ہیں)

ہر حال وجوہ مذکورہ بالا سے ''انعقادِ خلافت مطلق'' ہوگیا، مگر ''عموم انعقاد'' میں جس سے ہر ایک پر اتباع لازم آجائے اور مخالفت کرنا ممنوع ہوجائے وہ نہیں ہوا تھا۔ انعقادِ مطلق اور عموم انعقاد میں فرق ہے۔ عموم انعقاد جب متحقق ہوگا جبکہ تمام ارباب حل وعقد متفق ہوجائیں، بعض کی بیعت کافی نہ ہوگی۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت بہت سے حضرات نے اگرچہ کرلی تھی، تاہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کی کوشش کی گئی ..... اور یہی وجہ تھی کہ یزید کو شاں تھا کہ حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات بیعت کرلیں۔ حالانکہ یہ حضرات ملتجی بالحرم ہوگئے تھے۔ کسی نے جنگ کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ بیعت کی تھی۔ ان حضرات کا اس زمانہ میں اہل حل وعقد میں سے ہونا بدیہی امر ہے۔

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ وجوہ عموم انعقاد ہی ہیں اور انعقاد مطلق اور عموم انعقاد میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر یزید کا بعد از ظہور فسق و فجور وہ حال ہی نہیں رہتا جو ابتداء میں تھا، یعنی اس کے اعمال قبیحہ درجہ کفر کو پہنچ گئے تھے، جیسا کہ امام احمدؒ اور ایک جماعت کی رائے، تب تو وہ یقیناً معزول عن الخلافت ہو ہی گیا۔ اَب امام حسینؓ کا ارادہ جنگ ''خروج'' ہی نہیں شمار ہوسکتا۔ اور اگر اس کی حرکات ناشائستہ درجہ کفر کو نہ پہنچی تھیں (جیسا کہ جمہور کا قول ہے) تو اول تو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ممکن ہے حضرت امام حسینؓ کی رائے یہی ہو جو کہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے متبعین کی رائے یہ تھی کہ وہ معزول ہوگیا اور اس بناء پر اصلاح اُمت کی غرض سے انہوں نے جہاد کا ارادہ فرمایا، باوجود اس کے خلع کا مسئلہ تو آج بھی متفق علیہ ہے، یعنی اگر خلیفہ نے ارتکاب فسق کیا تو اصحاب قدرت پر اس کا عزل کرنا اور کسی عادل متقی کو خلیفہ کرنا لازم ہوجاتا ہے، بشرطیکہ اس کے عزل اور خلع سے مصالح سے مفاسد زائد نہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان اتباع کی رائے میں مفاسد زیادہ نظر آئے، وہ اپنی بیعت پر قائم رہے اور اہل مدینہ نے عموماً بعد از بیعت اور واپسی وفد از شام ایسا محسوس نہیں کیا اور سب نے خلع کیا، جس کی بناء پر وہ قیامت خیز واقعہ نمودار ہوا، جس سے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی اور حرم محترم کی انتہائی بے حرمتی اور تذلیل ہوئی، کیا مقتولین حرہ کو شہید نہیں کیا جائے گا؟ پھر امام حسینؓ اہل کوفہ کے مواعید پر مطمئن ہوئے، بالخصوص حضرت مسلم وعقیل رحمۃ اللہ علیہما کے خطوط کے بعد جن میں پورا اطمینان اہل کوفہ کی طرف سے دلایا گیا تھا، اس لیے ان کا ارادہ جہاد یقیناً صحیح تھا اور وہ خلع کرنے میں اور خروج کرنے میں کسی طرح باغی نہیں قرار دیئے جاسکتے، ان کو صاف نظر آرہا تھا کہ اس حالت میں مفاسد کا قلع قمع ہوجائے گا اور خلل بہت کم ہوگا۔ اپنی ظفر مندی کے لئے متیقن تھے۔ پھر آپ اس کو بھی پس انداز نہ فرمائیں: اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ: میدانِ کربلا میں حضرت امام حسینؓ کو معلوم ہوگیا کہ اہل کوفہ نے عذر کیا ہے اور مسلم وعقیل رحمۃ اللہ علیہما شہید کردیئے گئے اور یزید کی فوج یہاں آپہنچی ہے تو کہلا بھیجا کہ: میں کوفہ نہیں جاتا اور نہ تم سے لڑنا چاہتا ہوں، مجھ کو مکہ معظمہ واپس جانے دو، دشمن اس پر راضی نہ ہوا اور اِصرار کیا (کہ) اس کے ہاتھ پر یزید کے لیے بیعت کریں، آپ نے فرمایا کہ اگر مکہ معظمہ واپس نہیں جانے دیتے تو مجھ کو چھوڑ دو کہیں دوسری طرف چلا جاؤں گا، وہ اس پر راضی نہ ہوا تو آپ نے فرمایا: اچھا مجھ کو یزید کے پاس لے چلو! میں خود اس سے گفتگو کرلوں گا، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا اور جنگ یا بیعت پر مصر رہا۔ یہ تاریخی واقعہ بتلاتا ہے کہ:

حضرت امام حسینؓ ہر طرح مجبور ومظلوم قتل کیے گئے ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی ''شہادت'' میں کلام کیا جائے تو تعجب خیز نہیں تو کیا ہے؟ چنانچہ یہ بھی تصریح کتب تاریخ میں پائیں گے کہ یزید کو جب اس کی اطلاع ہوئی حضرت امام حسینؓ ان تینوں اُمور کو پیش فرمارہے تھے، مگر اس کے عامل نے کسی کو قبول نہیں کیا تو بہت برہم ہوا اور سرزنش کی۔ واللہ اعلم! (مکتوب نمبر:۸۹)

یزید کی ولی عہدی اور خلافت میں اجتہادی اختلاف:

حضرت امام حسینؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ولایت یزید کے مسئلہ میں اجتہادی اختلاف ہوا، اور مجتہد مصیب ہو یا مجتہد مخطی، دونوں ماجور ہیں، یعنی مستحق اَجر ہیں۔ فرق یہ ہے کہ: مجتہد مصیب کو دو اَجر اور مخطی کو ایک اجر ملے گا، وہ ماجور ہوگا، معتوب ومغضوب اور مطعون نہ ہوگا اور ہر مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مکلف ہوتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ: خلیفہ میں اَصل یہ ہے کہ خلیفہ متقی بھی ہو اور اس میں انتظامی صلاحیت بھی اعلیٰ درجے کی ہو، جیسے خلفاء راشدینؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔ لیکن اگر دو آدمی ہوں، ایک میں تقویٰ اعلیٰ درجہ کا ہے لیکن اس میں انتظامی صلاحیت کمزور ہے، دوسرے میں انتظامی صلاحیت اعلیٰ درجہ کی ہے مگر تقویٰ کے لحاظ سے کمزور ہے۔ (تو اَب اِن دونوں میں سے) ترجیح کس کو ہوگی؟

حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ وغیرہ کے نزدیک تقویٰ مقدم ہے، جب کہ حضرت امیر معاویہؓ کے نزدیک انتظامی صلاحیت مقدم ہے۔ حضرت حسینؓ نے بوجہ قلت تقویٰ اور بوجہ فسق کے یزید کو خلیفہ برحق تسلیم نہ کیا۔ لیکن حضرت معاویہؓ نے یزید میں اعلیٰ درجہ کی انتظامی صلاحیت کی طرف دیکھتے ہوئے ولایت خلیفہ کے لیے اس کو نامزد کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجتہد مخطی کو بھی ماجور قرار دیا ہے تو اور کون ہے جو مجتہد مخطی کو عتاب وعقاب کا مستحق ٹھہرائے؟

چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کا نظریہ یہ ہے کہ: خلافت اور اسلامی نظام برقرار رکھنے اور ترقی دینے کے لیے مادی طاقت اولین شرط ہے اور اس میں آج صرف بنی اُمیہ تمام قریش میں واحد مرکز ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بنی ہاشم بالخصوص اور دیگر مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ: خلافت اسلامیہ کے لیے اولین شرط تقویٰ اور خدا ترسی ہے۔ اور اس کے واحد مرکز بنی ہاشم بالخصوص حضرت علیؓ ہیں۔ یہ دونوں اجتہادی نظریئے اپنا پھل پھول لائے ہیں۔ یقیناً ہمارے نزدیک حضرت علیؓ

کا نظریہ صحیح ہے اور جمہور اہل اسلام بھی یہی نظریہ رکھتے تھے مگر حضرت معاویہؓ کے نظریہ کو بالکل غلط بھی نہیں کہا جاسکتا۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام: ۱/ ۴۴۹، مکتوب نمبر: ۸۸)

خلاصہ:

اسی اجتہادی اختلاف ونظریہ کی وجہ سے جنگ صفین وغیرہ کے حالات پیش آئے۔ اور یہی اجتہادی اختلاف سبب بنا، استخلاف وخلافت یزید کے مسئلہ میں۔ حضرت حسینؓ وہم نوا صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا نظریہ یہ تھا کہ: تقوی مقدم ہے اور یزید کے مقابلہ میں اتقی حضرات موجود ہیں، وہ بوجہ تقویٰ استخلاف وخلافت میں مقدم ہیں۔ جب کہ حضرت معاویہؓ وہم نوا کے ہاں انتظامی وسیاسی صلاحیت مقدم ہے اور ان کی نظر میں یزید اس صلاحیت کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ نیز یہ پہلو بھی ملحوظ تھا کہ یزید کی ولی عہدی پر اہل شام متفق ہو جائیں گے، کسی اور پر وہ مطمئن نہیں ہوں گے۔ لہٰذا یزید کو منتخب نہ کیا گیا تو اُمت میں انتشار پیدا ہوگا۔ اور دوبارہ پھر قتل وقتال کی کیفیت پیدا ہونے کا خوف تھا۔ اِس لیے اُنہوں نے استخلاف وخلافت کے لیے یزید کو ترجیح دی، لہٰذا اِس اجتہادی اختلاف کی وجہ سے جو کچھ ہوا اُس میں دونوں جماعتیں ماجور ہیں، معتوب ومطعون نہیں۔ حسن نیت کی وجہ سے مغفور ومرحوم ہیں، معذب اور محروم نہیں۔ عبدالواجد لطیف ملتانی کے حاصل کردہ فتاوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

جوابات: حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

اقتباسات از مکتوب حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی

(از مکتوبات شیخ الاسلام: ۱/ ۲۵۲)

(۱)- جس وقت حضرت امیر معاویہؓ نے یزید پلید کو اپنا ولی عہد کیا تھا، اُس کا فسق ظاہر نہ تھا، اگر کچھ کیا ہوگا تو در پردہ جس کی خبر امیر معاویہؓ کو نہ تھی۔ اس کے علاوہ جہاد میں ان سے حسنِ تدبیر کا مشاہدہ ہو چکا تھا۔

(۲)- اُدھر امیر معاویہؓ یہ کا مذہب خلافت کے بارے میں یہ تھا کہ: جو شخص حکومت کرنے کا سلیقہ دوسروں سے زیادہ رکھتا ہو، اگرچہ اس سے بہتر لوگ موجود ہوں مگر ترجیح اسی کو ہوگی۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یزید کو دوسروں سے بہتر جانا، اگر بہتر نہیں سمجھا تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ افضل کو ترک کر دیا اور استخلاف افضل صرف افضل ہے نہ کہ واجب، جس کو گناہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ: سب وشتم کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے ساتھ پیش آیا جائے۔ بلکہ اولیٰ وافضل کو چھوڑ دینے کی وجہ سے اِس طرح کے اُمور میں ان کو مجبور ومعذور سمجھیں گے۔

(۳)- البتہ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید نے ہاتھ پیر پھیلائے اور دل وجان سے بُرائی میں لگ گیا، بُرائی اعلانیہ شروع کر دی، نماز چھوڑ دی اس بناء پر وہ معزول کر دینے کے لائق ہوگیا۔ حالات میں اِس طرح کا اُلٹ پھیر جیسا کہ میں نے کہا' ممکن ہے، محال نہیں ہے۔ شاید اُس وقت اربابِ حل وعقد کی رائیں اور تدبیریں مختلف ہوگئیں، کسی پر فتنہ وفساد کی جہت کا غلبہ ہوگیا (تو اُنہوں نے) مجبوراً بیعت قبول کرلی اور گناہ سے بچنے کے لیے اتباع معروف کو بطور شرط مد نظر رکھا۔ اور جس کو ایک جماعت کثیرہ کے وعدوں پر کامیابی اور دبدبہ کی امید دکھائی دی، خدا کے بھروسہ پر تیار ہوگیا اور لڑنے کا فیصلہ کرلیا، لہٰذا جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور آپ کی طرح دوسروں نے کیا ٹھیک کیا۔ اور اسی طرح سید الشہداء نے جو کچھ کیا، بالکل ٹھیک کیا اور درست کیا۔ اِس اختلاف کی بنیاد اُمیدوں کے اختلاف پر ہے نہ کہ اصل فعل (خروج) جائز وناجائز کی بناء پر۔ اختلاف ہوا ہے مگر اہل کوفہ کی غداری کی وجہ سے حضرت امام حسینؓ کی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور عاشورا کے دن میدانِ کربلا کے اندر قیامت سے پہلے ایک قیامت قائم ہوگئی۔ انا للہ! الخ۔ اس طرح کے کاموں میں ایسی باتیں فقط سید الشہداء کو ہی پیش نہیں آئیں بلکہ جہادوں میں اکثر آیا کئے ہیں۔ مثلاً: واقعہ احد وحنین کو سنا ہی گیا ہے، پس جس طرح شہداء اُحد اور حنین شہادت کے مرتبہ کو پہنچے اور ان ہر دو واقعات میں کچھ کمزوری ہوجانے کی وجہ سے ان کے فضائل میں خلل نہیں پڑتا اسی طرح شہداء کربلا کو بھی جاننا چاہئے۔

(۴)- اور یہ سب کچھ اس وقت ہے کہ صرف استخلاف امیر معاویہؓ، یا لوگوں کا بیعت کرنا، یا ان کا تسلط ہوجانا وغیرہ کی وجہ سے ان کی خلافت عام اور سب کو شامل شمار کریں۔ اور اگر اسی کو مان لیں کہ جو ہوا تو صرف ان کی خلافت کے مطلقہ منعقد ہونے کے قائل ہوں گے۔ اور ان کی خلافت وعموم وشمول کے قائل نہ ہوں گے اور ہم صاف کہہ دیں گے کہ: حضرت امام حسینؓ اور آپ کے اتباع وانصار یزید کی اطاعت کی ذمہ داری سے ہنوز خارج تھے۔ اگرچہ ناسمجھ لوگ انعقاد مطلق اور عموم انعقاد کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ پس گذشتہ واقعات کے تتبع سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ارباب حل وعقد میں سے جو بیعت کرے صرف اس کے حق میں اور اس کے ماتحتوں کے حق میں اطاعت کا سبب شمار کرتے ہیں۔ (اور جو ارباب حل وعقد بیعت نہ کریں ان پر اطاعت واجب نہیں) ورنہ پھر حضرت ابوبکر کے دست مبارک پر حضرت علیؓ کے بیعت کر لینے کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح یزید بھی اہل شام اور ارباب حل وعقد کے بیعت کر لینے کے بعد حضرت حسینؓ وعبدالرحمن بن ابی بکرؓ اور دیگر بزرگوں کی بیعت کا خواستگار نہ ہوتا۔ جب اتنی بات معلوم ہوچکی تو جاننا چاہئے کہ ہر کام کا دارومدار نیت پر ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: انما الاعمال بالنیات۔ اور حضرت امام حسینؓ کا حسن نیت اس کا مقتضی نہیں کہ اس میں تردد وتذبذب کو راہ دی جائے۔ پس موجودہ صورت (میں) حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں کیا شبہ ہے؟ یزید نہ تو آپ کا خلیفہ تھا اور نہ یزید پر خروج کرنا ناجائز تھا۔ اور اگر خلیفہ تھا بھی تو بھی اس پر خروج ممنوع نہ تھا۔ اور اگر مان ہی لیا جائے کہ خروج کرنا امام حسینؓ کا جائز نہ تھا تو معزول کرنا ممنوع نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ ممانعت کے اَسباب مفقود اور اَسباب جہاد موجود تو پھر حُسنِ نیت میں کیا کلام کیا جاسکتا ہے۔ پھر اگر یہ حضرات شہید نہ ہوں گے تو پھر کون شہید ہوگا!؟

(۵)- اور ہم اس کو بھی چھوڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ: اگر اَسباب جہاد نہ بھی تھے تو آپ نے جہاد کے اِرادہ سے باز آکر چلے جانے کا راستہ مانگا، مگر یزید پلید کے لشکریوں نے جانے نہ دیا اور گھیر کر مظلوم شہید کردیا۔ حدیث میں ہے: جو شخص اپنے مال اور آبرو کی حفاظت میں قتل کردیا گیا وہ بھی شہید ہے۔

جوابات قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ:

فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے سوال کیا گیا کہ: کیا امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنے روبرو خلیفہ کیا ہے یا نہیں؟ حضرت نے جواباً فرمایا: ''حضرت معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ کیا ہے، اُس وقت یزید اچھی صلاحیت میں تھا۔''

ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''یزید اول صالح تھا، بعد خلافت کے خراب ہوا۔'' (تالیفات رشیدیہ: ۲۴۲)

جوابات میں جدید اضافہ:

(۱) عبدالواجد لطیف ملتانی کے حاصل کردہ ''فتویٰ دارالعلوم کراچی'' میں ہے:

''حضرات محققین اہل السنۃ والجماعۃ (مثلاً: مورخ اسلام علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ (ت ۸۰۸)۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۹۷۳ھ) قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی (ت ۱۳۲۳ھ)۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۱۳۷۷)۔ محقق کبیر مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم) کی تصریحات کے مطابق اس کے برعکس کتب تواریخ میں بکثرت ایسے قرائن ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس دَور میں یزید کا انتخاب اور نامزدگی کی گئی، اُس دَور میں اُس کے مفاسد اور قبائح اعلانیہ طور پر موجود نہیں تھے۔ اور اگر اس میں کوئی خامی اور تقصیر تھی تو وہ در پردہ تھی۔ سیدنا معاویہؓ کو اس کی خبر نہیں تھی۔ چنانچہ بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ تحقیق اثبات شہادت حسینؓ میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو اُس وقت وہ علی الاعلان فاسق نہیں تھا، اگر اس میں کوئی خامی اور تقصیر تھی تو وہ در پردہ تھی۔ سیدنا امیر معاویہؓ کو اس کی خبر نہیں تھی۔ علاوہ ازیں جہاد میں اس کی صلاحیت اور حسنِ تدبر مشہور ہے۔'' ہم نے یہاں غیر ضروری طوالت سے بچتے ہوئے بطور تائید ایک ہی عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

"الصواعق المحرقة على اهل الرفض والضلال والزندقة، مؤلفه: علامه ابن حجر هيثمي رحمة الله عليه (ت: ۹۷۴ھ)"، "الناهية عن طعن امير المؤمنين معاوية رضی اللہ عنہ، مؤلفه: علامه عبدالعزيز پرهاروی رحمہ اللہ (۱۲۳۹ھ)"، اور "سیرت حضرت امیر معاویہؓ" مؤلفہ: محقق العصر حضرت اقدس مولانا محمد نافع رحمہ اللہ

(۲)- نیز فتوی دارالعلوم کراچی اور فتوی نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں تاریخ ابن خلدون کے حوالے سے لکھا ہے: "حضرت معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد اِس وجہ سے بنایا کہ اُن کو بنو اُمیہ کی طرف سے اُمت میں انتشار و افتراق کا خوف تھا، کیونکہ بنو اُمیہ اپنے سوا کسی اور کی خلافت کو برداشت نہیں کریں گے، اگر کسی اور کو ولی عہد بنایا جائے تو اس کی وجہ سے بنو اُمیہ اختلاف کریں گے۔ اور یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت معاویہؓ یہ کو یزید کے فسق کا یقین ہو اس کے باوجود اس کو ولی عہد بنائیں، اِس سے اللہ کی پناہ!" علامہ ابن خلدون دوسری جگہ فرماتے ہیں: "حضرت معاویہؓ نے ولی عہد بنانے کے لیے جو اپنے بیٹے یزید کو ترجیح دی۔ اس کا داعیہ یہ تھا: اُمت کی وحدت و اجماعیت کی مصلحت! اور ان کی خواہشات کا متفق ہونا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ بنو اُمیہ کے اہل حل وعقد اس پر متفق ہوں۔ کیونکہ بنو اُمیہ اپنے سوا کسی اور پر راضی نہیں ہونگے اور وہ قریش کا ایک گروہ ہے۔ اور سب ایک ملت پر ہیں اور اہل غلبہ ہیں۔ (ص: ۳۳) اسی وجہ سے دوسروں پر یزید کو ترجیح دی اور فاضل کو چھوڑ کر مفضول کی طرف عدول کیا، اتفاق اور اجتماع کی حرص کی وجہ سے، جو شارع کے نزدیک انتہائی اہم معاملہ ہے۔ حضرت معاویہؓ کے متعلق اِس کے علاوہ کسی اور وجہ کو سوچنا اُن کی عدالت اور صحابیت کے منافی ہے۔ پھر اکابر صحابہ کی موجودگی اور ان کا سکوت دلیل ہے کہ حضرت معاویہؓ یہ کسی دوسرے شک و شبہ سے بری ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام حق کے معاملہ میں نرمی اور مداہنت کرنے والے نہیں، اور نہ حضرت معاویہؓ یہ میں کوئی ایسی وجہ تھی کہ وہ حق کو قبول نہ کرتے، کیونکہ وہ حضرات ان چیزوں سے بالاتر ہیں اور یہ ان کی عدالت کے بھی منافی ہے۔

(۳)- نصرۃ العلوم کے فتوی میں ہے: "وفی فتح الباری وکان رأی

معاویة فی الخلافة تقدیم الفاضل فی القوة الرأی والهرفة علی الفاضل ـــــ الی الاسلام والدین والعبادة۔ فلهذا ـــــ أنه أحق۔"

(۴)۔نصرۃ العلوم کے فتوی میں دو جگہ درج ذیل عبارت لکھی ہے: "اس موضوع روایت سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت امیر معاویہؓ یہ کو یزید کے شرابی اور فاسق ہونے کا علم تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے یزید کو بیٹا ہونے کی وجہ سے اپنا ولی عہد بنا لیا درست نہیں اور نہ یہ استدلال حقیقت پر مبنی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو اپنا ولی عہد بنایا اس وقت اس کا فسق ظاہر نہیں تھا۔ اور اس کو ولی عہد بنانے کی وجہ یہ تھی اس وقت بنو اُمیہ کے لوگوں نے اس منصب پر کسی اور کو قبول نہیں کرنا۔ اگر کسی اور کو ولی عہد بنایا جاتا تو انتشار اور افتراق ہوتا، جس سے بچنے کے لیے اور مسلمانوں کی وحدت اور اجتماعیت کو باقی رکھنے کے لیے حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو اپنا ولی عہد بنایا، پھر اُس کے اندر جہادی اُمور کی صلاحیت بھی تھی اور ایسی صورت میں غیر افضل کو افضل پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔

(آگے مفتی نے اس پر تاریخ ابنِ خلدون کے حوالہ جات نقل کیے ہیں)

☆.....☆.....☆

استفتاء میں پوچھے گئے تین سوالات کے جوابات

جواب سوال نمبر ۱:

سوال: جس استفتاء کے جواب میں یہ تحریر لکھی جارہی ہے، اس میں پہلا سوال یہ ہے کہ: مولانا اوکاڑویؒ پر زندیقیت کا حکم لگ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: محقق العصر حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ علماء اہل سنت دیوبند کے تمام طبقات (شیوخ حدیث، مشائخ عظام، خطباء، مناظرین، مصنفین، مدرسین اور طلبہ دینیہ) کے نہ صرف یہ کہ ممدوح اور محبوب شخصیت ہیں بلکہ مسلک حق علماء اہل سنت دیوبند کے معتدل مزاج مناظر، بے باک حق گو، فصیح اللسان مقرر،

صاحب علم وعمل، اکابر کی علمی، عملی اور روحانی نسبتوں کے حامل، زاہد، عابد، قادر الکلام، صاحب علم اور صاحب قلم ہیں۔ اگر مولانا موصوف کو ''ترجمان اہل سنت دیوبند'' کہا جائے تو یہ لقب ان کو سجتا ہے۔ بلاشبہ مولانا موصوف عہد ساز شخصیت تھے، جنہوں نے ہر باطل فرقہ کے ساتھ کامیاب، فیصلہ کن مناظرے کیے، بلکہ ہزاروں مناظرین پیدا کیے۔ صرف علماء میں ہی نہیں بلکہ اپنی عوامی تحریر وتقریر کے ذریعے عوام الناس میں بھی مناظرین کی ایک کھیپ تیار کردی۔ میرا تقریباً تیس (۳۰) سال مولانا موصوف کے ساتھ بہت قریبی تعلق رہا ہے۔ ان کے دروس، تقاریر اور علمی مجالس میں بارہا شرکت کا موقع ملا، متعدد مقامات میں اکٹھے پروگرام بھی ہوئے۔ مولانا اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کے امیر تھے، میں ان کا نائب! حیران کُن بات یہ ہے کہ: اُن کے مجلسی لطائف میں بھی علمی شان جھلکتی تھی۔

جہاں تک مولانا مرحوم کے عقائد ونظریات کا تعلق ہے، حضرت والا بلاشبہ سچے پکے سنی، حنفی، دیوبندی تھے۔ عقائد علماء اہل سنت دیوبند کے نہ صرف یہ کہ حامل تھے بلکہ عقائد علماء اہل سنت دیوبند کے مناد، ترجمان اور ہر باطل فرقہ کے مقابلہ میں مناظر اعظم تھے۔ اس لیے عمرو کا موقف صحیح ہے اور زید کا موقف سو فی صد غلط ہے۔

مولانا محمد امین صفدرؒ کی طرف زندیقیت کی نسبت کرنا خود اس کے ضال مضل ہونے کی علامت ہے۔ حضرت اوکاڑویؒ نے یزید کے مسئلہ میں جس احسن انداز سے حضرت حسینؓ اور حضرت معاویہؓ کا دفاع کیا ہے اور مسلک علماء اہل سنت دیوبند کی ترجمانی کی ہے، (جس کی تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔) وہ قابل تحسین، لائق تقلید، باعث اطمینان، تسلی بخش اور کافی شافی ہے۔ حضرت معاویہؓ کے شاندار دِفاع کے باوجود اُن کو حضرت معاوؓیہ کا گستاخ قرار دینا، اور ان کے بارے میں غلط پروپیگنڈا کر کے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ اِسی لیے نصرۃ العلوم کے فتویٰ میں لکھا ہے:

''سوال میں جن صاحب کی آپ نے تحریر نقل کی ہے، متعلقہ مسئلہ کی بابت

ان کا عقیدہ اُن کے متعلقین سے پوچھ لیں۔ یا اُن کی صریح عبارات کو دیکھ لیں جن میں اُن کے عقیدے کا بیان ہو۔ کسی صحیح العقیدہ شخص کا بلا تحقیق کسی استدلال میں کوئی روایت نقل کرنا اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا بھی وہی عقیدہ ہے جو روایت میں مذکور ہے۔''

جواب سوال نمبر ۲:

سوال: مذکورہ دو روایات نقل کرنے میں حضرت معاویہؓ کی گستاخی اور توہین ہے یا نہیں؟

جواب: جہاں تک سوال میں مذکور دو روایتوں کا تعلق ہے، اگر نیک نیتی اور علمی گہرائی کے ساتھ غور کیا جائے تو ان میں حضرت معاوؓیہ کی گستاخی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ ہاں! البتہ جن کے قلوب یزید کی محبت میں دھڑکتے اور پھڑکتے ہیں، اور محبتِ یزید کی وجہ سے فسق یزید کے قائلین اور یزید کو ''یزید پلید'' کہنے والوں کے بارے میں ان کے دِل بغض اور کینے سے لبریز ہیں، وہ جب ناصبیت و یزیدیت کا ٹیڑھا چشمہ لگا کر ٹیڑھی نظر سے دیکھیں گے تو ان کو یزید کو فاسق قرار دینے والی ہر روایت میں گستاخی معاویہ کی جھلک نظر آئے گی۔ یہ آئینے کا قصور نہیں دیکھنے والی آنکھ میں ہی بھینگا پن ہے، جو ٹیڑھا دیکھتی ہے۔

روایت نمبر ۱:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے یزید کو دو نصیحتیں:

پہلی روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے یزید کو کی گئی دو نصیحتوں کا تذکرہ ہے:

نصیحت نمبر ۱:

''كَانَ يَزِيدُ فِي حَدَاثَتِهِ صَاحِبَ شَرَابٍ يَأْخُذُ مَأْخَذَ الْأَحْدَاثِ، فَأَحَسَّ مُعَاوِيَةُ بِذَلِكَ، فَأَحَبَّ أَنْ يَعِظَهُ فِي رِفْقٍ، فَقَالَ: يَا بُنَيَّ مَا أَقْدَرَكَ عَلَى أَنْ تَصِلَ إِلَى

حَاجَتِکَ مِنْ غَیْرِ تَهَتُّکٍ یَذْهَبُ بِمُرُوْئَتِکَ وَقَدْرِکَ، وَیَشْمَتُ بِکَ عَدُوُّکَ، وَیَسُیْئُ بِکَ صَدِیْقُکَ۔"

یعنی یزید نو جوانی میں شراب پیتا تھا، نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا تو اُنھوں نے یزید کو نرمی سے نصیحت کرنا پسند کیا، سو انھوں نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! آپ کو اس بات پر کتنی قدرت ہے کہ آپ اپنی حاجت تک ایسی رسوائی کے بغیر پہنچ سکتے ہیں جو آپ کی مروت اور قدر و منزلت کو ختم کر دے، دشمن آپ کی اس رسوائی پر خوش ہو اور دوست غمگین و پریشان ہو!!

خلاصہ یہ کہ اپنی حاجات اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے باعزت شرعی طریقہ اختیار کر، بے عزت کرنے والے افعال اور رسوا کرنے والے (غیر شرعی) حرکات چھوڑ دے۔

تشریح روایت نمبر ۱:

ناصبی یزیدیوں کے اس ناصحانہ روایت پر دو اعتراض ہیں:

اعتراض نمبر ۱:

پہلی نصیحت پر اعتراض یہ ہے کہ: اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ یزید کے فسقیہ کاموں سے باخبر تھے۔ (اور اُنہوں نے آخر میں اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد بھی مقرر کیا تھا۔) تو گویا اِس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ یزید کے فسقیہ کاموں کو جاننے کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنا ولی عہد بنایا۔ حالانکہ یہ بات اُن کی شانِ صحابیت کے خلاف ہے۔ لہٰذا اُن کی طرف ایسی نسبت کرنا اور ایسی روایت نقل کرنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بے ادبی و گستاخی ہے۔

جواب: حضرت معاویہؓ کے دفاع کے عنوان کے تحت حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ، قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور مناظر اسلام حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے متعدد جوابات تفصیلاً

مذکور ہو چکے ہیں۔ یہاں پر ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ تجربہ یہ ہے کہ جب باپ اپنے بیٹے کو نرمی، شفقت اور دردِ دل سے نصیحت کرتا ہے تو فرمانبردار بیٹا برے کاموں کو چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ یہ سمجھتے رہے کہ یزید نے وہ برے کام چھوڑ دیئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ: اُس نے چھوڑنے کی بجائے برے کاموں کو پوشیدہ اور خفیہ رکھنے کا اہتمام شروع کر دیا۔ گویا اِس نصیحت کے بعد بھی وہ برے کام کرتا تھا، لیکن حضرت معاویہؓ کے علم میں نہیں تھا۔

چنانچہ حضرت اوکاڑویؒ حضرت معاویہؓ کا دفاع کرتے ہوئے اس ناصحانہ روایت کے آخر میں لکھتے ہیں: ''باپ کی اس (دوسری) نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا۔'' (تجلیات: ۱/۵۶۹) اس سے یزید کا فسق بھی معلوم ہو گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع بھی ہو گیا۔

نصیحت نمبر ۲:

''ثُمَّ قَالَ: يَابُنَيَّ إِنِّي مُنْشِدُكَ أَبْيَاتًا فَتَأَدَّبْ بِهَا وَاحْفَظْهَا، فَأَنْشَدَهُ۔''

پھر کہا: اے میرے پیارے بیٹے! میں آپ کے سامنے (بطورِ نصیحت) چند اشعار پڑھتا ہوں، ان کے ذریعے ادب سیکھ اور ان کو یاد رکھ، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے درج ذیل اشعار پڑھے:

انْصَبْ نَهَارًا فِي طِلَابِ الْعُلَا	وَاصْبِرْ عَلَى هَجْرِ الْحَبِيبِ الْقَرِيبِ
حَتَّى إِذَا اللَّيْلُ أَتَى بِالدُّجَى	وَاكْتَحَلَتْ بِالْغَمْضِ عَيْنُ الرَّقِيبِ
فَبَاشِرِ اللَّيْلَ بِمَا تَشْتَهِي	فَإِنَّمَا اللَّيْلُ نَهَارُ الْأَرِيبِ
كَمْ فَاسِقٍ تَحْسَبُهُ نَاسِكًا	قَدْ بَاشَرَ اللَّيْلَ بِأَمْرٍ عَجِيبِ
غَطَّى عَلَيْهِ اللَّيْلُ أَسْتَارَهُ	فَبَاتَ فِي أَمْنٍ وَعَيْشٍ خَصِيبِ
وَلَذَّةُ الْأَحْمَقِ مَكْشُوفَةٌ	يَسْعَى بِهَا كُلُّ عَدُوٍّ مُرِيبِ

۱: دن میں کوشش کر بلندیوں کے طلب کرنے میں..... اور قریبی دوست کی جدائی پر صبر کر

۲: حتیٰ کہ جب رات کی تاریکیاں چھا جائیں..... اور رقیب کی آنکھ نیند کو سرمہ بنا لے

۳: اب رات کے وقت کو جو چاہتا ہے وہ کر..... کیوں کہ رات عقل مند کے لیے دن ہے
۴: کتنے ہی فاسق ہیں جن کو آپ عابد سمجھتے ہیں..... حالاں کہ وہ رات کے وقت عجیب کام کرتے ہیں
۵: رات نے اس کو اپنے پردوں میں ڈھانپ لیا..... پس اس نے رات گذاری امن اور عیش وعشرت میں
۶: احمق کی لذت (گناہ) ظاہر ہو جاتی ہے..... ہر تہمت لگانے والا دشمن بھی کوشش کرتا ہے کہ گناہ ظاہر ہو جائے

نوٹ: اس دوسری نصیحت کے بارے میں اندیشہ ہوا کہ ممکن ہے رافضی اس نصیحت کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کریں، تو امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مرفوع حدیث سے تائید پیش کی، فرماتے ہیں:

قُلْتُ: وَهٰذَا كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ: "مَنِ ابْتُلِيَ بِشَيْءٍ مِنْ هٰذِهِ الْقَاذُورَاتِ فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللهِ عز وجل۔" (البداية والنهاية: ۸/ ۸۲۲، ط: مكتبة المعارف، بيروت، سن ۱۴۰۷ھ مطابق: ۱۹۸۶م) میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت اس حدیث کے مطابق ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی ان گناہوں میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے، تو جیسے اللہ تعالی نے اس کے گناہ کو چھپایا ہے، یہ بھی اس کو چھپائے۔

اعتراض نمبر ۲:

دوسری نصیحت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ: اِس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو خفیہ طور پر بُرے کام کرنے کی اجازت دی۔ جبکہ یہ بات شانِ صحابیت کے خلاف ہے۔ اور اس کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کرنا اُن کی گستاخی و بے ادبی ہے۔ لہٰذا یہ روایت نقل کرنا بھی اُن کی بے ادبی و گستاخی شمار ہوگی۔

جواب: دوسری نصیحت میں مقصود ہے کہ: گناہ سرزد ہونے کی صورت میں اِخفائے معاصی اور استتارِ ذنوب کی نصیحت کرنا۔ گناہ کی اِجازت دینا ہرگز اُن کا مطلوب ومقصود نہیں۔ اِس پر اِسی روایت میں دو قرینے موجود ہیں:

قرینہ نمبر ۱:

ایک قرینہ یہ ہے کہ نصیحت کے پہلے حصے میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاصی ترک کرنے اور گناہ نہ کرنے کی نصیحت کی ہے۔ منع کرنے کے بعد وہ کیسے اجازت دے سکتے ہیں!؟ اور اگر اجازت دینا مقصود ہوتا تو پہلے منع کیوں کرتے!؟ منع کرنے کے بعد اجازت دینا اسی کو "بول علی القول" کہا جاتا ہے جو انتہائی قبیح عمل اور شانِ صحابیت کے خلاف ہے، پس پہلی نصیحت میں گناہوں سے منع کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ دوسری نصیحت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود گناہوں کی اجازت دینا نہیں، بلکہ گناہ سرزد ہونے کی صورت میں اخفائے معاصی اور استتارِ ذنوب کی تلقین ہے۔

قرینہ نمبر ۲:

دوسرا قرینہ سمجھنے کے لیے شرط وجزا کا قاعدہ ملاحظہ کیجیے:

قاعدہ یہ ہے کہ جملہ شرطیہ کے اندر جزا میں مذکور حکم مقصود ہوتا ہے، البتہ! اس حکم کو شرط کے ساتھ معلق کر کے ذکر کر دیا جاتا ہے؛ کیوں کہ شرط سبب اور جزا مسبب ہوتی ہے اور سبب ومسبب میں سے مسبب مقصود ہوتا ہے، جیسے: "من کسب سیئة وأحاطت به خطیئته فأولئک أصحاب النار" اور "فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون" پہلی مثال میں: "أولئک أصحاب النار" جزا ہے، جس سے وعید مقصود ہے، دوسری مثال میں "فلاخوف علیهم ولا هم یحزنون" جزا ہے، جس میں وعدہ اور بشارت مقصود ہے، لیکن ان دونوں حکموں کو شرط کے ساتھ معلق کیا گیا ہے جو کہ اس حکم کا سبب ہے، درج ذیل احادیث بھی تائید! ملاحظہ کیجیے:

۱:..... "من ابتاع مملوکا فلیحمد الله" (جو شخص غلام خرید کرے وہ اللہ کا شکر ادا کرے) مقصود شکرِ الٰہی ہے۔

۲:..... "مَنِ ابْتُلِیَ بِالْقَضَاءِ بَیْنَ الْمُسْلِمِینَ فَلْیَعْدِلْ بَیْنَهُمْ فِی لَحْظِهِ وَإِشَارَتِهِ وَمَقْعَدِهِ وَمَجْلِسِهِ" (جو شخص مسلمانوں کا قاضی بنا دیا جائے، وہ فریقین کے درمیان دیکھنے میں، اشارہ کرنے میں، بیٹھنے کی جگہ اور بیٹھنے کی کیفیت میں برابری کرے)

۳:..... ''مَن بَدَّلَ دِینَہ فَاقْتُلُوہ'' (جو مسلمان اپنا دین بدل لے اس (مرتد) کو قتل کر دو)

اِس قاعدے کے مطابق امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری نصیحت کی تائید میں جو حدیث نقل کی ہے وہ جملہ شرطیہ ہے، ''مَنِ ابْتُلِیَ بِشَیْءٍ مِّنْ ھٰذِہِ الْقَاذُوْرَاتِ'' شرط ہے، ''فَلْیَسْتَتِرْ بِسَتْرِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ'' اس کی جزا ہے، مذکورہ بالا قاعدے کے مطابق اصل مقصود جزا کا حکم ہے، یعنی اخفائے معاصی، استتارِ ذنوب، شرط مقصود نہیں، اس کو صرف اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ اس حکم کے لیے شرط اور سبب ہے؛ لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو فسقیہ کاموں کی اجازت دی ہے، بے بنیاد اور بے دلیل بات ہے۔

سوال: اِس حدیث کو محدثین حضرات نے ''ضعیف'' لکھا ہے۔ اِس لیے کسی دعوے پر اِس کو دلیل کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

جواب نمبر ۱: (محدثین کی ایک اصطلاح اور قاعدہ)

اِس کے جواب کے لیے محدثین کی اصطلاح اور محدثین کا ایک قاعدہ ملاحظہ کیجیے!

محدثین کی اصطلاح میں ''حدیث'' سے مراد ''سند'' ہوتی ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ یہ تعداد تعدد اِسناد کی وجہ سے ہے۔ اگر متن ایک ہو اور اس کو بیان کرنے والے دس محدثین ہوں تو وہ دس حدیثیں شمار ہوتی ہیں۔ حالانکہ متن ایک ہے۔ یہاں سند کو ہی حدیث کہا گیا ہے۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ: ''سند کے ضعف وصحت سے متن کا ضعف وصحت لازم نہیں آتا۔''

درج بالا اُصول پر محدثین حضرات کے چند حوالہ جات ملاحظہ کیجیے:

(۱):- امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ'' میں لکھا ہے کہ: ''حاکم، ابن حبان اور عقیلی وغیرہ کی عادت ہے کہ کسی حدیث کی سند میں راوی مخدوش ہو تو اس (سند) کو باطل لکھتے ہیں، ابن جوزی اس سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ متن حدیث ہی موضوع ہے اور اس متن حدیث کو اپنی کتاب

''الموضوعات'' میں داخل کر دیتے ہیں، حالانکہ متن سے ان حفاظ (حدیث) کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة: ۱/ ۱۰۸، کتاب المبتدأ، ط: دار الکتب العلمیة، ت: صلاح بن محمد بن عویضة) بلکہ اکثر دوسری صحیح سندوں سے وہ متن ثابت ہوتا ہے، اس وجہ سے تمام علماء نے یہاں تک کہ آخر میں ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ابن جوزی پر الزام لگایا ہے کہ یہ ان میں سخت عیب تھا۔ (از حقیقة الفقه، حصہ اول، صفحہ نمبر: ۸۳، تالیف شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی، خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ، بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن)

(۲):- محدثین کے نزدیک حدیث اسناد (سند) ہی کا نام ہے، جیسا کہ ابن الصلاح رحمہ اللہ نے ''مقدمة'' میں لکھا ہے:

''متی قالوا: هذا حدیث صحیح فمعناه: اتصل سنده مع سائر الأوصاف المذکورة، لیس من شرطه أن یکون مقطوعا به فی نفس الأمر... فکذلک متی قالوا فی حدیث: ''إنه غیر صحیح'' فلیس ذلک قطعا بأنه کذب فی نفس الأمر؛ إذ قد یکون صدقا فی نفس الأمر، وإنما یرادأنه لم یصح إسناده (سنده) علی الشرط المذکور۔'' (معرفة أنواع علم الحدیث = مقدمة ابن الصلاح، النوع الأول معرفة الصحیح من الحدیث، ص: ۸۰، ت: ماهر یاسین الفحل، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت) یعنی محدثین جس حدیث کو صحیح یا غیر صحیح کہتے ہیں تو اس سے مراد اسناد (سند) ہوتی ہے، حدیث کے صحیح ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ متن حدیث بھی نفس الامر میں صحیح ہے اور نہ غیر صحیح ہونے کا یہ مطلب ہے کہ متن حدیث نفس الامر میں غلط ہے۔ (ایضاً، صفحہ: ۱۵۱)

(۳):- ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ''الجوهر المنظم فی زیارة قبر النبی المکرم صلی اللہ علیه وسلم'' میں لکھا ہے: ''قال السبکی: ومما یجب أن یبین أن حکم المحدثین بالإنکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطرق، ولا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف إطلاق الفقیه أن الحدیث موضوع؛ فإنه

حکم علی المتن من حیث الجملۃ۔" یعنی محدثین جب کسی حدیث کا انکار کرتے ہیں تو اس سے صرف اسناد (سند) کا انکار مقصود ہوتا ہے، لیکن اس سے متن حدیث کا مردود ہونا لازم نہیں آتا۔ بخلاف اس کے (کہ) اگر فقیہ کسی حدیث کو موضوع کہہ دے تو اس سے متن حدیث موضوع سمجھا جائے گا۔ (ایضا، صفحہ:۱۵۱)

(۴):- امام نووی نے کتاب "التقریب والتیسیر" میں لکھا ہے: "وإذا قیل: (هذا حدیث) غیر صحیح فمعناه لم یصح إسناده" (التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر النذیر للنووی، ص:۲۵، النوع الأول الصحیح، ت: محمد عثمان الخشت، ط: دار الکتاب العربی، بیروت) اور جب کہا جائے (یعنی قائل محدث ہو) کہ یہ حدیث صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔ (ایضا، صفحہ:۱۵۱)

(۵):- ملفوظ شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم بروایت مولانا محمد حسن مدظلہم:

جامعہ محمدیہ لاہور کے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد حسن مدظلہم فرماتے ہیں:

"بندہ ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ کو مسلسل بالعاشوراء کی حدیث کی اجازت کے سلسلے میں دارالعلوم کراچی حاضر ہوا۔ عاشورہ کی حدیث کی اجازت دیتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے ابتداءً یہ مبارک کلمات إرشاد فرمائے:

"یہ مسلسلات کی احادیث اصلاً صحیح ہیں، صرف تسلسل میں ضعف ہے، اور یہ ضعف بھی راویوں کی وجہ سے ہے کہ جن کی طرف کذب کی نسبت کی گئی ہے۔ لیکن کذب (جھوٹ) کی نسبت کا یہ مطلب نہیں اُن کی ہر بات جھوٹی ہو، بلکہ سچ بولنے کا احتمال بھی ہے۔ جیسے مقولہ مشہور ہے: ان الکذوب قد یصدق۔ کہ جھوٹا آدمی بھی کبھی سچی بات کہہ لیتا ہے۔ بس یہی احتمال عاشقین کے لیے کافی ہے۔ اِسی طرح بعض راویوں کی طرف سوءِ حفظ (حافظے کی کمزوری) کی نسبت کی گئی ہے، تو حافظے کے کمزور ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کی ہر بات غلط ہو۔ حافظے کی کمزوری کے باوجود

صحیح بات کہنے کا احتمال موجود ہے۔ بس یہی احتمال عاشقین کے لیے کافی ہے۔ اسی احتمال کی وجہ سے ہمارے اکابر حضرات مسلسلات کی احادیث کو بیان کرتے چلے آئے ہیں اور ان کی اجازت دیتے چلے آئے ہیں۔

ہمارے اکابر حضرات کا سلسلہ یہ سلسلۃ الذہب ہے، سنہری زنجیر ہے، اس میں جڑ جاؤ، چاہے کسی درجے میں ہو، چاہے سند سافل ہو یا عالی ہو۔''

(۶):- ایک واقعہ: (راوی ضعیف سہی) حدیث تو میری نقل کرتا تھا!

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے ''تبلیغ دین'' میں ایک قصہ نقل فرمایا ہے کہ: ایک حدیث میں ہے کہ: ''اتوار یا جمعرات کو پچھنے لگوانے میں مرض برص کا اندیشہ ہے۔'' اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔ ایک محدث نے اُس راوی کی وجہ سے اِس حدیث کو ضعیف کہہ کر قصداً اتوار کے روز پچھنے لگوائے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ برص میں مبتلا ہوگئے۔ چند روز بعد خواب میں اُن محدث کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو اُن کی خدمت میں بیماری کی وجہ سے پریشانی کا اظہار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب حدیث میں ممانعت موجود ہے تو پھر) اتوار کو پچھنے کیوں لگوائے؟ اُنہوں نے عرض کیا: اس کا راوی ضیف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (راوی ضعیف سہی) حدیث تو میری نقل کرتا تھا۔!! (ملخصاً تبلیغ دین، مترجم: ۷۶)

نوٹ: حدیث (کے متن) کا ''ثبوت'' موقوف ہے ثبوتِ سند پر، اگر حدیث کی سند ثابت ہو تو حدیث ثابت، حدیث باثبوت، حدیث باسند، اور حدیث مستند۔ اور اگر حدیث کی سند نہ ہو تو حدیث بے ثبوت، بے سند، غیر مستند۔ ایسی حدیث حجت نہیں ہوتی۔ حجت وہ حدیث ہوتی ہے جو باسند ہو۔ ثبوتِ سند کے بعد دوسرا درجہ سند کے ''صحت وضعف'' کا ہے، اس میں محدثین کا قاعدہ یہ ہے کہ: سند کے ضعف وصحت سے متن کا ضعف وصحت لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ اوپر حوالے گزر چکے ہیں۔

یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے، لیکن معناً صحیح ہے!

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی پیش کردہ یہ ناصحانہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف

ہے، لیکن متناً و معناً صحیح ہے۔ چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بصورتِ اشعار دوسری نصیحت نقل کرنے کے بعد اس کی تائید میں ایک مرفوع حدیث نقل کر کے اشارہ کر دیا کہ: یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف اور کم زور ہے، لیکن معناً درست ہے۔ اسی لیے امام ابن کثیرؒ نے اس کو غلط قرار نہیں دیا بلکہ مرفوع حدیث سے تائید پیش کر کے معناً اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

تائید نمبر ۱:

مفسر، محدث، مؤرخ امام ابن کثیرؒ نے اس کی تائید میں جو مرفوع حدیث پیش کی ہے، وہ یہ ہے: "من ابتلی بشیٔ من هذه القاذورات فلیستتر بستر الله عز و جل۔" جو آدمی ان گناہوں کی گندگیوں میں سے کسی چیز میں مبتلا ہو جائے تو جیسے اللہ عزوجل نے اس کو چھپایا ہے وہ بھی چھپائے۔

(البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۵۷) رواہ عبداللہ بن عمر نحوہ، تحفۃ الاخیار: ۵/ ۹۰، خلاصہ البدر المنیر لابن الملقن، اسنادہ صحیح علی شرط البخاری والمسلم: ۲/ ۳۰۳)

تائید نمبر ۲:

ایک اور مرفوع حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: کل امتی معافی الا المجاهرون وان من المجاهرة الخ۔ میری ساری اُمت کو معاف کر دیا جائے گا، ان کو عذاب سے عافیت اور سلامتی مل جائے گی، مگر گناہ کا اظہار کرنے والوں کے لیے معافی نہیں۔ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ گناہ کی ایک صورت یہ بتائی کہ بے حیائی کی بات یہ ہے کہ ایک آدمی رات کو گناہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دیتا ہے اس کی پردہ پوشی کرتا ہے، لیکن صبح کو یہ بندہ خود ہی لوگوں کو بتاتا ہے کہ رات میں نے یہ گناہ کیا ہے اور اظہار کر کے اللہ تعالیٰ نے جو اس پر پردہ ڈالا تھا یہ اس کو تار تار کر دیتا ہے۔

(مشکوۃ: ۲/ ۴۱۳، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم: فیض القدیر للعلامہ المناوی: ۵/ ۱۹۔ التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۲/ ۲۱۰، مرقات شرح المشکوۃ: ۸/ ۵۷۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ عملاً گناہ کرنا، یہ بھی گناہ ہے۔ اور اس گناہ کا اظہار یہ بھی الگ سے مستقل دوسرا گناہ ہے۔ اور یہ دوسرا گناہ عملی گناہ سے زیادہ سخت ہے کہ عملی گناہ کی معافی ہے، لیکن اظہارِ گناہ والا ایسا گناہ ہے جس کی معافی اور بخشش نہیں۔ اس کے لیے بخشش اور معافی کا دروازہ بند ہے۔

اور اظہارِ گناہ کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ گناہ کھلم کھلا لوگوں کے سامنے کرنا۔ دوسرا یہ کہ گناہ چھپ کر کرے لیکن بعد میں خود ہی بتادے کہ میں نے یہ گناہ کیا ہے۔

حضرت معاویہؓ نے یزید کو پہلی نصیحت یہ کی کہ جس کام سے مروت ختم ہو، دشمن خوش ہو اور دوست شرمندہ اور نادم ہو۔ (اور باپ بطریق اَولیٰ نادم ہوگا۔) ایسے کام ترک کردے۔ لیکن درجہ امکان میں یہ احتمال بھی تھا کہ ممکن ہے وہ گناہ ترک نہ کرے، تو دوسری نصیحت یہ فرمادی کہ: بُرے کام کھلم کھلا نہ کر اور نہ اس کا اظہار کر۔ کہ خفاء معصیت کی صورت میں صرف عملی گناہ ہوگا اور اظہار کرنے میں دو گناہ بن جائیں گے، ایک عملی گناہ اور دوسرا اُس گناہ کا اظہار۔ اور اظہارِ گناہ عملی گناہ سے زیادہ سخت ہے۔

دوسری نصیحت میں چند حکمتیں:

غور کیا جائے تو نبی پاک کی اتباع میں سیدنا معاویہؓ کی طرف سے کی گئی اِس نصیحت میں چند حکمتیں بھی سمجھ آتی ہیں:

(۱)- ایک حکمت یہ ہے کہ اگر بُرے کام ترک نہیں کرتا تو اظہار والے سخت ترین (اعلانیہ) گناہ کا ارتکاب نہ کر۔

(۲)- دوسری حکمت یہ ہے کہ محاورہ ہے: الناس علی دین ملوکھم۔ لوگ اپنے بادشاہوں اور حکمرانوں کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں، اگر کھلم کھلا گناہ ہوئے یا ان کا اظہار ہوا تو رعایا بھی ان گناہوں میں مبتلا ہوجائے گی، اس لیے گناہ کا اظہار نہ کرنا۔

(۳)- تیسری حکمت یہ ہے کہ جب حاکم اعلانیہ بُرے کام کرے گا تو رعایا کو بُرے کاموں سے کیسے روکے گا؟ اور اگر روکنے کی کوشش کرے گا بھی تو وہ کوشش بے نتیجہ اور بے فائدہ ہوگی، نتیجہ خیز ثابت نہ ہوگی۔

(۴)- چوتھی حکمت یہ ہے کہ جب حاکم اعلانیہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور عادی مجرم بن جاتا ہے تو رعایا کے دلوں سے اس کی محبت وعظمت اور اس کا رعب و دبدبہ ختم ہوجاتا ہے، حکومت بے وقعت اور بے اثر ہوجاتی ہے، حکومت کی گرفت، حکومت کا کنٹرول ختم ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے قوم میں انتشار اور فسادات شروع ہوجاتے ہیں اور قوم بزدل بن جاتی ہے، دشمن ان پر دلیر ہوجاتا ہے۔

(۵)- پانچویں حکمت یہ ہے کہ خفیہ گناہ کرنے میں ایک گناہ لازم ہوتا ہے یعنی عملی گناہ۔ اور اظہار گناہ کی صورت میں دو گناہ جمع ہوجاتے ہیں، ایک عملی گناہ، دوسرا گناہ کا اظہار جو پہلے گناہ سے زیادہ سخت ہے۔

سابقہ تفصیلات و تائیدات سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے گناہ پر پردہ پوشی کی نصیحت کرنے میں اُن کی گستاخی و بے ادبی نہیں ہے۔

تائید نمبر تین (۳): گناہ کو پوشیدہ رکھنا قابل تعریف ہے!

سیدنا معاویہؓ کی اس نصیحت کی دو نبوی تائیدات اور اُس کی مذکورہ بالا ممکنہ حکمتوں کے بعد ایک اور مفصل تائید بھی ملاحظہ کیجیے!

امام غزالیؒ نے اپنی عظیم کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں مستقل عنوان قائم کیا ہے: بیان الرخصة فی کتمان الذنوب وکراهة اطلاع الناس علیها۔ (گناہوں کو چھپانے کی رخصت اور ان پر لوگوں کے اطلاع پانے کی کراہت کا بیان)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: نیت کے اعتبار سے ستر معاصی کی دو قسمیں ہیں: (۱)- ایک یہ کہ عاصی گناہوں کو اِس لیے چھپاتا ہے تاکہ لوگ اس کو متقی اور پرہیزگار سمجھیں اور اس میں خوف خدا خیال کریں، یہ ممنوع ہے۔ (۲)- دوسری قسم جس میں یہ ریاکاری نہ ہو، ستر معاصی کی یہ قسم صحیح وصادق ہے، بلکہ اظہار معصیت اور اخبار معصیت کے مقابلے میں اخفاء معصیت کو قابل تعریف اُمور میں شمار کیا گیا ہے، جس کی چند وجوہ ہیں:

۱- وجہ اول: ستر معاصی اور ان پر لوگوں کے مطلع ہونے کی عاصی کے دِل میں کراہت اِس لیے قابل تعریف ہے کہ جب کوئی آدمی علی الاعلان ظاہر باہر

گناہوں کا عادی ہوجاتا ہے تو وہ گناہوں پر جری ہوجاتا ہے، اس میں گناہوں سے اجتناب کا داعیہ ختم ہوجاتا ہے۔ اور یہ خواہش پرستی کی انتہا ہوتی ہے۔ جبکہ خفیہ گناہ کرنے اور اس کی پردہ دری سے خوف کرنے والے کے دِل میں معصیت کا خوف باقی ہوتا ہے۔ اور اس میں اجتناب عن المعاصی کا داعیہ قدرے موجود ہوتا ہے۔

۲- وجہ دوم: اس کے دِل میں یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کی پردہ دری کردی تو قیامت کے دن بھی اس کی پردہ دری ہوگی، کیونکہ قیامت کے دِن اسی کی پردہ پوشی کریں گے جس کی دنیا میں پردہ پوشی کی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: من ستر اللہ علیہ فی الدنیا ستر اللہ فی الآخرۃ۔ (جس کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پردہ پوشی کی، آخرت میں بھی اُسی کی پردہ پوشی کرے گا) اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جس کی پردہ پوشی نہ کی بلکہ پردہ دری کی، آخرت میں بھی پردہ پوشی کی بجائے اس کی پردہ دری ہوگی۔

۳- وجہ سوم: اِس لیے بھی سترِ معاصی قابل تعریف ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصی کو اپنی معصیت چھپانے کا حکم دیا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: من ارتکب شیئا من ھذہ القاذورات فلیستتر بستر اللہ تعالیٰ علیہ۔ (جس نے گناہوں کی گندگیوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال دیا تو اس شخص کو چاہیے کہ وہ خود بھی اس کو چھپائے)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: فھو وان عصی اللہ بالذنب فلم یخل قلبہ عن محبتہ ما أحبہ اللہ، وھذا ینشأ من قوۃ الایمان۔ (گناہ کی وجہ سے اگرچہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے، لیکن اس کا دِل اس چیز کی محبت سے خالی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے (یعنی اپنے گناہ چھپانا) اور یہ کیفیت ایمانی قوت سے پیدا ہوتی ہے۔) معلوم ہوا کہ خفیہ معصیت کرنے والے کے دِل میں ایمانی قوت کسی نہ کسی درجے میں موجود ہے، اخفاءِ فسق و معصیت اِسی کا نتیجہ ہے۔ جبکہ اعلانیہ گناہ کرنے والے کا دِل اکثر اس محبت سے اور اس قوتِ ایمان سے خالی ہوتا ہے۔

۴- وجہ چہارم: کھلم کھلا معاصی کی وجہ سے لوگ مذمت وملامت کریں گے، جس سے طبعی طور پر اس کے دِل کو تکلیف اور پریشانی لاحق ہوگی جو عقل کو متاثر کرے گی، عقل کو ماؤف رکھے گی اور عبادت کے خشوع وخضوع میں مانع بن جائے گی۔

۵- وجہ پنجم: اعلانیہ معصیت کی صورت میں لوگ اس کی معصیت کا اور اس کے مرتکبِ معصیت ہونے کا ذکر کریں گے اور وہ لوگ اس کی معصیت کے گواہ بن جائیں گے۔ اور جیسے گواہی ہو اس کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے، جیسے حدیث پاک میں ہے: من اثنیتم علیه خیرا وجبت له الجنة، ومن اثنیتم علیه شرا وجبت له النار، انتم شهداء الله فی الأرض، ثلاثاً۔ (تم نے جس کی خیر کا ذکر کیا، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور جس کا تم نے شر کے ساتھ ذکر کیا، اس کے لیے دوزخ کی آگ واجب ہوگئی۔ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ کلمہ ارشاد فرمایا۔) پس اعلانیہ گناہ کرنا اپنے شر پر گواہ بنانا ہے، جبکہ سترِ معاصی میں شر پر کوئی گواہ نہیں ہوتا۔

۶- وجہ ششم: اِظہارِ معصیت اور اِعلانیہ معصیت کی صورت میں اس کی معصیت کا تذکرہ کرنے والے گناہ گار ہوں گے، جس کا سبب اعلانیہ معصیت ہے۔ پس خفیہ معاصی کی صورت میں نہ مذمت ہوگی اور نہ معصیت کا تذکرہ ہوگا۔ لہٰذا ''غیر کے گناہ کے تذکرے'' والے گناہ سے لوگ محفوظ رہیں گے۔

۷- وجہ ہفتم: اعلانیہ گناہ کرنے کی صورت میں سرکاری یا غیر سرکاری لوگوں کی طرف سے عقاب یا عتاب کا اس کے دِل میں خوف ہوتا ہے، یہ خوف اس کو اخفاء معصیت پر مجبور کرتا ہے۔ اِس سے اتنا پتہ چل گیا کہ وہ گناہ کو گناہ سمجھتا ہے، اِس کو باعثِ عذاب سمجھتا ہے۔ لہٰذا یہ خوف کسی وقت اس کا رخ بدل سکتا ہے، لیکن جو اعلانیہ بصورت اِظہار یا بصورتِ اخبار گناہ کرتا ہے، اِس بات کی علامت ہے کہ وہ اس کو معصیت نہیں سمجھتا یا ہلکے درجے کی معصیت سمجھتا ہے، بہت حد تک ممکن ہے کہ ایسے آدمی کو توبہ کی توفیق ہی نہ ہو، کیونکہ جو آدمی گناہوں کو خفیف سمجھتا ہے، اس کو توبہ کی توفیق کم ہوتی ہے۔

۸- وجہ ہشتم: گناہ کا اخفاء اور سترِ معاصی اس بات کی دلیل ہے کہ اس آدمی میں ابھی تک کچھ حیاء باقی ہے اور حدیثِ پاک میں ہے: الحیاء شعبة من الایمان۔ (حیاء ایمان کی شاخ ہے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ اَبھی اس کے دِل میں ایمان کی جڑ ہری بھری موجود ہے، یہ ایمان اور حیاء کسی وقت بھی اپنا رنگ دکھا سکتے ہیں اور اس کو توبہ کی طرف لا سکتے ہیں۔ جبکہ وہ آدمی جو عملی معصیت اور اِظہارِ معصیت یا اخبارِ معصیت کے دوہرے گناہ کا مرتکب ہو اس کے بارے میں یہ اُمید بہت کم ہے۔

۹- وجہ نہم: اخفاءِ معصیت اور گناہ کو پوشیدہ رکھنے کی صورت میں کوئی آدمی بھی اس کو اپنے لیے نمونہ بنا کر گناہ کا مرتکب نہیں ہوگا، کیونکہ وہ اپنے گناہ کو چھپائے ہوئے ہے۔ جبکہ اِظہار و اخبار کی صورت میں گناہ کرنے والا کئی لوگوں کے لیے اِرتکابِ گناہ کا نمونہ بنے گا اور نجانے کتنے لوگ اس کی دیکھا دیکھی گناہ کے مرتکب ہو جائیں گے اور گناہ کے راستے پر چل پڑیں گے۔

۱۰- وجہ دہم: جب عاصی' معصیت والے کام اور فاسق' فسقیہ کام خفیہ کرے گا اور ان کا اخفاء کرے گا تو لوگوں کے عقاب و عتاب سے اور لوگوں کی مذمت سے بچ جائے گا، اور رسوائی سے محفوظ رہے گا تو وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا، عین ممکن ہے کہ اس کی شکر گزاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو فسقیہ کام چھوڑنے کی توفیق دیدیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: لئن شکرتم لازیدنکم۔ اور وہ ''زیادت'' ترکِ معصیت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ۔ اور گناہ کو خفیہ رکھنے والے شاکر کے لیے ''نفع'' ترکِ معصیت ہے۔

نیز اس میں جو حیاء اور شعبۃ من الایمان باقی ہے، وہ اِس شکر کے نتیجے میں قوی ہو جائے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ قوتِ حیاء اور قوتِ ایمان' فسقیہ کاموں میں اور امورِ معصیت کے ارتکاب میں مانع بن جائے۔

اس نصیحت کو حضرت معاویہؓ کی طرف منسوب کرنا گستاخی نہیں!

خلاصہ یہ کہ اِن دس وجوہات کی بنا پر معاصی کے اِظہار یا اِخبار کے

مقابلے میں معاصی کا اِخفاء قابل تعریف ہے۔ لہٰذا اِس اعتبار سے اگر غور کیا جائے تو حضرت معاویہؓ کی دوسری نصیحت اِن دس وجوہ کی بنا پر قابل تعریف ہے۔ اِس میں حضرت معاویہؓ کی گستاخی اور توہین کا پہلو نہیں ہے۔

اور حضرت معاویہؓ کا یہ نصیحت کرنا مذکورہ بالا دس وجوہ کی بنا پر قابل تعریف ہے نہ کہ باعثِ اعتراض! حضرت معاویہؓ نے پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں۔ اور دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ: اِظہار و اِخبار کی صورت میں فسقیہ کاموں کے کرنے سے ان کا اخفاء اور خفیہ کرنا بہتر ہے۔ یہ نصیحت بھی مذکورہ دس وجوہ کی بنا پر قابل تعریف ہے۔

اور یزید خلیفہ بننے کے بعد رفتہ رفتہ فسقیہ کاموں کے اِخبار پھر اِظہار تک پہنچا تو اس کی اخفاء والی پہلی حالت اِظہار والی دوسری حالت کے مقابلے میں مذکورہ دس وجوہ کی بنا پر بہتر اور قابل تعریف ہے۔ (بشرطیکہ اِس اخفاء سے اُس کا مقصد ریاکاری و دکھلاوا اور اپنے آپ کو متقی باور کرانا نہ ہو)

اگر اہل علم حضرات مذکورہ تائیدی دو حدیثوں اور احیاء العلوم للغزالی (۳۱۹/۳)، شرح عین العلم و زین الحلم، مؤلفہ ملا علی قاریؒ (۱۰۳/۲) اور اتحاف سادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین (۳۰۵/۸) کا بغور مطالعہ کریں گے تو ان پر حقیقت عیاں ہو جائے گی۔ اور اُمید ہے کہ وہ دُعائے خیر سے یاد کریں گے۔

جواب نمبر ۲:

یہ روایت اَحکام سے متعلق نہیں، بلکہ ایک ''ناصحانہ روایت'' ہے، اور وعظ و نصیحت میں ضعیف حدیث کا پیش کرنا کوئی معیوب بات نہیں۔ بلکہ محدثین حضرات کی تصریحات کے مطابق ضعیف حدیث سے ''مستحب'' ثابت ہو سکتا ہے۔

مولانا اوکاڑوی کا مقصد!

مناظر اعظم مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ نے اپنی تحریر میں مذکورہ بالا روایت

اور اِس کی نبوی تائید نقل کرنے کے بعد یہ جملہ تحریر فرمایا ہے کہ: ''باپ کی اِس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا۔'' اِس سے اُن کا کیا مقصد ہے؟

دراصل حضرت معاویہؓ نے دو نصیحتیں کیں۔ یزید نے پہلی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے دوسری نصیحت پر عمل کر کے خفیہ بُرے کام شروع کر دیئے۔ حضرت اوکاڑویؒ کے اِس جملے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اِس پہلو سے دِفاع ہے کہ جب حضرت معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد بنایا تو وہ باپ سے خفیہ فسقیہ کام کرتا تھا جو حضرت معاویہؓ کے علم میں نہ تھے۔ لہٰذا حضرت معاویہؓ پر اعتراض کرنا غلط ہے۔ فرمایئے! اس میں حضرت معاویہؓ کا دفاع اور صفائی ہے یا گستاخی ہے؟ اور مولانا امینؒ حضرت معاویہؓ کے وکیل صفائی ہیں یا گستاخ اور موہن ہیں؟۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ: اِس روایت میں یزید کی طرف جو فسق کی نسبت کی گئی ہے، وہ برداشت نہ ہونے کی وجہ سے یزیدی لوگوں نے دفاع معاویہؓ کی آڑ میں فسق یزید کے اِنکار کی، اور یزید کی منقبت و مدح سرائی کی مہم چلا رکھی ہے؟

اور اگر حضرت معاویہؓ کی اس دوسری نصیحت میں ان کی گستاخی ہے تو خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نصیحت فرمائی ہے۔ اِس کا کیا جواب ہے؟

الزامی جواب:

اگر ستر معاصی کی نصیحت کرنا یا ایسی نصیحت کو نقل کرنا گستاخی کے زمرے میں آتا ہے تو اس پر ہمارے دو سوال ہیں:

(۱)- امام ابن کثیر نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ سے ستر معاصی کی مرفوع حدیث نقل کر کے طبرانی والی حدیث کو معناً صحیح قرار دیا ہے جس میں حضرت معاویہؓ نے یزید کو ستر معاصی کی نصیحت کی ہے۔ اور تائیدی حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ستر معاصی کا حکم نقل کیا ہے۔ اس سے امام ابن کثیر گستاخ معاویہ اور گستاخ رسول بنے ہیں یا نہیں؟ اور امام ابن کثیر زندیق ہیں یا نہیں؟

(۲)- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور

حضرت ابو ہریرہؓ نے اسی مضمون کی دو حدیثیں نقل کی ہیں کہ گناہ کر کے اس کا اظہار نہ کیا کرو بلکہ اس کو چھپایا کرو، نیز امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' میں اور ملا علی قاریؒ نے ''شرح عین العلم و زین الحلم'' اور ''مرقاہ شرح مشکوۃ'' میں اور مرتضی زبیدیؒ نے ''اتحاف السادہ'' میں آٹھ وجوہ سے اخفائے معاصی کو قابل تعریف عمل قرار دیا ہے اور ابن ملقنؒ نے عبد اللہ ابن عمرؓ کی حدیث کے بارے میں لکھا ہے: اسنادہ علی شرط البخاری و مسلم۔ اور صاحب مشکوۃ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کو ''متفق علیہ'' لکھا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، امام غزالی، ملا علی قاری، مرتضی زبیدی، ابن ملقن اور صاحب مشکوۃ جنہوں نے نبی کریم سے اخفائے معاصی کا حکم نقل کیا ہے اور ان احادیث کی تصحیح بیان کی ہے اور اس عمل کو قابل تعریف قرار دیا ہے کیا ان پر بھی نبی کریم ﷺ کے بے ادب و گستاخ ہونے کا اور زندیق ہونے کا فتوی لگ سکتا ہے؟

اگر ان حضرات پر بے ادب گستاخ اور زندیق ہونے کا فتوی نہیں لگ سکتا تو مولانا امین صفدرؒ نے جو امام ابن کثیر کے حوالہ سے طبرانی کی روایت نقل کی ہے اور اس پر صحت کا حکم بھی نہیں لگایا تو ان پر حضرت معاویہؓ کے بے ادب گستاخ اور زندیق ہونے کا فتوی لگانے کا کیا جواز ہے؟

روایت نمبر ۲:

فَرَوَى ابْنُ جَرِيرٍ مِنْ طَرِيقِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ الْمُغِيرَةَ كَانَ قَدْ قَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَاسْتَعْفَاهُ مِنْ إِمْرَةِ الْكُوفَةِ فَأَعْفَاهُ لِكِبَرِهِ وَضَعْفِهِ، وَعَزَمَ عَلَى تَوْلِيَتِهَا سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الْمُغِيرَةَ كَأَنَّهُ نَدِمَ، فَجَاءَ إِلَى يَزِيدَ ابن مُعَاوِيَةَ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِأَنْ يَسْأَلَ مِنْ أَبِيهِ أن يكون ولي العهد، فسأل ذلك مِنْ أَبِيهِ فَقَالَ: مَنْ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: الْمُغِيرَةُ، فَأَعْجَبَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ مِنَ الْمُغِيرَةِ وَرَدَّهُ إِلَى عَمَلِ الْكُوفَةِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَسْعَى فِي ذَلِكَ، فَعِنْدَ ذَلِكَ سَعَى الْمُغِيرَةُ فِي تَوْطِيدِ ذَلِكَ، وَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى زِيَادٍ يَسْتَشِيرُهُ فِي ذَلِكَ، فَكَرِهَ زِيَادٌ ذَلِكَ؛ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ لَعِبِ يَزِيدَ

وَإِقْبَالِهِ عَلَى اللَّعِبِ وَالصَّيْدِ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ مَنْ يَثْنِي رَأْيَهُ عَنْ ذَلِكَ، وَهُوَ عبيد ابن كعب بن النُّمَيْرِيُّ- وَكَانَ صَاحِبًا أَكِيدًا لِزِيَادٍ- فَسَارَ إِلَى دِمَشْقَ فَاجْتَمَعَ بِيَزِيدَ أَوَّلًا، فَكَلَّمَهُ عَنْ زِيَادٍ وَأَشَارَ عَلَيْهِ بِأَنْ لَا يَطْلُبَ ذَلِكَ، فَإِنْ تَرَكَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنَ السَّعْيِ فِيهِ، فَانْزَجَرَ يَزِيدُ عَمَّا يُرِيدُ مِنْ ذَلِكَ، وَاجْتَمَعَ بِأَبِيهِ وَاتَّفَقَا عَلَى تَرْكِ ذَلِكَ فِي هَذَا الْوَقْتِ، فَلَمَّا مَاتَ زِيَادٌ وَكَانَتْ هَذِهِ السَّنَةُ، شَرَعَ معاوية فى نظم ذلك والدعاء إليه، وَعَقَدَ الْبَيْعَةَ لِوَلَدِهِ يَزِيدَ، وَكَتَبَ إِلَى الْآفَاقِ بِذَلِكَ، فَبَايَعَ لَهُ النَّاسُ فِي سَائِرِ الْأَقَالِيمِ، إِلَّا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعَبْدَ اللهِ بن عمر والْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَعَبْدَ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنَ عَبَّاسٍ، فَرَكِبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا، فَلَمَّا اجْتَازَ بِالْمَدِينَةِ- مَرْجِعَهُ مِنْ مَكَّةَ- اسْتَدْعَى كُلَّ وَاحِدٍ مِنْ هَؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ فَأَوْعَدَهُ وَتَهَدَّدَهُ بِانْفِرَادِهِ، فَكَانَ مِنْ أَشَدِّهِمْ عَلَيْهِ رَدًّا وَأَجْلَدِهِمْ فى الكلام، عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَكَانَ أَلْيَنَهُمْ كَلَامًا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، ثُمَّ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ وَهَؤُلَاءِ حُضُورٌ تَحْتَ مِنْبَرِهِ، وَبَايَعَ النَّاسُ لِيَزِيدَ وَهُمْ قُعُودٌ وَلَمْ يُوَافِقُوا وَلَمْ يُظْهِرُوا خِلَافًا، لِمَا تَهَدَّدَهُمْ وَتَوَعَّدَهُمْ، فَاتَّسَقَتِ الْبَيْعَةُ لِيَزِيدَ فِي سَائِرِ الْبِلَادِ، وَوَفَدَتِ الْوُفُودُ مِنْ سَائِرِ الْأَقَالِيمِ إِلَى يَزِيدَ، فَكَانَ فِيمَنْ قَدِمَ الْأَحْنَفُ بْنُ قَيْسٍ، فَأَمَرَهُ مُعَاوِيَةُ أَنْ يُحَادِثَ يَزِيدَ، فَجَلَسَا ثُمَّ خَرَجَ الْأَحْنَفُ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَاذَا رَأَيْتَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ؟ فَقَالَ: إِنَّا نَخَافُ اللهَ إِنْ كَذَبْنَا وَنَخَافُكُمْ إِنْ صَدَقْنَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ فِي لَيْلِهِ وَنَهَارِهِ، وَسِرِّهِ وَعَلَانِيَتِهِ، وَمَدْخَلِهِ وَمَخْرَجِهِ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ بِمَا أَرَدْتَ، وَإِنَّمَا عَلَيْنَا أَنْ نَسْمَعَ وَنُطِيعَ، وَعَلَيْكَ أَنْ تَنْصَحَ لِلْأُمَّةِ. وَقَدْ كان معاوية لما صالح الحسن عَهِدَ لِلْحَسَنِ بِالْأَمْرِ مِنْ بَعْدِهِ، فَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ قَوِيَ أَمْرُ يَزِيدَ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ، وَرَأَى أَنَّهُ لِذَلِكَ أَهْلٌ، وَذَاكَ مِنْ شِدَّةِ مَحَبَّةِ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ، وَلِمَا كَانَ يَتَوَسَّمُ فِيهِ مِنَ النَّجَابَةِ الدُّنْيَوِيَّةِ، وَسِيَّمَا أَوْلَادِ الْمُلُوكِ وَمَعْرِفَتِهِمْ بِالْحُرُوبِ وترتيب الملك والقيام بأبهته؟؟؟، وكان ظن أن لا يَقُومَ أَحَدٌ مِنْ

أَبْنَاءِ الصَّحَابَةِ فِي هذا المعنى، ولهذا قال لعبد الله ابن عُمَرَ فِيمَا خَاطَبَهُ بِهِ: إِنِّي خِفْتُ أَنْ أَذَرَ الرَّعِيَّةَ مِنْ بَعْدِي كَالْغَنَمِ الْمَطِيرَةِ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا بَايَعَهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَايَعْتُهُ وَلَوْ كَانَ عَبْدًا مُجَدَّعَ الْأَطْرَافِ. وَقَدْ عَاتَبَ مُعَاوِيَةَ فِي وِلَايَتِهِ يَزِيدَ، سَعِيدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَطَلَبَ منه أن يوليه مكانه، وقال له سعيد فيما قال: إن أبى لم يزل معتنيا بك حتى بلغت ذروة المجد والشرف، وقد قدمت ولدك على وأنا خَيْرٌ مِنْهُ أَبًا وَأُمًّا وَنَفْسًا. فَقَالَ لَهُ: أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ إِحْسَانِ أَبِيكَ إِلَيَّ فَإِنَّه أَمْرٌ لَا يُنْكَرُ، وأما كون أبيك خير من أبيه فحق وأمك قرشية وأمه كلبية فهي خير منها، وأما كونك خيرا منه فوالله لو ملئت إلى الغوطة رجالا مثلك لكان يزيد أحب إلى مِنْكُمْ كُلِّكُمْ. وَرُوِّينَا عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا فِي خُطْبَتِهِ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي وَلَّيْتُهُ لِأَنَّهُ فِيمَا أَرَاهُ أَهْلٌ لِذَلِكَ فَأَتْمِمْ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ، وَإِنْ كُنْتُ وَلَّيْتُهُ لِأَنِّي أُحِبُّهُ فَلَا تُتْمِمْ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ۔ (البداية والنهاية: ۹۵، ۸/۹۴، احوال سنة ست وخمسين، ط: دار الفجر للتراث، القاهرة).

ترجمہ: ابن جریر نے بطریق شعبی روایت کی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے استعفیٰ منظور کر کے سعید بن عاص کو کوفے کا والی بنانے کا عزم کر لیا، جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی، تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر ندامت کی سی حالت طاری ہوگئی، سو وہ یزید بن معاویہ کے پاس آئے اور اس کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے والد سے اپنی ولی عہدی کی درخواست کرے، سو (جب) یزید نے اپنے والد سے ولی عہدی کی درخواست کر دی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمھیں یہ مشورہ کس نے دیا؟ یزید نے کہا حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی یہ تجویز پسند آئی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کی امارت پر بحال کر دیا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ

یزید کی ولی عہدی کے لیے کوشش کریں، اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی ولی عہدی کے معاملے کو مضبوط کرنے کی سعی شروع کر دی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی ولی عہدی کے سلسلے میں (بصرہ کے گورنر) زیاد سے بھی مشورہ طلب کیا، زیاد نے یزید کی ولی عہدی کو ناگوار منایا؛ کیوں کہ وہ یزید کے لہو ولعب اور اس کے شکار والے شوقیہ مزاج کو جانتے تھے، تو زیاد نے عبید بن کعب نُمیری جو زیاد کا پکا وفادار دوست تھا اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا؛ تاکہ یہ ان کو یزید کی ولی عہدی سے روکنے اور باز رکھنے کی کوشش کرے، عبید بن کعب دِمَشق پہنچا اور اولاً یزید سے ملا اور اس کو زیاد کا پیغام پہنچایا اور اس کو مشورہ دیا کہ وہ ولی عہدی کا تقاضا نہ کرے اور نہ اس کے لیے کوشش کرے اس کو چھوڑ دینا بہتر ہے۔

چنانچہ یزید ولی عہدی کے طلب کرنے سے رُک گیا پھر یزید اپنے والدِ گرامی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملا تو باپ بیٹا دونوں فی الوقت اس کے ترک کرنے پر متفق ہو گئے، جب زیاد اسی سال فوت ہو گیا تو اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منظم طور پر یزید کی ولی عہدی کی دعوت شروع کر دی حتی کہ یزید کی ولی عہدی کے لیے بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مملکتِ اسلامیہ کے اطراف میں یزید کی ولی عہدی کا فیصلہ لکھ بھیجا تو مملکتِ اسلامیہ کے ہر صوبے میں یزید کی ولی عہدی پر لوگوں نے بیعت کی مگر حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت حسین بن علی، حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت عبد اللہ بن عباس نے گریز کیا اور بیعت نہ کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بغرضِ عمرہ مکہ مکرمہ کا سفر کیا، جب مکہ سے واپسی پر مدینہ منورہ سے گذرے تو ان پانچ حضرات میں سے ہر ایک کو اپنے پاس بلایا اور ہر ایک کو جدا جدا ڈرایا دھمکایا (یعنی یزید کو ولی عہد اور خلیفہ نہ بنانے کی صورت میں مسلمانوں کے باہمی انتشار اور قتل وقتال کے خطرناک انجام سے آگاہ کیا) اور ان پانچ حضرات میں سے یزید کی ولی عہدی کو شدت کے ساتھ رد

کرنے والے اور جرأت کے ساتھ بات کرنے والے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ہیں اور نرمی سے گفتگو کرنے والے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جب کہ یہ پانچوں حضرات منبر کے پاس موجود تھے، ان کی موجودگی میں لوگوں نے یزید کی ولی عہدی پر بیعت کی۔

لیکن ان حضرات نے نہ موافقت کی اور نہ مخالفت ظاہر کی؛ کیوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد نہ بنانے کی صورت میں پیش آنے والے شدید خطرات ونقصانات سے آگاہ کر دیا تھا، پس تمام شہروں میں یزید کی بیعت کا عمل مکمل ہو گیا اور تمام صوبہ جات سے یزید کی طرف وفد آنے شروع ہو گئے ایک وفد میں حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے، ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ یزید کے ساتھ بات چیت اور تبادلۂ خیال کریں، یہ دونوں اندر بیٹھ گئے تبادلۂ خیال کے بعد احنف بن قیس باہر آئے تو ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کی اپنے بھائی کے بیٹے (یزید) کے متعلق کیا رائے ہے؟ احنف نے کہا: اگر ہم جھوٹ بولیں تو اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اگر سچ بولیں تو آپ لوگوں سے ڈر لگتا ہے جب کہ آپ یزید کے دن رات اس کے ظاہر وباطن اس کی آمد ورفت کے ٹھکانوں کو اور اس کے مقامہائے دخول وخروج کو خوب جانتے ہیں اور آپ اس منصب کی عظمت واہمیت کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں جس کا آپ ارادہ کر چکے ہیں (یعنی یزید کی ولی عہدی، چونکہ آپ ہمارے امیر ہیں، لہٰذا) ہم پر آپ کی بات کا سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے اور آپ پر امت کی خیر خواہی کرنا لازم ہے، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح ہوئی تھی، تو یہ طے ہوا تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے، جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی انتقال ہو گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دل میں یزید کی ولی عہدی کا داعیہ قوی ہو گیا، وہ سمجھتے تھے کہ یزید اُمورِ خلافت کا اہل ہے مذکورہ داعیہ پیدا ہونے کی ایک وجہ تو والد کی اپنے بیٹے کے ساتھ شدت محبت ہے۔

نیز وہ یزید کے بارے میں یہ خیال بھی رکھتے تھے کہ اس میں دنیاوی اُمور کی مہارت وقابلیت ہے، خصوصاً بادشاہوں کی اولاد اور ان کی جنگی مہارت اور مُلکی نظم ونسق کی صلاحیت اور ملکی نظم ونسق کے اسباب کے لیے ہمہ وقت کی تیاری اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ بھی خیال تھا کہ حکومت بنانے اور حکومت چلانے میں صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس جیسا نہیں، اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبد اللہ بن عمر کو مخاطب ہو کر کہا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں اپنے بعد رعایا کو چھوڑ جاؤں منتشر بکریوں کی طرح کہ جن کے ساتھ چرواہا نہ ہو، حضرت ابن عمر نے کہا کہ جب سب لوگ کسی امیر کی بیعت کرلیں گے تو میں بھی اس کی بیعت کر لوں گا اگرچہ اعضاء کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو اور جب یزید کی ولایت کے بارے میں حضرت سعید بن عثمان بن عفان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ناگواری ظاہر کی اور ان سے مطالبہ کیا کہ حضرت معاویہ اپنے بیٹے یزید کی جگہ اِن کو ولی عہد بنا دیں نیز سعید بن عثمان نے یہ بھی کہا کہ میرے والد ہمیشہ آپ کو اہمیت دیتے رہے حتی کہ آپ اس عظمت اور شرف کو پہنچے اور آپ نے اپنے بیٹے کو مجھ پر مقدم کیا ہے حالاں کہ میں اس سے باپ، ماں اور اپنی ذات کے اعتبار سے بہتر ہوں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ آپ نے جو مجھ پر اپنے باپ کے احسان کا ذکر کیا ہے تو اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور آپ کے باپ کا اس (یزید) کے باپ سے بہتر ہونا حق ہے اور آپ کی ماں قریشی ہے اور اس کی ماں کلبیہ (قبیلہ بنو کلب سے) ہے تو قرشیہ، کلبیہ سے بہتر ہے اور رہا آپ کا یزید سے بہتر ہونا۔ پس اللہ کی قسم اگر زمین غوطہ (شام کا ایک علاقہ) تک تیرے جیسے آدمیوں سے بھر جائے البتہ! یزید تم سب سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہمیں یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ انھوں نے ایک دن اپنے خطبے میں کہا:

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یزید کو اس لیے ولی عہد بنایا ہے کہ میں اس میں اس کی اہلیت سمجھتا ہوں تو میں نے جس کام کا اس کو والی بنایا ہے اس کے

لیے اس کو پورا کر دے اور اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اس کو اس کے ساتھ محض محبت کی وجہ سے ولی عہد بنایا ہے تو میں نے جس کا اس کو ولی عہد بنایا ہے اس کو پورا نہ کر۔

(حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً اس پوری روایت کو ''تجلیات صفدر'' صفحہ نمبر ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، پر نقل کیا ہے)

تشریح روایت نمبر ۲:

اس روایت کے نقل کرنے پر ناصبی یزیدیوں کے دو اعتراض ہیں:

اعتراض نمبر ۱:

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ: حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی درخواست پر اُن کے بڑھاپے کی وجہ سے سیدنا معاویہؓ نے اُن کو گورنری سے معزول کر دیا تھا۔ مگر جب حضرت مغیرہؓ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا مشورہ دیا تو سیدنا معاویہؓ نے اُن کو ''سیاسی رشوت'' کے طور پر دوبارہ بحال کر دیا۔ یہ بات شانِ صحابیت کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ روایت نقل کرنا بے ادبی و گستاخی ہے۔

جواب ۱:

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی روایت کا ایک جواب وہ ہے جو فتویٰ دار العلوم دیوبند اور فتویٰ نصرۃ العلوم میں مذکور ہے، ملاحظہ ہو:

اولاً: یہ واقعہ سنداً ثابت نہیں اور اگر بفرض محال مذکورہ واقعے کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کی عظمتِ شان اور صحابیت کے مقام بلند کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی ایسی توجیہ کریں گے جو اُن کی ذات عالی مقام کے شایانِ شان ہو۔ چنانچہ یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ: حضرت مغیرہ کی نظر میں یزید خلافت کا اہل تھا اور صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی دیانت داری کے ساتھ ان کی ہم نوا تھی۔ وہ الگ بات ہے کہ جمہور اُمت کے نزدیک صحیح رائے اُن حضرات صحابہؓ کی تھی جو یزید کو ولی عہد بنانے کے مخالف تھے۔ (فتویٰ دار العلوم دیوبند، بجواب عبد الواجد لطیف)

فتویٰ نصرۃ العلوم میں ہے کہ: حضرت امیر معاویہؓ کا یزید کو ولی عہد بنانا مسلمانوں کی وحدت اور اجتماعیت کو باقی رکھنے اور افتراق سے بچنے کے لیے تھا اور یزید میں ولی عہد بننے کی صلاحیت بھی تھی۔ تو یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے سیاسی رشوت کے طور پر دوبارہ کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ (فتویٰ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)

صحابہ کرام خصوصاً حضرت معاویہؓ کے بارے میں یزیدیوں جیسے سوئے ظن سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

جواب ۲:

چونکہ یزید کی ولی عہدی کے لیے ذہن سازی اور ماحول بنانے کی ضرورت تھی، اور حضرت مغیرہ بن شعبہ ایک عرصہ تک گورنری کے عہدے پر رہ چکے تھے، اس لیے اُن کے اثرات تھے، معمر بھی تھے۔ اور عمر رسیدہ آدمی کا ہر کوئی احترام کرتا ہے۔ اور تجربہ کار بھی تھے، نیز یزید کی ولی عہدی کے محرک و مجوز بھی تھے۔ اِن وجوہ کی بناء پر ان کی کوشش جتنی مؤثر ہو سکتی تھی، نئے گورنر کی کوشش اتنی مؤثر نہ ہوتی، اس لیے حضرت مغیرہ کو بحال کر دیا۔

الزامی جواب:

اگر ناصبی یزیدی خوانخواہ اِس عمل کے رشوت ہونے پر مصر ہوں تو پھر اُن سے ہمارے چند سوال ہیں:

۱- "من قتل قتیلا فله سلبه" کا کیا عنوان ہوگا؟ کیا اِسے بھی رشوت کہا جائے گا؟ اگر نہیں تو یہاں تاویل ہوگی کہ: "یاایها النبی حرض المؤمنین علی القتال" کے حکم کے مطابق "من قتل قتیلا۔۔۔الخ" تحریض علی القتال کی عملی صورت ہے۔

۲- اِسی طرح صحیح مسلم میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے بارے میں کہا: "لا اشبع الله بطنه"۔ علی احمد عباسی نامی ناصبی بھی اِس کی تاویل کر کے کہتے ہیں کہ: یہ پیار کا کلمہ ہے۔ (حضرت معاویہؓ کی سیاسی زندگی: ۵۱)

۳- یزید نے حضرت حسینؓ کے سامنے شام کی خوشبو دار شراب پیش کی، لیکن حضرت حسینؓ نے واپس کردی۔ محمود احمد عباسی نے اس کی توجیہ کی ہے کہ: حضرت حسین کا شراب شام کو واپس کرنا اس لیے نہیں تھا کہ وہ نشہ آور تھی بلکہ حضرت حسینؓ کو مرض برسام تھا اور مرض برسام کی وجہ سے خوشبودار ٹھنڈے شربت کے استعمال کرنے میں احتیاط برتی ہوگی۔ (خلافت معاویہؓ ویزید: ۴۱۶) یہ توجیہ یزید کے دفاع کے لیے ہے کہ یزید جو شراب شام پیتا تھا وہ نشہ آور نہ تھی اور حضرت حسین کا شراب شام کو واپس کرنا نشہ آور ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنے مرض برسام کی وجہ سے تھا۔ جب ان روایات کی یزیدی تاویلات قابل قبول ہیں تو حضرت مغیرہؓ والی روایت کی تاویل کیوں قابل قبول نہیں؟ درست اور انصاف کا طریقہ یہ ہے کہ جن روایات کو اکابر اہل سنت نے قابل قبول قرار دیا ہے اُن کی ایسی تاویل کی جائے جو صاحب روایت کے مقام کے مناسب ہو۔

۴- محمود احمد عباسی نے یزید کا ایک واقعہ نقل کیا ہے: عبدالرحمان بن حسان ایک مرتبہ امیر المومنین یزید کے پاس آئے، اُنہوں نے ان کے حسب توقع ان کی خاطر ومدارات نہیں کی، اس پر انہوں نے (یزید کی) ہجو میں کچھ اشعار کہے، امیر یزید کے اعیان میں سے حصین بن نمیر یا مسلم بن عقبہ نے کہا: آپ ان کو قتل کر دیجیے! کیونکہ امیر المومنین معاویہؓ کے حلم نے لوگوں کو آپ پر بہت جری کر دیا ہے۔ امیر المومنین یزید نے فرمایا: ہم نے ان کے ساتھ خشکی برتی تھی اور محروم رکھا تھا، اس لیے اس ہجو کے ہم مستحق ہو گئے، اس کے بعد انہیں تیس ہزار درہم بھیج دیے تو انہوں نے ان کی مدح کی۔ (خلافت معاویہؓ ویزید: ۳۵۷)

اگر حضرت مغیرہؓ کو گورنری پر بحال کرنا یزیدیوں کے نزدیک سیاسی رشوت ہے تو تیس ہزار درہم دے کر اپنی مدح کرانا بھی رشوت ہے، جس کا خود یزید نے انکشاف واقرار کیا ہے، اِس لیے یزید کے القاب میں ایک لقب کا اضافہ کر کے

اپنے اس امام عادل کو یوں القاب سے نوازیں: یزید امام المسلمین، یزید امیر المومنین، یزید خلیفہ راشد، یزید خلیفہ راشی۔

اعتراض نمبر ۲:

اِس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ: یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی مہم کے دوران جن حضرات صحابہ کرامؓ نے بیعت سے اِنکار کیا، حضرت معاویہؓ اُنھیں ڈراتے دھمکاتے رہے۔ گویا بیٹے کو ولی عہد بنانے کے لیے (نعوذ باللہ) دھونس اور جبر سے کام لیتے رہے۔ یہ بات بھی شانِ صحابیت کے بالکل منافی ہے۔ لہٰذا حضرت معاویہؓ کی طرف اِس کی نسبت کرنا اور ایسی روایت نقل کرنا اُن کی بے ادبی و گستاخی ہوگی۔

جواب: (ڈرانے کا مطلب دھونس و جبر نہیں بلکہ نتائج و عواقب سے ڈرانا ہے)

''ڈرانے دھمکانے'' کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سزا سنا کر ڈراتے اور حاکمانہ رعب ڈالتے تھے۔ بلکہ اس سے مراد یہ کہ یزید کو ولی عہد نہ بنانے کی صورت میں مسلمانوں میں جس انتشار و افتراق، کشت وخون اور قتل وقتال کا اُنھیں اندیشہ تھا، وہ بتا کر اس صورت میں پیش آنے والی تباہی و بربادی سے ڈراتے۔ جو من جانب اللہ عقوبت کی ایک صورت ہے، جیسا کہ جنگِ اُحد، جنگِ حنین، جنگِ صفین اور جنگِ جمل میں عقوبت کی یہی صورت پیش آئی۔ اِسی کو ڈرانے دھمکانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے کسی کو قیامت سے، دنیوی عذاب سے یا کسی کام کے بھیانک انجام سے ڈرایا جائے تو اِس ڈرانے کو دھونس اور جبر نہیں خیر خواہی کہتے ہیں۔ اِسی طرح حضرت معاویہؓ کا اُن حضرات کو ڈرانا دھونس اور جبر نہیں بلکہ پوری اُمت اور خود اُن حضرات کے ساتھ خیر خواہی کے جذبے سے تھا۔

تمہید برائے مشترکہ جواب: (اشخاص و مقاصد بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے)

بعض دفعہ بات ایک ہوتی ہے، صورت مسئلہ بھی ایک ہوتی ہے، لیکن اشخاص و افراد کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔ مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

مسلمانی اور مہربانی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ایسا کلمہ صادر ہو

جو بظاہر علوم شرعیہ کے مخالف ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا کہنے والا کون ہے۔ اگر ملحد و زندیق ہو تو اس کو رد کرنا چاہئے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اگر اس کلمے کا کہنے والا مسلمان ہو اور خدا اور رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو تو اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے واسطے صحیح محمل پیدا کرنا چاہیے۔ یا اس کے کہنے والے سے اس کا حل طلب کرنا چاہیے۔ (مکتوبات امام ربانی، اردو: ۲/۱۴۱/۶۴)

اور نصرۃ العلوم کے فتویٰ میں مذکور، درج ذیل عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: ''سوال میں جن صاحب کی آپ نے تحریر نقل کی ہے، متعلقہ مسئلہ کی بابت ان کا عقیدہ ان کے متعلقین سے پوچھ لیں یا ان کی صریح عبارات کو دیکھ لیں جس میں ان کے عقیدے کا بیان ہو۔''

دوسری روایت کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: ''ایسی کمزور روایت کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہؓ یا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ پر طعن کرنا جائز نہیں اور جن صاحب کی تحریر آپ نے سوال میں نقل کی ہے ان کی مراد اس روایت کو نقل کرنے سے کیا ہے، ان کے متعلقین سے پوچھ لیں یا اس بابت ان کی صریح عبارات دیکھ لیں۔''

معلوم ہوا کہ اشخاص کے بدلنے نیز مقاصد کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔ اور بقول مجدد الف ثانیؒ اگر قائل ملحد و زندیق ہو تو تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر قائل مسلمان ہو تو اس کی جو بات بظاہر خلاف شرع ہو اس کا صحیح محمل پیدا کرنا چاہئے اور اس کا حل طلب کرنا چاہیے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے!

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحالت روزہ بیوی کے بوسہ لینے کا مسئلہ دو آدمیوں نے پوچھا، آپ ﷺ نے ایک کو اجازت دیدی دوسرے کو منع کیا۔ جس کو اجازت دی وہ بوڑھا تھا جس کو منع کیا وہ جوان تھا۔ ظاہراً تضاد ہے۔ لیکن حقیقت میں شخص کے بدلنے سے حکم بدل گیا۔

۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں سے کچھ لوگوں نے سورج، چاند، ستاروں کے متعلق کہا: ''ھذا ربی'' تو مشرک اور کافر قرار پائے۔ مگر یہی جملہ ابراہیم

علیہ السلام نے کہا تو چونکہ مقصود تھا اثبات توحید، جو عین ایمان ہے۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

۳- اگر کوئی ملحد زندیق کسی نبی کے بارے میں کہے کہ: اس نے جھوٹ بولا تو اُس کا یہ کہنا کفر ہے۔ مگر بخاری میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین کذب بولے ہیں۔ جب کہ قرآن کریم میں ہے: ''انہ کان صدیقا نبیا'' ملحد نے لفظ ''کذب'' سے جھوٹ مراد لیا تو وہ کافر ہو گیا۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ''کذب'' سے مراد ہے: ''توریہ!'' یہاں بھی شخص اور مقصود بدلا تو حکم بدل گیا۔

۴- مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات دیکھے تو معجزے کا وجود تسلیم کرلیا، مگر کہا کہ: یہ جادو کے زور پر ہے۔ اُن کا مقصد تھا نبوت کی تکذیب۔ وہی معجزات جب صحابہ کرامؓ نے دیکھے تو انہوں نے بھی وجود تسلیم کیا، لیکن اُسے دلیل نبوت سمجھا۔ اور تصدیق کی۔ مشرکین کا مقصد نبوت کی تکذیب اور کفر تھا، صحابہ کرام کا مقصد تصدیق اور ایمان تھا۔ پس شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

۵- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے غیب کی خبریں دیں: ''تلک من انباء الغیب''۔ مشرکین نے سن کر غیبی خبریں بتانے والا مان لیا، لیکن کہا: یہ کاہن ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی غیبی خبریں بتانے والا تسلیم کیا، لیکن کہا: یہ نبی ہیں۔ مشرکین کا مقصد نبوت کی تکذیب و کفر تھا۔ صحابہ کرام کا مقصد تصدیق و ایمان تھا۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

۶- تفسیر کبیر (۱۶/۲۲۱، ۲۲۲) میں ہے: ''ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں آپ پر ایمان لانے کا ارادہ رکھتا ہوں، لیکن شراب خوری، زنا، چوری اور جھوٹ (چار برائیوں) کو پسند کرتا ہوں، اور میں نے سنا ہے کہ آپ ان چیزوں کو حرام بتاتے ہیں، اور میں ان سب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر آپ ﷺ مجھ پر شفقت کریں کہ میں ان میں سے ایک کو چھوڑ دوں تو میں

آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اترک الکذب (جھوٹ بولنا چھوڑ دے) اُس نے یہ عہد قبول کرلیا اور ایمان لے آیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے سامنے شراب پیش کی گئی، اس نے دل میں سوچا کہ اگر میں شراب پی لوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے شراب پینے کے متعلق پوچھ لیا، میں نے انکار کیا تو جھوٹ ہوگا اور یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔ اور اگر اقرار کرلیا اور سچ بول دیا تو آپ مجھ پر حد جاری کریں گے، سو اس نے شراب چھوڑ دی۔ پھر اس کے سامنے فاحشہ عورت پیش کی گئی، اس کے دل میں وہی بات آگئی، کہ (اگر) رسول اللہ ﷺ نے زنا کی بابت پوچھ لیا (تو کیا ہوگا؟) اگر انکار کروں تو جھوٹ اور عہد شکنی ہوگی، سچ بولوں تو مجھ پر حد زنا جاری ہوگی۔ لہٰذا اُس نے زنا بھی چھوڑ دیا۔ اسی طرح چوری کا معاملہ ہوا۔ چنانچہ اس نے یہ تینوں گناہ چھوڑ دیئے۔ (جھوٹ پہلے سے ہی چھوڑ چکا تھا۔ اس طرح) چاروں گناہ اس نے چھوڑ دیئے۔ "فعاد الی رسول اللہ ﷺ فقال: ما أحسن ما قلت: لما منعتنی عن الکذب انسدت أبواب المعاصی علیّ، وتاب من کل۔" وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوٹ کر آیا اور کہا کہ: آپ نے کتنی خوبصورت بات بتائی ہے، جب آپ نے مجھے جھوٹ سے منع کیا تو مجھ پر سب گناہوں کے دروازے بند ہوگئے، چنانچہ وہ سب گناہوں سے تائب ہوگیا۔

یہودی، عیسائی اور دشمنان رسول کہیں گے آپ ﷺ نے چار میں تین گناہوں کی اجازت دیدی اور یہ کفر ہے۔ پس ان کا مقصد اِس سے "معاصی کی اجازت" اخذ کرنا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی طرف کفر کی نسبت کرنا مقصود ہے۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد تھا جھوٹ سے منع کر کے سب معاصی کے دروازوں کا بند کرنا، جو عین ایمان ہے۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

۷۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کو کہا کہ: تو بادشاہ کو کہہ دینا کہ: میں ابراہیم کی بہن ہوں۔ دشمنان ابراہیم کہیں گے کہ: ابراہیمؑ نے خود بھی جھوٹ بولا اور اپنی بیوی سے بھی جھوٹ بلوایا۔ لیکن یہ سوچ کفر یہ سوچ ہے۔ کیونکہ

ابراہیم علیہ السلام کی مراد تھی: اسلامی بہن۔ جو توریہ ہے۔ اور بوقت ضرورت توریہ جائز ہے۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بھی بدل گیا۔

۸۔ لوط علیہ السلام کے گھر میں فرشتے خوبصورت بے ریش لڑکوں کی شکل میں آئے، قوم کے اوباش، عیاش اور بدمعاش لوگوں کو پتہ چلا تو وہ غلط خواہش لے کر دوڑتے ہوئے آئے، حضرت لوط علیہ السلام نے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے کہا: ان ھولا بناتی ھن اطھر لکم۔ بے شک یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے پاک اور حلال ہیں۔ (اپنی نفسانی خواہش ان سے پوری کرو)

دشمنانِ لوط کہیں گے کہ: غیر کی نفسانی خواہش کے لیے بیٹیاں پیش کرنا بڑی بے غیرتی اور سخت گناہ ہے، اور نبی کے بارے میں ایسی سوچ کفر ہے۔ لیکن لوط علیہ السلام کی مراد تھی کہ قوم کی اپنی بیویاں ان کے لیے پاک اور حلال ہیں۔ اور چونکہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کے بڑے تھے تو وہ قوم کی بچیوں کو بھی اپنی بیٹیاں ہی سمجھتے تھے، اس لیے ان کی بیویوں کو مجازاً ''بناتی'' (میری بیٹیاں) کہہ دیا، اس لئے ایسا کہنا نہ بے غیرتی ہے نہ گناہ ہے۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

۹۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ جو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مربی و مصلح تھے، حضرت نانوتویؒ طالب علمی میں ہی ان کی تربیت میں آ گئے تھے، ان کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے: ایک مرتبہ آپ کا جلال آباد یا شاملی گزر ہوا، ایک مسجد ویران پڑی تھی، وہاں نماز کے لیے تشریف لا کر پانی کھینچا، وضو کیا، مسجد میں جھاڑو دی، بعد میں ایک شخص سے پوچھا کہ: یہاں کوئی نمازی نہیں؟ اس نے کہا: اجی سامنے خان صاحب کا مکان ہے، جو شرابی اور رنڈی باز ہیں، اگر وہ نماز پڑھنے لگیں تو یہاں اور بھی دو چار نمازی ہو جائیں، آپ ان خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے، رنڈی پاس بیٹھی ہوئی تھی اور نشے میں مست تھے، آپ نے خان صاحب سے فرمایا: بھائی خان صاحب! اگر تم نماز پڑھ لیا کرو تو دو چار آدمی اور جمع ہو جایا کریں گے اور مسجد آباد ہو جائے گی، خان صاحب نے کہا: میرے سے

وضو نہیں ہوتا، اور نہ یہ دو بری عادتیں چھوٹتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: بے وضو ہی پڑھ لیا کرو، اور شراب بھی پی لیا کرو۔ اس پر اس نے عہد کیا کہ میں بغیر وضو نماز پڑھ لیا کروں گا۔ آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور کچھ فاصلے پر نماز پڑھی اور سجدے میں خوب روئے، ایک شخص نے (ظاہری بات کو دیکھ کر) دریافت کیا کہ حضرت! آپ سے دو ایسی باتیں سرزد ہوئیں جو کبھی نہیں ہوئیں: اول یہ کہ آپ نے شراب اور زنا کی اجازت دے دی، دوسرے یہ کہ آپ سجدے میں خوب روئے، فرمایا کہ سجدہ میں میں نے جناب باری سے التجاء کی تھی، کہ اے رب العزت! کھڑا تو میں نے کر دیا، اب دل تیرے ہاتھ میں ہے۔ ان خان صاحب کا یہ حال ہوا کہ جب رنڈیاں پاس سے چلی گئیں، تو ظہر کا وقت تھا، اپنا عہد یاد آیا، پھر خیال آیا کہ آج پہلا روز ہے، لاؤ غسل کر لیں، کل سے بغیر وضو پڑھ لیا کریں گے، غسل کیا، پاک کپڑے پہنے، اور نماز پڑھی، بعد نماز باغ کو چلے گئے، عصر اور مغرب باغ میں اسی وضو سے پڑھی، بعد مغرب گھر پہنچے تو طوائف موجود تھیں، اول کھانا کھانے گھر میں گئے، بیوی پر جو نظر پڑی تو فریفتہ ہو گئے، ان کی شادی کو سات سال ہو گئے تھے اور آج تک نہ کبھی بیوی کے پاس گئے اور نہ اس کی صورت دیکھی تھی، فوراً باہر آئے، رنڈی سے کہا کہ آئندہ میرے مکان پر نہ آنا، اور خادم سے کہا کہ بستر گھر میں بھیج دو، سنا ہے کہ ان خان صاحب کی ۲۵ رسال تک کبھی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی۔ (ف: مولانا مظفر حسینؒ نے بے وضو نماز، شراب اور زنا کی بظاہر اجازت دی، لیکن نیت نیک تھی کہ خان صاحب کا مستقبل ان کے سامنے تھا، اس لیے یہ کفر نہیں، لیکن اگر کوئی اسی ظاہر کو ہی مقصد بنا لے کہ واقعتاً نماز کے لیے وضو کی فرضیت کا منکر ہو اور شراب اور زنا کو جائز سمجھتا ہو تو یہ کفر ہے، تو یہاں پر بھی شخص اور مقصد کے بدلنے سے حکم بدل گیا)

دونوں روایتوں کا مشترکہ جواب:

مذکورہ بالا دونوں روایتیں نقل کرنے والے محقق العصر، ترجمان اہل سنت

دیوبند اور علماء اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے مسلک کے محافظ اور عابد و زاہد معتدل مزاج، مناظر اعظم ہیں، جنہوں نے حضرت حسینؓ اور یزید کے مسئلہ میں حضرت حسینؓ اور حضرت معاویہؓ اور دونوں طرف کی جماعت صحابہ کا اکابر و اسلاف کی تحقیق کی روشنی میں دفاع کیا، بلکہ دفاع کرنے کا حق ادا کیا۔ اس لیے ناصبیوں اور یزیدیوں کا محض تعصب کی وجہ سے ان کو گستاخ صحابہ اور گستاخ معاویہؓ باور کرنا اور ان کو زندیق قرار دینا خود ان کے ضال مضل ہونے کی علامت ہے۔

پھر ان دو روایتوں کو پیش کرنے کے پہلو پر غور کیا جائے تو ان کا مقصد حضرت معاویہؓ پر طعن اور ان کی توہین نہیں، بلکہ پہلی روایت میں ان کا مقصد ہے: یزید کا خفیہ فسق بتا کر اس کا فسق ثابت کرنا جس میں حضرت حسینؓ کا دفاع ہے۔ اور ''باپ سے خفیہ فسق کا ارتکاب'' بتانے کا مقصد اس اعتراض کا جواب دینا اور حضرت معاویہؓ کا دفاع کرنا ہے کہ: ''یزید کے فسقیہ کاموں کو جاننے کے باوجود حضرت معاویہؓ نے اُسے ولی عہد کیوں بنایا۔'' جواب یہ ہے کہ: وہ فسقیہ کام باپ سے چھپ کر کرتا تھا، جس کا باپ کو علم نہ تھا۔ اور اس میں انتظامی صلاحیت نسبتاً زیادہ تھی، اور حضرت معاویہ سمجھتے تھے کہ یزید کو ولی عہد بنانے میں اُمت کے انتشار اور قتل و غارت کے فساد سے بچاؤ ہے۔ اِس لیے حضرت معاویہؓ پر یہ اعتراض غلط ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی رافضی مودودی وغیرہ یہ روایات پیش کرے گا تو اس کا مقصد ہوگا حضرت معاویہؓ پر طعن اور توہین جو زندقہ ہے۔ پس شخص اور مقصد بدلا تو حکم بھی بدل گیا۔

پس ناصبیوں، یزیدیوں کو رافضیوں والا مطلب مبارک اور اہم اہل السنۃ والجماعۃ حسینیوں کو اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کا اختیار کردہ مطلب مبارک۔ پسند اپنی اپنی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو صحابہ کرام کی گستاخی اور بے ادبی سے محفوظ رکھے۔

اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ والی روایت میں حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا اصل مقصد روایت کا آخری حصہ زیاد والا ہے، جس سے یزید کے فسقیہ کاموں کا ثبوت ہوتا ہے اور جو عنوان چل رہا ہے وہ بھی ''فسق یزید'' ہے۔ اسی لیے

مہتمم جامعہ یوسفیہ جب احوالِ یزید کی بحث میں معاویہؓ اور اکابر صحابہ کی بحث کو درمیان میں لائے تو حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے ''کھلا خط بنام مہتمم جامعہ یوسفیہ'' میں لکھا کہ: آخر میں موضوع سے ہٹنے کی یہ بدترین مثال آپ نے پیش کی، (آپ نے لکھا ہے) کہ ''یزید کو ملعون مردود اور پلید کہہ کر حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہ کے بارے میں عامۃ الناس کے اذہان کو سوءِ ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے''، مولانا! آپ اپنے امام عادل (یزید) کو عادل وصالح ثابت کریں، اسے چھوڑ کر آپ حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہ کا ذکر کرنے لگے۔ (یعنی حضرت معاویہؓ کے احوال زیرِ بحث نہیں بلکہ فسق یزید زیر بحث ہے)۔ پس شخص اور مقصد بدلا تو حکم بھی بدل گیا۔

اور مولانا امین صفدرؒ کی یہ بات کہ: ''باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا'' اس میں کون سی حضرت معاویہؓ کی گستاخی ہے۔ حضرت معاویہؓ کی یہ نصیحت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری احادیث کے مطابق ہے۔ اس لیے اس میں گستاخی اور توہین کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اور یزید کی قسمت کہ اُس نے پہلی نصیحت کی بجائے دوسری نصیحت پر عمل کرنا پسند کیا۔ (تفصیل گزر چکی ہے)

زیادہ سے زیادہ ''تسامح'' کہلائے گا

امام ابن کثیرؒ اور اُن کے حوالے سے مولانا اوکاڑویؒ نے یہ روایات نقل فرمائی ہیں۔ اِن روایات کا صحیح مفہوم پیش کر دیا گیا ہے۔ اگر کسی کو اِن بے غبار توضیحات وتوجیہات پر اطمینان نہ ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ: ''یہ امام ابن کثیر اور مولانا اوکاڑویؒ کا مشترکہ تسامح ہے۔'' اور تسامح سے کوئی مصنف بھی خالی نہیں۔

لیکن اِن عبارات کو اُچھالنا، اِن کی بنیاد پر خیانتی استفتاء کے ذریعے فتوے حاصل کرنا، پروپیگنڈہ کرنا، مولانا امین صفدر وکاڑویؒ کو بدنام کرنے اور عوام الناس کو اُن سے بدظن کرنے کی کوشش کرنا ایسا کرنے والوں کی شر انگیز فطرت، فسادِ مزاج اور خبثِ باطن کی علامت ہے۔

☆.....☆.....☆

سوال نمبر تین کا جواب

(فتویٰ دارالعلوم دیوبند اور تائیدی فتاویٰ کا محمل و مصداق)

ہمارے پاس بھیجے گئے استفتاء میں تیسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ:

سوال: عبدالواجد لطیف نامی شخص نے ایک پرفریب مبہم استفتاء کے ذریعہ فتاویٰ اور تائیدات حاصل کیں، جن کی بنیاد پر مولانا اوکاڑویؒ اور فسق یزید کے قائلین علماء کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہا ہے۔ اس کے متعلق کیا رائے ہے؟

جواب: جواب سے قبل ہم اُن فتاویٰ کی چند عبارات درج کرتے ہیں۔

فتاویٰ جات کی چند عبارات:

۱- اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ (نعوذ باللہ) کاتب وحی سے بغض اور عدالت صحابہ کو مجروح کرتا ہے جو انسان کے زندیق ہونے کی علامت ہے۔

(فتویٰ دارالعلوم دیوبند)

۲- احقر اس استفتاء اور فتاویٰ جات بالخصوص مرکز علم و دانش دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کی مکمل تائید کرتا ہے۔ (مفتی صدام حسین)

۳- احقر نے دارالعلوم دیوبند و جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء کا جواب مکمل پڑھا۔ حضرت امیر معاویہؓ یہ قطعی جنتی ہیں، ان پر اعتراض اور طعن و تشنیع کا کسی کو حق نہیں، یزید کے کردار کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو مطعون کرنا یا اُن پر بے جا اعتراض کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ (فتویٰ جامعہ حقانیہ ساہیوال)

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ یا اُس کے تائیدی فتاوی جات اُس شخص کے بارے میں ہیں جس کے دل میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت معاویہؓ یہ کا بغض و کینہ اور نفرت و عداوت ہو۔ اور ایسے شخص کے بارے میں ہم بھی کہتے ہیں کہ: ایسا شخص بلاشبہ زندیق ہے۔ لیکن اس فتوے کو حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ پر لاگو کرنا غلط ہے۔ کیونکہ مولانا موصوف نے حضرت معاویہؓ یہ کا دفاع کیا ہے، اُن پر وارد ہونے والے

اعتراضات کے بہترین علمی جوابات دیئے ہیں۔ یہ اُن کی حضرت معاویہؓ کے ساتھ عقیدت ومحبت کی علامت ہے نہ کہ بغض وعداوت کی۔

عبدالواجد لطیف نامی یزیدی کے پرفریب استفتاء کا پس منظر:

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ جب محمود احمد عباسی کی کتب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' اور ''تحقیق مزید'' منظرِ عام پر آئیں تو چھپے اور تقیہ کی چادر میں لپٹے ناصبیوں اور یزیدیوں کو ایک بیساکھی یا ایک ہتھیار مل گیا، وہ اس کے سہارے صحابیٔ رسول' جنتی جوانوں کے سردار حضرت حسینؓ کے مقابلے میں یزید کے حمایتی بن کر ''دفاعِ یزید'' کا علم لے کر میدان میں اُترے اور تقریر وتحریر کے ذریعے اس پر سارا زور لگانے اور اپنی علمی توانائیاں کھپانے کے لیے کمربستہ ہوگئے اور نعرہ بلند کیا کہ: ''یزید عادل صالح، یزید امیر المؤمنین، یزید متفق علیہ خلیفہ برحق۔۔۔!''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ خلیفہ کی اطاعت واجب ہے۔ اور ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص خلافت کا دعویٰ کرے یا خلیفہ کے خلاف خروج اور بغاوت کرے تو وہ واجب القتل ہے۔ حضرت حسینؓ اور اُن کے ہم نوا صحابہ کرامؓ وتابعینؒ باغی ہیں۔ کیونکہ امیر المؤمنین' عادل' صالح' متفق علیہ خلیفہ برحق (یزید) کے خلاف خروج کرنا بغاوت ہے اور واضح طور پر کہا کہ: اس خروج کی بنیاد حضرت حسینؓ کا (العیاذ باللہ) ہوس اقتدار اور حبِ جاہ تھا۔

اور یزید کے عادل وصالح ہونے کی اُن کے پاس مضبوط دلیل یہ ہے کہ: ''اگر یزید فاسق وفاجر ہو تو اس کی زد حضرت معاویہؓ اور اُن صحابہؓ پر پڑتی ہے، جنہوں نے اس فاسق وفاجر کو ولی عہد بنایا۔ اور یہ عمل صحابہ کی شان کے لائق نہیں۔ لہٰذا یزید فاسق وفاجر نہیں بلکہ عادل وصالح خلیفہ ہے۔'' لیکن اُنہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اگر یزید عادل وصالح متفق علیہ خلیفہ برحق ہے تو صحابیٔ رسول حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اُن کے ہم نوا (بیعت نہ کرنے والے اور بیعت توڑنے والے) ہزاروں صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم کا شرعی حکم کیا ہوگا اور اُن کا دفاع

کیسے ہوگا؟ کیا یزیدیوں کے نزدیک یہ حضرات صحابہ کے زمرے میں نہیں آتے یا ان صحابہ کا دفاع ضروری نہیں۔

جبکہ علمائے اہل سنت دیوبند نے مسلکِ اعتدال اختیار کرتے ہوئے دونوں جانب کے حضرات صحابہ کرام کا پورا پورا دفاع کیا ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

محمود عباسی کی کتاب کی تشہیر و تبلیغ کے مراکز:

محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہ و یزید'' کے شروع میں کتاب کے دستیاب ہونے کے تین پتے درج ہیں:

(۱) نادیۃ الادب الاسلامی، ملتان

(۲) مکتبہ علم وحکمت، سوتر منڈی، لاہور

(۳) مکتبہ محمودیہ، ۲۶/۱، بی ایریا، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

یہ تھے کتاب کے مناد، مشتہر اور داعی۔ بالخصوص ملتان سے کتاب کو پھیلانے کے لیے قلم وزبان کے دونوں حربے خوب استعمال ہوئے اور ملتان ناصبیت و یزیدیت کا مضبوط مرکز بن گیا۔ اور یزید کی مدح ومنقبت کو عنوان دیا گیا: ''دفاعِ معاویہؓ۔۔۔!''

ایک نامور شخصیت نے پہلے یزید کی منقبت بیان کی، پھر یزید کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ: اگر اکابر کے قول سے صحابہ کرامؓ پر زد پڑتی ہو تو میں صحابہ کرام کا دامن پکڑ لوں گا اور اکابر کو چھوڑ دوں گا۔ عنوان تو ہے: دفاع صحابہ، لیکن مقصود ہے: منقبتِ یزید اور دفاعِ یزید۔ شاید وہ سمجھتے ہیں کہ دفاعِ یزید ہی دفاعِ صحابہ ہے۔ (دفاعِ حسینؓ دفاعِ صحابہ نہیں)

محمود عباسی کے خوشہ چیں چند حضرات:

اس سلسلے میں بڑے جوش، جذبے اور نہایت جذباتیت کے ساتھ کام کو اُٹھانے والے کچھ ملتان کے حضرات تھے۔ اور خیبر پختونخواہ کے علاقے حویلیاں کے پروفیسر طاہر ہاشمی اور سیالکوٹ سے ابو ریحان عبدالغفور۔۔! آخر الذکر دو حضرات نے

''دِفاعِ معاویہ'' کا لیبل لگا کر حبِ یزید سے سرشار ہو کر اپنے مقتدیٰ، پیش رَو محمود احمد عباسی کے علم و تحقیق سے متاثر ہو کر دِفاعِ یزید پر خوب محنت کی، توانائیاں صرف کیں، اور ہر ایک نے اِس موضوع پر قلم اُٹھایا اور کتابیں تصنیف کیں۔ تصنیف کر کے اپنے حواریوں اور عقیدت مندوں سے خوب دادِ تحسین حاصل کی۔

ردِ ناصبیت پر کام کرنے والے نامور علماء:

دوسری طرف ناصبیوں اور یزیدیوں کے رَد میں چند حضرات نے کھل کر کام کیا:

۱- حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم: دارالعلوم دیوبند۔ مؤلف و مصنف: شہید کربلا اور یزید)

۲- سیف بے نیام، قائد اہل سنت، وکیل صحابہ و اہل بیت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز: شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ)

۳- حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ

۴- محدث العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ

۵- معتدل مزاج مناظر اعظم، عہد ساز شخصیت، ولی کامل، محقق العصر حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ۔

یہ حضرات اہل السنۃ والجماعۃ کے محسن اور صحیح ترجمان ہیں۔ خصوصاً حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے یزیدیوں کا بڑے مؤثر انداز میں تحریر و تقریر کے ذریعے رَد کیا، اُن کے شکوک و شبہات کے جوابات بھی دیئے۔ اور اُن سے سوالات بھی کیے، جن کے تا حال یزیدی لوگ جواب نہیں دے سکے۔

حسام الحرمین جیسا واقعہ:

ملتان کے عبدالواجد لطیف نامی ناصبی یزیدی نے ناصبیوں کے پیشوا پروفیسر قاضی طاہر ہاشمی کی ایک کتاب ''سیدنا معاویہ پر سو (۱۰۰) اعتراضات کا علمی تجزیہ'' بریلوی عالم فضل احمد چشتی (جو دِفاعِ معاویہؓ پر خوب کام کر رہے ہیں۔ اللہ

کرے وہ دفاع معاویہ کی آڑ میں دفاعِ یزید کی بیماری سے محفوظ رہیں۔) کو پیش کر کے ''فیس بک'' پر اس کی خبر لگائی۔

قاضی طاہر علی الہاشمی:

یاد رہے کہ: قاضی طاہر الہاشمی نے اپنی اِس کتاب میں علامہ جلال الدین سیوطی، صاحب مشکوۃ، صاحب ہدایہ، ملا علی قاری، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا سید حسین احمد مدنی، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا منظور نعمانی، مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا محمد امین صفدر اور سید نفیس الحسینی رحمہم اللہ وغیرہ اکابر اہل سنت کو سیدنا معاویہ کا ناقد اور گستاخ قرار دیا ہے۔

قاضی طاہر الہاشمی کی اِس کتاب پر ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی یزیدی کا مقدمہ بھی موجود ہے۔ اور طبع جدید (مئی ۲۰۲۰ء) پر ''اعداد و تعارف'' کے تحت کراچی کے غیر مقلد ناصبی محمد فہد حارث اور ناشر کے طور پر ''حارث پبلی کیشنز'' کا نام مذکور ہے۔

اِسی غیر مقلد و ناصبی فہد حارث نے محمود عباسی کی بدنام زمانہ کتاب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' کے علاوہ ابوریحان سیالکوٹی کے بیٹے عبیداللہ کی ناصبی و یزیدی عقائد پر مشتمل کتب بھی اپنے ادارے ''فہد پبلی کیشنز'' سے شائع کی ہیں۔ اور فہد حارث نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: فہد کے قاضی طاہر الہاشمی اور اُس کی کتب تک پہنچنے میں کراچی کا اعجاز احمد (ناصبی) ذریعہ بنا ہے۔ اور قاضی طاہر الہاشمی کی ناصبیانہ کتب کی اشاعت، تشہیر و تقسیم میں اِس اعجاز احمد اور پرفریب استغناء کے مستفتی عبدالواجد لطیف کا اچھا خاصا کردار ہے۔

مذکورہ بالا کتاب کے علاوہ قاضی طاہر ہاشمی نے اپنی کتاب ''سیدنا معاویہ کے ناقدین'' میں بھی مذکورہ بالا شخصیات سمیت اہل سنت کی کئی عظیم شخصیات کو حضرت معاویہؓ کا گستاخ اور موہن قرار دیا ہے۔ چند نام یہ ہیں: قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ عبدالعزیز، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری، قاطع رفض امام اہل سنت حضرت لکھنوی، مناظر اعظم حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی،

حضرت قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین اور حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہم اللہ

اوّل الذکر کتاب میں قاضی طاہر الہاشمی کا تعارف مسلک دیوبند اور احناف کی جانی پہچانی شخصیت قاضی چن پیر الہاشمی کے صاحبزادے اور حنفی عالم کے طور پر کرایا گیا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے مماتی اپنی وابستگی مسلک اہل سنت دیوبند کے ساتھ باور کراتے ہیں، حالانکہ اُن کا مسلک اہل سنت دیوبند سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔

مولانا جمیل الرحمن عباسی بہاول پوری فرماتے ہیں کہ: جب میں نے فیس بک پر عبدالواجد لطیف یزیدی کی یہ تحریر دیکھی کہ اُس نے قاضی طاہر الہاشمی کی کتاب بریلوی عالم فضل چشتی صاحب کو پیش کی ہے تو مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ بریلوی صاحبان یہ کتاب ہمارے خلاف استعمال کریں گے کہ: خود ایک دیوبندی پروفیسر طاہر الہاشمی نے اہل سنت دیوبند کے فلاں فلاں اکابر کو حضرت معاویہؓ کا گستاخ اور موہن لکھا ہے۔ اِس لیے میں نے ۲۵ر نومبر ۲۰۲۲ء کو فیس بک پر ایک تحریر لکھ دی، جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

''بریلوی مسلک کے (فضل احمد) چشتی صاحب ضرور نوٹ فرمالیں کہ: قاضی طاہر الہاشمی صاحب ہم دیوبندیوں کے نہیں بلکہ غیر ہیں۔ ایسے ہی جیسے (عطاء اللہ) بندیالوی اور (خضر حیات) بھکروی ہمارے نہیں ہیں۔''

مولانا جمیل الرحمن عباسی کی یہ تحریر جب قاضی طاہر الہاشمی کے خاص عقیدت مند کراچی کے اعجاز بہادر نامی ناصبی شخص نے پڑھی تو اُس نے قاضی طاہر الہاشمی کے دفاع اور اکابر اہل سنت دیوبند کی تردید میں تحریریں لکھنی شروع کر دیں۔ اور اِسی ضمن میں اُس نے ناصبیوں اور یزیدیوں کا بے بنیاد الزام دوہراتے ہوئے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا گستاخ قرار دیا۔ اعجاز احمد ناصبی کی اِس تحریک پر عبدالواجد لطیف ملتانی نے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی تحریرات کے مجموعہ ''تجلیات صفدر'' (جلد اول) میں شامل ''کھلا خط بنام ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی'' سے دو روایتیں ''حسام الحرمین'' کی طرز پر سیاق وسباق سے کاٹ کر مولانا محمد امین صاحب اور اُن کی کتاب کا نام لیے بغیر مبہم استفتاء تیار

کیا اور سوالات کا انداز ایسا اختیار کیا کہ گویا ان روایتوں کے نقل سے حضرت معاویہؓ کی توہین لازم آتی ہے۔ اور یہ روایات ناقل کے نزدیک درست ہیں، لہٰذا ناقل کے دل میں حضرت معاویہؓ کے متعلق بغض و عداوت اور کینہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مفتی سوال کے مطابق جواب دیتا ہے، اس لیے جواب میں مفتی صاحب نے لکھ دیا کہ: ''اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ (نعوذ باللہ) کاتب وحیؓ سے بغض، اور عدالت صحابہ کو مجروح کرتا ہے، جو انسان کے زندیق ہونے کی علامت ہے۔'' پس یہ فتویٰ اُس پر صادق آتا ہے جو بغیض معاویہؓ ہے۔ جبکہ مولانا محمد امین صفدرؒ تو حضرت معاویہؓ کے وکیل صفائی ہیں، عدالت صحابہ اور ناموس صحابہ کے محافظ ہیں۔ لہٰذا اِس فتوے کو حضرت مولانا محمد امین صفدر پر لاگو کرنا بڑی بددیانتی اور جہالت ہے۔

یہ مہم قاضی طاہر ہاشمی کے دِفاع کے لیے ہے نہ کہ سیدنا معاویہؓ کے دفاع کے لیے!

دَر اَصل قاضی طاہر الہاشمی یزیدی صاحب، پروپیگنڈہ مہم والے خیانتی استفتاء کے مستفتی عبدالواجد لطیف یزیدی اور دیگر یزیدیوں کی محبوب اور اُن کے نزدیک عالی شان شخصیت ہیں۔ جبکہ امام ابن کثیر، مولانا عبدالشکور لکھنوی، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، مولانا محمد امین صفدر رحمہم اللہ وغیرہم جملہ اہل سنت دیوبند کی محبوب ترین شخصیات ہیں۔ سو جب مولانا جمیل الرحمن عباسی نے طاہر الہاشمی کے سنی دیوبندی ہونے کی نفی کی اور اس کو غیر کہا تو عبدالواجد لطیف نے انتقامی کاروائی کرتے ہوئے ایک پرفریب مبہم استفتاء تیار کر کے دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ حاصل کیا، پھر اس کے مزید تائیدی فتاویٰ حاصل کیے۔ ان کو بنیاد بنا کر یزیدیوں نے اکابرین دیوبند خصوصاً جماعت اہل سنت دیوبند کے ممدوح و محبوب، مناظر اعظم، استاذ المناظرین مولانا محمد امین صفدرؒ کی شخصیت کو مجروح اور بدنام کرنے کے لیے اُن کو گستاخ معاویہؓ ثابت کرنے کی کوشش شروع کردی، لیکن اِس پر عنوان اور لیبل ''دِفاعِ معاویہؓ'' کا لگادیا۔ ایسی منافقت، تقیہ بازی اور گمراہی سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین!

حررہ منیر احمد منور غفرلہ

نوٹ: مفتیان کرام و دیگر علمائے عظام کی خدمت میں درخواست ہے کہ اگر یہ جواب درست ہے تو تصدیق فرمادیں، اور اگر قابل اصلاح ہے تو تصحیح فرمادیں۔

یزید سے متعلق اہل سنت کے نظریہ کے بارے میں خانقاہ سراجیہ کا اعلان

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے دو حوالہ جات ذیل میں اصل اور ترجمہ سمیت ملاحظہ فرمائیں:

(۱)..... ''یزید بید ولت از زمرہ فسقہ است توقف در لعنت او بر بنا بر اصل (قاعدہ) مقرر اہل سنت است کہ شخص معین اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نہ کردہ اند مگر آنکہ بہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لہب جہنمی و امرتہ نہ آنکہ او شان لعنت نیست۔ ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ۔''

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ دوم، ص: ۱۷۱، مکتوب نمبر ۲۵۱ رمطبوع نور کمپنی انارکلی لاہور)

ترجمہ: یزید بدنصیب فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت کے مقرر کردہ اُصول کی بنا پر ہے، کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لیے خواہ وہ کافر ہو لعنت تجویز نہیں کی ہے، مگر یہ کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے، جس طرح کہ ابولہب جہنمی اور اس کی بیوی۔ یہ نہیں ہے کہ وہ لعنت کے سزاوار نہیں۔ (ارشاد الٰہی ہے) ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ۔ (الاحزاب: ۵۷) یعنی بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی: ج: ۱، دفتر: ۱، ص: ۳۸۵، ایڈیشن خانقاہ سراجیہ کندیاں)

(۲)..... یزید بید ولت از اصحاب نیست در بد بختی او کراسخن است کار ے کہ آن بد بخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نکند بعضے از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وے راضی اند بلکہ مراعات احتمال رجوع و توبہ کردہ اند''

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص: ۳۳، مکتوب نمبر: ۵۴، مطبوعہ نور کمپنی لاہور)

ترجمہ: بدنصیب یزید صحابہ (کرام) میں سے نہیں ہے۔ اس کی بدقسمتی میں کس کو کلام ہے؟ جو کام اس بدقسمت نے کیا ہے کوئی فرنگی کافر بھی نہیں کرتا۔ علمائے اہل سنت میں سے بعض نے جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ اس (یزید) سے راضی ہیں بلکہ انہوں نے (اس کے) رجوع اور توبہ کے احتمال کی رعایت سے کیا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، ج:۱، دفتر:۱، مکتوب نمبر:۵۴، ص:۱۲۹، مطبوعہ خانقاہ سراجیہ کندیاں)

ان عبارتوں کو بار بار پڑھیں تو حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ یزید کو لعنت کرنے میں بعض علماء کا توقف کرنا' اہل سنت کے اس قاعدہ کے باعث تھا کہ ایک معین شخص پر لعنت نہ کی جائے جب تک کے اس کے کفر پر خاتمہ کا یقین نہ ہو۔ جیسے ابولہب اور اس کی بیوی کا کفر پر خاتمہ ہوا۔ وہ لعنت کے مستحق ہیں۔ رہا یزید تو اس پر بعض علماء کا لعنت سے توقف کرنا اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال کے باعث تھا، ورنہ وہ لعنت کا سزاوار تھا۔

دونوں عبارتوں کے نتائج:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

(۱) یزید بدنصیب تھا، (۲) فاسقوں میں سے تھا، (۳) وہ لعنت کا سزاوار تھا۔

(۴) سورۃ احزاب میں ہے: جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔ نواسہ رسول سیدنا حسین کی کربلا میں مظلومانہ شہادت سے آپ کو جو ایذاء پہنچی، اس فعل قبیح کا ارتکاب یزید کے دور حکومت میں ہوا۔ حضرت امام ربانی کے استدلال کے مطابق اس آیت کی رو سے یزید دنیا و آخرت میں لعنتی ہے۔

(۵) یزید کی بدنصیبی و بدقسمتی میں کوئی کلام نہیں۔ (۶) جو کام (واقعہ کربلا کی طرف حضرت مجدد صاحب کا اشارہ) بدقسمت یزید نے کیا وہ فرنگی (عیسائی انگریز) بھی نہ کر سکے۔ (۷) علماء اہل سنت یزید سے راضی نہیں۔ (گویا جو یزید سے راضی وہ

اہل سنت سے نہیں) سرسری طور پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی ان متذکرہ عبارت سے درج بالا سات نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

خانقاہ سراجیہ کندیاں اپنے بانی کے دور سے لے کر موجودہ سجادہ نشین برادر صاحبزادہ خلیل احمد صاحب سلمہ تک سبھی حضرات مناقشہ کربلاء میں بدنصیب، بد قسمت اور مستحق لعنت یزید کے ساتھ نہیں بلکہ نواسہ رسول، امام مظلوم سیدنا حسینؓ کے موقف کے ساتھ ہیں۔

خانقاہ سراجیہ حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی ہے۔ اگر کوئی حضرت مجدد صاحب کے نظریات کے خلاف کوئی بات خانقاہ سراجیہ کے ذمہ داران کی طرف نسبت تو درکنار، اشارہ بھی کرتا ہے تو میں اِس تحریری وضاحت کے ذریعہ اعلان کرتا ہوں کہ وہ ہماری خانقاہ شریف، ہمارے والد گرامی مرحوم اور ہم سے ناانصافی کرتے ہیں۔ ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔

عزیز احمد (خانقاہ سراجیہ کندیاں)..... ۱۲ رجون ۲۰۲۴ء

مولانا عبدالباری فاروقی لکھنوی

فرزند: مولانا عبدالعلیمؒ فاروقی..... مہتمم: دارالمبلغین لکھنو..... ناظم عمومی: مجلس تحفظ ناموس صحابہؓ

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بافیض عالم دین تھے، دین وشریعت کی اچھی سمجھ رکھتے تھے، ردِفرق باطلہ کا خاص ذوق اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمایا تھا۔

کچھ عرصہ پہلے کچھ لوگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چند عبارتوں کے حوالے سے اُن کا نام ذکر کیے بغیر ایک استفتاء دارالعلوم دیوبند کو اِرسال کیا، اِستفتاء کے مشمولات اور اُس میں ذکر کردہ عبارتوں کی ترتیب سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ صاحب کتاب کہیں نہ کہیں جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا مرتکب ہے۔ لہٰذا دارالعلوم نے اِستفتاء کو سامنے رکھتے ہوئے جو جواب تحریر کیا وہ

بالکل درست اور مناسب تھا۔ میرے والد ماجد جانشین امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کی تائید میں ایک وقیع مضمون تحریر فرمایا تھا۔ اس فتوے کی تائیدی تحریر کو بنیاد بنا کر بعض لوگوں نے مولانا اوکاڑویؒ کی ذات کو مجروح کرنے کی کوشش کی، بعد میں ایک' صاحب تحقیق عالم دین نے مولانا مرحوم کی ان عبارتوں کی تخریج وتحقیق کی، اور اس کے سیاق وسباق کو واضح کیا۔

مولانا مرحوم کی اصل عبارتوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی پر محمول کیا جائے، بلکہ اُن کے بیٹے یزید کے سلسلے میں کسی کو جواب دیتے ہوئے مولانا نے کچھ نا قابل استدلال روایات الزاماً نقل کی ہیں اور یزید کی شخصیت چونکہ تاریخی ہے، اِس لیے اُس کے سلسلے میں اہل سنت وجماعت کے یہاں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔(۱)

صحیح بات یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت کے قائل تھے اور اُن کا دفاع کرتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بولنے والوں میں آخر کون ہے جس کو آنحضرت ﷺ کا ''کاتب وحی'' اور ''برادرِ نسبتی'' ہونے کا فخر حاصل ہو؟ ایسا کون ہے جس کے حق میں ''ہادی مہدی'' ہونے کی دعا کی ہو؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے زبانِ نبوت سے جنت واجب ہو چکی ہے۔'' (تریاق اکبر بزبانِ صفدر: ۲۴۰)

حضرت اوکاڑویؒ کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے حالیہ فتوے میں اِسی رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔ میں مکمل طور پر اس فتوے کی تائید کرتا ہوں۔

عبدالباری فاروقی، ۲۶/اگست ۲۰۲۴ء

---

(۱) یہ غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کا یزید کے فسق پر اتفاق ہے۔ محرر کے والد محترمؒ نے بھی یزید کو سیاہ کارناموں: واقعہ کربلا، واقعہ حرہ، مکہ مکرمہ پر چڑھائی کا ذمہ دار (فاسق) قرار دیا ہے۔ (حضرت امیر معاویہ: ۱۹۳)

یزید

شخصیت اور کردار

حضرت مولانا نعیم الدین مدظلہم

یزید

شخصیت اور کردار

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلم

اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک

و مُدیر صُفّہ ٹرسٹ موہنی روڈ لاہور

صُفّہ ٹرسٹ لاہور

3 محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور

PH:+ 92 42 37 11 24 92

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
یزید شخصیت اور کردار	۱۹۷	حرفِ آغاز	۱۹۸
یزید کا طرز زندگی اور اخلاقی حالت	۲۰۸	یزید کے دور حکومت کے چند اقدامات	۲۰۸
یزید کی وفات	۲۱۳	یزید کی اولاد	۲۱۳
یزد کے متعلق اکابر کا نظریہ	۲۱۳	حامیان یزید کا بخاری کی حدیث سے استدلال	۲۱۵
پہلی توجیہ	۲۱۵	دوسری توجیہ	۲۱۵
تیسری توجیہ	۲۱۶	حامیان یزید کا صحابہ کرامؓ کی بیعت سے استدلال	۲۱۸
حامیان یزید کے ایک شبہ کا جواب	۲۲۱	کتابیات	۲۲۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یزید شخصیت اور کردار

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینیؒ کے ملفوظات ''بیاضِ مجلس نفیس'' کے نام پر جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کے استاذ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا نعیم الدین مدظلہم نے مرتب کئے۔ اس میں یزید کی شخصیت و کردار پر بھی اہل سنت کا مؤقف موجود تھا کہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ اس پر لعنت کرنے سے توقف کرنا چاہئے۔ اس مسلک اعتدال کو تمام قارئین نے بنظر استحسان دیکھا۔

قارئین نے حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم سے تقاضہ کیا کہ آپ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ باحوالہ یزید شخصیت و کردار پر مقالہ سپرد قلم فرماویں تو شاید ناصبی گروہ کے لئے ہدایت کا سامان ہو جائے۔ آپ نے باحوالہ جامع اور مختصر اس عنوان پر یہ مقالہ سپرد قلم کر دیا۔ اس کا ایک ایک جملہ متانت و سنجیدگی کے ساتھ مؤقف اہل سنت کا مظہر ہے۔ اسے ہم نے ''مجموعہ کتب احتساب ناصبیت'' کے نمبر پینتالیس (۴۵) پر شامل اشاعت کیا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

ناچیز نے اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے اپنی کتاب ''بیابہ مجلسِ نفیس'' ترتیب دی تو اُس میں شخصیات کے تذکرہ میں یزید کا ذکر بھی ہوا جو اپنے اِختصار اَور جامعیت کے پیشِ نظر پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔ اِس پر بعض اَحباب کی رائے ہوئی کہ اِسے علیحدہ سے رسالہ کی شکل میں شائع کر دیا جائے تا کہ یہ زیادہ سے زیادہ عوام تک پہنچ جائے۔ راقم الحروف نے اپنے اِن اَحباب کی رائے اور تجویز کا احترام کرتے ہوئے اِس پر نظرِ ثانی کی اور بہت سے مقامات پر ترمیم و اِضافہ کیا جس سے یہ مضمون اِس قابل ہوگیا کہ اَلگ سے رسالہ کی شکل میں شائع ہو سکے۔

یاد رہے کہ اِس رسالہ کی اِشاعت سے مقصد کسی نئے خلجان اور تنازع کو کھڑا کرنا نہیں اور نہ ہی اپنی کسی نئی تحقیق اور رائے کا اِظہار ہے، بلکہ ہمارا مقصد فقط یہ ہے کہ تاریخ کے مستند مآخذ سے یزید کے حالات پیش کر دیئے جائیں اور اَسلاف واَکابر کا یزید کے بارہ میں جو نقطۂ نظر ہے وہ سامنے کر دیا جائے تا کہ لوگ اِفراط وتفریط سے بچتے ہوئے اُس کے بارہ میں صحیح رائے قائم کر سکیں، ہماری یہ کوشش کس حد تک کامیاب ہوتی ہے اِس سے تو اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں البتہ ہمیں یہ اطمینان ضرور ہے کہ ہم اس راہ میں اپنے اَسلاف واَکابر کے دامن سے وابستہ ہیں اَور یزیدیت وناصبیت سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہماری اِس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اِسے عوام الناس کی ہدایت اور ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ واَصحابہ اجمعین!

اَخوکم فی اللہ

نعیم الدین

۷ رشوال المکرم ۱۴۳۲ھ، مطابق ۶ ستمبر ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یزید کی کنیت ابو خالد ہے، والد کا نام حضرت معاویہؓ اور والدہ کا نام میسون ہے۔ یزید کی ولادت حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں ۲۵ یا ۲۶ یا ۲۷ ہجری میں ہوئی ہے، حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت لی گئی، پھر ۲۲ رجب ۶۰ ھ میں حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوا تو اُن کے انتقال کے چند روز بعد رجب ۶۰ ھ میں یزید کے لئے بیعت خلافت لی گئی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہؓ نے اپنے بعد حضرت حسنؓ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا، ان کے بعض عُمّال نے یزید کو خلیفہ بنانے کی تجویز پیش کی اس میں اُن کو تردد تھا، مگر جب حضرت حسنؓ کی وفات ہوگئی تو یزید کے معاملہ میں حضرت معاویہؓ کی توقعات اور ولیعہدی کے امکانات روشن ہوگئے، پدرانہ محبت و تعلق کی بنا پر حضرت معاویہؓ سے ایسا ہونا غیر طبعی اور غیر فطری بھی نہ تھا، اُنہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے اثنائے گفتگو کہا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ رعیت کو اپنے بعد بھیڑ بکریوں کے اس ریوڑ کی طرح چھوڑ دوں جو بارش میں بھیگ رہی ہو، اور اس کا کوئی راعی نہ ہو۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۸۰)

یزید کی بیعت جس روز لی گئی اُن کی عمر چونتیس (۳۴) سال تھی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۱۴۶)

حضرت معاویہؓ نے یزید کی بیعت کے لئے لوگوں کو ۴۹ ھ میں بلایا، مسلمانوں نے اس کو عام طور پر ناپسند کیا، اور سخت اختلاف کا اظہار کیا، کیونکہ لوگوں کو یزید کے مشاغل، شکار و تفریح سے شغف کا علم تھا، لوگوں نے یزید سے کہا کہ وہ اس کے لئے آگے نہ بڑھیں کیونکہ اُس سے اجتناب و احتیاط اس کے لئے سعی و کوشش کرنے سے بہتر ہے۔

یزید اس عام تأثر کو معلوم کر کے اس ارادہ اور اس کے لئے سعی کرنے سے باز رہے اور اپنے والد سے گفت و شنید کی اور دونوں اس کے ترک کرنے پر متفق ہو گئے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۷۹)

جب ۵۶ھ شروع ہوا تو حضرت معاویہؓ نے یزید کے لئے بیعت لینے کا انتظام شروع کیا، اور لوگوں کو اس امر کی دعوت دی اور تمام ممالک میں اس کی اطلاع بھیج دی، سبھوں نے تمام ممالک میں بیعت کر لی، سوائے حضرات عبداللہ بن عمرؓ، حسین بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، اور عبداللہ بن عباسؓ کے، حضرت معاویہؓ عمرہ کا إحرام باندھ کر مکہ آئے، جب (مکہ مکرمہ سے واپسی میں) مدینۂ طیبہ سے گزرے تو ایک تقریر کی یہ لوگ منبر کے پاس موجود تھے، لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی، اور یہ حضرات بیٹھے رہے نہ موافقت کی نہ مخالفت کی کیونکہ اس سلسلہ میں خاصا ڈرایا دھمکایا گیا تھا، پس یزید کی بیعت سارے ملکوں میں تسلیم کر لی گئی، اور تمام ملکوں سے یزید کے پاس وفود آنے لگے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۸۰ بحوالہ الرتضیٰ ص ۳۶۰)

۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد جب یزید کے لئے مدینہ منورہ میں بیعت لی جانے لگی تو حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسینؓ نے بیعت نہیں کی اور مدینہ منورہ سے چل کر مکہ مکرمہ تشریف لے آئے، اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر یزید کے چچازاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان تھے، یزید کو جب ان بزرگوں کے بیعت کئے بغیر مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا علم ہوا تو اُس نے ناراض اور خفا ہو کر گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو معزول کر کے عَمرو بن سعید کو گورنر بنا دیا جو نہایت متکبر اور جابر انسان تھا۔ جسے اَلْاَشْدَق (منہ پھٹ) اور لَطِیْمُ الشَّیْطَان (شیطان کا تھپڑ مارا ہوا) کہا جاتا تھا۔

حضرت علامہ شمس الدین ذہبیؒ (م: ۷۴۸ھ) یزید کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں: "قلتُ کان قویًا شجاعًا، ذا رأیٍ وحَزمٍ، وفطنةٍ وفصاحةٍ، وله شعرجیّدٌ، وکان ناصبیًا، فظًا غلیظًا، جِلفًا، یتناول المسکر و یفعل المنکر، افتتح دولته بمقتل الشهید الحسین واختتمها بواقعة الحرة فمقته الناس ولم یبارک فی عمره وخرج علیه غیر واحدٍ بعد الحسین کاهل المدینة قاموا لله"

(سیر اعلام النبلاء ج: ۴، ص: ۳۷)

''میں کہتا ہوں کہ یزید قوی و بہادر، ذی رائے اور ہشیار آدمی تھا، ذہین و فصیح بھی تھا، اس کے عمدہ اشعار بھی ملتے ہیں، بایں ہمہ وہ ناصبی (اہل بیت کا مخالف) بھی تھا، بدزبان، سنگ دل اور اکھڑ مزاج بھی تھا، مے نوش، بدکار بھی تھا، اس نے اپنی حکومت کا آغاز حضرت حسین شہیدؓ کو قتل کر کے کیا اور اختتام واقعہ حرہ پر کیا، لوگ (صحابہؓ و تابعینؒ اِن باتوں کی وجہ سے) اس سے بگڑ گئے اور نفرت کرنے لگے، اس کی عمر میں برکت نہ ہوئی، حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے اس کے خلاف لِلّٰہ فِی اللّٰہ خروج کیا۔''

شارحِ بخاری حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (م: ۸۵۲ھ) اپنی کتاب ''لسان المیزان'' میں یزید کے حالات لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''یزید بن معاویة بن ابی سفیان الأموی روی عن ابیه، و عنه ابنه خالد و عبد الملک بن مروان، مقدوح فی عدالته و لیس بأهل أن یروی عنه، و قال احمد بن حنبل لا ینبغی أن یروی عنه انتهی، و قد وجدت له روایةً فی مراسیل أبی داؤد و نبهت علیها فی "النکت علی الاطراف" واخباره مستوفاة فی "تاریخ ابن عساکر" و ملخصها أنه ولد فی خلافة عثمان و قد أبطل من زعم أنه ولد فی عهد النبوی، و کنیته ابو خالد و لما مات أبوه بویع له بالخلافة سنة ستین، و امتنع من بیعته الحسین بن علی و عبدالله بن عمر و عبدالله بن الزبیر رضی الله تعالیٰ عنهم و عاذ بحرم مکة فسمی عائذ البیت و أما ابن عمر رضی الله عنهما فقال اذا اجتمع الناس بایعت ثم بایع، و اما الحسین رضی الله عنه فسار الی مکة فوافق بیعته أهل الکوفة فسار الیهم بعد أن أرسل ابن عمه مسلم بن عقیل لأخذ البیعة فظفر به عبید الله بن زیاد أمیرها فقتله و جهز الجیش إلی الحسین فقتل فی یوم عاشوراء سنة إحدیٰ و ستین ثم إن أهل المدینة خلعوا یزید فی سنة ثلاث و ستین فجهز إلیهم مسلم بن عقبة المری فی جیش حافل فقاتلهم فهزمهم و قتل منهم خلق کثیر من الصحابة و ابناء هم و سبق اکابر التابعین و فضلائهم و

أستباحها ثلاثة ايام نهبًا و قتلًا ثم بايع من بقي على أنهم عبيد ليزيد و من امتنع قتل ثم توجه إلى مكة لحرب ابن الزبير فمات في الطريق و عهد الى الحصين بن نمير فسار بالجيش إلى مكة فحاصر ابن الزبير و نصبوا المنجنيق على الكعبة فوهت اركانها ثم احترقت و في اثناء ذلك ورد الخبر بموت يزيد ثم مات ابنه معاوية بن يزيد بعد قليل و صفا الجو لابن الزبير فدعا إلى نفسه فبايعه اهل الأفاق و اكثر اهل الشام ثم خرج عليه مروان بن الحكم فكان ما كان۔ قال أبو يعلى في "مسنده" حدثنا حكم بن موسى قال حدثنا الوليد عن الاوزاعي عن مكحول عن أبي عبيدة بن الجراح رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم "لا يزال أمر أمتي قائمًا بالسوى حتى يكون أوّل من يثلمه رجل من بني أمية يقال له يزيد" وقال أبو زرعة الدمشقي حدثنا أبو نعيم حدثنا شيبان عن ابن المنكدر قال لما جاءت بيعة يزيد قال ابن عمر رضی اللہ عنہ إن كان خيرًا رضينا و أن كان بلاءً صبرنا۔ وقال ابن شوذب سمعت ابراهيم بن أبي عبد يقول سمعت عمر بن عبد العزيز يترحم على يزيد بن معاوية۔ وقال يحيى بن عبد الملك بن أبي عتبة حدثنا نوفل بن ابي عقرب كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد بن معاوية فقال امير المومنين يزيد، فقال له عمر تقول أمير المؤمنين؟ وأمر به فضربه عشرين سوطًا۔ قال ابو بكر بن عياش: بايع الناس له في رجب سنة ستين ومات في ربيع الأول سنة ثلاث وستين كذا قال، والصواب في نصف ربيع الأول سنة اربع و كان سنه يوم مات ثمانيًا و ثلاثين سنة۔ (لسان المیزان ج ۶ ص ۲۹۳، ۲۹۴، ترجمہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی طبع حیدر آباد دکن انڈیا ۱۳۳۱ ہجری)

"یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اُموی اس نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبدالملک بن مروان نے، اس کی عدالت مجروح ہے اور یہ اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت لی جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس سے روایت نہ کرنا چاہئے۔ (یہاں ذہبیؒ کی عبارت جو "میزان الاعتدال" میں ہے

تمام ہوئی) مجھے اس کی ایک روایت ''مراسیل ابی داؤد'' میں ملی، جس پر میں نے ''النکت علی الاطراف'' میں تنبیہ کردی ہے۔ یزید کے حالات ''تاریخ ابن عساکر'' میں بتمام وکمال مذکور ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا، اور اُس نے غلطی کی جس نے یہ کہا کہ اس کی ولادت عہد نبوی میں ہوئی تھی۔ اس کی کنیت ابو خالد ہے۔ ۶۰ھ میں اپنے والد کے انتقال پر اس سے بیعتِ خلافت ہوئی۔ حضرت حسین بن علی، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس سے بیعت نہ کی۔ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو حرم مکہ میں پناہ گزیں ہوگئے اور اس بنا پر ان کو ''عائذ البیت'' کہا جانے لگا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''جب سب لوگ اس کی بیعت پر مجتمع ہو جائیں گے تو میں بھی بیعت کرلوں گا۔'' بعد میں آپ نے بھی بیعت کرلی۔ رہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور پھر اہلِ کوفہ کے بیعت کرنے پر آپ ان کی طرف روانہ ہوگئے اس سے پہلے آپ اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بیعت لینے کی غرض سے بجانبِ کوفہ روانہ کرچکے تھے وہاں امیر کوفہ عبیداللہ بن زیاد کا ان پر قابو چل گیا اور اس نے ان کو قتل کرڈالا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف فوج بھیجی۔

چنانچہ آپ کو بروز عاشوراء ۶۱ھ میں شہید کردیا گیا اس کے بعد اہل مدینہ نے ۶۳ھ میں یزید کی بیعت توڑ دی تو یزید نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے مسلم بن عقبہ مُرّی کی سرکردگی میں ایک بھاری لشکر روانہ کیا جس نے اہل مدینہ سے جنگ کرکے ان کو ہزیمت دی۔ اس جنگ میں صحابہ، اولادِ صحابہ اور اکابر تابعین میں سربرآوردہ حضرات اور فضلاء کی ایک کثیر خلقت قتل کردی گئی، مسلم بن عقبہ نے تین دن تک مدینہ شریف کو لوٹ مار اور قتل وغارت کے لئے حلال کردیا۔ پھر جو زندہ بچ گئے ان سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے بھی بیعت سے انکار کیا اس کا سر قلم کردیا گیا۔ اس کے بعد مسلم نے مکہ معظمہ کا رخ کیا تاکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جنگ کی جائے مگر اسے راہ میں ہی موت نے آلیا، مسلم نے حصین بن نمیر کو

سالار لشکر کیا تھا چنانچہ یہ لشکر لے کر مکہ معظمہ پہنچا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا محاصرہ کرلیا اس لشکر نے کعبہ کے بالمقابل منجنیق نصب کر کے اس پر گولہ باری شروع کردی جس سے کعبہ کی بنیادیں کمزور ہوگئیں اور پھر اس میں آگ لگ گئی۔ اسی اثناء میں یزید کے مرنے کی خبر آئی اور پھر تھوڑی ہی مدت میں اس کا بیٹا معاویہ بن یزید بھی مرگیا۔ اب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں فضا صاف ہوچکی تھی چنانچہ آپ نے اپنی بیعت کی دعوت دی اور تمام آفاق اور اہل شام کی اکثریت نے آپ سے خلافت پر بیعت کرلی پھر مروان نے آپ کے خلاف خروج کیا اور جو ہونا تھا ہو کر رہا۔

امام ابو یعلیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حکم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ولید نے اوزاعی سے حدیث نقل کی، اوزاعی، مکحول سے راوی ہیں اور مکحول حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح ؓ سے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کا معاملہ ٹھیک چلتا رہے گا تا آنکہ بنی امیہ میں سے ایک شخص جس کا نام یزید ہے سب سے پہلے اس میں رخنہ ڈالے گا۔ ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ ہم سے ابونعیم نے بیان کیا کہ ہم سے شیبان نے ابن المنکدر سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس یزید کی بیعت کی اطلاع آئی تو آپ نے فرمایا اگر یزید بھلا ہوا تو ہم اسے پسند کریں گے اور بلا ہوا تو صبر کریں گے۔ ابن شوذب کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ابی عبد سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کو یزید پر رحم کھاتے ہوئے سنا۔ (یعنی اپنی رحمدلی کی بنا پر اس پر ترس آتا تھا کہ خدا جانے اپنے اعمال بد کی پاداش میں اس کا کیا حشر ہو۔)

اور یحییٰ بن عبدالملک بن ابی عتبہ کا بیان ہے کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص کی زبان سے یزید بن معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے ''امیر المومنین یزید'' کے الفاظ نکل گئے تو اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کو ''امیر المومنین'' کہتا ہے! اور پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی

گئی۔ (اس نے یزید کو احتراماً ایسا کہا ہوگا اس لئے اس کو یہ سزا دی گئی کیونکہ فاسق کی تعظیم اور اس کا احترام ممنوع ہے)

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ: یزید سے لوگوں نے رجب ۶۰ ہجری میں بیعت کی اور ربیع الاول ۶۳ھ میں وہ مر گیا، ان کا یہی بیان ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یزید ۱۵ ربیع الاول ۶۴ ہجری کو مرا ہے۔ جس دن اسے موت آئی اس دن اس کی عمر اڑتیس سال کی تھی۔''

علامہ ابن حجرؒ اپنی ایک دوسری کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''(یزید) بن معاویة بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیة بن عبد الشمس ابو خالد ولد فی خلافة عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنه وعهد الیه ابوه بالخلافة فبویع سنة ستین وأبی البیعةَ عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنهما ولا ذبمکة والحسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنهما ونهض الی الکوفة وارسل ابن عمه مسلم بن عقیل بن ابی طالب لیبایع له بها فقتله عبید اللہ بن زیاد وارسل الجیوش الی الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنه فقتل کما تقدم فی ترجمته سنة احدی وستین ثم خرج اهل المدینة علی یزید وخلعوه فی سنة ثلاث وستین فارسل الیهم مسلم بن عقبة المری وامره ان یستبیح المدینة ثلاثة ایام وان یبایعهم علی انهم خول وعبید لیزید، فاذا فرغ منها نهض الی مکة لحرب ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنهما ففعل بها مسلم الافاعیل القبیحة وقتل بها خلقًا من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم وابنائهم وخیار التابعین رحمهم اللہ تعالیٰ وافحش القضیة الی الغایة، ثم توجه الی مکة فاخذه اللہ تعالیٰ قبل وصوله واستخلف علی الجیش حصین بن نمیر السکونی فحاصروا ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنهما ونصبوا علی الکعبة المنجنیق فادی ذلک الی وهی ارکانها ووهی بنائها ثم أحرقت وفی اثناء افعالهم القبیحة فجئهم الخبر بهلاک یزید بن معاویة فرجعوا وکفی اللہ المؤمنین القتال، وکان هلاکه فی نصف ربیع الاول سنة اربع وستین ولم یکمل الاربعین واخباره مستوفاة فی تاریخ دمشق لابن عساکر ولیست له

روایۃ تعتمد وقال یحییٰ بن عبد الملک بن ابی غنیۃ احد الثقات حدثنا نوفل بن ابی عقرب ثقۃ قال کنت عند عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فذکر رجل یزید بن معاویۃ فقال قال امیر المؤمنین یزید فقال عمر رحمہ اللہ تعالیٰ تقول امیر المؤمنین یزید وامربہ فضرب عشرین سوطا، ذکرتہ للتمییز بینہ، وبین النخعی۔ ثم وجدت لہ روایۃ فی مراسیل ابی داؤد وقد نبہت علیہا فی الاستدراک علی الاطراف'' (تہذیب التہذیب ج:۱۱،ص:۳۶۰ طبع بیروت)

''یزید بن معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیۃ بن عبد الشمس، یزید کی کنیت ابو خالد ہے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں پیدا ہوا اور حضرت معاویہؓ نے اسے خلافت کا ولی عہد بنایا، ۶۰ھ میں یزید کی بیعت کی گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین بن علیؓ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مکہ میں پناہ گزیں ہو گئے اور حضرت حسینؓ کوفہ کے لئے چل کھڑے ہوئے اور اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو پہلے ہی روانہ کر دیا تا کہ کوفہ میں لوگوں سے حضرت حسینؓ کے لئے بیعت لیں، ان کو عبیداللہ بن زیاد نے قتل کر دیا، اور حضرت حسینؓ کے لئے فوجیں روانہ کیں۔

حضرت حسینؓ سنہ ۶۱ھ میں شہید کر دیئے گئے جیسا کہ ان کے حالات میں ذکر کیا جا چکا ہے، پھر ۶۳ھ میں اہل مدینہ نے یزید پر خروج کیا اور اس کی بیعت کو توڑ دیا تو یزید نے مسلم بن عقبۃ المرّی کی سرکردگی میں اہل مدینہ پر فوج کشی کرائی اور حکم دیا کہ تین دن تک مدینہ کو لشکری لوگ (ہر طرح) مباح سمجھیں اور حکم دیا کہ اہل مدینہ سے یزید کے واسطے خادم اور غلام بننے کے لئے بیعت لے، اور جب اس سے فارغ ہو جائے تو عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہو،

چنانچہ حسب الحکم مسلم بن عقبۃ المرّی نے مدینہ میں اَفعالِ قبیحہ کئے اور صحابہؓ اور ان کی اولاد اور خیار تابعینؒ کی ایک بڑی جماعت کو تہ تیغ کر ڈالا اور اس واقعہ کو انتہائی برائی تک پہنچایا (چنانچہ مسند دارمی میں ہے کہ قتل و غارت گری اور عصمت دری

وغیرہ سب کچھ مدینہ منورہ میں ہوا تین روز تک مسجد نبوی میں نماز تک نہ ہوئی، تنہا سعید بن مسیب مسجد میں دیوانہ بن کر پڑے رہے۔ ان ایام میں مزار مبارک سے اذان و تکبیر کی آواز آتی تھی، اسی آواز پر وہ تنہا نماز ادا کیا کرتے تھے۔

ورنہ مسجد نبوی میں نہ کوئی اذان دینے والا تھا اور نہ کوئی دوسرا نماز پڑھنے والا) پھر مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف روانہ ہوا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ کر ہلاک ہو گیا اور حصین بن نمیر سکونی کو قائم مقام بنا گیا، اس لشکر نے مکہ میں حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ پر (پتھر برسانے کے لئے) منجنیق نصب کر دی اور خوب پتھر برسائے جس کی وجہ سے بیت اللہ کے ستون اور عمارت کمزور ہو گئی، پھر (خانہ کعبہ) جلا دیا گیا۔ انہی کرتوتوں کے دوران میں اچانک یزید بن معاویہ کے ہلاک ہو جانے کی اطلاع پہنچی (خبر سنتے ہی) لشکر واپس ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کے مؤمنین کو قتال سے بچا لیا، یزید کی ہلاکت ۶۴ ہجری میں ماہ ربیع الاول کے نصف میں ہوئی، وہ عمر کے چالیس سال بھی پورے نہ کر سکا۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس کے پورے واقعات مذکور ہیں، یزید کی کوئی روایت حدیث قابل اعتماد نہیں ہے۔

یحییٰ بن عبدالملک بن ابی غنیۃ نے جو ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں بیان کیا کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے بیان کیا جو خود بھی ثقہ ہیں کہ میں امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس حاضر تھا، ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور کہا کہ ''امیر المؤمنین یزید نے یہ کہا۔'' خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ ''تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے۔'' اور اس شخص کے لئے بیس کوڑے مارنے کا حکم فرمایا، چنانچہ اس کے بیس کوڑے مارے گئے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ) میں نے اس (یزید) کا ذکر یزید بن معاویہ النخعی سے امتیاز پیدا کرنے کے لئے یہاں کیا ہے (ورنہ یہ صحاح ستہ کے راویوں میں نہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب میں ذکر کئے جانے کے قابل نہیں ہے) مراسیل ابی داؤد میں صرف ایک مرسل روایت یزید کی ملی ہے اور میں نے اطراف پر استدراک میں اس مرسل روایت پر تنبیہ کی ہے۔''

یزید کا طرزِ زندگی اور اَخلاقی حالت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ یزید کا طرزِ زندگی اور اس کی اَخلاقی حالت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''طبرانی نے بیان کیا ہے کہ ''یزید اپنی نوجوانی میں پینے پلانے والا آدمی تھا، اور نوعمروں کی راہ پر چلتا تھا۔'' (البدایۃ والنہایۃ، ج ۸، ص ۲۲۸)

ابنِ کثیر لکھتے ہیں: ''یزید میں اچھی عادتیں بھی تھیں، سخاوت، مروت، فصاحت بیانی، شعر گوئی، بہادری، ملکی معاملات میں صحیح رائے دینا اور صورت شکل بھی اچھی تھی، ملنے جلنے میں خوش اَخلاق تھا، اس کے ساتھ ساتھ آزادی اور تعیش کی طرف بھی میلان تھا، بعض اَوقات نمازیں چھوڑ دیتا تھا، اور اکثر اَوقات بالکل غائب کر دیتا۔ (ایضاً ص ۲۳۰) سب سے زیادہ جو بات قابلِ اعتراض اور لوگوں کی ناراضگی کا سبب تھی، وہ شراب نوشی کی شہرت، غیر اَخلاقی طرزِ عمل اور خلاف شرع وضع حرکات تھیں۔ (ایضاً، ص ۲۳۲)

اس پر الحاد و زندقہ کا الزام نہیں تھا، البتہ اس کے بعض اَخلاق و اَعمال فاسقانہ (ایضاً، ص ۲۳۳) تھے، کہا گیا ہے کہ یزید کی ناچ گانے، شراب نوشی، راگ و رنگ اور شکار میں عام شہرت تھی، نابالغ لڑکے اور گانے والیاں اور کتے اپنے پاس رکھتا تھا، مینڈھے، بندر اور بھالو کو آپس میں لڑانے اور اس کا تماشہ دیکھنے کا شوقین تھا۔ (ایضاً، ص ۲۳۵ بحوالہ المرتضیٰ ص ۳۶۱)

یزید کے دورِ حکومت کے چند اقدامات:

یزید کے مختصر دورِ حکومت میں یزید کی جانب سے چند اقدامات ایسے کئے گئے جنہوں نے یزید کو اہل اسلام کے درمیان انتہائی مبغوض و قابل نفرت بنا دیا۔

ان اقدامات میں سب سے سنگین، دلدوز اور اَلمناک واقعہ، واقعۂ کربلا ہے جس میں امام عالی مقام نواسۂ رسول شہزادۂ بتول حضرت سیدنا امام حسینؓ اور اُن کے

اہل بیت کو نہایت بیدردی کے ساتھ شہید کیا گیا، یزید کے حمایتی اس واقعہ سے جس قدر بھی یزید کی براءت اور صفائی پیش کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ سے یزید اور اُس کے حواریوں کو کسی طور بھی بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا، سوچنے کی بات ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے عازمِ کوفہ ہونے کا سن کر کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیرؓ جو نہایت جلیل القدر اور نرم دل صحابی تھے، اُن کو ہٹا کر اُن کی جگہ ابن زیاد بدنہاد کو جو اہلِ بیت کا مخالف اور دشمن تھا کس نے کوفہ کا گورنر بنایا؟ کیا یہ یزید نہیں تھا جس کے کہنے پر یہ ہوا؟ پھر حضرت حسینؓ کے مصالحانہ رویے کے باوجود ابن زیاد نے جب چار ہزار فوج سے حضرت حسینؓ اور اُن کے اہل بیت کو ظلماً شہید کروالیا تو یزید نے کیا کیا؟ کیا ابن زیاد بدنہاد کو گورنری سے معزول کیا؟ کیا ابن زیاد کو کوئی خاص ملامت کی؟ کیا اُسے کوئی سزا دی؟

دوسرا واقعہ، واقعۂ حَرَّہ ہے جو اسلام کی اولین تاریخ کی پیشانی پر بدنما داغ ہے، یزید نے شامی فوجوں کو مسلم بن عقبہ مُرّی کی ماتحتی میں (جس کو تاریخ میں اُس کے ظلم وستم کی وجہ سے مُسْرِف یا مجرم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) مدینہ طیبہ بھیجا، وہاں شامی فوجوں نے جس بربریت اور ظلم وستم کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ کا ایک خونچکاں باب ہے۔

یزید نے مسلم بن عقبہ کو اختیار دیا کہ مدینے میں تین دن تک اُس کو ۔طرح کی کارروائی کرنے کی اجازت ہے، علامہ ابن کثیرؒ اس واقعۂ ہائلہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر کر کے آخر میں بے قرار ہو کر لکھتے ہیں:

"وقد اخطأ یزید خطأ فاحشا فی قولہ لمسلم بن عقبة ان یبیح المدینة ثلاثة أیام، و ھذا خطأ کبیر فاحش، مع ما انضم الی ذلک من قتل خلق من الصحابة و أبناءھم، و قد تقدم انه قتل الحسین و أصحابه علی ید عبیداللہ بن زیاد۔ و قد وقع فی ھذہ الثلاثة ایام من المفاسد العظیمة فی المدینة النبویة مالا یحد ولا یوصف، مما لا یعلمه الا اللہ عزوجل و قد اراد بارسال مسلم بن عقبة توطید سلطانه وملکه، و دوام أیامه من غیر منازع، فعاقبه اللہ بنقیض قصدہ و

حال بینه و بین ما یشتهیه فقصمهٗ الله قاصم الجبابرة و اخذه اخذ عزیز مقتدر وَ كَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهٗ أَلِيمٌ شَدِيدٌ

(البدایۃ والنہایہ، ج:۸، ص:۲۲۲)

''اور بے شک یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر کہ ''تو تین دن تک مدینہ منورہ کو تباہ و تاراج کرتا رہ، فحش غلطی کی، یہ نہایت بڑی اور فاحش خطا ہے اور اس خطا کے ساتھ صحابۂ کرام اور اولادِ صحابہ کی ایک خلقت کا قتل اور شامل ہو گیا اور سابق میں گزر چکا کہ عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسینؓ اور اُن کے اَصحاب کو شہید کر دیا گیا اور ان تین دنوں میں مدینہ نبویہ میں وہ عظیم مفاسد برپا ہوئے جو حد و شمار سے باہر ہیں اور جن کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا پورا علم کسی کو نہیں۔ یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی بادشاہی اور سلطنت کو مضبوط کرنا چاہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب بلا نزاع اس کے اَیام سلطنت کو دوام نصیب ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کی مراد کو اُلٹ کر اُسے سزا دی اُس کی ذات عالی، یزید کے اور اس کی خواہش کے درمیان حائل ہو گئی (کہ اس کی تمنا پوری نہ ہو سکی) چنانچہ اللہ عزوجل نے جو ظالموں کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اس کی کمر بھی توڑ ڈالی اور اسی طرح اس کو دھر پکڑا جس طرح کہ ہر چیز پر غالب اور اقتدار والا پکڑا کرتا ہے اور ایسی ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہیں، بے شک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت کی۔

اِن تین دنوں میں کھل کر مدینۂ طیبہ کی حرمت کو پامال کیا گیا، تین دن تک مسجد نبوی شریف یزیدی فوجوں کی دست برد کا شکار رہی اس میں نہ اذان ہو سکی نہ نماز پڑھی گئی۔

علامہ یاقوت حموی (دیکھئے معجم البلدان مکۃ واقم) کی روایت کے مطابق عوالی میں سے ساڑھے تین ہزار، انصار میں سے چودہ سو اور بقول بعض سترہ سو اور قریش میں سے تیرہ سو حضرات تہہ تیغ کر دیئے گئے باقی جو بچے مسلم نے اُن سے یزید کے لئے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں یزید اُن کی جان و مال بیوی بچوں کے بارے میں جو چاہے حکم کرے۔

تیسرا واقعہ حرمِ بیت اللہ کی بے حرمتی کا ہے، یزید کے یہی فوجی جنہوں نے مدینہ منورہ کی حرمت کو پامال کیا تھا اور صحابۂ کرام کی بہو بیٹیوں کے خون سے ہاتھ رنگے تھے یزید کے حکم پر مکہ مکرمہ پہنچے، وہاں جا کر حرمِ الٰہی کا محاصرہ کر لیا، مسلم بن عقبہ تو آتے ہوئے راستے ہی میں اللہ کی گرفت کا شکار ہو کر مر گیا تھا، اس کی وصیت کے مطابق حصین بن نمیر سکونی نے لشکر کی کمان سنبھالی، اس کے زیر کمان منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی گئی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل گئے چھت میں آگ لگ گئی، اور حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے مینڈھے کے وہ دونوں سینگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے جو اب تک خانہ کعبہ میں محفوظ چلے آرہے تھے، یہ واقعہ صفر ۶۴ھ میں پیش آیا۔

علامہ ابن حزم ظاہری اُندلسی (م: ۴۵۶ھ) نے اپنی کتاب ''جمہرۃ اَنساب العرب'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے یزید کے کردار پر مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے جس سے ہمارے ذکر کردہ واقعات کی تائید ہوتی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں ذکر کر دیا جائے، ملاحظہ فرمایئے علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں:

''ویزید امیر المؤمنین و کان قبیح الآثار فی الاسلام قتل اهل المدینة و افاضل الناس و بقیة الصحابة، یوم الحرة فی آخر دولته و قتل الحسین رضی اللہ عنہ و اهلَ بیته فی اول دولته و حاصر ابن الزبیر فی المسجد الحرام و استخف بحرمة الکعبة والاسلام فاماته الله فی تلک الایام، وقد کان غزا فی ایام ابیه القسطنطینیة و حاصرها''

(جمہرۃ اَنساب العرب، ص: ۱۱۲، طبع مصر)

''اور یزید امیر المؤمنین جس کے اسلام میں بُرے کرتوت ہیں، اس نے اپنی سلطنت کے آخری دور میں حرّہ کے دن اہل مدینہ اور ان کے بہترین اشخاص اور بقیہ صحابہؓ کو شہید کیا، اور اپنے عہد حکومت کے اوائل میں حضرت حسینؓ اور ان کے اہل بیت کو شہید کیا، اور مسجد حرام میں حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کر کے کعبہ اور اسلام کی

بے حرمتی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں اس کو موت کا مزہ چکھایا، اس نے اپنے والد کے عہد میں قسطنطنیہ کی جنگ میں شرکت کی تھی اور اس کا محاصرہ بھی کیا تھا''

علامہ ابن حزم کے اس تبصرہ سے حامیانِ یزید کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو یزید کو بے قصور ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے اور ہر وقت یہ راگ الاپتے پھرتے ہیں کہ یزید کا کوئی قصور نہیں تھا نہ اس نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا نہ اُن کے قتل کا حکم دیا۔ دیکھا جائے تو یہ باتیں تنہا علامہ ابن حزم ہی نے نہیں لکھیں علامہ ابن حجرؒ نے یزید کے جو حالات اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں ان میں بھی یہ باتیں صراحت کے ساتھ موجود ہیں جیسا کہ آپ پیچھے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

قارئین محترم: یہ باتیں ایسی ہیں جن کا اقرار خود یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید کو بھی ہے تاریخ بتاتی ہے کہ معاویہ بن یزید جب سریر آرائے سلطنت ہوئے تو اپنے باپ کے ان کارناموں کو ذکر کر کے رو دیئے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: ''قلد ابی الامر وکان غیر اھلٍ لہ ونازع ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقصف عمرہ وانبتر عقبہ وصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ، ثم بکی وقال: اِن من اعظم الامور علینا علمنا بسوء مصرعہ وبئس منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأباح الخمر وخرب الکعبۃ'' (الصواعق المحرقہ ص: ۲۲۴، طبع مکتبہ مجیدیہ، ملتان)

''میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسہ سے نزاع کی آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔

یہ کہہ کر رونے لگے، جو بات ہم پر سب سے گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے، اس نے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو قتل کیا، شراب کو حلال کیا اور بیت اللہ کو ویران کیا''

حیرت ہے کہ حامیانِ یزید ان شواہد کے ہوتے ہوئے بھی یزید کو بے قصور قرار دیتے ہیں۔

یزید کی وفات:

۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید کی وفات ہوئی، وفات کے وقت یزید کی عمر تقریباً ۳۸ سال تھی، کل مدتِ حکومت علامہ ابن حزم کے قول کے مطابق تین سال آٹھ ماہ اور کچھ دن تھی۔

یزید کی اَولاد:

حضرت علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق یزید کے پندرہ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں، لیکن یہ سب دنیا سے ایسے ختم ہوئے کہ یزید کی نسل میں سے کوئی ایک بھی باقی نہیں بچا۔ (البدایۃ والنہایہ ج ۸، ص ۲۳۷)

یزید کے متعلق اَکابر کا نظریہ:

اَکابر اَہل سنت کے نظریہ کے مطابق تمام اکابر علماءِ دیوبند فسقِ یزید کے قائل اور اس کے کفر میں توقف اور لعنت بھیجنے میں احتیاط برتتے ہیں، تقسیم سے پہلے تک یزید کے معاملہ میں تقریباً سب کا نظریہ ایک جیسا تھا کوئی بھی اُسے اچھی نظر سے نہیں دیکھتا تھا، لیکن تقسیم کے بعد مشہور ناصبی مؤرخ محمود احمد عباسی جب امروہہ سے کراچی آئے اور اُنہوں نے رسوائے زمانہ کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' لکھ کر ناصبیت کو فروغ دیا تو لوگوں میں اختلاف ہوگیا کچھ لوگ اُن کے نظریہ کے حامی اور مؤید ہوگئے، کچھ مخالف۔

یزید کے بارہ میں اکابر علماءِ دیوبند کا نظریہ جاننے کے لئے حضرت قاری محمد ضیاء الحق صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ ''یزید اَکابر علماءِ اَہلِ سنت دیوبندؒ کی نظر میں'' کا مطالعہ کافی ہے اس رسالہ میں قاری صاحب نے حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی، حضرت مدنی، حضرت مفتی کفایت اللہ، حضرت علامہ انور شاہ صاحب، مفتی عزیز الرحمن صاحب، حضرت قاری محمد طیب صاحب، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت بنوری اور حضرت علامہ اعظمی رحمہم اللہ کی یزید سے متعلق صاف وصریح

تحریرات پیش کی ہیں جن سے اکابر علماء دیوبند کا موقف کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ اس موقع پر ہم حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند جو اکابر کے مزاج شناس اور اُن کے مسلک کے ترجمان ہیں ان کی ایک تحریر پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں جس میں آپ نے یزید کے بارہ میں اکابر واسلاف کا نظریہ بہت واضح طور پر رقم فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے حضرت قاری صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''بہرحال یزید کے فسق وفجور پر جب کہ صحابہ کرام سب کے سب ہی متفق ہیں خواہ مانعین ہوں یا مخالفین، پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین، محدثین، فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ ہیثمی، علامہ ابن جوزی، علامہ سعدالدین تفتازانی، محقق ابن ہمام، حافظ ابن کثیر، علامہ الکیا الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں پھر بعض ان میں سے اس فسق کے قدر مشترک کو مُتواتر المعنیٰ بھی کہہ رہے ہیں جس سے اس کا قطعی ہونا بھی واضح ہے۔ پھر اوپر سے ائمہ اجتہاد میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا بھی مسلک الکیا الہراسی نقل کر رہے ہیں اور وہ خود شافعی ہیں اور فتویٰ دے رہے ہیں تو ان کی نقل ہی سے یہ مسلک امام شافعیؒ اور فقہ شافعی کا بھی ثابت ہوتا ہے تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہوسکتی ہے؟ اس سے یہ بھی واضح ہے کہ یہ تاریخی نظریہ نہیں جسے مؤرخین نے بطور تاریخی ریسرچ کے پیش کر دیا ہو۔ بلکہ ایک فقہی اور کلامی مسئلہ ہے جو عقیدہ اور مسئلہ کی لائن سے ان اَرباب حدیث وفقہ نے اپنی کتب عقائد ومسائل میں اس کا ذکر کیا ہے الخ''

(شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۲)

قارئین کرام: یزید کے بارہ میں جو معروضات پیش کی گئیں ان سے کسی نہ کسی حد تک یزید کی شخصیت اور اس کے کردار کے متعلق آگاہی ہو جاتی ہے۔ منصف مزاج کے لئے تو اتنا بھی کافی ہے لیکن بدقسمتی کہئے کہ حامیانِ یزید سادہ لوح عوام کو بہکانے کے لئے کچھ سطحی قسم کے دلائل دیتے ہیں جن کی حقیقت سے اہل علم تو بخوبی

واقف ہیں البتہ عوام الناس ان سے ضرور متأثر ہو جاتے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حامیانِ یزید کی دو ایک دلیلوں کا جائزہ لے لیا جائے تا کہ انہیں پتہ چلے کہ ان حضرات کے استدلالات کی حقیقت کیا ہے؟ باقی کو وہ انہیں پر قیاس کر لیں۔

حامیانِ یزید کا بخاری کی ایک حدیث سے استدلال اور اس کا جواب:

حامیانِ یزید بخاری شریف کی ایک روایت سے یزید کی بے گناہی اور اس کا جنتی ہونا ثابت کرتے ہیں، بخاری شریف میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَةَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ"

(بخاری شریف، ج:۱، ص:۴۱۰)

میری اُمت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا اس کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

حامیانِ یزید کا کہنا ہے کہ اس حدیث شریف میں جس غزوہ کا ذکر ہے اس غزوہ میں یزید نہ صرف یہ کہ شریک تھا بلکہ اس کا امیر تھا اور حدیث پاک میں اس غزوہ میں شریک ہونے والوں کو مغفرت کی بشارت دی گئی ہے اس لئے یزید کی تو مغفرت ہو چکی ہے اور وہ جنتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث شریف کی مختلف توجیہات ذکر کی گئی ہیں۔

پہلی توجیہ:

پہلی توجیہ یہ ہے کہ ہمیں یہ بات تسلیم ہی نہیں کہ یزید کے زیر کمان جو لشکر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا تھا وہ قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والا پہلا لشکر تھا بلکہ اس سے بہت پہلے مختلف اسلامی لشکر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو چکے تھے، تفصیل کے لئے دار العلوم دیوبند کے سابق صدر المفتیین حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحبؒ کا رسالہ "حقیقتِ یزید" ملاحظہ کیا جائے۔

دوسری توجیہ:

دوسری توجیہ یہ ہے کہ جہاد کے لئے تصحیح نیت ضروری ہے یعنی جو جہاد بھی کیا

جائے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو اور اپنے ذوق وشوق سے ہو، یہ نہیں کہ دوسرے کے دباؤ میں آ کر ناخوش دلی سے جنگ میں شریک ہوا جائے اور صرف امارت کے خیال سے روانہ ہوا جائے، یزید کے ساتھ یہی صورت ہوئی کہ وہ اس جہاد میں شریک ہونے کے لئے بالکل تیار نہ تھا اور جہاں تک بن سکا اُس نے ٹال مٹول کی کوشش کی، بلکہ جب مجاہدین کرام محاذ پر تھے اور وہاں مختلف قسم کی مشقتیں برداشت کر رہے تھے وَبا اور قحط میں مبتلا تھے تو یہ بڑے ٹھاٹھ سے اپنے عشرت کدہ میں اپنی بیوی کے ساتھ دادِ عیش دے رہا تھا اور مجاہدین کا مذاق اُڑا رہا تھا، حضرت معاویہؓ کو جب اُس کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو آپ نے سختی کے ساتھ حکم دے کر بجبر اُس کو محاذ پر روانہ کیا، اس سارے واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن خلدون ج: ۳ اور کامل ابن اثیر ج: ۳ میں موجود ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے، ایسی صورت میں یزید کو اس حدیث کا مصداق کس طرح سے قرار دیا جاسکتا ہے۔

تیسری توجیہ:

تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ بشارتِ مغفرت اس شرط کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس عمل کے بعد اُس سے زندگی میں ایسے افعال سرزد نہ ہوئے ہوں کہ جن سے مغفرت کے بجائے اُلٹا لعنتِ خداوندی میں گرفتار ہو جائے کیونکہ شریعت کا قاعدہ ہے: ''اَلْعِبْرَةُ بِالْخَوَاتِيْمِ'' اعتبار خاتمہ کا ہے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ شرح تراجم ابواب میں فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث پاک میں مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ فرمانے سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک بلکہ اس کا افسر و سربراہ تھا جیسا کہ تاریخ شہادت دیتی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو اس نے گناہ کئے تھے وہ بخش دیئے گئے کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کرتے ہیں بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں،

ہاں اگر اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہوتا کہ قیامت تک کے لئے اُس کی بخشش کر دی گئی ہے تو بے شک یہ حدیث اُس کی نجات پر دلالت کرتی اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے، اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے یعنی حضرت حسینؓ کو شہید کرنا، مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا، مے خواری پر اصرار کرنا ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے وہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے''

(شرح تراجم ابواب البخاری ص: ۳۱، ۳۲ طبع نور محمد کراچی)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ حدیث پاک میں مغفرت کی بشارت سابقہ گناہوں سے متعلق ہے نہ کہ ساری زندگی کے گناہوں سے، اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کہ لیلۃ القدر اور روزِ عید کے بارہ میں وارد ہونے والی حدیث، اس میں بھی تمام عید پڑھنے والوں کو مغفرت کی بشارت دی گئی ہے ظاہر ہے کہ اس سے سابقہ گناہوں کی مغفرت ہی مراد لی جائے گی نہ کہ ساری زندگی کے گناہوں کی مغفرت، ورنہ تو لازم آئے گا کہ روزے دار کتنے ہی فسق و فجور اور ظلم و ستم میں مشغول اور قتل و غارت گری اور لوٹ مار میں معروف رہیں پھر بھی بلا کسی سزا و عذاب کے مغفرت ہو جائے اور سیدھے جنت میں چلے جائیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ حدیث ذکر کر دی جائے۔

''عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ اذا کان لیلۃ القدر نزل جبرئیل فی کبکبۃ من الملائکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزوجل فاذا کان یوم عیدھم یعنی یوم فطرھم باھی بھم ملائکتہ فقال یا ملائکتی ما جزاء اجیر و فی عملہ قالوا ربنا جزاؤہ ان یوفی اجرہ، قال ملائکتی عبیدی و امائی قضوا فریضتی علیھم ثم خرجوا یعجون الی الدعاء و عزتی و جلالی و کرمی و علوی و ارتفاع مکانی لاجیبنھم فیقول ارجعوا فقد غفرت لکم و بدلت سیاتکم حسنات قال فیرجعون مغفوراً لھم'' (شعب الایمان للامام البیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: شبِ قدر میں

حضرت جبریل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں اور اُن سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اُجرت پوری دے دی جائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا پھر دعاء کے ساتھ چلاتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) نکلے ہیں میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، میری بخشش کی قسم، میرے علوشان کی قسم میرے بلندی مرتبہ کی قسم، میں ان لوگوں کی دعاء ضرور قبول کروں گا، پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے، پس یہ لوگ عیدگاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ ساری بحث اِس صورت میں ہے جبکہ ہم اس حدیث میں جو ''مدینۂ قیصر'' کے الفاظ آئے ہیں اس سے قسطنطنیہ ہی مراد لیں ورنہ اگر مدینۂ قیصر سے وہ شہر مراد لیا جائے جو اُس وقت قیصر کا دار السلطنت تھا کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بشارت کے یہ الفاظ ادا ہوئے تھے تو ساری بحث ہی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں مدینۂ قیصر سے مراد قسطنطنیہ نہیں بلکہ حمص ہو گا، چنانچہ شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شرح بخاری میں فرماتے ہیں: ''بعض علماء کی تجویز یہ ہے کہ شہر قیصر سے مراد وہی شہر ہے کہ جہاں قیصر اُس روز تھا کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور یہ شہر حمص تھا جو اس وقت قیصر کا دار السلطنت تھا۔''

(شرح فارسی صحیح بخاری از شیخ الاسلام مطبوعہ بر حاشیہ تیسیر القاری، ج: ۴، ص: ۶۶۹)

حامیانِ یزید کا صحابہ کرامؓ کی بیعت سے استدلال اور اس کا جواب:

حامیانِ یزید یزید کے برحق ہونے پر اپنے تئیں ایک بڑی دلیل یہ دیتے ہیں

کہ بہت سے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے یزید سے بیعتِ خلافت کی اور اس پر قائم رہے، اگر یزید حق پر نہ ہوتا، یا فاسق و فاجر ہوتا تو یہ صحابہ اس کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ کرتے۔

حامیانِ یزید کی اس بڑی دلیل بلکہ یوں کہئے کہ بڑے مغالطہ کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ جس وقت اِن صحابہ کرامؓ نے یزید کی بیعت کی تھی اُس وقت یزید کے فسق و فجور کی اتنی شہرت نہیں تھی کہ سب کو اس کا حال معلوم ہوتا اور اس بناء پر وہ اس کی بیعت کا ہی انکار کرتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کا مذہب یہ تھا کہ سلطان اگر عدل کرے تو رعیت کو اس کا شکر گزار ہونا چاہئے اور ظلم کرے تو رعیت کو صبر سے کام لینا چاہئے کیونکہ اقتدار سے ٹکر لینا اور اصحابِ اقتدار سے مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں اس میں سخت خون ریزی ہوتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اقتدار کی منتقلی میں کامیابی نہ ہو اور مزید ظلم و تشدد بڑھ جائے۔ یزید سے بیعت کرنے والے صحابہ کرامؓ کے متعلق یہی گمان کیا جاسکتا ہے کہ اُنہوں نے مصلحتِ وقت کے پیشِ نظر اِس مذہب پر عمل کرتے ہوئے یزید سے بیعت کی ہوگی اور یہی خیال فرمایا ہوگا کہ جس حد تک ہوسکے جھگڑے فساد اور قتل و غارت گری سے بچا جائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد کہ "اِنْ یَکُنْ خَیْرًا شَکَرْنَا وَاِنْ یَکُنْ بَلَائً صَبَرْنَا" اگر یزید اچھا ہوا تو ہم شکر کریں گے اور اگر بُرا ہوا بلاء و مصیبت بنا تو صبر کریں گے۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ کررہا ہے جو اوپر عرض کی گئی۔ ہماری بات کی تائید علامہ ابن خلدونؒ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو اُنہوں نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وما حدث فی یزید ما حدث من الفسق اختلف الصحابة حینئذ فی شانه فمنهم من رأی الخروج علیه و نقض بیعته من اجل ذلک کما فعل الحسین و عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالی عنهما و من اتبعهما فی ذلک و منهم من اباه لما فیه من اثارة الفتنة و کثرة القتل مع العجز عن الوفاء به لان شوکة یزید یومئذ هی عصابة بنی امیة و جمهور اهل الحل و العقد من قریش و تستتبع عصبیة مضر

اجمع وھی اعظم من کل شوکۃ ولا یطاق مقاومتھم فاقصروا عن یزید بسبب ذلک واقاموا علی الدعاء بھدایتہ والراحۃ منہ وھذا کان شان جمھور المسلمین والکل مجتھدون ولا ینکر علی احد من الفریقین فمقاصدھم فی البر وتحری الحق معروفۃ وفقنا اللہ للاقتداء بھم" (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۷)

"اور جب یزید میں وہ بات پیدا ہوگئی جو پیدا ہونی تھی۔ یعنی فسق و فجور تو صحابہؓ اس کے بارہ میں مختلف الرائے ہوگئے۔ بعضوں نے اس کے خلاف کھڑے ہو جانے اور اس کی بیعت توڑ دینے کو ضروری سمجھا اس فسق کی وجہ سے جیسا کہ حضرت حسینؓ اور عبداللہ ابن زبیرؓ اور ان کے پیروؤں نے کیا، اور بعض نے فتنہ اور کثرتِ قتل کے خطرات اور اس کی روک تھام سے عجز محسوس کرنے کی وجہ سے اس سے انکار کیا۔ کیونکہ اس دور میں یزید کی شوکت وقوت بنی اُمیہ کی عصبیت تھی اور اکثر اہلِ حل وعقد قریش تھے اور اسی کے ساتھ مضر کی ساری عصبیت اور جماعتی قوت بھی لگی ہوئی تھی۔ اور وہ سب قوتوں سے بڑی قوت تھی۔ جس کی تاب مقاومت کوئی نہیں لاسکتا تھا۔ اس لئے (جو لوگ یزید کے مخالف بھی تھے) وہ اس وجہ سے اس کے مقابلہ سے رک گئے اور اس کے لئے دعاء (ہدایت) مانگنے اور اپنے کو اس سے راحت دیئے رہنے میں لگ گئے۔ عام طور سے (اس وقت) مسلمانوں کی اکثریت کا بھی یہی طریقہ رہا اور سب کے سب مجتہد تھے (کوئی دنیوی غرض درمیان میں نہ تھی) فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے پر انکار (وملامت) نہیں کرتا تھا۔ پس مقاصد ان کے نیک تھے اور حق کی جستجو ان کی معروف تھی اللہ تعالیٰ ان کی اقتدا ہمیں بھی نصیب فرمائے۔"

علامہ ابن خلدونؒ کے اِس بیان سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یزید سے بیعت کرنے والے صحابہ کرامؓ کا یزید سے بیعت کرنا اور اس کے خلاف خروج سے رُکنا اس بناء پر نہیں تھا کہ یزید فسق وفجور سے پاک اور خلافت کا اہل تھا بلکہ صرف اس وجہ سے تھا کہ یزید کے خلاف اِقدام سے قتل وغارت گری اور جھگڑے وفساد کا اندیشہ تھا جس سے یہ حضرات ہر ممکن بچنے کی کوشش میں تھے، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے

یزید کے کسی بھی غلط اقدام کی تائید وحمایت نہیں کی بلکہ ان اقدامات پر اسے روکتے ٹوکتے رہے اور جن حضرات نے یزید کے خلاف خروج کیا ان کو بُرا نہیں جانا اور ان پر نکیر نہیں کی، اور اگر انہیں اس اقدام سے روکا بھی تو صرف فتنہ وفساد سے بچنے اور ان پر شفقت ومہربانی کی غرض سے چنانچہ علامہ ابن خلدونؒ تحریر فرماتے ہیں:

''واما غیر الحسین من الصحابة الذین کانوا بالحجاز و مع یزید بالشام والعراق ومن التابعین لهم فرأوا ان الخروج علی یزید وان کان فاسقًا لا یجوز لما ینشأ عنه من الهرج والدماء فاقصروا عن ذلك ولم یتابعوا الحسین ولا انکروا علیه ولا اثموه لانه مجتهد وهو اُسوة المجتهدین'' (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۱)

''لیکن حضرت حسین کے سوا اور دوسرے صحابہ جو حجاز میں تھے اور یزید کے ساتھ شام اور عراق میں تھے اور جو لوگ ان کی رائے کے تابع تھے یزید کے خلاف خروج جائز نہیں سمجھتے تھے اگرچہ یزید (ان کے نزدیک) فاسق تھا۔ ان کے نزدیک عدمِ جواز کی وجہ یہ تھی کہ اس خروج سے قتل وخونریزی بہت ہوتی۔ پس یہ حضرات اس خونریزی سے رُک گئے۔ اور حضرت حسینؓ کے ساتھ نہ ہوئے مگر حضرت حسینؓ پر کوئی انکار وملامت بھی نہیں کیا اور نہ ہی انہیں گنہگار سمجھا کیونکہ امام حسینؓ مجتہد تھے (اور یہ حضرات بھی مجتہد تھے) اور یہی مجتہدین کا طریقہ ہے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد پر انکار وملامت نہیں کرتا اگرچہ رائے میں اسے خاطی بھی سمجھتا ہو۔''

اِن تصریحات کے ہوتے ہوئے حامیانِ یزید کا یزید کو حق پر سمجھنا انتہائی غلط ہے کوئی بھی منصف مزاج اسے صحیح قرار نہیں دے سکتا۔

حامیانِ یزید کے ایک شبہ کا جواب:

حامیانِ یزید کو عام طور پر یہ کہتے سنا گیا ہے کہ اگر ہم یزید کے بارے میں کچھ کہیں گے تو اس کا اثر حضرت معاویہؓ کی شخصیت پر پڑے گا۔ لوگ انہیں برا سمجھیں گے اور کہیں گے کہ اگر یزید اس قدر بُرا تھا تو حضرت معاویہؓ نے اُسے اپنا ولی عہد کیوں

بنایا؟ چنانچہ بہت سے سُنّی حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ وہ یزید دشمنی میں حضرت معاویہؓ کو برا سمجھتے ہیں اور اُن پر اعتراضات کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ

اِس کا جواب یہ ہے کہ یزید کے بُرا ہونے سے حضرت معاویہؓ کی شخصیت پر کوئی زَد نہیں پڑتی، سوچنے کا مقام ہے کہ کیا کوئی حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کے برا ہونے سے حضرت نوح علیہ السلام کو برا کہہ سکتا ہے؟ اور کیا کوئی حضرت نوح ولوط i کی بیویوں کے برا ہونے سے حضرت نوح ولوط i کو برا کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

ایسے ہی یزید کے بُرا ہونے سے حضرت معاویہؓ کو ہرگز ہرگز بُرا نہیں کہا جا سکتا اور جو کوئی اُنہیں برا کہتا ہے وہ اپنی عاقبت خود برباد کرتا ہے۔

حضرت معاویہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں، اگر اُن کی اِس کے علاوہ کوئی اور فضیلت و منقبت نہ ہوتی تب بھی اُن کے لئے یہی ایک فضیلت کافی تھی کہ وہ صحابیِ رسول ہیں، تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگردِ رشید، جلیل القدر محدث وفقیہ اور مجاہد فی سبیل اللہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ: ''یا ابا عبد الرحمن ایُّما اَفضل معاویۃ او عمر بن عبدِ العزیز؟ فقال واللہ اَن الغبارَ الذی دخل فی اَنفِ فرسِ معاویۃ مع رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمرَ بالفِ مرۃٍ صلّٰی معاویۃ خلفَ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہ' فقال معاویۃ رضی اللہ عنہ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ فما بعد الشرف الاعظم'' (تطہیر الجنان واللسان ص ۱۰، البدایۃ والنہایۃ ج: ۸، ص ۱۳۹)

''اے ابوعبدالرحمن معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ آپ نے جواباً فرمایا: اللہ کی قسم وہ غبار جو حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں جہاد کے موقع پر وہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے ہزار درجہ افضل ہے، حضرت معاویہؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے، جب حضور علیہ السلام سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہتے تو حضرت معاویہؓ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے، اس بڑے شرف سے اور کون سا شرف اور مرتبہ ہوسکتا ہے؟

دیکھا جائے تو آپ کی صرف یہی ایک فضیلت نہیں کہ آپ صحابی ہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی آپ کے بہت سے فضائل ثابت ہیں، چنانچہ:

(۱) حضرت معاویہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی (سالے) بھی لگتے ہیں کیونکہ آپ کی سگی ہمشیرہ صاحبہ حضرت ام حبیبہ ؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ محترمہ ہیں۔

(۲) حضرت معاویہؓ کاتبِ وحی تھے جو آپ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک انتہائی معتمد علیہ ہونے کی دلیل ہے۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بہت سی دعائیں بھی دی ہیں ایک مرتبہ یہ دعاء دی۔ ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّ اھْدِ بِہٖ

اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔ (جامع ترمذی ج:۲،ص:۲۲۴ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

یک بار یہ دُعاء فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَ الْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ'' (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب مع الاصابہ ج:۳،ص۳۸۱)

اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب سکھا دے اور ان کو عذاب جہنم سے بچالے۔

(۴) حضرت معاویہؓ فاتحِ قبرص ہیں جس پر بحری جہاد کے بارے میں حضور علیہ السلام نے جنت واجب ہونے کی بشارت دی تھی۔ (بخاری ج۱،ص۴۱۰)

اِن کے علاوہ اَور بھی بہت سے فضائل ہیں جو کتبِ حدیث و تاریخ میں حضرت معاویہؓ کے لئے ملتے ہیں۔ ایسی صورت میں کسی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر طعن و تشنیع کرنا سورج پر تھوکنے اور اپنی عاقبت برباد کرنے کے مترادف ہے۔ جس کی کسی بھی عقل مند آدمی سے توقع نہیں کی جاسکتی۔

رہی یہ بات کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تھا تو یہ کوئی ناجائز کام نہیں تھا کہ جسے حضرت معاویہؓ پر طعن کی بنیاد بنایا جاسکے، معترض کو یہ بات سامنے رکھنی چاہئے کہ جس وقت یزید کو ولی عہد بنایا جارہا تھا اُس وقت یزید کی جانب سے وہ واقعات پیش نہیں آئے تھے جو بعد میں پیش آئے، نہ اُس وقت یزید کی

ایسی شہرت وحیثیت تھی جیسی آج ہے، اُس وقت تو وہ فقط ایک صحابی اور خلیفہ وقت کا بیٹا تھا، ہمیں اِس بات کا یقین رکھنا چاہئے کہ حضرت معاویہؓ کما حقہٗ یزید کے تمام حالات سے واقف نہیں تھے۔

اُنہوں نے اُس کے صرف ظاہری حالات اور اُس کی انتظامی صلاحیت کی بناء پر دیانت داری اور نیک نیتی کے ساتھ یہ رائے قائم کی تھی کہ یزید خلافت کا اہل ہے، اس کے ولی عہد بنانے سے نظام خلافت اور ملکی حالات صحیح نہج پر چلتے رہیں گے، اور اُمت کسی نئے خلفشار سے بچی رہے گی۔ اِس لئے اُنہوں نے یزید کو ولی عہد بنایا تھا، مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہؓ کے دل میں دوسروں کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کا جو داعیہ پیدا ہوا اِس کی وجہ اُمت کے اتحاد و اتفاق کی مصلحت تھی، بنو اُمیہ کے اہلِ حل وعقد اس پر متفق ہو گئے تھے، کیونکہ وہ اُس وقت اپنے علاوہ کسی اور پر راضی نہ ہوتے، اور اُس وقت قریش کی سربرآوردہ جماعت وہی تھی اور اہلِ ملت کی اکثریت اِن ہی میں سے تھی، اِس لئے حضرت معاویہؓ نے اس کو ترجیح دی اور افضل سے غیر افضل کی طرف رجوع کیا، حضرت معاویہؓ کی عدالت اور صحابیت اس کے سوا کچھ اور گمان کرنے سے مانع ہے'' (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۷۷)

اِن حالات کے پیشِ نظر یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یزید کو اپنا ولی عہد نیک نیتی کے ساتھ اور حالات اور وقت کا تقاضا سمجھ کر بنایا تھا، اگر حضرت معاویہؓ کے سامنے یزید کے سارے حالات ہوتے اور اگر مصلحتِ وقت کا یہ تقاضا نہ ہوتا تو شاید آپ یزید کو اپنا ولی عہد نہ بناتے۔

ہم اپنی تحریر کو اِسی پر ختم کرتے ہیں تفصیلات کے لئے بڑی کتب کی طرف رجوع کیا جائے۔

مرادِ ما نصیحت بود و کردیم
حوالت باخدا کردیم و رفتیم

سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما

حصہ اوّل: حیات وخدمات

حصہ دوم: واقعہ کربلا پس منظر، حقائق اور نتائج

حصہ سوم: اعتراضات وجوابات

متکلم الاسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ

حصہ اول
حیات وخدمات

حصہ دوم
واقعہ کربلا پس منظر، حقائق اور نتائج

حصہ سوم
اعتراضات وجوابات

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مکتبہ دارالایمان

فہرست

پیش لفظ	۲۳۸
حصہ اوّل: حیات وخدمات	۲۳۹
سیدنا حسین بن علی کی ہمہ جہتی	۲۳۹
خاندان کا اجمالی تعارف	۲۴۰
حضرت حسین کی ولادت کی بشارت	۲۴۰
حضرت حسین کی ولادت باسعادت	۲۴۱
حضرت حسین کے کان میں اذان اور اقامت	۲۴۲
آپ کا حسین کو گھٹی دینا	۲۴۳
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین کا نام رکھنا	۲۴۴
"حُسین" جنتی نام ہے	۲۴۴
"حسین" زمانہ جاہلیت میں کسی کا نام نہ تھا	۲۴۴
سر کے بالوں کی مقدار کے برابر چاندی کا صدقہ	۲۴۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسین کا عقیقہ کرنا	۲۴۵
حضرت حسین کا حلیہ مبارک	۲۴۶
حضرت حسین کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت	۲۴۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت وسخاوت کے وارث	۲۴۶
حضرت حسین کا نسبی تعارف	۲۴۷
زبانِ نبوت سے حضرت حسین کی خاندانی فضیلت	۲۴۸
حضرت حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب	۲۴۹
محبتِ حسین محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا	۲۵۰
محبتِ حسین محبتِ الٰہی کا ذریعہ	۲۵۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین کریمین کے لئے اللہ کی پناہ طلب کرنا	۲۵۱
حسنین کریمین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کو چوسنا	۲۵۲

حسنین کریمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوار	۲۵۴
حسنین کریمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں	۲۵۵
حسنین کریمین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر کھیلنا	۲۵۵
حسنین کریمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر	۲۵۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین کریمین کو سونگھنا	۲۵۶
حسنین کریمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک پر	۲۵۷
حسنین کریمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پھول	۲۵۸
آپ کا حسنین کریمین کو گرمی سے بچانے کا حکم	۲۵۸
حسین کے رونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف	۲۵۹
حسنین کریمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر	۲۵۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین کریمین کو بیعت کرنا	۲۶۰
حسنین کریمین جنتی نوجوانوں کے سردار	۲۶۱
حضرت حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت میں	۲۶۱
حضرت حسین کا ذوقِ عبادت	۲۶۲
حضرت حسین کا قیام اللیل	۲۶۲
حضرت حسین کی کثرتِ عبادت	۲۶۳
شہادت والی رات عبادت میں مصروف	۲۶۳
حضرت حسین کا 25 پیدل حج کرنا	۲۶۴
حضرت حسین کے اوصافِ کریمانہ	۲۶۵
حضرات حسنین کا حضرت علی کے لئے ایصالِ ثواب	۲۶۵
حضرت حسین کا فقراء و مساکین سے محبت کرنا	۲۶۵
حضرت حسین کی کمالِ سخاوت	۲۶۶
حضرت حسین کی شجاعت	۲۶۷
حضرت ابوبکر صدیق کی حضرت حسین سے محبت و باہمی تعلقات	۲۶۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے صدیق اکبر کی محبت	۲۶۷

صدیقِ اکبر کا حضرت حسین کی تعظیم کرنا	۲۶۸
حضرت حسین کو طیلسان کی چادروں کا ہدیہ	۲۶۸
حضرت عمر فاروق کی حضرت حسین سے محبت وباہمی تعلقات	۲۶۹
حضرت حسین کی حضرت عمر سے رشتہ داری	۲۶۹
حضرت حسین کی حضرت عمر کے گھر میں آمد ورفت	۲۷۰
حضرت حسین کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز سمجھنا	۲۷۰
حضرت عمر فاروق کا حضرت حسین کی تعظیم کرنا	۲۷۲
حضرات حسنین کریمین کو یمنی لباس کا ہدیہ	۲۷۲
تقسیمِ مال کے وقت حسنین کریمین کو مقدم رکھنا	۲۷۳
حسنین کریمین کو اصحابِ بدر کے برابر وظیفہ دینا	۲۷۳
حضرت عثمان کی حضرت حسین سے محبت وباہمی تعلقات	۲۷۴
حضرت عثمان کا حضرت حسین کی تعظیم کرنا	۲۷۴
طرابلس وافریقہ کے جہاد میں حسنین کریمین کو بھیجنا	۲۷۴
حسنین کریمین کی فتح جرجان میں شرکت	۲۷۵
حسنین کریمین کا حضرت عثمان کا پہرہ دینا	۲۷۶
عہد مرتضوی میں حضرت حسین کا کردار وخدمات	۲۷۶
حضرت حسین کا اپنے والد کے ساتھ کوفہ کا سفر	۲۷۶
حضرت علی کے ساتھ جنگی معرکوں میں شمولیت	۲۷۷
حسنین کریمین کو حضرت علی کی وصیت	۲۷۷
حضرت حسن کی حضرت حسین سے محبت	۲۷۸
حضرت معاویہ کی حضرت حسین سے محبت وباہمی تعلقات	۲۷۹
صلحِ حسن ومعاویہ میں حضرت حسین کی موافقت	۲۷۹
حضرت حسین کا بیعتِ معاویہ کو برقرار رکھنا	۲۸۲
حسنین کریمین کی اموی حکمران کی اقتداء میں نمازیں	۲۸۳
حسنین کریمین کا حضرت معاویہ کے ہدایا کو قبول کرنا	۲۸۳

حضرت حسین سے حضرت معاویہ کی محبت	۲۸۴
حضرت حسین کے حلقہ درس کی تعریف کرنا	۲۸۵
دیگر صحابہ کرام کی حضرت حسین سے محبت	۲۸۵
حضرت عباس کی حضرت حسین سے محبت	۲۸۵
حضرت عمرو بن العاص کی حضرت حسین سے محبت	۲۸۶
حضرت ابوہریرہ کی حضرت حسین سے محبت	۲۸۶
حضرت زبرقان بن اصلم کی حضرت حسین سے محبت	۲۸۷
محمد بن نعمان بن بشیر کی حضرت حسین سے محبت	۲۸۷
حصہ دوم: واقعہ کربلا	۲۹۰
یزید کی تخت نشینی	۲۹۰
بیعت کی خواہش	۲۹۰
حضرت حسین سے نرمی کا حکم	۲۹۱
عبداللہ بن زبیر کی مکہ روانگی	۲۹۲
حسین بن علی کی مکہ مکرمہ روانگی	۲۹۳
عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی کی مکہ مکرمہ میں ملاقات	۲۹۳
حاکم مدینہ کی تبدیلی	۲۹۴
نئے حاکم مدینہ کے اقدامات	۲۹۴
مکہ مکرمہ پر حملہ اور ابوشریح کی سخت تنبیہ	۲۹۵
عبداللہ بن زبیر کے نام پیغام	۲۹۶
عمرو بن انیس کے لشکر کو شکست	۲۹۷
سلسلہ خطوط ووفود	۲۹۸
حضرت حسین کے پاس اہل کوفہ کے خطوط ووفود	۲۹۸
مسلم بن عقیل کے ہاتھ اہل کوفہ کے نام خط	۲۹۹
کوفہ کی صورتحال	۳۰۰
حضرت مسلم بن عقیل کا خط حضرت حسین کے نام	۳۰۱

کوفہ کا سفر	۳۰۲
کوفہ کی جانب سفر کا ارادہ اور محبین کے مشورے	۳۰۲
[1] عبداللہ بن عباس کا مشورہ	۳۰۲
[2] عبداللہ بن عمر کا مشورہ	۳۰۳
حالات کی تبدیلی	۳۰۴
یزید کا حاکم کوفہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا	۳۰۴
نئے حاکم کوفہ کی طرف یزید کا خط	۳۰۶
ابن زیاد کی کوفہ آمد	۳۰۶
مسلم بن عقیل کا 70 سپاہیوں سے مقابلہ	۳۰۷
مسلم بن عقیل کی پریشانی	۳۰۸
حضرت حسین کے نام پیغام	۳۰۹
ارادے کی مضبوطی	۳۱۰
مسلم بن عقیل ابن زیاد کے قصر امارت میں	۳۱۰
مسلم بن عقیل کی وصیت	۳۱۱
مسلم بن عقیل کی شہادت	۳۱۲
حاکم مکہ کی طرف سے امان نامہ	۳۱۳
حضرت حسین کا ایک مبارک خواب	۳۱۴
حضرت حسین کی روانگی	۳۱۴
ابن زیاد کو اطلاع	۳۱۴
یزید کا ابن زیاد کو خط	۳۱۵
حضرت حسین کا اہل کوفہ کے نام پیغام	۳۱۶
قیس بن مسہر کی گرفتاری	۳۱۷
قیس بن مسہر کی دلیری اور شہادت	۳۱۸
شہادت مسلم بن عقیل کی اطلاع	۳۱۹
قافلہ حسینی کی باہمی مشاورت	۳۲۰

بنو عقیل کے جذبات	۳۲۰
شہادت قیس بن مسہر کی اطلاع	۳۲۱
حضرت حسین کا جامع ترین خطبہ	۳۲۱
چند لوگوں کی واپسی	۳۲۲
حُر بن یزید کا لشکر	۳۲۲
حضرت حسین کا خطبہ	۳۲۳
نماز ظہر کی ادائیگی	۳۲۴
نماز عصر کی ادائیگی اور خطبہ	۳۲۵
حر بن یزید کی رکاوٹ	۳۲۶
واپسی کا حکم	۳۲۶
حضرت حسین اور حُر بن یزید کا مکالمہ	۳۲۷
نہ کوفہ نہ مدینہ بلکہ کربلا	۳۲۷
حُر بن یزید کے نام ابن زیاد کا پیغام	۳۲۸
ہم پہل نہیں کریں گے	۳۲۹
میدانِ کربلا میں	۳۳۰
کربلا کے میدان میں	۳۳۰
عمر بن سعد کا لشکر کربلا میں	۳۳۰
ابن زیاد کی ہٹ دھرمی اور ظلم	۳۳۱
پانی کی بندش اور چند مشکیزوں کا حصول	۳۳۱
حضرت حسین کی تین شرائط	۳۳۲
عمر بن سعد کا ابن زیاد کے نام خط	۳۳۳
ابن زیاد کی آمادگی	۳۳۴
شمر بن ذی الجوشن کی خباثت	۳۳۴
ابن زیاد کی شمر بن ذی الجوشن کو ہدایات	۳۳۵
ابن زیاد کا خط عمر بن سعد کے نام	۳۳۶

عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کی باہمی گفتگو	۳۳۷
خواب میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۳۳۷
عباس بن علی کا صورتحال سے آگاہ کرنا	۳۳۸
حضرت حسین کا شمر کے نام پیغام	۳۳۹
حضرت حسین کا خطبہ	۳۴۰
سیدہ زینب کو وصیت	۳۴۱
عاشوراء (دسویں محرم) کی رات	۳۴۲
صفوں کی ترتیب	۳۴۲
حُر بن یزید کی لشکر حسینی میں شرکت اور شہادت	۳۴۳
دشمنوں سے دوٹوک خطاب	۳۴۳
روسائے کوفہ سے خطاب	۳۴۵
ابن زیاد کے بجائے یزید سے ملاقات کی وجہ	۳۴۵
زہیر بن القین کا خطاب	۳۴۶
حضرت حسین کی توہین اور اس کی سزا	۳۴۷
مسروق بن وائل کا فرار	۳۴۸
عمرو بن قرظہ کی شہادت	۳۴۹
مسلم بن عوسجہ کی وصیت اور شہادت	۳۴۹
کمک کی طلب	۳۵۰
علی بن حسین بن علی کی شہادت	۳۵۱
عبداللہ بن حسین کی شہادت	۳۵۲
حضرت حسین پر حملہ	۳۵۳
حضرت حسین کی شہادت	۳۵۳
شہادت کا دن اور سال	۳۵۴
آفتاب اہل بیت غروب ہوگیا	۳۵۴
قافلہ حسینی کے شہداء اور دشمن کے مقتولین کی تعداد	۳۵۴

چند شہداء کرام کے نام	۳۵۵
سر مبارک خولی بن یزید کے گھر میں	۳۵۹
ابن زیاد کے دربار میں	۳۶۰
ارے بدبخت!	۳۶۰
علی بن حسین (زین العابدین) بچ گئے	۳۶۱
زینب بنت علی کا ابن زیاد کو خطاب	۳۶۱
زین العابدین کا ابن زیاد کو خطاب	۳۶۲
کربلا تا دمشق	۳۶۳
کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق	۳۶۳
بعض من گھڑت باتیں	۳۶۳
قابل مذمت روّیہ	۳۶۴
دربار یزید میں	۳۶۴
قافلہ سادات کے سامنے یزید کا ردِ عمل	۳۶۴
یزید کی بیوی کا رونا چلانا	۳۶۴
دربار یزید میں پیش آنے والا ایک واقعہ	۳۶۶
قافلہ سادات کی مدینہ روانگی اور یزید کا ان کے لئے سامان تیار کروانا	۳۶۷
مدینہ منورہ کی طرف	۳۶۷
قافلہ سادات کی مدینہ روانگی	۳۶۷
محافظ کا حسنِ سلوک	۳۶۸
قافلہ سادات کی کڑے حالات میں بھی موروثی سیادت کا منظر	۳۶۸
شہادت حسین کے ذمہ داران	۳۶۹
1: اہل کوفہ	۳۷۰
2: عبید اللہ بن زیاد	۳۷۱
3: شمر بن ذی الجوشن	۳۷۲
4: عمر بن سعد	۳۷۴

5: ذُرعہ بن شریک التمیمی	۳۷۵
6: سنان بن انس النخعی	۳۷۵
7: خولی بن یزید الاصبحی	۳۷۶
8: یزید	۳۷۷
وجہ نمبر1 وجہ نمبر2	۳۷۸
وجہ نمبر3	۳۷۹
وجہ نمبر4	۳۸۱
وجہ نمبر5 وجہ نمبر6	۳۸۲
وجہ نمبر7	۳۸۳
تصریحات اکابرینِ اہل السنۃ والجماعۃ	۳۸۴
حصہ سوم: اعتراضات وجوابات	۳۸۸
اعتراض نمبر1: حضرت حسین صحابی نہیں	۳۸۸
جواب نمبر1:	۳۸۸
جواب نمبر2:	۳۹۰
اعتراض نمبر2: حضرت حسین اہلِ بیت میں شامل نہیں	۳۹۱
جواب نمبر1:	۳۹۱
جواب نمبر2:	۳۹۲
اعتراض نمبر3: حضرت حسین نے متقی امام وقت کے خلاف خروج کیا	۳۹۵
اعتراض نمبر4: حضرت حسین کا یزید کے خلاف خروج؛ بغاوت ہے	۴۰۲
جواب نمبر1:	۴۰۲
جواب نمبر2:	۴۰۲
جواب نمبر3:	۴۰۵
جواب نمبر4:	۴۰۵
اعتراض نمبر5: حضرت حسین کی کوشش قابلِ مدح نہیں	۴۰۶
جواب نمبر1:	۴۰۶

جواب نمبر2:	۴۰۶
جواب نمبر3:	۴۰۷
اعتراض نمبر6: حضرت حسین بعد میں بیعتِ یزید کے لئے تیار ہو گئے تھے	۴۰۷
جواب نمبر1:	۴۰۸
جواب نمبر2:	۴۰۹
جواب نمبر3:	۴۱۰
اعتراض نمبر7: "حُسَیْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَیْنٍ" سے حسین کا عین نبی ہونا ثابت ہوتا ہے	۴۱۰
جواب نمبر1:	۴۱۱
جواب نمبر2:	۴۱۱
جواب نمبر3:	۴۱۱
جواب نمبر4:	۴۱۲
اعتراض نمبر8: "واقعہ کربلا" پیش نہیں آیا	۴۱۵
جواب نمبر1:	۴۱۶
جواب نمبر2:	۴۱۶
اعتراض نمبر9: حسین جنگِ قسطنطنیہ میں پہلے ہی شہید ہو چکے تھے	۴۱۷
جواب نمبر1:	۴۱۸
جواب نمبر2:	۴۱۸
جواب نمبر3:	۴۱۸
اعتراض نمبر10: بیعتِ صحابہ یزید کے حق پر ہونے کی دلیل ہے	۴۱۸
جواب	۴۱۹
اعتراض نمبر11: صحابہ حسین کو کربلا میں تنہا چھوڑ گئے	۴۲۳
جواب نمبر1:	۴۲۳
جواب نمبر2:	۴۲۴
اعتراض نمبر12: اہل السنۃ والجماعۃ شہادتِ حسین پر ماتم نہیں کرتے	۴۲۶
جواب	۴۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما''

ہمارے مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہم نے سیرت حسینؓ کے احوال بالخصوص واقعہ کربلا کی بہت جامع اور خوبصورت تفصیل تحریر کردی ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر مخالفین کے اعتراضات کے کافی وافی جوابات بھی باحوالہ قلمبند کردیئے ہیں۔ ''مجموعہ کتب احتساب ناصبیت'' میں اسے چھالیس (۴۶) نمبر پر شائع کرنے کی خوشی حاصل ہورہی ہے۔ (ادارہ)

پیش لفظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

حضرت حسینؓ آنحضرت ﷺ کے نواسے اور حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کے بیٹے ہیں۔ آپ کی ابتدائی تربیت اپنے نانا کی گود میں ہوئی۔ اپنے والد کے زیر سایہ بھی رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ مدینہ منورہ میں گزارا۔ علم، تقویٰ، عبادت اور شجاعت کے لحاظ سے آپ کا شمار عظیم شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو ان کے احترام بجالانے کا حکم دیا اور انہیں "اہل بیت" میں شمار فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں جان قربان کی اور دنیا کے سامنے ایک مثال قائم کی جس میں آزادی، عزت اور سچ کی راہ میں جان دینا شامل ہے۔ حضرت حسینؓ کی حیات، آپ کی شخصیت، آپ کے کارنامے اور شہادت کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کی شہادت سے مسلمانوں کو اسلام کے لئے قربانی دینے، ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھانے اور حق کی راہ پر ثابت قدم رہنے کا درس ملتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب "سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما" میں ہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی ہے جن سے آپ کی شخصیت نکھر کر سامنے آئے گی۔ کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

حصہ اوّل: حیات و خدمات حصہ دوم: واقعہ کربلا؛ پس منظر، حقائق اور نتائج

حصہ سوم: اعتراضات و جوابات

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت کو پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ. وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

محتاجِ دعا

سرپرست مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

بدھ ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ، ۲۱ مئی ۲۰۲۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ اوّل

حیات وخدمات

حضرت حسین بن علیؓ

اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر جنہوں نے اپنی عملی زندگی سے اہل اسلام کو جینے اور راہ حق میں قربان ہونے کا سبق دیا۔ آج بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کی صرف شہادت کو بیان کیا جاتا ہے لیکن آپ کے فضائل ومناقب، سیرت وکردار، زہد وتقویٰ، خشیت وللّٰہیت، علم وتفقہ، عبادت و ریاضت، تواضع وانکساری، جمال وکمال، عفو ودرگزر، فیاضی وسخاوت، گفتار ورفتار، جلوت وخلوت، قول وعمل، ایثار وہمدردی، عادات واطوار، خوش خلقی، حسن سلوک، مروّت ورواداری، شجاعت وعزیمت، دوراندیشی وفراست، حکمت ودانائی، محبت و معرفت خداوندی اور تتبع سنت ہونے کی باتیں عموماً نظر انداز کی جاتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا لیکن یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ صرف شہادت کو بیان کرنا اور آپ کے اعلیٰ اخلاق، عمدہ اوصاف، بہترین کمالات کا تذکرہ نہ کرنا کیا اس بات کی طرف اشارہ نہیں کر رہا کہ ہم حسینیت کو صرف بیان کرنا چاہتے ہیں، اپنانا نہیں چاہتے۔ آیئے! جنتی نوجوانوں کے اس سردار کی زندگی کی چند پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔

سیدنا حسین بن علیؓ کی ہمہ جہتی

اللہ تعالیٰ نے جن طبقات پر اپنا خصوصی انعام فرمایا ہے وہ چار ہیں۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (سورۃ النساء:69)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل کیا ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین (پر) اور رفاقت کے اعتبار سے یہ کیا ہی بہترین لوگ ہیں!

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما ایسے صحابی ہیں جو مقام ولایت کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہو کر راہ حق میں شہید ہوئے ہیں۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ صحابی بھی ہیں، شہید بھی ہیں اور ولی بھی ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ ہم انہی انعام یافتہ لوگوں کی اتباع کریں۔ اتباع کے لئے ضروری ہے کہ انسان ان کی سیرت سے واقف ہو۔ اسی نیک مقصد کے لئے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی حسین زندگی کے چند گوشے پیش خدمت ہیں۔

خاندان کا اجمالی تعارف

والد: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

والدہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

ازواج: لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود الثقفی، رَباب بنت امرء القیس بن عدی، ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ

بیٹے: علی اکبر، علی اصغر (زین العابدین) جعفر، عبد اللہ

بیٹیاں: سکینہ، زینب، فاطمہ

حضرت حسینؓ کی ولادت کی بشارت:

امام ابو الحسن ملا علی بن سطان محمد القاری الھروی رحمہ اللہ (ت1014ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنِّي رَأَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ. قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: إِنَّهُ شَدِيْدٌ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي حِجْرِيْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتِ خَيْرًا، تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللهُ غُلَامًا يَكُوْنُ فِي حِجْرِكِ. فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِي حِجْرِيْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِي حِجْرِهِ.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 11 ص 324 باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت ام الفضل (لُبابۃ) بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ کیا (دیکھا) ہے؟ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ نہایت پریشان کن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ تو سہی کہ کیا (دیکھا) ہے؟ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا ہے اور اسے میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ (یہ سن کر) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تعبیر ذکر کرتے ہوئے) فرمایا کہ (میری لختِ جگر) فاطمہؓ ایک بیٹے کو جنم دے گی اور وہ آپ کی گود میں آئے گا۔ ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جنم دیا اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسے ہی وہ میری گود میں آیا۔ ایک دن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔

فائدہ: ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا؛ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اکثر اولاد انہی سے پیدا ہوئی۔ اصل نام "لُبابۃ" ہے، قبیلہ بنو عامر سے تعلق رکھتی ہیں۔ ام المؤمنین سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ ایک قول کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد خواتین میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی آپ ہی ہیں۔ رضی اللہ عنہا۔

حضرت حسینؓ کی ولادت باسعادت

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانیؒ (ت 360ھ)

روایت نقل کرتے ہیں: (المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص241 رقم الحدیث 2783)

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ بَكَّارٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: وُلِدَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِخَمْسٍ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ شَعْبَانَ سَنَةَ أَرْبَعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ.

ترجمہ: حضرت زبیر بن بکار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی پیدائش پانچ شعبان سن چار ہجری میں ہوئی۔

حضرت حسینؓ کے کان میں اذان اور اقامت

امام ابوبکر احمد بن محمد ابن السُّنِّی الدِّیْنَوَرِیْ الشافعیؒ (ت 364ھ) روایت نقل کرتے ہیں: (عمل الیوم واللیلۃ: ص354 رقم الحدیث 623 باب ما یعمل بالولد اذا ولد)

عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُوْدٌ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرٰى لَمْ يَضُرَّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ.

ترجمہ: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو اس کی وجہ سے اس بچے کو ام الصبیان (یہ ایک بیماری کا نام ہے جس میں بچہ سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے) نہیں لگے گی۔

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلَمَّا وُلِدَ أَذَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُذُنِهِ.

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ج1 ص516 ترجمۃ الحسین بن علیؓ)

ترجمہ: جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان دی۔

فائدہ: اس روایت میں اگرچہ صرف اذان کا تذکرہ ہے لیکن مراد اذان و

اقامت دونوں ہیں کیونکہ اذان کا اطلاق اقامت پر بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں: (صحیح البخاری: رقم الحدیث 913)

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ الَّذِيْ زَادَ التَّأْذِيْنَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن تیسری اذان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے شروع کروائی جب مدینہ کے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس اذان کا اضافہ فرمایا وہ تیسری اذان تب بنے گی جب اس سے پہلے دو اذانیں ہوں جبکہ اس سے پہلے ایک اذان اور ایک اقامت ہے۔ ثابت ہوا کہ یہاں اذان کا اطلاق اقامت پر ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسینؓ کو گھٹی دینا

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

أَنَّهُ حَنَّكَهُ وَتَفَلَ فِيْ فِيْهِ وَدَعَا لَهُ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 4 ص 545 قصۃ الحسین بن علی)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو (دہن مبارک سے کھجور چبا کر) تحنیک فرمائی اور (برکت کے لئے) اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

فائدہ: تحنیک کے بارے میں حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

اَلتَّحْنِيْكُ: مَضْغُ الشَّيْءِ وَوَضْعُهُ فِيْ فَمِ الصَّبِيِّ.

ترجمہ: تحنیک کہتے ہیں کسی کھانے والی چیز (مثلاً کھجور وغیرہ) کو چبا کر

نومولود کے منہ میں ڈالنا۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج9 ص728 باب تَسْمِيَةِ الْمَوْلُوْدِ غَدَاةَ يُوْلَدُ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسینؓ کا نام رکھنا:

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عِكْرِمَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: لَمَّا وَلَدَتْ فَاطِمَةُ حَسَنًا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ "حَسَنًا" فَلَمَّا وَلَدَتِ الْآخَرَ سَمَّاهُ "حُسَيْنًا" (سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج4 ص129 ترجمۃ الحسن بن علیؓ)

ترجمہ: حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں (پہلے بیٹے) حسن کی پیدائش ہوئی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کا نام "حسن" رکھا۔ پھر جب دوسرا بیٹا پیدا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام "حسین" رکھا۔

"حُسینؓ" جنتی نام ہے

امام ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی رحمہ اللہ (ت310) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ اسْمَانِ مِنْ أَسْمَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. (الذریۃ الطاھرۃ النبویۃ للدولابی: ص67 رقم الحدیث 99)

ترجمہ: حضرت عمران بن سلیمان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے نام ہیں۔

"حسینؓ" زمانہ جاہلیت میں کسی کا نام نہ تھا:

امام ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی رحمہ اللہ (ت310) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ اسْمَانِ... لَمْ يَكُوْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ. (الذریۃ الطاہرۃ النبویۃ للدولابی: ص 67 رقم الحدیث 99)

ترجمہ: حضرت عمران بن سلیمان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حسن اور حسین ایسے نام ہیں جو زمانہ جاہلیت میں کبھی نہیں رکھے گئے۔

امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی رحمہ اللہ (ت 676ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْمُفَضَّلِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَجَبَ اسْمَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَتّٰى سَمّٰى بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ. (تہذیب الاسماء واللغات: ج 1 ص 170 ترجمۃ الحسن بن علی)

ترجمہ: حضرت مفضل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے نام چھپا کر رکھے تھے (یعنی پہلے کسی کے دل میں یہ نام رکھنے کا خیال پیدا نہیں فرمایا) یہاں تک کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کے نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہم رکھے۔

سر کے بالوں کی مقدار کے برابر چاندی کا صدقہ

امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں: (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج 4 ص 129 ترجمۃ الحسن بن علیؓ)

جَعْفَرٌ الصَّادِقُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: وَزَنَتْ فَاطِمَةُ شَعْرَ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ وَأُمِّ كُلْثُوْمٍ فَتَصَدَّقَتْ بِزِنَتِهِ فِضَّةً.

ترجمہ: حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت محمد باقر رحمہ اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن، حسین اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم کے سر کے بالوں کا وزن کیا اور ان کے وزن کے برابر چاندی اللہ کے نام پر صدقہ کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسینؓ کا عقیقہ کرنا

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی النسائی رحمہ اللہ

(ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: عَقَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقے میں دو دو دنبے ذبح کیے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث 4224)

حضرت حسینؓ کا حلیہ مبارک

محدثین کی تحقیق (جو آئندہ سطور میں آ رہی ہے) کو مدار بنا کر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ انتہائی خوبصورت تھے، ذہانت و ذکاوت آپ کے چہرے پر جھلکتی تھی، قوت و شجاعت کے پیکر اور غیر معمولی خوبیوں کے مالک تھے۔

حضرت حسینؓ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: الْحَسَنُ أَشْبَهُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنُ أَشْبَهُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ. (جامع الترمذی: رقم الحدیث 3779)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حسن (رضی اللہ عنہ) کا جسم اوپر والے نصف حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ملتا جلتا تھا جبکہ حسین (رضی اللہ عنہ) کے نیچے والے نصف حصے کی ساخت پرداخت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے مشابہ تھی۔

رسول اللہ کی جرأت و سخاوت کے وارث

امام ابوبکر بن ابی عاصم الشیبانی رحمہ اللہ (ت 287ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَتَتْ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَبَاهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَكْوَتِهِ الَّتِي مَاتَ فِيهَا فَقَالَتْ: تُوَرِّثُهُمَا يَا رَسُوْلَ اللهِ شَيْئًا؟ فَقَالَ: "أَمَّا الْحَسَنُ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُؤْدُدِي وَأَمَّا الْحُسَيْنُ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُودِي."

(الآحاد والمثانی: ج1 ص299 رقم الحدیث 408)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ وہ اپنے والد گرامی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کو لے کر ان دنوں میں حاضر ہوئیں جن دنوں میں آپ مرض الوصال میں مبتلا تھے۔ تشریف لائیں اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن؛ میری ہیبت اور سرداری کا وارث ہے اور حسین؛ میری جرأت اور سخاوت کا وارث ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مالی میراث جاری نہیں ہوتی۔

حضرت حسینؓ کا نسبی تعارف

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں: (المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص178 رقم الحدیث 2565)

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ بَنِي أُنْثَى فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيهِمْ، مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَإِنِّي أَنَا عَصَبَتُهُمْ وَأَنَا أَبُوْهُمْ"

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہر خاتون کے بیٹوں کی نسبت ان کے والد کی طرف ہوتی ہے سوائے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی اولاد کے کیونکہ میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

فائدہ: ہر شخص کا نسب اس کے والد کی طرف سے چلتا ہے لیکن حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا نسب اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چلتا ہے۔اس لئے فاطمی اولاد کو "سید" یا "سادات" کہا جاتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری بیویوں سے ہے ان کو "علوی" کہتے ہیں۔

زبانِ نبوت سے حضرت حسینؓ کی خاندانی فضیلت

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَصْرِ. فَلَمَّا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ أَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ حَتّٰى رَكِبَا عَلٰى ظَهْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا سَلَّمَ وَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ .... فَحَمَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْأَيْمَنِ وَالْحُسَيْنَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ ثُمَّ قَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ جَدًّا وَجَدَّةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ عَمًّا وَعَمَّةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ خَالًا وَخَالَةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ أَبًا وَأُمًّا؟ هُمَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ جَدُّهُمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَّتُهُمَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَأُمُّهُمَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْهُمَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعَمُّهُمَا جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعَمَّتُهُمَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ وَخَالُهُمَا الْقَاسِمُ بْنُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَالَاتُهُمَا زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَأُمُّ كُلْثُوْمٍ بَنَاتُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدُّهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَأَبُوْهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَعَمُّهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَعَمَّتُهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَخَالَاتُهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ أَحَبَّهُمَا فِي الْجَنَّةِ. (المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص198 رقم الحدیث 2616)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی، جب آپ چوتھی رکعت (کے سجدے) میں تھے اسی دوران حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ جب آپ نے نماز کا سلام پھیرا تو ان دونوں کو اپنے سامنے بٹھالیا..... اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دائیں کندھے پر جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بائیں کندھے پر سوار کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! میں آپ کو ان کے بارے میں بتلاتا ہوں جو اپنے نانا اور نانی کے اعتبار سے سب لوگوں میں سے بہترین ہیں۔ میں آپ کو ان کے بارے میں بتلاتا ہوں جو اپنے چچا اور پھوپھی کے اعتبار سے سب لوگوں میں سے بہترین ہیں۔ میں آپ کو ان کے بارے میں بتلاتا ہوں جو اپنے ماموں اور خالہ کے اعتبار سے سب لوگوں میں سے بہترین ہیں۔ میں آپ کو ان کے بارے میں بتلاتا ہوں جو اپنے ماں اور باپ کے اعتبار سے سب لوگوں میں سے بہترین ہیں۔ یہ حسن اور حسین ہیں۔ ان کے نانا اللہ کے رسول ہیں۔ ان کی نانی خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ ان کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں اور ان کے والد حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ ان کے چچا جعفر بن ابی طالب ہیں اور ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ہیں۔ ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ ہیں اور ان کی خالائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے نانا (اور نانی بھی) جنت میں ہوں گے۔ ان کے والد (اور والدہ بھی) جنت میں ہوں گے۔ ان کے چچا اور پھوپھی بھی جنت میں ہوں گے ان کی خالائیں (اور ماموں بھی) جنت میں ہوں اور وہ دونوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) بھی جنت میں ہوں گے اور جو (بشرط ایمان ومقتضائے ایمان) ان دونوں سے محبت کرے گا وہ بھی جنت میں جائے گا۔

فائدہ: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں؛ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

حضرت حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ)

روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الْحُسَيْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُحِبُّهُ حُبًّا شَدِيْدًا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے پناہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج4 ص145 ترجمۃ الحسین الشہید)

محبت حسین رضی اللہ عنہ محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ يَعْلَى الْعَامِرِيِّ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ..... مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ حُسَيْنًا.

ترجمہ: حضرت یعلی (بن عطاء) العامری رحمہ اللہ سے (مرسلاً) مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ حسین سے بھی محبت کرے۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج4 ص145 ترجمۃ الحسین الشہید)

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَيَقُوْلُ: هٰذَانِ ابْنَايَ فَمَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہ میرے بیٹے ہیں، جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے تو وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان دونوں سے نفرت کرتا ہے تو وہ مجھ سے

بھی نفرت کرتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج4 ص 145 ترجمۃ الحسین الشہید)

محبت حسینؓ محبت الٰہی کا ذریعہ:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ. فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي. قُلْتُ: مَا هٰذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ؟ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى وَرِكَيْهِ فَقَالَ: "هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي. اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا." (جامع الترمذی: رقم الحدیث 3769)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک رات کسی کام کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور اپنی چادر میں کوئی چیز لپیٹے ہوئے تھے۔ اس وقت مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر میں کیا لپیٹا ہوا ہے۔ جب میرا کام ہوگیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ نے کیا چیز چادر میں لپیٹی ہوئی ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کولہوں سے چمٹے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں حسن وحسین سے محبت کرتا ہوں۔ آپ بھی ان سے محبت فرمائیں اور اس شخص سے بھی محبت فرمائیں جو ان سے محبت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لئے اللہ کی پناہ طلب کرنا

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُولُ: "إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ." (صحیح البخاری: رقم الحدیث 3371)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات پڑھ کر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما (کو شیطانی اثرات سے تحفظ) کے لئے اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے اور فرماتے کہ آپ کے جد امجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اپنے بیٹے اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لئے انہی کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے۔ (کلمات تعوذ کا معنیٰ یہ ہے) میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے پناہ حاصل کرتا ہوں ہر (وسوسہ ڈالنے والے) شیطان سے، ہر زہریلے جانور سے اور ہر بری نظر سے۔

فائدہ: حدیث مبارک میں اشارہ ہے کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل حضرت اسحاق و اسماعیل علیہما السلام سے چلی اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے چلے گی۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کو چوسنا

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ... قَالَ: أَشْهَدُ لَخَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ سَمِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَهُمَا يَبْكِيَانِ وَهُمَا مَعَ أُمِّهِمَا فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى أَتَاهُمَا. فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لَهَا: مَا شَأْنُ ابْنَيَّ؟ فَقَالَتْ: الْعَطَشُ. قَالَ: فَأَخْلَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَنَّةٍ يَبْتَغِي فِيهَا مَاءً. وَكَانَ الْمَاءُ يَوْمَئِذٍ أَغْدَارًا. وَالنَّاسُ يَرِيدُونَ الْمَاءَ.

فَنَادٰی: هَلْ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَهُ مَاءٌ؟ فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ إِلَّا أَخْلَفَ بِيَدِهِ إِلٰى كُلَابِهِ يَبْتَغِي الْمَاءَ فِي شَنَّةٍ، فَلَمْ يَجِدْ أَحَدٌ مِنْهُمْ قَطْرَةً. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَاوِلِينِي أَحَدَهُمَا" فَنَاوَلَتْهُ إِيَّاهُ مِنْ تَحْتِ الْخِدْرِ. فَرَأَيْتُ بَيَاضَ ذِرَاعَيْهَا حِينَ نَاوَلَتْهُ. فَأَخَذَهُ فَضَمَّهُ إِلٰى صَدْرِهِ وَهُوَ يَطْغُو مَا يَسْكُتُ. فَأَدْلَعَ لَهُ لِسَانَهُ فَجَعَلَ يَمُصُّهُ حَتّٰى هَدَأَ أَوْ سَكَنَ. فَلَمْ أَسْمَعْ لَهُ بُكَاءً. وَالْآخَرُ يَبْكِي كَمَا هُوَ مَا يَسْكُتُ. فَقَالَ: "نَاوِلِينِي الْآخَرَ" فَنَاوَلَتْهُ إِيَّاهُ فَفَعَلَ بِهِ كَذٰلِكَ. فَسَكَتَا فَمَا أَسْمَعُ لَهُمَا صَوْتًا.

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص184 رقم الحدیث 2590)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں اس واقعے کا چشم دید گواہ ہوں کہ ہم ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے۔ ابھی ہم راستے میں تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی، وہ دونوں اپنی والدہ سیدہ فاطمہ کے پاس تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تیزی سے پہنچے (راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرماتے ہوئے سنا: میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: انہیں سخت پیاس لگی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پانی لینے کے لئے مشکیزے کی طرف بڑھے۔ ان دنوں پانی کی قلت تھی اور لوگوں کو پانی کی شدید ضرورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز لگائی: کیا کسی کے پاس پانی ہے؟ ہر ایک نے کجاووں سے لٹکے ہوئے مشکیزوں میں پانی دیکھا مگر ان کو ایک قطرہ بھی نہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ایک بچہ مجھے دیں۔ سیدہ نے ایک کو پردے کے نیچے سے دے دیا۔ وہ سخت پیاس کی وجہ سے رو رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا اور اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں داخل کی وہ اسے چوسنے لگا یہاں تک کہ اس کی پیاس بجھ گئی۔ جس کی وجہ سے اسے سکون آ گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے دوبارہ

اس کے رونے کی آواز نہیں سنی۔ ابھی دوسرا برابر رو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسرا بچہ بھی مجھے دے دیں۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا بچہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جیسے پہلے سے کیا تھا۔ (یعنی اس کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا اور اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں ڈالی جسے وہ چوسنے لگا یہاں تک کہ اس کی پیاس بجھ گئی) دونوں چپ ہو گئے۔ میں نے دوبارہ ان کے رونے کی آواز نہیں سنی۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوار

امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق المعروف بالبزارؒ (ت 292ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمَا عَلَى عَاتِقَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: نِعْمَ الْفَرَسُ تَحْتَكُمَا. قَالَ: وَنِعْمَا الْفَارِسَانِ هُمَا. (مسند البزار: ج1 ص419 رقم الحدیث 293)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں مبارک پر سوار دیکھا تو کہا کہ اے حسنین! آپ کی کتنی اچھی سواری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی دیکھو کہ سوار کتنے اچھے ہیں۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعَةٍ وَعَلَى ظَهْرِهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُوَ يَقُوْلُ: نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا، وَنِعْمَ الْعِدْلَانِ أَنْتُمَا.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں اور دونوں ٹانگوں کے

بل چل رہے تھے اور آپ کی کمر مبارک پر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سوار تھے اور آپ ان دونوں کو فرما رہے تھے کہ تمہاری سواری کیسی زبردست ہے اور تم دونوں بھی کیا زبردست سوار ہو! (المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص168 رقم الحدیث 2595)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "صَدَقَ اللهُ. إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ. نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِي وَرَفَعْتُهُمَا. (جامع الترمذی: رقم الحدیث 3774)

ترجمہ: حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اسی دوران حسن و حسین (جو ابھی کم عمر بچے تھے) سرخ رنگ کی قمیصیں زیب تن کئے ہوئے گرتے پڑتے ہوئے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر منبر سے نیچے تشریف لائے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے باعث آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں کو ان کی قمیصوں میں گرتے پڑتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اپنی گفتگو وہیں چھوڑ دی اور انہیں اٹھا لیا۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر کھیلنا

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَلْعَبَانِ عَلَى صَدْرِهِ.

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4 ص144 ترجمۃ الحسین الشہید)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کے سینے مبارک پر چڑھ کر کھیل رہے تھے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد المعروف امام حاکم رحمہ اللہ (ت405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، هٰذَا عَلَى عَاتِقِهِ وَهٰذَا عَلَى عَاتِقِهِ. (المستدرک علی الصحیحین: ج4 ص156 رقم الحدیث 4830)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ایک دائیں کندھے پر اور دوسرے بائیں کندھے پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو سونگھنا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: ..... كَانَ يَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ: ادْعِي لِيَ ابْنَيَّ "فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے: "میرے بچوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) کو میرے پاس بلاؤ!" آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں

سونگھتے اور انہیں اپنے (سینے کے) ساتھ لگاتے۔ (جامع الترمذی: رقم الحدیث 3772)

امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، هٰذَا عَلٰى عَاتِقِهٖ وَهٰذَا عَلٰى عَاتِقِهٖ وَهُوَ يَلْثِمُ هٰذَا مَرَّةً وَهٰذَا مَرَّةً حَتّٰى انْتَهٰى إِلَيْنَا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لا رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) بھی تھے۔ ایک دائیں کندھے پر اور دوسرے بائیں کندھے پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک کا بوسہ لیتے اور کبھی دوسرے کا یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے۔ (المستدرک علی الصحیحین: ج4 ص156 رقم الحدیث 4830)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک پر

امام ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری الکنانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 840ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ رَكِبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ رَفَعَهُمَا رَفْعًا رَفِيْقًا ثُمَّ إِذَا سَجَدَ عَادَا فَإِذَا قَضٰى صَلَاتَهٗ أَقْعَدَهُمَا فِي حِجْرِهٖ. (اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری: ج7 ص271 رقم الحدیث 9069)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تشریف لے گئے تو حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ جب آپ نے (سجدے سے) سر اٹھایا تو انہیں آہستہ سے اتارا۔

جب دوسرا سجدہ کیا تو دونوں بچے پھر آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو دونوں کو اپنی گود میں بٹھالیا۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پھول

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ :..... سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا."

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حسن وحسین دنیا میں میرے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 5994)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو گرمی سے بچانے کا حکم

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهَا يَوْمًا فَقَالَ: "أَيْنَ ابْنَايَ؟" فَقَالَتْ: ذَهَبَ بِهِمَا عَلِيٌّ فَتَوَجَّهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمَا يَلْعَبَانِ فِي مَشْرُبَةٍ وَبَيْنَ أَيْدِيهِمَا فَضْلٌ مِنْ تَمْرٍ. فَقَالَ: "يَا عَلِيُّ! أَلَا تَقْلِبُ ابْنَيَّ قَبْلَ الْحَرِّ."

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کہ میرے بیٹے (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) کہاں ہیں؟ میں نے عرض کی کہ علی ان دونوں کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاش میں تشریف لے گئے تو انہیں ایک پانی پینے والی جگہ (کنویں) کے قریب کھیلتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت ان کے سامنے کچھ کھجوریں بچی ہوئی موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! دھیان رکھنا میرے بیٹوں کو تیز دھوپ پڑنے سے

پہلے پہلے واپس لے آتا۔ (المستدرک علی الصحیحین: ج4 ص155 رقم الحدیث 4827)

حسینؓ کے رونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) فرماتے ہیں:

وَفِيْ مَرَاسِيْلِ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ زِيَادٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ حُسَيْنًا يَبْكِيْ فَقَالَ لِأُمِّهِ: "أَلَمْ تَعْلَمِيْ أَنَّ بُكَاءَهُ يُؤْذِيْنِيْ؟"

(سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج4 ص146 ترجمۃ الحسین الشہید)

ترجمہ: حضرت یزید بن ابی زیاد رحمہ اللہ کی مرسل روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین (رضی اللہ عنہ) کے رونے کی آواز سنی تو ان کی والدہ (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے فرمایا: (اسے رونے نہ دیا کرو) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اس کے رونے سے تکلیف ہوتی ہے!

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر

امام مسلم بن حجاج القُشَیر یالنیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ إِيَاسٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: لَقَدْ قُدْتُ بِنَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ بَغْلَتَهُ الشَّهْبَاءَ حَتّٰى أَدْخَلْتُهُمْ حُجْرَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. هٰذَا قُدَّامَهُ وَهٰذَا خَلْفَهُ. (صحیح مسلم: رقم الحدیث 2423)

ترجمہ: حضرت ایاس (بن سلمہ بن الاکوع) رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو سفید خچر پر بٹھا کر اس کی لگام تھامے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں لایا۔ (حسنین کریمین رضی اللہ عنہما میں سے) ایک بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے جبکہ دوسرا بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔

امام مسلم بن حجاج القُشَیر یالنیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ جَعْفَرٍ. قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِنَا قَالَ: فَتُلُقِّيَ بِي وَبِالْحَسَنِ، أَوْ بِالْحُسَيْنِ قَالَ: فَحَمَلَ أَحَدَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْآخَرَ خَلْفَهُ حَتَّى دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ.

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2428)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہمیں (مدینہ سے باہر) آگے لے جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملایا جاتا۔ راوی (حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ (ایک بار) مجھے اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگے لے جایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے ایک کو اپنے آگے بٹھایا اور باقیوں کو پیچھے سوار کیا۔ ہم اسی طرح (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر سوار ہو کر) مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو بیعت کرنا

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ سَلَّمَ بَايَعَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَهُمْ صِغَارٌ لَمْ يَبْلُغُوا. قَالَ: وَلَمْ يُبَايِعْ صَغِيرًا إِلَّا مِنَّا.

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت محمد باقر رحمہ اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو اس وقت بیعت کیا جب وہ چھوٹی عمر کے تھے اور ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (اہل بیت کے ان حضرات کے) علاوہ کسی اور کو چھوٹی عمر میں بیعت نہیں فرمایا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص239 رقم الحدیث 2774)

فائدہ: یہ بیعت تبرک تھی۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم جنتی نوجوانوں کے سردار

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ."

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں: (جامع الترمذی: رقم الحدیث 3768)

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ وَقَدْ دَخَلَ الْحُسَيْنُ الْمَسْجِدَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى سَيِّدِ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج4 ص145 ترجمۃ الحسین الشہید)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھا تو فرمایا: جو شخص جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ اس نوجوان (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے (کہ حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں)

حضرت حسین رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت میں

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (صحیح مسلم: رقم الحدیث 2424)

ترجمہ: صفیہ بنت شیبہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک روز صبح سویرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے تشریف لائے۔ (اتفاق سے) حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) بھی وہاں آ نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر یکے بعد دیگرے حضرت حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) بھی تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اپنی چادر میں جمع فرما لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ تلاوت فرمائی (کہ اے پیغمبر کے گھر والو! اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ آپ کو معصیت و نافرمانی کی گندگی سے دور رکھے اور ظاہراً و باطناً عقیدۃً و عملاً و خُلقاً پاک صاف رکھے)

حضرت حسینؓ کا ذوقِ عبادت

حضرت حسینؓ کا قیام اللیل

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان العبسی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أُمِّ إِسْحَاقَ بِنْتِ طَلْحَةَ قَالَتْ: كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَأْخُذُ نَصِيبَهُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَكَانَ الْحُسَيْنُ يَأْخُذُ نَصِيبَهُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ. (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج 4 ص 441 رقم الحدیث 6680 کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: ام اسحاق بنت طلحہ رحمہا اللہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رات کے پہلے حصے میں عبادت فرماتے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ رات کے

آخری حصے میں عبادت (نوافل، دعاومناجات) فرمایا کرتے تھے۔

حضرت حسینؓ کی کثرت عبادت

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَاضِلًا كَثِيْرَ الصَّوْمِ، وَالصَّلَاةِ، وَالْحَجِّ، وَالصَّدَقَةِ، وَأَفْعَالِ الْخَيْرِ جَمِيْعِهَا.

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ صاحب فضل وکمال تھے، (فرض روزوں کے علاوہ) کثرت کے ساتھ (نفلی) روزے رکھتے۔ (فرض نمازوں کی ادائیگی کے علاوہ) کثرت کے ساتھ نوافل کا اہتمام فرماتے۔ بہت زیادہ (25) حج کئے۔ اللہ کے نام پر مال کو خرچ کرنے والے تھے۔ تمام خیر اور نیکی کے کام بھی کثرت سے کرنے والے تھے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ج1 ص518 ترجمۃ الحسین بن علیؓ)

شہادت والی رات عبادت میں مصروف

امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا أَخْبَرَهُ الْعَبَّاسُ بِقَوْلِهِمْ قَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ: ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُؤَخِّرَهُمْ إِلَى غُدْوَةٍ لَعَلَّنَا نُصَلِّي لِرَبِّنَا هٰذِهِ اللَّيْلَةَ وَنَدْعُوهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ فَهُوَ يَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ الصَّلَاةَ لَهُ وَتِلَاوَةَ كِتَابِهِ وَكَثْرَةَ الدُّعَاءِ وَالِاسْتِغْفَارِ. وَأَرَادَ الْحُسَيْنُ أَيْضًا أَنْ يُوصِيَ أَهْلَهُ. فَرَجَعَ إِلَيْهِمُ الْعَبَّاسُ وَقَالَ لَهُمْ: انْصَرِفُوا عَنَّا الْعَشِيَّةَ حَتَّى نَنْظُرَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ. فَإِذَا أَصْبَحْنَا الْتَقَيْنَا إِنْ شَاءَ اللهُ. فَإِمَّا رَضِينَاهُ وَإِمَّا رَدَدْنَاهُ.

ترجمہ: جب حضرت عباس (بن علی رضی اللہ عنہما) نے ان (شمر وغیرہ) لوگوں کی گفتگو کی اطلاع دی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ جائیں اور ان سے کہیں کہ اگر وہ کل صبح تک اس (جنگ) کو مؤخر کر سکتے ہیں (تو

مؤخر کر دیں) تا کہ ہم آج رات اپنے رب کے حضور نماز ادا کر سکیں، دعا مانگ سکیں، استغفار کر سکیں، کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ میں نماز کو محبوب رکھتا ہوں، اس کی کتاب کی تلاوت کو محبوب رکھتا ہوں اور دعا و مناجات اور کثرت استغفار کو محبوب رکھتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو کچھ وصیتیں (اور نصیحتیں) کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم لوگ آج رات یہاں سے چلے جاؤ (یعنی جنگ نہ کرو) تا کہ ہم اس معاملہ میں غور و فکر کر سکیں۔ ان شاء اللہ صبح کے وقت ملاقات ہوگی۔ یا تو ہم ان کی بات کو تسلیم کر لیں یا انکار کر دیں گے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص57 ذکر مقتل الحسینؓ)

فائدہ: شمر اور عمر بن سعد وغیرہ نے باہمی مشورے سے اس بات کو قبول کر لیا اور واپس چلے گئے۔ جب ان لوگوں نے اس بات کو قبول کر لیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پورے لشکر کے ساتھ مل کر ساری رات عبادت میں گزاری۔

چنانچہ امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا أَمْسَوْا قَامُوا اللَّيْلَ كُلَّهُ يُصَلُّوْنَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ وَيَتَضَرَّعُوْنَ وَيَدْعُوْنَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص59 وخلت سنۃ احدیٰ وستین)

ترجمہ: جب رات ہوگئی تو (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے) قافلہ کے تمام لوگ رات بھر کے لئے نماز میں مصروف ہو گئے، استغفار کرنے لگے، گڑگڑانے لگے اور دعا و مناجات کرنے لگے۔

حضرت حسینؓ کا 25 پیدل حج کرنا

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ مُصْعَبُ الزُّبَيْرِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: حَجَّ الْحُسَيْنُ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ حَجَّةً مَاشِيًا. (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4 ص147 ترجمۃ الحسین الشہید)

ترجمہ: حضرت مصعب زبیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے 25 پیدل حج فرمائے۔ (یعنی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف پیدل سفر فرمایا)

حضرت حسینؓ کے اوصافِ کریمانہ

حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کا حضرت علیؓ کے لئے ایصالِ ثواب

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان العبسی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ: أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ كَانَا يُعْتِقَانِ عَنْ عَلِيٍّ بَعْدَ مَوْتِهِ. (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج7 ص485 رقم الحدیث 12214 کتاب الجنائز)

ترجمہ: حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی طرف سے (بطور ایصال ثواب) غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

حضرت حسینؓ کا فقراء و مساکین سے محبت کرنا

فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی رحمہ اللہ (ت 373ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سِعْرٍ أَنَّهُ قَالَ: بَلَغَنِي عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ مَرَّ بِمَسَاكِيْنَ وَهُمْ يَأْكُلُوْنَ كِسَرًا لَهُمْ عَلَى كِسَاءٍ فَقَالُوْا: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ! الْغَدَاءَ. قَالَ: فَنَزَلَ وَقَالَ: إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ فَأَكَلَ مَعَهُمْ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: قَدْ أَجَبْتُكُمْ فَأَجِيبُوْنِي فَانْطَلَقُوْا مَعَهُ فَلَمَّا أَتَوُا الْمَنْزِلَ قَالَ لِجَارِيَتِهِ: أَخْرِجِي مَا كُنْتِ تَدَّخِرِيْنَ.

ترجمہ: حضرت سُفیان بن سِعْر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مجھ تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ پہنچا ہے کہ (آپ رضی اللہ عنہ ایک بار کہیں جا رہے تھے تو) کچھ غریب لوگ ایک چادر بچھا کر راستے میں بیٹھے روکھی سوکھی روٹی کے ٹکڑے کھا

رہے تھے، انہوں نے (جب آپ کو دیکھا تو) عرض کی کہ اے ابوعبداللہ! (آئیں ہمارے ساتھ) ناشتہ کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ سواری سے نیچے اترے اور فرمایا: اللہ تکبر کرنے والوں کو اپنا دوست نہیں رکھتا۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ پھر ان سے کہا: میں نے آپ کی دعوت قبول کی ہے، آپ بھی میری دعوت کو قبول فرمائیں۔ وہ لوگ آپ کے ساتھ چل دیئے۔ جب وہ آپ کے گھر آ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکی سے فرمایا کہ جو کچھ آپ نے کھانے کے لئے رکھا ہوا ہے، سب لے آؤ!

(تحمیہ الغافلین للسمرقندی: ص 88 باب الکبر)

حضرت حسینؓ کی کمالِ سخاوت

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الذَّيَّالِ بْنِ حَرْمَلَةَ قَالَ: خَرَجَ سَائِلٌ يَتَخَطَّى أَزِقَّةَ الْمَدِيْنَةِ، حَتّٰى أَتٰى بَابَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَرَعَ الْبَابَ..... وَكَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَاقِفًا يُصَلِّي، فَخَفَّفَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَخَرَجَ إِلَى الْأَعْرَابِيِّ، فَرَاٰى عَلَيْهِ أَثَرَ ضُرٍّ وَفَاقَةٍ، فَرَجَعَ وَنَادٰى بِقَنْبَرٍ، فَأَجَابَهُ: لَبَّيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ! قَالَ: مَا تَبْقٰى مَعَكَ مِنْ نَفَقَتِنَا؟ قَالَ: مِئَتَا دِرْهَمٍ، أَمَرْتَنِي بِتَفْرِقَتِهَا فِيْ أَهْلِ بَيْتِكَ قَالَ: فَهَاتِهَا فَقَدْ أَتٰى مَنْ هُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْهُمْ، فَأَخَذَهَا وَخَرَجَ يَدْفَعُهَا إِلَى الْأَعْرَابِيِّ.

(تاریخ دمشق: ج 14 ص 185 ترجمۃ الحسین بن علیؓ)

ترجمہ: حضرت ذیال بن حرملہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک بار ایک ضرورت مند مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھومتا پھرتا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے دروازے پر رک گیا اور دروازے پر دستک دی (ساتھ میں اپنی غربت و لاچاری کو اشعار کی صورت میں بیان کیا) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اس وقت نماز میں مشغول تھے، (سائل کی آواز اور فقر و فاقہ کا خیال فرما کر) نماز کو ذرا جلدی مکمل فرمایا۔

باہر اس دیہاتی کے پاس تشریف لائے، سائل کی حالت دیکھی تو اس پر فقر وفاقہ کے آثار نمایاں تھے۔ گھر واپس لوٹے اور اپنے غلام قنبر کو آواز دی۔ اس نے جواب دیا کہ اے ابن رسول اللہ! میں (خدمت اور تعمیل حکم کے لئے) حاضر ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا ہمارے اخراجات میں سے آپ کے پاس کچھ رقم باقی ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ دوسو دراہم موجود ہیں۔ آپ نے حکم دیا ہوا ہے کہ ان کو آپ اہل خانہ پر خرچ کرنا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ لے آؤ! ہمارے اہل خانہ سے زیادہ ان دراہم کا مستحق آ گیا ہے۔ چنانچہ وہ سارے دراہم قنبر سے لئے اور اس دیہاتی (سائل) کو دے دیئے۔

حضرت حسینؓ کی شجاعت

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنَّهُ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَابْنُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِهِ. وَقَدْ كَانَ عَابِدًا وَشُجَاعًا وَسَخِيًّا. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص600 سنۃ مقتلہ)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ سادات مسلمین اور علماء صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صاحبزادی کے بیٹے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے افضل ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عبادت گزار، بہادر اور سخی تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حضرت حسینؓ سے محبت و باہمی تعلقات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے صدیق اکبرؓ کی محبت

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا .... قَالَ أَبُو بَكْرٍ ... : وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 4035)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (ایک موقع پر) فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت (رشتہ داری) مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔

صدیق اکبرؓ کا حضرت حسینؓ کی تعظیم کرنا

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

كَانَ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُكْرِمُهُ وَيُعَظِّمُهُ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 4 ص 546 قصۃ الحسین بن علیؓ وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق حضرت حسین کی تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔

حضرت حسینؓ کو طیلسان کی چادروں کا ہدیہ

امام احمد بن یحیٰی بن جابر بن داؤد البلاذری رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَجَّهَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بِالطَّيْلَسَانِ مَعَ مَالِ الْحِيْرَةِ وَبِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَوَهَبَ الطَّيْلَسَانَ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

ترجمہ: (عہد صدیقی میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ نامی علاقے کو فتح کیا تو) انہوں نے طیلسان کی چادر، حیرہ علاقے کا (بہت سارا) مال غنیمت اور ایک ہزار دراہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس (مدینہ منورہ) بھیجے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے طیلسان کی چادر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو عطا فرمائی۔ (فتوح البلدان: ص 149 فتوح سواد العراق فی خلافۃ ابی بکر الصدیق)

حضرت عمر فاروقؓ کی حضرت حسینؓ سے محبت و باہمی تعلقات

حضرت حسینؓ کی حضرت عمرؓ سے رشتہ داری:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ الْمَدِينَةِ فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَعْطِ هٰذَا ابْنَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ. يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ.

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 2881)

ترجمہ: حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں تو ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (نواسی) کو دے دیں جو کہ آپ کی زوجہ ہے۔ ان کی مراد سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھی۔

امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی رحمہ اللہ (ت 354ھ) لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَ عُمَرُ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَهِيَ مِنْ فَاطِمَةَ وَدَخَلَ بِهَا فِي شَهْرِ ذِي الْقَعْدَةِ ثُمَّ حَجَّ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ.

(کتاب الثقات لابن حبان: ج 2 ص 216)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سن 17 ہجری میں) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں اور ام کلثوم کی رخصتی ذوالقعدہ میں ہوئی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔

حضرت حسینؓ کی حضرت عمرؓ کے گھر میں آمد و رفت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں چونکہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ محترمہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں اس لئے یہ دونوں حضرات اپنی ہمشیرہ سے ملنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر میں آتے جاتے رہتے تھے۔

چنانچہ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان العبسی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَا يَدْخُلَانِ عَلَى أُخْتِهِمَا أُمِّ كُلْثُومٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج 9 ص 372، 373 رقم الحدیث 17280 کتاب النکاح)

ترجمہ: حضرت ابو صالح سے مروی ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں اپنی ہمشیرہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتے تھے۔

حضرت حسینؓ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز سمجھنا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَمَرَ عُمَرُ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَنْ يَأْتِيَهُ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَأَتَاهُ حُسَيْنٌ فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ حُسَيْنٌ: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ قَالَ: قَدِ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي. فَرَجَعَ حُسَيْنٌ فَلَقِيَهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ: مَا مَنَعَكَ يَا حُسَيْنُ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ قَالَ: قَدْ أَتَيْتُكَ وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهُ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ عَلَيْكَ فَرَجَعْتُ فَقَالَ لَهُ

عُمَرُ: وَأَنْتَ عِنْدِيْ مِثْلَهُ ؟ أَنْتَ عِنْدِيْ مِثْلَهُ؟ وَهَلْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلَى الرَّأْسِ غَيْرُكُمْ ؟ (تاریخ دمشق: ج14 ص175 ترجمۃ الحسین بن علیؓ)

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے سلسلے میں اپنے پاس بلایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے اِن کے پاس تشریف لائے تو وہاں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں (اپنے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا تھا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مصروف ہیں) اس لئے مجھے ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ (ملاقات کئے بغیر ہی) واپس تشریف لے گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسین! کیا بات ہے آپ ہمارے ہاں تشریف کیوں نہیں لائے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ سے ملنے آپ کے ہاں گیا تھا لیکن (وہاں جا کر معلوم ہوا کہ آپ مصروف تھے اور) آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ نے بتایا کہ (انہوں نے بھی آپ سے ملنا تھا لیکن) ان کو بھی اجازت نہیں ملی اس لئے میں واپس آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ میرے بیٹے کی طرح ہیں؟ کیا آپ میرے بیٹے کی طرح ہیں؟ (یعنی آپ کی حیثیت میرے بیٹے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے جب آپ تشریف لائے تھے تو مجھے اطلاع بھیج دیتے، میں اپنا کام موخر کر لیتا اور آپ سے ملاقات کرتا۔ اس لئے کہ) ہمیں جو عزت ملی ہے وہ آپ ہی کی وجہ سے ملی ہے۔

فائدہ: "وَهَلْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلَى الرَّأْسِ غَيْرُكُمْ" کا جملہ ایک محاورہ ہے۔ لفظی معنی تو یہ ہے کہ "ہمارے سروں پر بال آپ ہی نے اگائے ہیں" لیکن یہاں محاورہ مراد ہے۔ چونکہ بال عام طور پر عزت و توقیر کی علامت ہوتے ہیں اس لئے اس محاورہ کا معنی ہوگا کہ "ہمیں جو عزت ملی ہے وہ آپ ہی کی وجہ سے ملی ہے۔"

حضرت عمر فاروقؓ کا حضرت حسینؓ کی تعظیم کرنا

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت فرماتے ہیں:

كَانَ الصِّدِّيْقُ يُكْرِمُهٗ وَيُعَظِّمُهٗ، وَكَذٰلِكَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص546 قصۃ الحسین بن علیؓ وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ؛ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے)

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو یمنی لباس کا ہدیہ

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُمَرَ كَسَا أَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ مَا يَصْلُحُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ فَأُتِيَ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ: اَلْاٰنَ طَابَتْ نَفْسِيْ. (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4 ص146 ترجمۃ الحسین الشہید)

ترجمہ: امام زُہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں کو (مال غنیمت میں سے) لباس دیئے۔ ان میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے شایان شان کوئی لباس نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے علاقے کی طرف آدمی بھیجا (اور والی یمن کو حکم بھیجا کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لئے خصوصی قیمتی اور خوبصورت لباس تیار کر کے بھیجا جائے۔) جب یہ لباس وہاں سے تیار ہو کر آیا (اور ان دونوں حضرات نے پہنا) تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا: اب مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔

تقسیمِ مال کے وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو مقدم رکھنا

امام معمر بن ابی عمرو راشد الازدی رحمہ اللہ (ت 153ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: لَمَّا أُتِيَ عُمَرُ بِكُنُوزِ كِسْرٰى .... قَالَ: أَنَكِيلُ لَهُمْ بِالصَّاعِ أَمْ نَحْثُو؟، فَقَالَ عَلِيٌّ: بَلِ احْثُوا لَهُمْ. ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ فَحَثَا لَهُ، ثُمَّ دَعَا حُسَيْنًا ثُمَّ أَعْطَى النَّاسَ.

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (فتح ایران کے بعد) کسریٰ (شاہ ایران) کے خزانے لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کو کیسے تقسیم کیا جائے؟ پیمانوں سے ماپ کر تقسیم کریں یا ہاتھوں سے بھر بھر کے تقسیم کریں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاتھوں سے بھر بھر کر تقسیم کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بلا کر ہاتھوں سے بھر کر دیا اور ان کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا (انہیں بھی اسی طرح دیا) اس کے بعد باقی لوگوں کو دینا شروع کیا۔

(الجامع لمعمر بن راشد ملحق بمصنف عبدالرزاق: ج10 ص138 رقم الحدیث 2025)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو اصحابِ بدر کے برابر وظیفہ دینا

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُوسَى بْنِ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا دَوَّنَ الدِّيْوَانَ أَلْحَقَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بِفَرِيْضَةِ أَبِيْهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَرَضَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ.

ترجمہ: موسیٰ بن محمد تیمی اپنے والد محمد تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مالی امداد کی سرکاری فہرستیں بنوائیں تو حضرت حسن اور حضرت حسین

رضی اللہ عنہما کے لئے ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا۔ اس لئے کہ یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے افراد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے لئے (بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حصوں کے برابر) پانچ پانچ ہزار دراہم مقرر کئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4 ص133 ترجمۃ الحسن بن علیؓ)

حضرت عثمانؓ کی حضرت حسینؓ سے محبت و باہمی تعلقات

حضرت عثمانؓ کا حضرت حسینؓ کی تعظیم کرنا

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت فرماتے ہیں:

كَانَ الصِّدِّيقُ يُكْرِمُهُ وَيُعَظِّمُهُ. وَكَذٰلِكَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص546 قصۃ الحسین بن علیؓ وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ؛ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی۔ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے)

طرابلس وافریقہ کے جہاد میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو بھیجنا

امام ابو زید عبد الرحمٰن بن محمد بن محمد ابن خلدون الحضرمی رحمہ اللہ (ت808ھ) نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ إِنَّ ابْنَ أَبِي سَرْحٍ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانَ فِي ذٰلِكَ وَاسْتَمَدَّهُ فَاسْتَشَارَ عُثْمَانُ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَأَشَارُوا بِهِ فَجَهَّزَ الْعَسَاكِرَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَفِيهِمْ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ. مِنْهُمْ: ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَابْنُ جَعْفَرٍ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

وَسَارُوْا مَعَ ابْنِ أَبِيْ سَرْحٍ سَنَةَ سِتٍّ وَعِشْرِيْنَ وَلَقِيَهُمْ عُقْبَةُ بْنُ نَافِعٍ فِيْمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِبُرْقَةَ ثُمَّ سَارُوْا إِلَى طَرَابُلُسَ.

(تاریخ ابن خلدون: ج2 ص573 ولایۃ عبداللہ بن ابی سرح علی مصر وفتح افریقیہ)

ترجمہ: 26 ہجری میں جب عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا والی مقرر کیا گیا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے (مغربی ممالک طرابلس وغیرہ کی طرف پیش قدمی کی) اجازت و امداد طلب کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (اس بارے میں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا۔ انہوں نے پیش قدمی کا مشورہ دیا۔ آپ نے مدینہ منورہ سے فوجیوں کے دستے تیار کئے۔ ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت شامل تھی۔ (چند ایک کے نام یہ ہیں) عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن جعفر، حسن بن علی، حسین بن علی رضی اللہ عنہم۔ مجاہدین کا یہ قافلہ حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سن 26 ہجری میں جہاد کے لئے روانہ ہوا۔ "برقہ" نامی جگہ پر عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ سے اس قافلہ کی ملاقات ہوئی۔ پھر یہ سب طرابلس وغیرہ کی طرف روانہ ہوئے (اور اسے فتح کیا)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی فتح جُرجان میں شرکت

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) فرماتے ہیں:

أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَكِبَ فِيْ جَيْشٍ فِيْهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، وَالْعَبَادِلَةُ الْأَرْبَعَةُ وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ، فِيْ خَلْقٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فَسَارَ بِهِمْ فَمَرَّ عَلَى بُلْدَانٍ شَتّٰى يُصَالِحُوْنَهُ عَلَى أَمْوَالٍ جَزِيْلَةٍ، حَتّٰى انْتَهٰى إِلَى بَلَدِ مُعَامَلَةِ جُرْجَانَ، فَقَاتَلُوْهُ. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص166 سنۃ ثلاثین من الہجرۃ)

ترجمہ: (30 ہجری میں) حضرت سعید بن العاص الاموی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلامی لشکر روانہ ہوا جس میں بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہوئے (چند ایک کے نام یہ ہیں) حسن، حسین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبد

اللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن زبیر، حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم۔ مختلف شہروں سے گزرے، کثیر مال پر وہاں کے باسیوں سے صلح کی حتیٰ کہ جرجان کے ایک قریبی شہر (جس کا نام طَمِیْسَہ منقول ہے) تک پہنچ گئے اور وہاں کے لوگوں سے قتال کیا۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا حضرت عثمانؓ کا پہرہ دینا

امام عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت 911ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ لِلْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ: اذْهَبَا بِسَيْفَيْكُمَا حَتّٰى تَقُوْمَا عَلٰى بَابِ عُثْمَانَ فَلَا تَدَعَا أَحَدًا يَصِلُ إِلَيْهِ.

(تاریخ الخلفاء للسیوطی: ص 127 خلافۃ عثمانؓ وما حدث فی عھدہ من الاحداث)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تلواریں لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر (پہرے دار بن کر) کھڑے ہو جاؤ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھی نہ پہنچنے دو۔

عہد مرتضویؓ میں حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہم کا کردار و خدمات

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی کے ساتھ ساتھ رہے۔

حضرت حسینؓ کا اپنے والد کے ساتھ کوفہ کا سفر

امام حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَانَتْ إِقَامَةُ الْحُسَيْنِ بِالْمَدِيْنَةِ إِلٰى أَنْ خَرَجَ مَعَ أَبِيْهِ إِلَى الْكُوْفَةِ. (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج 1 ص 379 ترجمۃ الحسین بن علیؓ)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رہے (شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے کچھ عرصہ بعد حالات کی سنگینی کے پیش نظر) اپنے والد گرامی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے ہمراہ کوفہ تشریف لے گئے۔

حضرت علیؓ کے ساتھ جنگی معرکوں میں شمولیت

امام ابوعمرو خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ الشیبانی البصری رحمہ اللہ (ت 240ھ) نقل کرتے ہیں:

عَلَى الْمَيْمَنَةِ الْحَسَنُ وَعَلَى الْمَيْسَرَةِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. (تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص 111 سنہ ست وثلاثین)

ترجمہ: (36 ہجری جنگ جمل میں) لشکر کے میمنہ (دائیں جانب کے افراد پر مشتمل فوجی دستے) پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نگران تھے جبکہ میسرہ (بائیں جانب کے افراد پر مشتمل فوجی دستے) پر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نگران تھے۔

امام حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَشَهِدَ مَعَهُ الْجَمَلَ ثُمَّ صِفِّيْنَ ثُمَّ قِتَالَ الْخَوَارِجِ وَبَقِيَ مَعَهُ إِلَى أَنْ قُتِلَ. (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج 1 ص 379 ترجمۃ الحسین بن علیؓ)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنگ جمل اور اس کے بعد جنگ صفین، اسی طرح خوارج سے قتال (الغرض) تمام معرکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک رہے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو حضرت علیؓ کی وصیت

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ أَوْصَى وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بِتَقْوَى اللهِ وَالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَظْمِ الْغَيْظِ، وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَالْحِلْمِ عَنِ الْجَاهِلِ وَالتَّفَقُّهِ فِي

الدِّيْنِ وَالتَّثَبُّتِ فِي الْأَمْرِ وَالتَّعَاهُدِ لِلْقُرْاٰنِ وَحُسْنِ الْجِوَارِ وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاجْتِنَابِ الْفَوَاحِشِ وَوَصَّاهُمَا بِأَخِيْهِمَا مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَوَصَّاهُ بِمَا وَصَّاهُمَا بِهٖ وَأَنْ يُعَظِّمَهُمَا وَلَا يَقْطَعَ أَمْرًا دُوْنَهُمَا. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص350، 351 مدۃ مقتلہ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ (پر جب قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ شدید زخمی ہوئے تو آپ) نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو وصیت فرمائی کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، غیض وغضب کو برداشت کرتے رہنا، صلہ رحمی کرتے رہنا، جاہل کے مقابلے میں حلم وحوصلے سے کام لینا، دینی مسائل میں خوب سمجھ داری سے کام لینا، ہر معاملے میں غور وفکر سے کام لینا، قرآن کریم کی حفاظت کرنا، پڑوسیوں سے معاملات اچھے رکھنا، نیکی کا حکم اور برائی سے روکتے رہنا، بے حیائی سے دور رہنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں صاحبزادوں کو اُن کے بھائی محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت فرمائی اور محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کو بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے حسنِ سلوک کی، ان کی تعظیم کرنے اور ان کے بغیر فیصلہ نہ کرنے کی وصیت فرمائی۔

حضرت حسنؓ کی حضرت حسینؓ سے محبت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ دونوں میں پیار ومحبت دیدنی تھا جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

امام ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سھل بن شاکر الخرائطیؒ (ت 327ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْمَدَائِنِيِّ رَحِمَهُ اللهُ يَقُوْلُ: جَرٰى بَيْنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَخِيْهِ الْحُسَيْنِ كَلَامٌ. حَتّٰى تَهَاجَرَا. فَلَمَّا أَتٰى عَلَى الْحَسَنِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ مِنْ هَجْرِ أَخِيْهِ. تَأَثَّمَ. فَأَقْبَلَ إِلَى الْحُسَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ. فَأَكَبَّ عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَبَّلَهٗ فَلَمَّا جَلَسَ الْحَسَنُ. قَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ: إِنَّ الَّذِيْ مَنَعَنِي مِنَ

ابْتِدَائِكَ وَالْقِيَامِ إِلَيْكَ أَنَّكَ أَحَقُّ بِالْفَضْلِ مِنِّي. فَكَرِهْتُ أَنْ أُنَازِعَكَ مَا أَنْتَ أَحَقُّ بِهِ. (مساوی الاخلاق ومذمومھا: ص250 رقم الحدیث 567)

ترجمہ: حضرت ابوالحسن المدائنی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک بار حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی نامناسب بات پیش آگئی۔ دونوں نے ایک دوسرے سے بات چیت ترک کردی۔ جب ترکِ گفتگو کے تین دن پورے ہونے لگے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے (ترکِ تعلق کی وجہ سے ہونے والے) گناہ سے خود کو بچانا چاہا۔ چنانچہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جھک کر آپ کے سر کا بوسہ لیا (اور بیٹھ گئے) جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: (بھائی جان!) آپ کو سلام کرنے میں پہل کرنے اور (آپ کی آمد پر استقبال کے لئے) کھڑے ہونے سے میں اس لئے رک گیا کیونکہ آپ کو مجھ سے زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ تو میں نے مناسب نہ سمجھا کہ آپ کے حق میں آپ سے پہل کروں (بلکہ میں نے یہی مناسب جانا کہ یہ چیزیں چونکہ آپ کا حق ہیں اس لئے آپ ہی کی جانب سے ان کا اظہار ہونا چاہئے)

فائدہ: صلح حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما کا واقعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوا۔ صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہد شروع ہوجاتا ہے۔ اس لئے ان کا تذکرہ عہد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت آرہا ہے۔

حضرت معاویہؓ کی حضرت حسینؓ سے محبت و باہمی تعلقات

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خوب تعظیم وتکریم ہوتی تھی۔ چند واقعات پیش خدمت ہیں:

صلح حسن و معاویہ رضی اللہ عنہم میں حضرت حسینؓ کی موافقت

امام حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی الشافعی رحمہ

اللہ (ت 852ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنِّي رَأَيْتُ رَأْيًا أُحِبُّ أَنْ تُتَابِعَنِي عَلَيْهِ. قُلْتُ: مَا هُوَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ أَنْ أَعْمَدَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَأُنْزِلَهَا وَأُخَلِّي الْأَمْرَ لِمُعَاوِيَةَ فَقَدْ طَالَتِ الْفِتْنَةُ وَسُفِكَتِ الدِّمَاءُ وَقُطِعَتِ السُّبُلُ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ فَبَعَثَ إِلَى حُسَيْنٍ فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ: أُعِيذُكَ بِاللهِ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتّٰى رَضِيَ. (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: ج1 ص 377 ترجمۃ الحسن بن علیؓ)

ترجمہ: عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایک بات سوچی ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ اس معاملے میں میرا ساتھ دیں۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: جی فرمائیں! آپ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ارادہ بن رہا ہے کہ میں مدینہ چلا جاؤں اور خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دوں کیونکہ ہنگامے بڑھ چکے ہیں اور خون خرابہ بہت ہو چکا ہے اور (انتشار کے باعث) راستے پرخطر ہو چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اللہ آپ کو پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ (کو اعتماد میں لینے کے لئے) ان کے پاس پیغام بھیجا (وہ تشریف لائے) آپ نے ان کے سامنے سارا معاملہ رکھا۔ انہوں نے شروع میں اپنے تحفظات کا اظہار کیا لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسلسل ان کی ذہن سازی فرماتے رہے یہاں تک کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی راضی ہو گئے۔

(شیعہ مصنف) ابوجعفر محمد بن الحسن بن علی بن الحسن الطوسی (ت 460ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ فُضَيْلٍ غُلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَقُولُ: إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا أَنِ اقْدَمْ أَنْتَ وَالْحُسَيْنُ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ

عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ وَقَدِمُوا الشَّامَ فَأَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ وَأَعَدَّ لَهُمُ الْخُطَبَاءَ فَقَالَ: يَا حَسَنُ! قُمْ فَبَايِعْ. فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ: يَا قَيْسُ! قُمْ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُهُ فَقَالَ: يَا قَيْسُ! إِنَّهُ إِمَامِي يَعْنِي الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. (رجال کشی: ص 86 ترجمۃ قیس بن سعد بن عبادۃ)

ترجمہ: محمد بن راشد کے غلام؛ فضیل سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام (امام جعفر صادق) کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت حسن بن علی صلوات اللہ علیہما کی طرف ایک خط لکھا (جس میں یہ تھا) کہ آپ، آپ کے بھائی حسین اور حضرت علی کے اصحاب ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ جب یہ حضرات حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس جانے لگے تو قیس بن سعد بن عبادہ انصاری (رضی اللہ عنہ) بھی ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ لوگ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس) شام پہنچے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے انہیں اندر آنے کی درخواست کی۔ (یہ حضرات اندر تشریف لے گئے)۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کے لئے کئی خطباء جمع کئے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) سے درخواست کی کہ آپ اٹھیں اور بیعت کریں۔ حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) اٹھے انہوں نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) سے درخواست کی کہ آپ اٹھیں اور بیعت کریں۔ حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) اٹھے انہوں نے بھی حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت قیس بن سعد (رضی اللہ عنہ) کو فرمایا کہ آپ اٹھیں اور بیعت کریں۔ حضرت قیس (رضی اللہ عنہ) نے حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھا (کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟) حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے قیس! وہ یعنی حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) میرے امام ہیں۔ (جب انہوں نے بیعت کر لی تو میں نے بھی کر لی، اس لئے تم بھی بیعت کر لو)

حضرت حسینؓ کا بیعتِ معاویہؓ کو برقرار رکھنا

1: امام شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَكْتُبُونَ إِلَى الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہ يَدْعُونَهُ إِلَى الْخُرُوجِ إِلَيْهِمْ زَمَنَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ يَأْبَى. (تاریخ الاسلام: 2 ص 571 مقتل الحسینؓ)

ترجمہ: (جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ والے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کرتے تھے کہ آپ ان لوگوں (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین) کے خلاف خروج (بغاوت) کریں لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس سے انکار کر دیا کرتے تھے۔

2: امام احمد بن داؤد الدِینَوَری الحنفی رحمہ اللہ (ت 282ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ الْحُسَيْنُ: إِنَّا قَدْ بَايَعْنَا وَعَاهَدْنَا وَلَا سَبِيلَ إِلَى نَقْضِ بَيْعَتِنَا. (الاخبار الطوال: ص 326 دخول جعفر علی الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر) بیعت کر چکے ہیں اور صلح کا معاہدہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا اب بیعت توڑنے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔

3: (شیعہ مصنف) شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان البغدادی (ت 413ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَحَرَّكَتِ الشِّيعَةُ بِالْعِرَاقِ وَكَتَبُوا إِلَى الْحُسَيْنِ فِي خَلْعِ مُعَاوِيَةَ وَالْبَيْعَةِ لَهُ فَامْتَنَعَ عَلَيْهِمْ وَذَكَرَ أَنَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُعَاوِيَةَ عَهْدًا وَعَقْدًا لَا يَجُوزُ لَهُ نَقْضُهُ حَتَّى تَمْضِيَ الْمُدَّةُ فَإِنْ مَاتَ مُعَاوِيَةُ نُظِرَ فِي ذَلِكَ. (الارشاد: ص 251 باب الامام الحسین علیہ السلام)

ترجمہ: جب حضرت حسن بن علی علیہ السلام وفات پا گئے تو عراق کے شیعوں

نے تحریک چلائی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ حضرت معاویہ کی اطاعت گردن سے اتار پھینکیں اور ان کی بیعت توڑ دیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے درمیان ایک عہد ہے اور صلح کا ایک معاہدہ ہے۔ اسے ختم کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس کی مدت نہ ختم ہو جائے۔ (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدت تمام ہو جائے) ہاں جب خود حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) وفات پا جائیں گے تب دیکھا جائے گا۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی اموی حکمران کی اقتداء میں نمازیں

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (ت 204ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ كَانَا يُصَلِّيَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ. قَالَ: فَقَالَ: مَا كَانَا يُصَلِّيَانِ إِذَا رَجَعَا إِلَى مَنَازِلِهِمَا؟ فَقَالَ: لَا وَاللهِ مَا كَانَا يَزِيدَانِ عَلَى صَلَاةِ الْأَئِمَّةِ.

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد (محمد باقر) رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما (اموی حکمران) مروان بن الحکم کی اقتداء میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ (ایک مرتبہ ان سے) ایک آدمی نے پوچھا: کیا یہ دونوں (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما) جب واپس گھر میں تشریف لاتے تو نماز لوٹاتے نہیں تھے؟ تو حضرت محمد باقر رحمہ اللہ نے جواب دیا: نہیں! اللہ کی قسم! یہ حضرات ان (اموی) ائمہ کی اقتداء میں ادا کی جانے والی نمازوں پر کوئی اضافہ نہیں کرتے تھے (بلکہ ان کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازوں کو ہی کافی سمجھتے تھے) (مسند الامام الشافعی: ص 55 من کتاب الامامۃ)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا حضرت معاویہؓ کے ہدایا کو قبول کرنا

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَافِدَيْنِ إِلَى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَجَازَهُمَا فَقَبِلَا.
(الشریعۃ لآجُرّی: ص702 رقم الحدیث 2017)

ترجمہ: ثویر اپنے والد (سعید بن علاقہ رحمہ اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہے تھے تو میں ابھی ان کے ساتھ ہولیا۔ (جب وہاں پہنچے تو) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو ہدایا پیش کئے جو انہوں نے قبول فرمالئے۔

امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ رَحِمَهُ اللهُ: أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَا يَقْبَلَانِ جَوَائِزَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد اپنے والد محمد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدایا قبول کرتے تھے۔ (الشریعۃ لآجُرّی: ص702 رقم الحدیث 2020)

حضرت حسینؓ سے حضرت معاویہؓ کی محبت:

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: كَانَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا لَقِيَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرْحَبًا بِابْنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلًا وَيَأْمُرُ لَهُ بِثَلَاثِمِائَةِ أَلْفٍ.

ترجمہ: حضرت محمد بن عبداللہ بن ابو یعقوب سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے ملتے تو ان سے فرمایا: اے رسول اللہ کے بیٹے! خوش آمدید مرحبا اور حکم دیا کہ میری طرف سے 3 لاکھ (دراہم) بطور ہدیہ کے ان کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔ (الشریعۃ لآجُرّی: ص702 رقم الحدیث 2016)

حضرت حسینؓ کے حلقہ درس کی تعریف کرنا

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ ابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْكَلْبِيِّ قَالَ: قَالَ مُعَاوِيَةُ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ: إِذَا دَخَلْتَ مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتَ حَلْقَةً فِيْهَا قَوْمٌ كَأَنَّ عَلَى رُؤُوْسِهِمِ الطَّيْرَ فَتِلْكَ حَلْقَةُ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ مُؤْتَزِرًا عَلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ. (تاریخ دمشق: 14 ص 179 ترجمۃ الحسین بن علی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید کلبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے ایک شخص کو (کسی کام کے سلسلے میں مسجد نبوی بھیجا اور اس سے) فرمایا: جب آپ مسجد نبوی میں داخل ہوں گے تو آپ ایک ایسا حلقہ دیکھیں گے جس کے لوگوں پر ایسا سکون طاری ہوگا گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں تو سمجھ لینا کہ یہ حلقہ ابوعبد اللہ (حسین بن علی رضی اللہ عنہما) کا ہے۔ انہوں نے اپنی تہبند نصف پنڈلیوں تک باندھی ہوگی۔

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضرت حسینؓ سے محبت

گزشتہ صفحات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کے چند واقعات کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اب باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت عباسؓ کی حضرت حسینؓ سے محبت

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُدْرِكِ بْنِ عُمَارَةَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخِذًا بِرِكَابِ

الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَقِيلَ لَهُ: أَتَأْخُذُ بِرِكَابِهِمَا وَأَنْتَ أَسَنُّ مِنْهُمَا؟ فَقَالَ إِنَّ هٰذَيْنِ ابْنَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَيْسَ مِنْ سَعَادَتِي أَنْ آخُذَ بِرِكَابَيْهِمَا. (تاریخ دمشق: ج14 ص179 ترجمۃ الحسین بن علیؓ)

ترجمہ: حضرت مدرک بن عمارہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی (سواری کی) رکاب تھامے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ عمر میں بڑا ہونے کے باوجود ان کی ارکاب کیوں تھامتے ہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دونوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (نواسے) ہیں۔ کیا یہ میرے لئے سعادت مندی (خوش بختی) کی بات نہیں ہے کہ میں ان کی رکاب تھامتا ہوں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی حضرت حسینؓ سے محبت

امام ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان العبسی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں: عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعَيْزَارِ. قَالَ: بَيْنَمَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ. إِذْ رَأَى الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ مُقْبِلًا. فَقَالَ: هٰذَا أَحَبُّ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَى أَهْلِ السَّمَاءِ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج16 ص114 رقم الحدیث 31292 کتاب الأمراء)

ترجمہ: حضرت ولید بن عیزار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیت اللہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ جوان اہلِ زمین میں سے آسمان والوں (ملائکہ) کی سب سے محبوب شخصیت ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی حضرت حسینؓ سے محبت

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْمُهَزِّمِ قَالَ: كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فَأَقْبَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ

عَنْهُ يَنْفُضُ بِثَوْبِهِ التُّرَابَ عَنْ قَدَمِ الْحُسَيْنِ.

(سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج4 ص47 ترجمۃ الحسین الشہید)

ترجمہ: حضرت اَبُو الْمُخَرِّم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں شریک تھے (واپسی پر) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں سے دھول کو صاف کیا۔

حضرت زِبرِقان بن اصلم ؓ کی حضرت حسین ؓ سے محبت

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ بَرَزَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ يَوْمَ صِفِّيْنَ فَذَكَرَ قِصَّةً فِيْهَا فَقَالَ لَهُ الزِّبْرِقَانُ بْنُ أَصْلَمَ: انْصَرِفْ يَا بُنَيَّ! فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا مِنْ نَاحِيَةِ قُبَاءٍ وَأَنْتَ قُدَّامَهُ فَمَا كُنْتُ لِأُلْقِيَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَمِكَ.

ترجمہ: (37 ہجری میں جنگ صفین پیش آئی) حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ صفین میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بڑھ چڑھ کر قتال کیا۔ ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ زِبرِقان بن اصلم رضی اللہ عنہ (درست لفظ "اصلم" ہی ہے اگرچہ بعض لوگوں نے اسلم بھی کہا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے) نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے بیٹے! آپ میرے سامنے سے ہٹ جائیں۔ کیونکہ میں نے ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبا کی جانب سے تشریف لا رہے تھے اور آپ ان کے آگے آگے چل رہے تھے۔ میں نہیں چاہتا کہ میں آپ کا خون کر کے روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (شرمسار ہو کر) ملوں۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج1 ص622 ترجمۃ زِبرِقان بن اصلم)

محمد بن نعمان بن بشیرؒ کی حضرت حسین ؓ سے محبت

امام ابو بشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی

رحمہ اللہ (ت 310) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، قَالَ: خَرَجْتُ أَمْشِي مَعَ جَدِّي حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ إِلَى أَرْضِهِ فَأَدْرَكَنَا ابْنُ النُّعْمَانِ بْنَ بَشِيْرٍ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ فَنَزَلَ عَنْهَا وَقَالَ لِحُسَيْنٍ: ارْكَبْ أَبَا عَبْدِ اللهِ! فَأَبَى فَلَمْ يَزَلْ يُقْسِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى قَالَ: أَمَا إِنَّكَ قَدْ كَلَّفْتَنِي مَا أَكْرَهُ وَلٰكِنْ أُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا حَدَّثَتْنِيْهِ أُمِّي فَاطِمَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

الرَّجُلُ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهِ وَفِرَاشِهِ وَالصَّلَاةِ فِي بَيْتِهِ... فَارْكَبْ أَنْتَ عَلٰى صَدْرِ الدَّابَّةِ وَسَأَرْتَدِفُ. (الذریۃ الطاہرۃ للدولابی: ص 97 رقم الحدیث 180)

ترجمہ: حضرت محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں اپنے دادا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جگہ کی طرف جا رہا تھا۔ ہمیں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے (محمد بن نعمان بن بشیر رحمہ اللہ) ملے جو ایک خچر پر سوار تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو نیچے اتر آئے اور عرض کی: اے ابوعبد اللہ! آپ میری سواری پر سوار ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انکار کیا لیکن ابن نعمان رحمہ اللہ برابر اصرار کرتے رہے اور آپ کو قسم دی کہ آپ ضرور سوار ہوں۔ (آپ مجبور ہو کر سوار ہوئے اور) فرمایا: آپ نے مجھے ایسی بات پر مجبور کیا جو مجھے (طبعاً) اچھی نہیں لگتی۔ میں آپ کو ایک حدیث مبارک بیان کرتا ہوں جو مجھے میری والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سواری پر آگے کے حصے پر سوار ہونے کا حق دار سواری کا مالک ہے۔ بستر (کے درمیانے حصے) پر بیٹھنے کا حق دار بستر کا مالک ہے۔ گھر میں (نماز باجماعت ادا کرنے کی صورت میں) جماعت کرانے کا زیادہ حق دار صاحب خانہ ہے۔

(اس لئے حدیث مبارک کے پیش نظر) آپ سواری کے آگے والے حصے پر سوار ہوں اور میں پیچھے بیٹھتا ہوں۔

فائدہ نمبر 1: امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجمع الزوائد میں طبرانی کے حوالے سے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ اس کے آخر میں

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ کی والدہ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ میرے والد بشیر رضی اللہ عنہ بھی اس حدیث مبارک کو آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح نقل فرمایا کرتے تھے مگر اس میں بعض الفاظ زائد بھی ذکر کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مذکورہ امور میں اگر مالک یا صاحب خانہ کسی کو اجازت دے دے تو دوسرے شخص کے لئے یہ امور جائز ہیں۔

فائدہ نمبر 2: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

اَلرَّجُلُ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهٖ وَفِرَاشِهٖ.

ترجمہ: سواری پر آگے کے حصے پر سوار ہونے کا حق دار سواری کا مالک ہے۔ بستر (کے درمیانے حصے) پر بیٹھنے کا حق دار بستر کا مالک ہے۔ یہ روایت ایک اور طریق سے بھی منقول ہے جس کے راوی حضرت عبد اللہ بن حنظلہ ہیں۔ اس میں کچھ الفاظ مزید بھی منقول ہیں۔ چنانچہ امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی التمیمی السمرقندی رحمہ اللہ (ت 255ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلرَّجُلُ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهٖ وَصَدْرِ فِرَاشِهٖ، وَأَنْ يَؤُمَّ فِي رَحْلِهٖ."

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سواری پر آگے کے حصے پر سوار ہونے کا حق دار سواری کا مالک ہے۔ بستر کے درمیانے حصے پر بیٹھنے کا حق دار بستر کا مالک ہے۔ گھر میں (نماز باجماعت ادا کرنے کی صورت میں) جماعت کرانے کا زیادہ حق دار صاحب خانہ ہے۔ (سنن الدارمی: ج2 ص371 رقم الحدیث 2666)

چونکہ اس روایت میں "وَصَدْرِ فِرَاشِهٖ" کے الفاظ ہیں اس لئے ہم نے الذریۃ الطاھرۃ للدولابی کی روایت میں "وَفِرَاشِهٖ" کا ترجمہ کرتے ہوئے دوسرے طریق کے الفاظ کے پیش نظر "کے درمیانے حصے" کے الفاظ بین القوسین ذکر کئے ہیں۔

حصہ دوم

واقعہ کربلا

پس منظر، حقائق اور نتائج

یزید کی تخت نشینی

بیعت کی خواہش

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ یزید نے اقتدار سنبھالتے ہی حاکم مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا۔

امام ابوعمرو خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ الشیبانی البصری رحمہ اللہ (ت 240ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ رُزَيْقٍ مَوْلٰى مُعَاوِيَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: لَمَّا هَلَكَ مُعَاوِيَةُ بَعَثَنِي يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ إِلَى الْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ أَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ وَ كَتَبَ إِلَيْهِ بِمَوْتِ مُعَاوِيَةَ وَأَنْ يَّبْعَثَ إِلٰى هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ فَيَأْمُرُهُمْ بِالْبَيْعَةِ لَهٗ. قَالَ: فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ لَيْلًا فَقُلْتُ لِلْحَاجِبِ: اسْتَأْذِنْ لِيْ. فَقَالَ: قَدْ دَخَلَ وَلَا سَبِيْلَ إِلَيْهِ. فَقُلْتُ: إِنِّيْ قَدْ جِئْتُهٗ بِأَمْرٍ فَدَخَلَ فَأَخْبَرَهٗ فَأَذِنَ لَهٗ وَهُوَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَلَمَّا قَرَأَ كِتَابَ يَزِيْدَ بِوَفَاةِ مُعَاوِيَةَ وَاسْتِخْلَافِهٖ جَزِعَ لِمَوْتِ مُعَاوِيَةَ جَزَعًا شَدِيْدًا. (تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص 144 سنہ ستین)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام رزیق رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو یزید نے مجھے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے پاس بھیجا۔ یزید نے حاکم مدینہ کو (میرے ذریعے) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر لکھ بھیجی اور یہ بھی لکھا کہ ان لوگوں (یعنی حسین بن علی، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم) کو میری

بیعت کرنے پر مجبور کرو (اور اس معاملے میں انہیں مہلت نہ دو) راوی کہتے ہیں کہ میں یزید کا پیغام لے کر رات کو مدینہ پہنچا۔ میں نے حاکم مدینہ ولید کے دربان سے کہا کہ میرے لئے ملاقات کی اجازت لو۔ دربان نے کہا کہ ابھی وہ آرام کے لئے کمرہ خاص میں چلے گئے ہیں اور ان سے اس وقت ملاقات کی کوئی صورت نہیں۔ میں نے کہا کہ بہت اہم معاملہ ہے جس کی وجہ سے میں حاضر ہوا ہوں۔ چنانچہ دربان؛ حاکم مدینہ ولید کے پاس گیا اور اسے جا کر اطلاع دی۔ اس نے اجازت دی، اس وقت وہ ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے یزید کا خط پڑھا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا تذکرہ تھا اور اپنی خلافت (بیعت لینے) کا ذکر تھا۔ تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات والی خبر سے بہت غمزدہ ہوا۔

فائدہ: جن لوگوں کے بارے میں یزید نے بطور خاص کہا کہ ان کو میری بیعت پر مجبور کرو، وہ یہ ہیں: حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البلاذری رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلِيَ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْأَمْرَ بَعْدَهُ كَتَبَ يَزِيْدُ إِلَى عَامِلِهِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فِي أَخْذِ الْبَيْعَةِ عَلَى الْحُسَيْنِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جس وقت یزید بن معاویہ نے اقتدار سنبھالا تو اس نے مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا جس میں حضرت حسین (بن علی)، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بیعت لینے کا حکم دیا۔ (انساب الاشراف للبلاذری: ج3 ص155 امر الحسین بن علی ابی طالب)

حضرت حسینؓ سے نرمی کا حکم

امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت

نقل کرتے ہیں:

فَكَتَبَ إِلَى وَالِي الْمَدِيْنَةِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنِ ادْعُ النَّاسَ وَبَايِعْهُم. وَابْدَأْ بِالْوُجُوْهِ وَارْفُقْ بِالْحُسَيْنِ فَبَعَثَ إِلَى الْحُسَيْنِ وَابْنِ الزُّبَيْرِ فِي اللَّيْلِ وَدَعَاهُمَا إِلَى بَيْعَةِ يَزِيْدَ، فَقَالَا: نُصْبِحُ وَنَنْظُرُ فِيمَا يَعْمَلُ النَّاسُ. وَوَثَبَا فَخَرَجَا. (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4 ص150 ترجمۃ الحسین الشہید)

ترجمہ: یزید نے والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نام خط بھیجا جس میں لکھا کہ لوگوں کو بلاؤ اور (میرے لئے میری طرف سے وکیل بن کران سے) بیعت لو۔ اور قابل عزت حضرات سے پہلے بیعت لو۔ (اور اس بات کا خیال رکھنا کہ) حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے نرمی سے کام لینا۔ چنانچہ اس نے حضرت حسین بن علی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور انہیں یزید کی بیعت کرنے کو کہا (جس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پاگئے ان کے بعد یزید نے دعویٰ خلافت کیا ہے) دونوں نے فرمایا کہ یہ بیعت لینے کا کوئی وقت نہیں، صبح ہوگی تو دیکھیں گے۔ مزید اس بات کا بھی انتظار کرتے ہیں کہ لوگ اس بارے میں کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ یہ بات کہی اور دونوں حضرات اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی مکہ روانگی

امام ابوعمرو خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ الشیبانی البصری رحمہ اللہ (ت 240ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا كَانَ آخِرُ اللَّيْلِ وَتَرَاجَعَتْ عَنْهُ الْعُيُوْنُ جَلَسَ عَلَى دَابَّتِهِ فَرَكِبَهَا حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْحُلَيْفَةِ فَجَلَسَ عَلَى رَاحِلَتِهِ ثُمَّ تَوَجَّهَ إِلَى مَكَّةَ.

(تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص144 سنہ ستین)

ترجمہ: جب رات کا آخری پہر آیا اور لوگ گہری نیند میں تھے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حلیفہ تک پہنچے۔ (وہاں کچھ دیر ٹھہرے اور) پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مکہ کی راہ لی۔

حسین بن علیؓ کی مکہ مکرمہ روانگی

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

لَمَّا خَرَجَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ لَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُطِيْعٍ فَقَالَ لَهُ: جُعِلْتُ فِدَاكَ! أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أَمَّا الْآنَ فَمَكَّةَ، وَأَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْتَخِيْرُ اللهَ. قَالَ خَارَ اللهُ لَكَ وَجَعَلَنَا فِدَاكَ! فَإِذَا أَتَيْتَ مَكَّةَ فَإِيَّاكَ أَنْ تَقْرَبَ الْكُوْفَةَ فَإِنَّهَا بَلْدَةٌ مَشْؤُوْمَةٌ، بِهَا قُتِلَ أَبُوْكَ وَخُذِلَ أَخُوْكَ.

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ سے مکہ کی طرف جارہے تھے تو راستے میں عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ (قریش کے چند جوانوں کے ہمراہ) آپ سے ملے اور عرض کی: قربان جاؤں کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی مکہ مکرمہ جارہا ہوں۔ مکہ پہنچے کے بعد استخارہ کروں گا کہ کہاں جاؤں؟ عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اللہ آپ کے ارادوں میں خیر فرمائے اور ہمیں آپ پر فدا کرے۔ جب آپ مکہ مکرمہ پہنچیں تو (مکہ مکرمہ میں ہی رہیں) کوفہ کی جانب رخ نہ کریں کیونکہ وہ منحوس علاقہ ہے۔ وہیں پر آپ کے والد کو شہید کیا گیا اور آپ کے بھائی سے ناروا سلوک کیا گیا۔ الغرض حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص19 ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین الحسین)

عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم کی مکہ مکرمہ میں ملاقات

امام ابوعمرو خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ الشیبانی البصری رحمہ اللہ (ت240ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ تَوَجَّهَ إِلَى مَكَّةَ وَخَرَجَ الْحُسَيْنُ مِنْ لَيْلَتِهِ فَالْتَقَيَا بِمَكَّةَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اسی رات مدینہ سے نکلے اور دونوں کی ملاقات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ (تاریخ خلیفۃ بن خیاط: ص144 سنۃ ستین)

حاکم مدینہ کی تبدیلی

نئے حاکم مدینہ کے اقدامات

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فِي هٰذِهِ السَّنَةِ عُزِلَ الْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ، عَزَلَهُ يَزِيْدُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهَا عَمْرَو بْنَ سَعِيْدٍ الْأَشْدَقَ، فَقَدِمَهَا فِي رَمَضَانَ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ، وَكَانَ عَظِيْمَ الْكِبْرِ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَى شُرْطَتِهِ عَمْرَو بْنَ الزُّبَيْرِ لِمَا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيْهِ عَبْدِ اللهِ مِنَ الْبَغْضَاءِ، فَأَرْسَلَ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَضَرَبَهُمْ ضَرْبًا شَدِيْدًا .... فَاسْتَشَارَ عَمْرُو بْنُ سَعِيْدٍ عَمْرَو بْنَ الزُّبَيْرِ فِيْمَنْ يُرْسِلُهُ إِلَى أَخِيْهِ فَقَالَ: لَا تَوَجَّهْ إِلَيْهِ رَجُلًا أَنْكَالَهُ مِنِّي. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص18 ذکر عزل الولید عن المدینۃ)

ترجمہ: (سن 60 ہجری میں یزید کی طرف سے) مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ کو معزول کر دیا گیا۔ اسے یزید نے معزول کیا۔ (اور اس نے یہ اس وقت کیا جب اسے یہ معلوم ہوا کہ دونوں حضرات مدینہ سے چلے گئے ہیں) اور ان کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کو حاکم مدینہ مقرر کر دیا۔ وہ رمضان میں مدینہ منورہ آیا۔ اس کے پاس مدینہ کے لوگ آئے، یہ بڑا متکبر انسان تھا، اس نے اپنے ایک سپاہی عمرو بن زبیر کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا کیونکہ اس کی اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے (بعض معاملات میں) نا اتفاقی اور دشمنی ہے۔ عمرو بن زبیر نے مدینہ کے چند افراد کو بلایا اور (چونکہ وہ لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر کے حامی تھے اس لئے) انہیں بری طرح مارا پیٹا.... عمرو بن سعید نے عمرو بن زبیر سے مشورہ کیا کہ تمہارے بھائی کے مقابلے میں کس شخص کو بھیجوں؟ عمرو بن زبیر نے کہا: اس کے ساتھ سختی سے پیش آنے والا مجھ سے بڑھ کر کوئی نہ ہوگا۔ (اس لئے مجھے ہی بھیجو)

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَجَهَّزَ مَعَهُ النَّاسَ وَفِيهِمْ أُنَيْسُ بْنُ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيُّ فِي سَبْعِ مِائَةٍ، فَجَاءَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ إِلَى عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ فَقَالَ لَهُ: لَا تَغْزُ مَكَّةَ وَاتَّقِ اللهَ وَلَا تُحِلَّ حُرْمَةَ الْبَيْتِ وَخَلُّوا ابْنَ الزُّبَيْرِ .... فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الزُّبَيْرِ: وَاللهِ لَنَغْزُوَنَّهُ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص18 ذکر عزل الولید عن المدینۃ)

ترجمہ: عمرو بن سعید نے عمرو بن زبیر کے ہمراہ لوگوں کا ایک لشکر بھیجا۔ انہی میں اُنیس بن عمرو اسلمی بھی شامل تھا جس کے پاس سات سو جنگجو موجود تھے۔ مروان بن حکم عمرو بن سعید کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ مکہ میں قتل وغارت نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اور بیت اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔ (میری بات مانو اور) ابن زبیر کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ عمرو بن زبیر نے کہا کہ ہم بیت اللہ کے وسط میں بھی اس سے لڑیں گے۔

مکہ مکرمہ پر حملہ اور ابو شریح کی سخت تنبیہ

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ: ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ! أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا إِنَّ اللهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ

كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ." فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ: مَا قَالَ عَمْرٌو؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ! إِنَّ مَكَّةَ لَا تُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ. (صحیح البخاری، رقم الحدیث:104)

ترجمہ: حضرت ابوشریح (خویلد بن عمرو الخزاعی) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے (والی مدینہ) عمرو بن سعید اشدق سے اس وقت یہ کہا جب وہ مکہ میں (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے) فوجیں بھیج رہا تھا کہ اے امیر! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو وہ حدیث مبارک سناتا ہوں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی۔ اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث بیان فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ کی حمد وثنا کی اور پھر فرمایا: مکہ کو اللہ تعالیٰ نے عزت وحرمت بخشی ہے، لوگوں نے نہیں بخشی۔ اس لئے کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ مکہ میں خون ریزی کرے یا درخت کاٹے۔ اگر کوئی یہاں قتال کو جائز سمجھنے کی کوشش کرے کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی تو ایسے لوگوں کو بتادو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی لیکن تمہیں نہیں دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس دن کے تھوڑے سے وقت میں اجازت ملی تھی۔ اس کے بعد اس کی حرمت اسی طرح واپس لوٹ آئی ہے جیسا کہ پہلے تھی۔ نیز حاضرین یہ پیغام غائبین تک پہنچادیں۔ ابوشریح رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ (جب آپ نے یہ حدیث عمرو بن سعید کو سنائی تو) اس نے کیا کہا؟ ابوشریح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمرو کہنے لگا کہ اے ابو شریح! میں اس حدیث کو آپ سے بہتر سمجھتا ہوں۔ حرم مکہ؛ نافرمان شخص، خون خرابہ کرکے بھاگنے والے اور بے دینی پھیلا کر بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

عبداللہ بن زبیرؓ کے نام پیغام

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقیؒ (ت 774ھ)

روایت نقل فرماتے ہیں:

فَسَارَ أُنَيْسٌ وَاتَّبَعَهُ عَمْرُو بْنُ الزُّبَيْرِ فِي بَقِيَّةِ الْجَيْشِ - وَكَانُوْا أَلْفَيْنِ - حَتّٰى نَزَلَ بِالْأَبْطَحِ، وَقِيْلَ بِدَارِهِ عِنْدَ الصَّفَا. وَنَزَلَ أُنَيْسٌ بِذِي طَوًى، فَكَانَ عَمْرُو بْنُ الزُّبَيْرِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، وَيُصَلِّي وَرَاءَهُ أَخُوْهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَأَرْسَلَ عَمْرٌو إِلٰى أَخِيْهِ يَقُوْلُ لَهُ: بَرَّ يَمِيْنَ الْخَلِيْفَةِ.... وَلَا تَدَعِ النَّاسَ يَضْرِبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَاتَّقِ اللهَ فَإِنَّكَ فِي بَلَدٍ حَرَامٍ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص545 یزید بن معاویۃ وما جری فی ایامہ)

ترجمہ: اُنیس (مکہ کی طرف) چلا اور عمرو بن زبیر بھی بقیہ لشکر لے کر پیچھے پیچھے چلا جس کی تعداد دو ہزار تھی۔ عمرو بن زبیر ابطح یا صفا کے قریب اپنے گھر ٹھہرا اور اُنیس مقام ذوطوی میں آیا۔ عمرو بن زبیر نے لوگوں کو نمازیں پڑھانا شروع کیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر بھی اس کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتے رہے۔ عمرو بن زبیر نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ خلیفہ کی قسم کو پورا کرو (یعنی یزید کی بیعت کرو) لوگوں کی آپس میں خانہ جنگی کا ذریعہ نہ بنو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ اس وقت تم حرمت والے شہر (مکہ مکرمہ) میں ہو۔

عمرو بن اُنیس کے لشکر کو شکست

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقیؒ (ت 774ھ)

روایت فرماتے ہیں:

وَبَعَثَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ عَبْدَ اللهِ بْنَ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ فِي سَرِيَّةٍ فَاقْتَتَلُوْا مَعَ عَمْرِو بْنِ أُنَيْسٍ الْأَسْلَمِيِّ فَهَزَمُوْا أُنَيْسًا هَزِيْمَةً قَبِيْحَةً.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص545 یزید بن معاویۃ وما جری فی ایامہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن صفوان بن امیہ کو (ان لوگوں کے مقابلے میں) لشکر دے کر بھیجا۔ انہوں نے عمرو بن انیس الاسلمی کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا اور اُنیس کے لشکر کو بری شکست سے دوچار کیا۔

فائدہ: ہم یہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے حالات کا بیان موقوف کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کے احوال شروع کر رہے ہیں کیونکہ ہمارا مقصود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے احوال کو بیان کرنا ہے۔

سلسلہ خطوط و وفود

حضرت حسینؓ کے پاس اہل کوفہ کے خطوط و وفود:

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلَمَّا بَلَغَ أَهْلَ الْكُوفَةِ مَوْتُ مُعَاوِيَةَ وَامْتِنَاعُ الْحُسَيْنِ وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْبَيْعَةِ.... وَاجْتَمَعَتِ الشِّيعَةُ فِي مَنْزِلِ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخُزَاعِيِّ .... وَ كَتَبُوا إِلَيْهِ عَنْ نَفَرٍ، مِنْهُمْ: سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ الْخُزَاعِيُّ وَالْمُسَيَّبُ بْنُ نَجَبَةَ، وَ رِفَاعَةُ بْنُ شَدَّادٍ وَحَبِيبُ بْنُ مُظَهِّرٍ وَغَيْرُهُمْ .... وَسَيَّرُوا الْكِتَابَ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَبُعٍ الْهَمْدَانِيِّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ وَالٍ، ثُمَّ كَتَبُوا إِلَيْهِ كِتَابًا آخَرَ وَسَيَّرُوهُ بَعْدَ لَيْلَتَيْنِ فَكَتَبَ النَّاسُ مَعَهُ نَحْوًا مِنْ مِائَةٍ وَخَمْسِينَ صَحِيفَةً ثُمَّ أَرْسَلُوا إِلَيْهِ رَسُولًا ثَالِثًا يَحُثُّونَهُ عَلَى الْمَسِيرِ إِلَيْهِمْ ثُمَّ كَتَبَ إِلَيْهِ شَبَثُ بْنُ رِبْعِيٍّ وَحَجَّارُ بْنُ أَبْجَرَ وَيَزِيدُ بْنُ الْحَارِثِ وَيَزِيدُ بْنُ رُوَيْمٍ وَعُرْوَةُ بْنُ قَيْسٍ وَعَمْرُو بْنُ الْحَجَّاجِ الزُّبَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُمَيْرٍ التَّمِيمِيُّ بِذَلِكَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص20 ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین الحسین)

ترجمہ: جب کوفہ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہیں (اور یزید تخت نشین ہوا ہے)، اور حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے (یزید کی) بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔۔تو وہ لوگ کوفہ میں سلیمان بن صُرَد الخزاعی کے مکان پر جمع ہوئے۔۔۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر چند افراد؛ سلیمان بن صرد الخزاعی، مسیب بن نجبہ،

رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظہر اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کی طرف سے خط لکھا (کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں) ...ان لوگوں نے خط کے ہمراہ عبداللہ بن سبع الہمدانی اور عبداللہ بن وال کو بھی روانہ کیا۔ اس کے بعد (اسی مضمون کا) ایک اور خط لکھا اور دو دن کے بعد وہ بھی روانہ کر دیا۔ اس دوسرے خط کے ہمراہ لوگوں نے ایک سو پچاس کے قریب اور خطوط بھی لکھے اور ان کے ہمراہ ایک قاصد (قیس بن مُسہر) روانہ کیا جس نے جا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف آنے کی بھرپور ترغیب دی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی طرف شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن الحارث، یزید بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن الحجاج الزبیدی اور محمد بن عمیر التمیمی نے بھی (اسی سے ملتے جلتے) خطوط لکھے۔

فائدہ: خطوط کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا جن میں یزید کی شکایات، اس کے خلاف اپنی حمایت و نصرت اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا یقین دلایا گیا تھا۔ خطوط کے ساتھ کوفہ والوں نے چند وفود بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کئے۔

مسلم بن عقیل کے ہاتھ اہل کوفہ کے نام خط

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا اور ان کے ہاتھ ایک خط بھی اہل کوفہ کے نام لکھا جس کا مضمون امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) یہ نقل کرتے ہیں:

أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ فَهِمْتُ كُلَّ الَّذِي اقْتَصَصْتُمْ وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ أَخِي وَابْنَ عَمِّي وَثِقَتِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِي مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ وَأَمَرْتُهُ أَنْ يَكْتُبَ إِلَيَّ بِحَالِكُمْ وَأَمْرِكُمْ وَرَأْيِكُمْ، فَإِنْ كَتَبَ إِلَيَّ أَنَّهُ قَدِ اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ وَذَوِي الْحِجَى مِنْكُمْ عَلَى مِثْلِ مَا قَدِمَتْ بِهِ رُسُلُكُمْ أَقْدَمُ إِلَيْكُمْ وَشِيكًا إِنْ شَاءَ اللهُ، فَلَعَمْرِي مَا الْإِمَامُ إِلَّا الْعَامِلُ بِالْكِتَابِ وَالْقَائِمُ بِالْقِسْطِ وَالدَّائِنُ بِدِينِ الْحَقِّ، وَالسَّلَامُ.

ترجمہ: "بعد از سلام مسنون! آپ لوگوں کی طرف سے (بذریعہ خطوط اور وفود) وہ احوال میرے سامنے آئے جن سے حالات کا اندازہ ہوا ہے۔ میں آپ لوگوں کی طرف اپنے خاندان کے معتمد؛ چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھیج رہا ہوں اور میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ آپ لوگوں کے احوال، امور اور آراء (کا جائزہ لے کر) مجھے بذریعہ خط مطلع کریں۔ اگر انہوں نے مجھے خط لکھ بھیجا کہ آپ لوگوں کے جماعت کے سرکردہ اور اہل حل وعقد کی متفقہ رائے وہی ہے جس کے لئے آپ لوگوں کے قاصد میرے پاس آئے تھے تو ان شاء اللہ میں جلد از جلد آپ لوگوں کے پاس آجاؤں گا۔ بخدا! حاکم وہی انسان ہوسکتا ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرنے والا ہو، انصاف پر ڈٹ جانے والا ہو، اور حق کا محافظ ہو۔ والسلام

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص21 ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین الحسین)

کوفہ کی صورتحال

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت فرماتے ہیں:

فَلَمَّا دَخَلَ الْكُوفَةَ نَزَلَ عَلَى رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ مُسْلِمُ بْنُ عَوْسَجَةَ الْأَسَدِيُّ وَقِيلَ نَزَلَ فِي دَارِ الْمُخْتَارِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ الثَّقَفِيِّ فَاللهُ أَعْلَمُ فَتَسَامَعَ أَهْلُ الْكُوفَةِ بِقُدُومِهِ فَجَاؤُوا إِلَيْهِ فَبَايَعُوهُ عَلَى إِمْرَةِ الْحُسَيْنِ، وَحَلَفُوا لَهُ لَيَنْصُرُنَّهُ بِأَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ. فَاجْتَمَعَ عَلَى بَيْعَتِهِ مِنْ أَهْلِهَا اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا. ثُمَّ تَكَاثَرُوا حَتَّى بَلَغُوا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ أَلْفًا.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص548 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: جب آپ (مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ) کوفہ پہنچے تو مسلم بن عوسجہ اسدی یا مختار بن ابی عبید الثقفی کے ہاں جا کر ٹھہرے۔ واللہ اعلم۔ اہل کوفہ نے جب آپ کی آمد کا سنا تو آپ کے پاس آنا شروع ہو گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی امارت پر آپ بیعت کی اور انہیں حلف دیا کہ وہ اپنی جان و مال سے آپ کی مدد کریں گے۔ اہل عراق میں بارہ ہزار افراد نے آپ کی بیعت پر اتفاق کیا اور بڑھتے بڑھتے

اٹھارہ ہزار تک جا پہنچے۔

فائدہ: حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو یہ اطمینان ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائیں تو پورا عراق ان کی بیعت کر لے گا۔ حجازِ مقدس کے لوگ پہلے ہی سے ان سے محبت کرنے والے اور تابع دار ہیں۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے سر سے یزید کی مصیبت ختم ہو سکتی ہے، ایک صحیح اور مضبوط ریاست قائم ہو سکتی ہے جس میں اسلام کی سربلندی، تقویٰ، انصاف اور امن ہوگا۔ ان مبارک خواہشات اور حالات کے پیش نظر انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔

حضرت مسلم بن عقیل کا خط حضرت حسینؓ کے نام

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

فَكَتَبَ مُسْلِمٌ إِلَى الْحُسَيْنِ لِيَقْدُمَ عَلَيْهَا فَقَدْ تَمَهَّدَتْ لَهُ الْبَيْعَةُ وَالْأُمُوْرُ، فَتَجَهَّزَ الْحُسَيْنُ مِنْ مَكَّةَ قَاصِدًا الْكُوْفَةَ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص548 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ عراق تشریف لائیں۔ بیعت اور دیگر سیاسی امور کے لئے راہ ہموار ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے کوفہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

فائدہ: یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ و مدینہ کو عزت و حرمت بخشی ہے، اسی وجہ سے ان کو "حرمین شریفین" کہا جاتا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جب یہ یقین ہو گیا کہ یزید کی حکومت مجھے بغیر بیعت کے چھوڑنے والی نہیں اس لئے آپ نے مدینہ اور مکہ دونوں سے کوچ کیا کیونکہ جنگ یقینی نظر آ رہی تھی اور آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان مقدس مقامات پر جنگ و جدال ہو۔ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں شہید ہونا گوارہ کر لیا لیکن مدینہ کے احترام کی وجہ سے وہاں جنگ نہیں کی۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی یہ یقین ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں جنگ شروع ہو

جائے گی تو آپ نے مرکزِ خلافت کو مدینہ منورہ سے کوفہ کی طرف منتقل کر دیا۔

کوفہ کا سفر

کوفہ کی جانب سفر کا ارادہ اور محبین کے مشورے:

خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچا اور آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی طرف سفر کا ارادہ کر لیا۔ اس موقع پر مخلصین اور محبین نے آپ کو مشورے دیئے جن کی تفصیل یہ ہے:

(1): عبداللہ بن عباسؓ کا مشورہ:

حافظ ابوالفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: اسْتَشَارَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي الْخُرُوجِ فَقُلْتُ: لَوْلَا أَنْ يُزْرِيَ بِي وَبِكَ النَّاسُ لَشَبِثْتُ يَدِيَ فِي رَأْسِكَ فَلَمْ أَتْرُكْكَ تَذْهَبُ، فَكَانَ الَّذِي رَدَّ عَلَيَّ أَنْ قَالَ: لَأَنْ أُقْتَلَ فِي مَكَانِ كَذَا وَ كَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُقْتَلَ بِمَكَّةَ قَالَ: فَكَانَ هٰذَا الَّذِي سُلِّيَ نَفْسِيَ عَنْهُ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اپنی روانگی سے متعلق مشورہ لیا۔ میں نے کہا کہ اگر لوگ میرے اور آپ کے بارے میں بدگوئی نہ کریں تو میں اپنا ہاتھ آپ کے سر میں پیوست کر دوں اور آپ کو نہ جانے دوں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے جواب دیا کہ فلاں فلاں مقام پر قتل ہو جانا مجھے مکہ میں قتل ہو جانے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے میرے دل کو تسلی ہوئی۔ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 4 ص 555 مدۃ مخرج الحسین الی العراق)

(2): عبداللہ بن عمرؓ کا مشورہ

حافظ ابوالفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ بِمَكَّةَ فَبَلَغَهُ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدْ تَوَجَّهَ إِلَى الْعِرَاقِ فَلَحِقَهُ عَلَى مَسِيرَةِ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: الْعِرَاقَ وَإِذَا مَعَهُ طَوَامِيرُ وَكُتُبٌ فَقَالَ: هٰذِهٖ كُتُبُهُمْ وَبَيْعَتُهُمْ فَقَالَ: لَا تَأْتِهِمْ فَأَبَى فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا، إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَيَّرَهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ وَلَمْ يُرِدِ الدُّنْيَا وَإِنَّكَ بَضْعَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللهِ مَا يَلِيهَا أَحَدٌ مِنْكُمْ أَبَدًا وَمَا صَرَفَهَا اللهُ عَنْكُمْ إِلَّا لِلَّذِي هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ، فَأَبَى أَنْ يَرْجِعَ قَالَ فَاعْتَنَقَهُ ابْنُ عُمَرَ وَبَكَى وَقَالَ: أَسْتَوْدِعُكَ اللهَ مِنْ قَتِيلٍ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص556 مطبوعہ مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما عراق کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ تو وہ تین دن کی مسافت پر آپ رضی اللہ عنہ سے آکر ملے اور پوچھا: کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عراق۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس (کوفیوں کے لمبے لمبے اور جھوٹے) خطوط بھی تھے۔ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ان کے خطوط ہیں اور یہ ان کی طرف سے بیعت (کی یقین دہانی)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ ان کے پاس نہ جائیں لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کی رائے کو قبول نہ کیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں۔ حضرت جبرئیل ایک دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آئے اور (بحکم خدا) آپ کو دنیا یا پھر آخرت میں رہنے کا اختیار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو اختیار کر لیا اور دنیا میں رہنے کا ارادہ ترک فرما دیا۔ اے حسین بن علی! آپ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے ہیں اور اللہ کی قسم! آپ میں کوئی شخص کبھی دنیا کا حکمران نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے ہٹا کر اس چیز کی طرف پھیر دیا ہے جو آپ کے حق میں بہتر ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے واپس پلٹ جانے سے یکسر انکار کیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو گلے لگایا، زار و قطار رو دیئے اور فرمایا: شہادت کے راستے پر جانے والے میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

فائدہ: مخلص احباب آپ کو محبت کی بنیاد پر کوفہ جانے سے روکتے رہے مگر آپ اپنی خلوص نیت کی بنیاد پر یہ سمجھتے تھے کہ میرے جانے سے وہاں کے لوگوں کا فائدہ ہوگا۔ اس لئے ان کے مشوروں کے باوجود بھی کوفہ تشریف لے گئے۔

حالات کی تبدیلی

یزید کا حاکمِ کوفہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا

آپ سفر میں تھے کہ کوفہ کے حالات نے پلٹا کھایا۔ یزید کو معلوم ہوا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جو کوفہ کے حاکم ہیں ان کی موجودگی میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لے رہے ہیں تو اس نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

وَانْتَشَرَ خَبَرُهُمْ حَتّٰى بَلَغَ أَمِيْرَ الْكُوْفَةِ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَبَّرَهُ رَجُلٌ بِذٰلِكَ فَجَعَلَ يَضْرِبُ عَنْ ذٰلِكَ صَفْحًا وَلَا يَعْبَأُ بِهٖ

وَلٰكِنَّهٗ خَطَبَ النَّاسَ وَنَهَاهُمْ عَنِ الِاخْتِلَافِ وَالْفِتْنَةِ وَأَمَرَهُمْ بِالِائْتِلَافِ وَالسُّنَّةِ. وَقَالَ: إِنِّي لَا أُقَاتِلُ مَنْ لَا يُقَاتِلُنِي وَلَا أَثِبُ عَلٰى مَنْ لَا يَثِبُ عَلَيَّ. وَلَا آخُذُكُمْ بِالظِّنَّةِ. وَلٰكِنْ وَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَئِنْ فَارَقْتُمْ إِمَامَكُمْ وَنَكَثْتُمْ بَيْعَتَهٗ لَأُقَاتِلَنَّكُمْ مَا دَامَ فِي يَدِي مِنْ سَيْفِي قَائِمَتُهٗ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ شُعْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ فَقَالَ لَهٗ: إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا يَصْلُحُ إِلَّا بِالْغَشْمَةِ. وَإِنَّ الَّذِي سَلَكْتَهٗ أَيُّهَا الْأَمِيْرُ مَسْلَكُ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ فَقَالَ لَهُ النُّعْمَانُ: لَأَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ فِي طَاعَةِ اللهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْأَقْوِيَاءِ الْأَعِزَّيْنَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ ثُمَّ نَزَلَ فَكَتَبَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ إِلٰى يَزِيْدَ يُعْلِمُهٗ بِذٰلِكَ. وَ كَتَبَ إِلٰى يَزِيْدَ عَمَّارَةُ بْنُ عُقْبَةَ وَعَمْرُو بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ. فَبَعَثَ يَزِيْدُ فَعَزَلَ النُّعْمَانَ عَنِ الْكُوْفَةِ وَضَمَّهَا إِلٰى عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ زِيَادٍ مَعَ الْبَصْرَةِ. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص548 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والے لوگوں کی خبر پھیل گئی یہاں تک کہ کوفہ کے امیر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی۔ آپ کو ایک شخص نے جا کر صورتحال بتائی۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اس سے کنارہ کش رہے اور اس خبر کو اہمیت ہی نہ دی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر لوگوں کو جمع کیا اور انہیں ایک خطبہ دیا جس میں اختلاف اور فتنہ سے روکا۔ مزید یہ کہ آپس میں مل جل کر رہنے اور سنت پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص مجھ سے جنگ نہیں کرتا میں بھی اس سے جنگ نہیں کروں گا۔ جو مجھ پر حملہ نہیں کرتا میں بھی اس پر حملہ نہیں کروں گا اور نہ ہی تہمت کی وجہ سے آپ لوگوں کو گرفتار کروں گا۔ لیکن اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں اگر آپ لوگوں نے اپنے امام کو چھوڑا اور اس کی بیعت کو توڑا تو جب تک میری تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں ہے میں آپ لوگوں سے لڑوں گا۔

(آپ کی یہ باتیں سن کر) ایک شخص عبداللہ بن مسلم بن شعبہ الحضرمی (جو کہ

بنو امیہ کا حلیف تھا) آپ کے پاس آیا اور کہا: (حالات آپ کے سامنے ہیں) ان کی اصلاح بغیر سختی اور تشدد کے ممکن نہیں۔ اور جو رائے آپ نے اختیار کی ہے وہ کمزور اور بزدل لوگوں کی رائے ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کی اطاعت میں کمزور اور بزدل سمجھا جاؤں یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں اللہ کی معصیت و نافرمانی میں بہادر کہلاؤں۔ پھر آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔ اس شخص (عبداللہ بن مسلم بن شعبہ الحضرمی) نے یزید کو خط لکھا اور اسے اس صورتحال سے آگاہ کیا۔ اسی طرح عمارہ بن عقبہ اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص نے بھی یزید کی طرف خط لکھے۔ یزید نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا اور بصرہ کے ساتھ کوفہ کو بھی عبیداللہ بن زیاد کے ماتحت کر دیا۔

نئے حاکم کوفہ کی طرف یزید کا خط

حافظ ابوالفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

كَتَبَ يَزِيدُ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ: إِذَا قَدِمْتَ الْكُوفَةَ فَاطْلُبْ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ فَإِنْ قَدَرْتَ عَلَيْهِ فَاقْتُلْهُ أَوِ انْفِهِ.

ترجمہ: یزید نے عبیداللہ بن زیاد کی طرف خط لکھا کہ جب تم کوفہ جاؤ تو مسلم بن عقیل (رضی اللہ عنہ) کو تلاش کرو۔ اگر اس پر قابو پا لو تو اسے قتل کر دو یا پھر اسے کوفہ سے نکال دو۔ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 4 ص 548 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ابن زیاد کی کوفہ آمد

حافظ ابوالفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

فَسَارَ ابْنُ زِيَادٍ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَى الْكُوفَةِ. فَلَمَّا دَخَلَهَا دَخَلَهَا مُتَلَثِّمًا بِعِمَامَةٍ سَوْدَاءَ فَجَعَلَ لَا يَمُرُّ بِمَلَإٍ مِنَ النَّاسِ إِلَّا قَالَ: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ. فَيَقُولُونَ: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ. مَرْحَبًا بِابْنِ رَسُولِ اللهِ. يَظُنُّونَ أَنَّهُ

الْحُسَيْنُ، وَقَدْ كَانُوْا يَنْتَظِرُوْنَ قُدُوْمَهُ، وَتَكَاثَرَ النَّاسُ عَلَيْهِ، وَدَخَلَهَا فِي سَبْعَةَ عَشَرَ رَاكِبًا، فَقَالَ لَهُمْ مُسْلِمُ بْنُ عَمْرٍو مِنْ جِهَةِ يَزِيْدَ: تَأَخَّرُوْا. هٰذَا الْأَمِيْرُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ فَلَمَّا عَلِمُوا ذٰلِكَ عَلَتْهُمْ كَآبَةٌ وَحُزْنٌ شَدِيْدٌ. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص548، 549 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: عبید اللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا۔ جب وہ کوفہ میں داخل ہوا تو اس وقت اس نے سر پر سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ لوگوں کے پاس سے گزرتا تو ان کو سلام کرتا اور لوگ جواب میں کہتے "وعلیکم السلام اے ابن رسول اللہ!"۔ لوگ اسی گمان میں رہے کہ یہی حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہے۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے انتظار میں تھے۔ لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ ابن زیاد جس وقت کوفہ داخل ہوا اس وقت سترہ گھڑسوار اس کے ساتھ تھے۔ مسلم بن عمرو الباہلی جو یزید کا خط لے کر آیا تھا اس نے لوگوں سے کہا کہ پیچھے ہٹو! یہ (کوفہ کے نئے) حاکم عبید اللہ بن زیاد ہیں۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو انہیں اس بات کا بہت دکھ ہوا اور وہ رنجیدہ ہوئے۔

فائدہ: عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ کا حاکم بنتے ہی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تنگ کرنا شروع کر دیا، حالات ایسے بن گئے تھے کہ ابنِ زیاد کے سپاہی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو گرفتار یا پھر قتل کرنے کے لئے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے مختار بن ابی عبید کے گھر میں مقیم تھے، مخبری ہوئی تو ہانی بن عروہ کے گھر میں چلے گئے، وہاں سے بلال کے گھر پہنچے، جب بلال نے سوچا کہ ہم پکڑے جائیں گے تو اس نے مخبری کر دی۔

مسلم بن عقیلؓ کا 70 سپاہیوں سے مقابلہ

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

وَبَعَثَ ابْنُ زِيَادٍ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ الْمَخْزُوْمِيَّ - وَكَانَ صَاحِبَ شُرْطَتِهِ - وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْأَشْعَثِ فِي سَبْعِيْنَ أَوْ ثَمَانِيْنَ

فَارِسًا. فَلَمْ يَشْعُرْ مُسْلِمٌ إِلَّا وَقَدْ أُحِيطَ بِالدَّارِ الَّتِي هُوَ فِيهَا.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص551 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: ابن زیاد نے عمرو بن حریث مخزومی کو- جو اس کے لشکر کا سالار تھا- کو عبدالرحمٰن اور محمد بن اشعث کے ساتھ ستر یا اسی افراد کا دستہ دے کر گرفتاری کے لئے بھیجا۔ دوسری طرف حضرت مسلم بن عقیل کو اس ساری صورتحال کا علم نہیں تھا اور جس گھر میں آپ تشریف فرما تھے اس کا محاصرہ کر لیا گیا۔

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

فَدَخَلُوا عَلَيْهِ، فَقَامَ إِلَيْهِمْ بِالسَّيْفِ فَأَخْرَجَهُمْ مِنَ الدَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأُصِيبَتْ شَفَتُهُ الْعُلْيَا وَالسُّفْلَى. ثُمَّ جَعَلُوا يَرْمُونَهُ بِالْحِجَارَةِ وَيُلْهِبُونَ النَّارَ فِي أَطْنَانِ الْقَصَبِ فَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ بِسَيْفِهِ فَقَاتَلَهُمْ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص551 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: انہوں نے آپ پر حملہ کیا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے تلوار لے کر ان کا خوب مقابلہ کیا۔ اور تین بار انہیں گھر سے باہر نکالا۔ اسی دوران آپ کو زخم آئے اور آپ کے اوپر اور نیچے والے ہونٹ زخمی ہوئے۔ انہوں نے آپ پر پتھراؤ کیا اور سرکنڈوں کی رسیوں کو آگ لگا کر آپ کی طرف پھینکنے لگے۔ اس سے آپ کا دم گھٹنے لگا۔ چنانچہ آپ تلوار لے کر باہر نکلے اور ان سے لڑے۔

مسلم بن عقیلؒ کی پریشانی

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

فَبَكَى عِنْدَ ذَلِكَ، وَعَرَفَ أَنَّهُ مَقْتُولٌ ..... وَقَالَ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ حَوْلَهُ: إِنَّ مَنْ يَطْلُبُ مِثْلَ الَّذِي تَطْلُبُ لَا

يَبْكِي إِذَا نَزَلَ بِهِ هٰذَا. فَقَالَ: أَمَا وَاللهِ لَسْتُ أَبْكِي عَلَى نَفْسِي، وَلٰكِنْ أَبْكِي عَلَى الْحُسَيْنِ وَآلِ الْحُسَيْنِ إِنَّهُ قَدْ خَرَجَ إِلَيْكُمُ الْيَوْمَ أَوْ أَمْسِ مِنْ مَكَّةَ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص551 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: (جب آپ سے ہتھیار لے لئے گئے تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ عہد شکنی کرنے والے ہیں ان کے اس روّیے پر) آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ بخوبی سمجھ گئے کہ عنقریب آپ کو (نہتا کر کے) شہید کر دیا جائے گا..... آپ رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ آپ کے قریب ایک شخص (عمرو بن عبید) نے کہا کہ جیسا اقدام آپ نے کیا ہے ایسا اقدام کرنے والا اگر پکڑ لیا جائے تو اسے رونے کا کوئی حق نہیں۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے اسے جواباً فرمایا: اللہ کی قسم! میں اپنے لئے نہیں رو رہا بلکہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور آپ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لئے رو رہا ہوں (جن کو میرا خط مل چکا ہوگا) وہ لوگ آج یا کل (یعنی چند دنوں میں) مکہ سے تمہارے پاس پہنچنے والے ہوں گے۔ (یہاں پہنچ کر تمہارے ہاتھوں اس مصیبت میں گرفتار ہوں گے جس میں اس وقت میں گرفتار ہوں)

حضرت حسینؓ کے نام پیغام

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ: إِنِّي أَرَاكَ سَتَعْجِزُ عَنْ أَمَانِي فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَبْعَثَ مِنْ عِنْدِكَ رَجُلًا يُخْبِرُ الْحُسَيْنَ بِحَالِي وَيَقُولُ لَهُ عَنِّي لِيَرْجِعْ بِأَهْلِ بَيْتِهِ وَلَا يَغُرُّهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص33 ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین الحسین)

ترجمہ: مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے محمد بن اشعث سے کہا کہ تم نے مجھے پناہ دی ہے (لیکن حالات ایسے ہیں کہ آپ بے بس ہو جائیں گے اور مجھے قتل کر دیا جائے گا) میری ایک بات مانو کہ ایک قاصد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجو جو ان کو

میری اس حالت کی اطلاع کر دے اور اُن کو میرا یہ پیغام دے کہ آپ اپنے قافلے کے ہمراہ واپس لوٹ جائیں (کوفہ نہ آئیں) تاکہ اہلِ کوفہ انہیں دھوکہ نہ دے سکیں۔

ارادے کی مضبوطی

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ لَهُ ابْنُ الْأَشْعَثِ: وَاللهِ لَأَفْعَلَنَّ! ثُمَّ كَتَبَ بِمَا قَالَ مُسْلِمٌ إِلَى الْحُسَيْنِ، فَلَقِيَهُ الرَّسُوْلُ بِزُبَالَةَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ:

كُلُّمَا قُدِّرَ نَازِلٌ عِنْدَ اللهِ..... نَحْتَسِبُ أَنْفُسَنَا وَفَسَادَ أُمَّتِنَا.

ترجمہ: محمد بن اشعث نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے (وعدہ کرتے ہوئے) کہا کہ میں یہ کام ضرور کروں گا۔ (اپنے وعدے کے مطابق) ایک شخص کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف خط دے کر بھیجا۔ قاصد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اس وقت ملا جب آپ رضی اللہ عنہ مقام زُبالہ تک پہنچ چکے تھے۔ قاصد نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا پیغام دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو اللہ کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے وہ تو ہو کر رہے گا، ہم اپنی جانوں کا ثواب صرف اللہ ہی سے مانگتے ہیں اور اللہ کے حضور امت کے فساد (سے بچنے) کی فریاد کرتے ہیں۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص33 ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین الحسینؓ)

فائدہ: حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا پیغام سن کر بھی آپ رضی اللہ عنہ نے ارادہ ملتوی نہ کیا بلکہ مسلسل آگے کی جانب بڑھتے رہے۔

مسلم بن عقیل ابن زیاد کے قصر امارت میں

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَأَمَّا مُسْلِمٌ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدِمَ بِهِ الْقَصْرَ، وَدَخَلَ مُحَمَّدٌ عَلَى عُبَيْدِ اللهِ فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ وَأَمَانِهِ لَهُ، فَقَالَ لَهُ عُبَيْدُ اللهِ: مَا أَنْتَ وَالْأَمَانُ! مَا

أَرْسَلْنَاكَ لِتُؤَمِّنَهُ إِنَّمَا أَرْسَلْنَاكَ لِتَأْتِيَنَا بِهِ! فَسَكَتَ مُحَمَّدٌ.

ترجمہ: محمد بن اشعث حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو (امان دے کر) ابنِ زیاد کے قصر امارت میں لائے۔ محمد بن اشعث؛ ابن زیاد کے پاس آیا اور اسے کہا کہ میں نے ان کو پناہ دی ہے۔ ابنِ زیاد نے (غصے سے) کہا: تو نے اس کو امان دی ہے حالانکہ میں نے تمہیں امان دینے کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ میں نے تو تمہیں اس لئے بھیجا تھا کہ اسے گرفتار کر کے لاؤ۔ ابن زیاد کی یہ بات سن کر محمد بن اشعث خاموش ہو گئے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص33 ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین الحسین)

مسلم بن عقیلؓ کی وصیت

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں: قَالَ: فَدَعْنِي أُوصِي إِلَى بَعْضِ قَوْمِي. قَالَ: افْعَلْ. فَقَالَ لِعُمَرَ بْنِ سَعْدٍ: إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَكَ قَرَابَةً وَلِي إِلَيْكَ حَاجَةٌ وَهِيَ سِرٌّ. فَلَمْ يُمْكِنْهُ مِنْ ذِكْرِهَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ زِيَادٍ: لَا تَمْتَنِعْ مِنْ حَاجَةِ ابْنِ عَمِّكَ. فَقَامَ مَعَهُ فَقَالَ: إِنَّ عَلَيَّ بِالْكُوفَةِ دَيْنًا اسْتَدَنْتُهُ مُنْذُ قَدِمْتُ الْكُوفَةَ سَبْعَمِائَةِ دِرْهَمٍ فَاقْضِهَا عَنِّي وَانْظُرْ جُثَّتِي فَاسْتَوْهِبْهَا فَوَارِهَا وَابْعَثْ إِلَى الْحُسَيْنِ مَنْ يَرُدُّهُ. فَقَالَ عُمَرُ لِابْنِ زِيَادٍ: إِنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا. فَقَالَ ابْنُ زِيَادٍ: لَا يَخُونُكَ الْأَمِينُ وَلَكِنْ قَدْ يُؤْتَمَنُ الْخَائِنُ. أَمَّا مَالُكَ فَهُوَ لَكَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ. وَأَمَّا الْحُسَيْنُ فَإِنْ لَمْ يُرِدْنَا لَمْ نُرِدْهُ. وَإِنْ أَرَادَنَا لَمْ نَكُفَّ عَنْهُ وَأَمَّا جُثَّتُهُ فَإِنَّا لَنْ نُشَفِّعَكَ فِيهَا.

ترجمہ: مسلم بن عقیل نے ابن زیاد سے کہا کہ مجھے اتنی اجازت دو کہ میں اپنے لوگوں میں سے کسی کو وصیت کر سکوں! اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، کر لیں۔ مسلم بن عقیل نے عمر بن سعد سے کہا کہ میری اور تمہاری قرابت داری ہے، مجھے اب تمہاری ضرورت ہے۔ میری ایک مخفی حاجت ہے (جسے تم ضرور پورا کرو) عمر بن سعد اس بات کو سننے کے لئے آمادہ نہ ہوا تو ابن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا کہ اپنے چچازاد کی

ضرورت کو پورا کرنے سے نہ رکو (یعنی وہ جو کہتے ہیں ان کی مدد کرو)۔ چنانچہ عمر اٹھ کر مسلم بن عقیل کے ساتھ (ان کی بات سننے کے لئے) کھڑا ہو گیا۔ مسلم بن عقیل نے اسے کہا: جب سے کوفہ آیا ہوں تو میرے ذمہ سات سو درہم قرض ہو گیا ہے، تم یہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا، (جب ابن زیاد مجھے قتل کر دے تو) میری لاش اس سے لے کر دفن کر دینا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیج دینا جو انہیں وہیں سے واپس لوٹا دے۔ عمر بن سعد (وہاں سے آیا اور آ کر یہ راز کی بات اس) نے ابن زیاد کو بتا دی کہ مسلم بن عقیل نے مجھے یہ بات کی ہے۔ اس پر ابن زیاد نے کہا کہ امین آدمی ہرگز خیانت نہیں کرتا لیکن بسا اوقات خیانت کار کو امین سمجھا جاتا ہے (یعنی مسلم بن عقیل نے تجھے امین سمجھ کر راز کی بات تجھ سے بیان کی لیکن تو نے ان کا راز مجھے بتا کر فاش کر دیا) جہاں تک تمہارے مال کا تعلق ہے تو تم اس کے مالک ہو، جو کرنا چاہو کر سکتے ہو (یعنی مسلم بن عقیل کے قرض اتارنے کی اجازت ہے)۔ باقی رہی بات حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی تو اگر وہ ہمارے مقابلے کے لئے نہ آئیں تو ہم بھی ان کے مقابلے کے لئے نہیں جائیں گے اور اگر وہ ہم پر حملہ کرنے کے ارادے سے آئے تو ہم بھی رکنے والے نہیں۔ رہا مسلم بن عقیل کی لاش کا معاملہ تو اس حوالے سے ہم تمہاری سفارش قبول نہیں کرتے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص34 ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین الحسین)

مسلم بن عقیل کی شہادت

امام ابوالحسن عز الدین علی بن محمد بن محمد ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَأُصْعِدَ فَوْقَ الْقَصْرِ لِتُضْرَبَ رَقَبَتُهُ وَيُتْبِعُوا رَأْسَهُ جَسَدَهُ.... فَأُصْعِدَ مُسْلِمٌ فَوْقَ الْقَصْرِ وَهُوَ يَسْتَغْفِرُ وَيُسَبِّحُ..... فَضُرِبَتْ عُنُقُهُ، وَكَانَ الَّذِي قَتَلَهُ بُكَيْرُ بْنُ حُمْرَانَ الَّذِي ضَرَبَهُ مُسْلِمٌ. ثُمَّ أُتْبِعَ رَأْسَهُ جَسَدَهُ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص35 ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین الحسین)

ترجمہ: عبید اللہ بن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بارے

میں حکم دیا کہ قصر امارت کے اوپر لے جایا جائے۔ تاکہ وہاں ان کی گردن ماردی جائے اور سرتن سے جدا کر دیا جائے..... چنانچہ آپ کو قصر امارت کی چھت پر لے جایا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ اس وقت استغفار اور تسبیح کر رہے تھے..... آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ کا قاتل بُکیر بن حُمران ہے جس کو آپ نے مارا تھا۔ اس شخص نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو جسم سے الگ کر دیا۔

فائدہ: کوفیوں کی غداری اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس وقت ہوئی جب آپ مکہ مکرمہ سے نکل کر کوفہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔

حاکم مکہ کی طرف سے امان نامہ

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں: وَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ إِلَى عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ فَقَالَ لَهُ: اُكْتُبْ لِلْحُسَيْنِ كِتَابًا تَجْعَلُ لَهُ الْأَمَانَ فِيْهِ وَتُمَنِّيْهِ فِيْهِ الْبِرَّ وَالصِّلَةَ وَاسْأَلُهُ الرُّجُوْعَ وَكَانَ عَمْرٌو عَامِلَ يَزِيْدَ عَلَى مَكَّةَ. فَفَعَلَ عَمْرٌو ذٰلِكَ وَأَرْسَلَ الْكِتَابَ مَعَ أَخِيْهِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَمَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ. فَلَحِقَاهُ وَقَرَأَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَجَهِدَا أَنْ يَرْجِعَ. فَلَمْ يَفْعَلْ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص40 ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ عمرو بن سعید بن العاص کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے ایک امان نامہ لکھ دیں اور انہیں اس بات کی امید دلائیں کہ آپ سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کی جائے گی اور واپس لوٹنے کا مطالبہ کریں۔ عمرو بن سعید بن العاص ان دنوں یزید کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا۔ چنانچہ عمرو نے اسی طرح کیا اور ایک امان نامہ لکھ کر اپنے بھائی یحییٰ بن سعید اور عبد اللہ بن جعفر کے ہمراہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ وہ دونوں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، ملاقات ہوئی اور عمرو

بن سعید بن العاص کا خط آپ کو سنایا۔ دونوں اس بات کی بھرپور کوشش کرتے رہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئیں لیکن آپ واپس نہیں گئے۔

حضرت حسینؓ کا ایک مبارک خواب

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں: وَكَانَ مِمَّا اعْتَذَرَ بِهِ إِلَيْهِمَا أَنْ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رُؤْيَا رَأَيْتُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمِرْتُ فِيهَا بِأَمْرٍ أَنَا مَاضٍ لَهُ، عَلَيَّ كَانَ أَوْ لِي. فَقَالَا: مَا تِلْكَ الرُّؤْيَا؟ قَالَ: مَا حَدَّثْتُ بِهَا أَحَدًا وَمَا أَنَا مُحَدِّثٌ بِهَا أَحَدًا حَتَّى أَلْقَى رَبِّي.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص41 ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے عذر کیا کہ میں مکہ واپس نہیں آسکتا۔ اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے ایک کام حکم دیا گیا ہے اور وہ میں ضرور کروں گا۔ چاہے میرے لئے نقصان دہ ہو یا فائدہ مند۔ ان دونوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے تاکیدی جواب دیا کہ میں وہ کسی کو نہیں بتاؤں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب سے جاملوں۔

حضرت حسینؓ کی روانگی

ابن زیاد کو اطلاع:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت نقل فرماتے ہیں:

فَكَتَبَ مَرْوَانُ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدْ تَوَجَّهَ إِلَيْكَ، وَهُوَ الْحُسَيْنُ بْنُ فَاطِمَةَ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَتَاللهِ مَا أَحَدٌ يُسَلِّمُهُ اللهُ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنَ الْحُسَيْنِ. فَإِيَّاكَ أَنْ تُهَيِّجَ عَلَى نَفْسِكَ مَا لَا يَسُدُّهُ شَيْءٌ. وَلَا تَنْسَاهُ الْعَامَّةُ .... وَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَمْرُو بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ: أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ تَوَجَّهَ إِلَيْكَ الْحُسَيْنُ.

ترجمہ: مروان نے عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا: (جس کا مضمون یہ تھا) حمد وصلاۃ کے بعد! حسین بن علی رضی اللہ عنہما آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں، اور وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ اللہ کی قسم! جس کو اللہ سلامت رکھے ان میں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں۔ اپنے آپ کو جذبات میں لانے سے بچنا جس کی تلافی نہ ہو سکے (یعنی کوئی سخت اقدام نہ کرنا) اور لوگ اسے فراموش نہ کر سکیں۔ اسی طرح (حاکم مکہ) عمرو بن سعید بن العاص نے عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا (جس کا مضمون یہ تھا) حمد وصلاۃ کے بعد! آپ کی طرف حسین بن علی رضی اللہ عنہما تشریف لا رہے ہیں۔ (ان کا خاص خیال رکھنا) (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص561 صفۃ مخرج الحسین الی العراق)

یزید کا ابن زیاد کو خط

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت فرماتے ہیں:

كَتَبَ يَزِيْدُ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ أَنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ حُسَيْنًا قَدْ سَارَ إِلَى الْكُوفَةِ وَقَدِ ابْتُلِيَ بِهِ زَمَانُكَ مِنْ بَيْنِ الْأَزْمَانِ، وَبَلَدُكَ مِنْ بَيْنِ الْبُلْدَانِ، وَابْتُلِيْتَ أَنْتَ بِهِ مِنْ بَيْنِ الْعُمَّالِ، وَعِنْدَهَا تُعْتَقُ أَوْ تَعُوْدُ عَبْدًا كَمَا تُرَقُّ الْعَبِيْدُ وَتُعَبَّدُ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص561 صفۃ مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: یزید نے عبیداللہ بن زیاد کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ حسین بن علیؓ کوفہ آ رہے ہیں، اب تمہارا امتحان آن پڑا ہے، جس کے لئے سب زمانوں میں تمہارے زمانے کو، سب شہروں میں سے تمہارے شہر کو اور سب

حاکموں میں سے تمہیں آزمایا جائے گا۔ ایسے امتحانات میں ہی لوگ ترقی پاتے ہیں یا غلاموں کی طرح پست ہو جاتے ہیں، اور یہ وہ وقت ہے جب تُو آزاد ہو گا یا ایسا غلام بنے گا جیسے غلاموں کو (سیاسی دباؤ یا دھمکی سے) نرم کر کے ان پر قابو پا لیا جاتا ہے۔

فائدہ: جس راستے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے تھے اسی راستے پر ابن زیاد نے فوجی دستے مقرر کر دیئے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں۔ اس نے اپنی فوج کے ایک افسر حصین بن نمیر کو آگے بھیجا کہ قادسیہ پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مقابلے کی خوب تیاری کرے۔

حضرت حسینؓ کا اہل کوفہ کے نام پیغام

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مقام حاجر تک پہنچے تو آپ نے کوفہ والوں کے نام ایک خط لکھا اور قیس بن مسہر رحمہ اللہ کے ہاتھ ان کی طرف روانہ کیا۔

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت نقل فرماتے ہیں:

أَنَّ الْحُسَيْنَ أَقْبَلَ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ الْحَاجِرَ مِنْ بَطْنِ الرُّمَّةِ، بَعَثَ قَيْسَ بْنَ مُسْهِرٍ الصَّيْدَاوِيَّ إِلٰى أَهْلِ الْكُوفَةِ، وَكَتَبَ مَعَهُ إِلَيْهِمْ:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ إِلٰى إِخْوَانِهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ.

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ!

فَإِنِّيْ أَحْمَدُ إِلَيْكُمُ اللهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ. أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ كِتَابَ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيْلٍ جَاءَنِيْ يُخْبِرُنِيْ فِيْهِ بِحُسْنِ رَأْيِكُمْ، وَاجْتِمَاعِ مَلَئِكُمْ عَلٰى نَصْرِنَا، وَالطَّلَبِ بِحَقِّنَا. فَنَسْأَلُ اللهَ أَنْ يُحْسِنَ لَنَا الصَّنِيْعَ، وَأَنْ يُثِيْبَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ أَعْظَمَ الْأَجْرِ. وَقَدْ شَخَصْتُ إِلَيْكُمْ مِنْ مَكَّةَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ لِثَمَانٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ. فَإِذَا قَدِمَ عَلَيْكُمْ رَسُوْلِيْ فَاكْتُمُوْا أَمْرَكُمْ وَجِدُّوا فَإِنِّيْ قَادِمٌ عَلَيْكُمْ فِيْ أَيَّامِيْ هٰذِهِ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى.

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص564 مطبوعہ مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب وادی رُمّہ کے ایک مقام "حاجر" تک پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن مسہر الصیداوی کو اہل کوفہ کی طرف بھیجا اور ان کے نام یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حسین بن علی کی جانب سے (اہل کوفہ کے) مومن مسلمان بھائیوں کی طرف۔

السلام علیکم!

تمہارے ساتھ مل کر اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! مسلم بن عقیل کا خط میرے پاس آیا جس میں انہوں نے مجھے آپ لوگوں کی عمدہ رائے، آپ کے سردار لوگوں کی طرف سے ہماری امداد پر اتفاق رائے، ہمارے حق کا مطالبہ کرنے کی اطلاع دی ہے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں وہ ہمارے کام کو بخیر وخوبی پورا فرمائے۔ اور آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں آٹھ ذوالحج بروز منگل آپ لوگوں کی طرف چل پڑا ہوں جب میرا قاصد (قیس بن مسہر) آپ لوگوں کے پاس آئے تو اپنے معاملہ کو مخفی رکھنا اور اس میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا۔ میں انہی دنوں میں (بہت جلد) آپ کے پاس آرہا ہوں۔ ان شاء اللہ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قیس بن مسہر کی گرفتاری

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

وَأَقْبَلَ قَيْسُ بْنُ مُسْهِرٍ الصَّيْدَاوِيُّ بِكِتَابِ الْحُسَيْنِ إِلَى الْكُوفَةِ حَتّٰى إِذَا انْتَهٰى إِلَى الْقَادِسِيَّةِ أَخَذَهُ الْحُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ، فَبَعَثَ بِهٖ إِلٰى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص564 مطبوعہ مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: قیس بن مسہر رحمہ اللہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خط لے کر کوفہ کی طرف جا رہے، قادسیہ پہنچے تو ابن زیاد کے سپاہی حصین بن نمیر نے آپ کو گرفتار کرلیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔

قیس بن مسہر کی دلیری اور شہادت

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

فَقَالَ لَهُ ابْنُ زِيَادٍ: اصْعَدْ إِلَى أَعْلَى الْقَصْرِ فَسُبَّ الْكَذَّابَ ابْنَ الْكَذَّابِ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَابْنَهُ الْحُسَيْنَ فَصَعِدَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ هٰذَا الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ، ابْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا رَسُوْلُهُ إِلَيْكُمْ. وَقَدْ فَارَقْتُهُ بِالْحَاجِرِ مِنْ بَطْنِ ذِي الرُّمَّةِ، فَأَجِيْبُوْهُ وَاسْمَعُوْا لَهُ وَأَطِيْعُوْا ثُمَّ لَعَنَ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ زِيَادٍ وَأَبَاهُ، وَاسْتَغْفَرَ لِعَلِيٍّ وَالْحُسَيْنِ. فَأَمَرَ بِهِ ابْنُ زِيَادٍ، فَأُلْقِيَ مِنْ رَأْسِ الْقَصْرِ فَتَقَطَّعَ.

ترجمہ: ابن زیاد نے قیس بن مسہر رحمہ اللہ سے کہا کہ میرے قصر امارت کی چھت پر چڑھ کر (نعوذ باللہ) کذاب بن کذاب یعنی علی بن ابی طالب اور ان کے بیٹے حسین پر سب وشتم کرو (حضرت قیس بن مسہر کو قصر امارت کی چھت پر چڑھایا گیا) حضرت قیس بن مسہر رحمہ اللہ نے چھت پر چڑھ کر بلند آواز میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔ اس کے بعد فرمایا: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اس وقت خلقِ خدا میں سب سے بہتر انسان ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر ہیں۔ میں ان کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ وہ مقام حاجر تک تشریف لا چکے ہیں۔ تم لوگ آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کرو اور اُن سے جو (ساتھ دینے کا) وعدہ کیا تھا اُس کو پورا کرو۔ اس کے بعد ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعن طعن کی، حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے دعائے مغفرت کی۔ ابنِ

زیاد (اس دلیری پر بہت حیران ہوا اور اس) نے حکم دیا کہ قیس بن مسہر رحمہ اللہ کو چھت سے نیچے گرادیا جائے۔ سپاہیوں نے آپ کو چھت سے گرایا جس سے آپ کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے۔ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص564 مقتل مخرج الحسین الی العراق)

شہادتِ مسلم بن عقیل کی اطلاع

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمٍ وَالْمُنْذِرِ بْنِ الْمُشْمَعِلِّ الْأَسَدِيِّ قَالَا: لَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا لَمْ يَكُنْ لَنَا هِمَّةٌ إِلَّا اللِّحَاقُ بِالْحُسَيْنِ فَأَدْرَكْنَاهُ وَقَدْ مَرَّ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ، فَهَمَّ الْحُسَيْنُ أَنْ يُكَلِّمَهُ وَيَسْأَلَهُ ثُمَّ تَرَكَ ذٰلِكَ، فَجِئْنَا ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ أَخْبَارِ النَّاسِ، فَقَالَ: وَاللهِ! لَمْ أَخْرُجْ مِنَ الْكُوفَةِ حَتّٰى قُتِلَ مُسْلِمُ بْنُ عَقِيلٍ وَهَانِئُ بْنُ عُرْوَةَ، وَرَأَيْتُهُمَا يُجَرَّانِ بِأَرْجُلِهِمَا فِي السُّوقِ. قَالَا: فَلَحِقْنَا الْحُسَيْنَ فَأَخْبَرْنَاهُ، فَجَعَلَ يَقُوْلُ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ مِرَارًا.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص64 مقتل مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: قبیلہ اسد کے دو لوگ عبد اللہ بن سلیم اور منذری بن مشمعل سے مروی ہے کہ جب ہم نے حج کر لیا تو ہمارا صرف یہی ارادہ تھا کہ ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کریں۔ چنانچہ ہم آپ سے جا ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ بنی اسد کے ایک شخص کے قریب سے گزرے اور اس سے گفتگو کا ارادہ کیا لیکن پھر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ ہم اس شخص کے پاس گئے اور لوگوں کے احوال پوچھے۔ اس نے بتایا کہ جس وقت میں کوفہ سے نکلا (اور ادھر آیا) اس وقت مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ ان دونوں کو ٹانگوں سے پکڑ کر بازار میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ دونوں راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اس بات کی اطلاع دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کئی بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

قافلہ حسینی کی باہمی مشاورت

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ)

روایت فرماتے ہیں:

فَقُلْنَا لَهُ: اللهَ اللهَ فِي نَفْسِكَ. فَقَالَ: لَا خَيْرَ فِي الْعَيْشِ بَعْدَهُمَا. قُلْنَا: خَارَ اللهُ لَكَ. وَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: وَاللهِ مَا أَنْتَ مِثْلُ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيلٍ. وَلَوْ قَدْ قَدِمْتَ الْكُوفَةَ لَكَانَ النَّاسُ إِلَيْكَ أَسْرَعَ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 4 ص 565 مطبوعہ مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ہم نے یہ کہا خدارا! آپ اپنا خیال کریں (آپ کو مزید آگے نہیں جانا چاہئے کیونکہ جس مقصد کے لئے آپ نے سفر شروع کیا تھا کہ لوگوں سے بیعت لے کر یزید کے ظلم کو ختم کریں تو اب وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ آثار یہی نظر آرہے ہیں بلکہ اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ کوفہ کے جن لوگوں نے آپ کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی، آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے وہی غداری کر کے آپ کے مقابلے پر اتر آئیں گے۔ اس لئے حالات کا تقاضا یہی ہے کہ مزید آگے کی طرف سفر نہ کیا جائے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دونوں کی شہادت کے بعد زندگی کا کوئی مزہ نہیں۔ ہم نے عرض کی کہ اللہ آپ کو خیریت سے رکھے۔ جبکہ بعض ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ آپ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جیسے نہیں (آپ کی شان اور مقام بہت بلند ہے) اگر آپ کوفہ تشریف لے جائیں تو لوگ جلد آپ کے پاس پہنچیں گے۔ (اور آپ کا ساتھ دیں گے، اس لئے ہمیں آگے چلنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ اس سفر میں اس حقیقت کا مشاہدہ کھلی آنکھوں کے ساتھ کر رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جہاں پڑاؤ ڈالتے ہیں وہاں کے لوگ آپ کے ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتے اور کچھ شریک سفر بھی بن جاتے تھے۔ یہ آگے بڑھنے کی ایک وجہ تھی)

بنو عقیل کے جذبات

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ)

روایت فرماتے ہیں:

وَقَالَ غَيْرُهُمَا: لَمَّا سَمِعَ أَصْحَابُ الْحُسَيْنِ بِمَقْتَلِ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيلٍ وَثَبَ عِنْدَ ذٰلِكَ بَنُوْ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَقَالُوْا: لَا وَاللهِ لَا نَرْجِعُ حَتّٰى نُدْرِكَ ثَأْرَنَا. أَوْ نَذُوْقَ مَا ذَاقَ أَخُوْنَا. فَسَارَ الْحُسَيْنُ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص565 مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: اس موقع پر بعض لوگوں نے یہ بتایا کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو بنو عقیل اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی: بخدا! ہم اپنا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے یا پھر ہم بھی اپنے بھائی کی طرح جام شہادت نوش کر جائیں گے۔ چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آگے کی طرف چل پڑے۔ (یہ آگے بڑھنے کی دوسری وجہ تھی)

شہادت قیس بن مسہر کی اطلاع

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت فرماتے ہیں:

حَتّٰى إِذَا كَانَ بِزَرُوْدَ بَلَغَهُ أَيْضًا خَبَرُ مَقْتَلِ الَّذِي بَعَثَهُ بِكِتَابِهِ إِلٰى أَهْلِ الْكُوْفَةِ بَعْدَ أَنْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَوَصَلَ إِلٰى حَاجِرٍ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص565 مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: جب آپ مقام زرود تک پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ آپ کے اس قاصد کو قتل کر دیا گیا ہے جس کو آپ رضی اللہ عنہ نے مکہ سے نکلنے کے بعد حاجر پہنچ کر اہل کوفہ کی طرف پیغام دے کر بھیجا تھا۔

حضرت حسینؓ کا جامع ترین خطبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے شرکاء قافلہ کو جمع کیا اور انہیں ایک

جلد نمبر 9

خطبہ ارشاد فرمایا: حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) اس خطبہ کے الفاظ نقل فرماتے ہیں:

فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمُ الِانْصِرَافَ فَلْيَنْصَرِفْ مِنْ غَيْرِ حَرَجٍ عَلَيْهِ. وَلَيْسَ عَلَيْهِ مِنَّا ذِمَامٌ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص565 صفۃ مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: (جن لوگوں نے ہمیں بلایا تھا انہوں نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے) اب جس کا جی چاہے وہ یہاں سے واپس چلا جائے۔ کوئی حرج والی بات نہیں۔ ہم کسی کی ذمہ داری اپنے سر پر نہیں لینا چاہتے۔

چند لوگوں کی واپسی

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت فرماتے ہیں:

قَالَ: فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ أَيَادِيَ سَبَا يَمِينًا وَشِمَالًا. حَتَّى بَقِيَ فِي أَصْحَابِهِ الَّذِينَ جَاءُوا مَعَهُ مِنْ مَكَّةَ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص565 صفۃ مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: راوی کہتے ہیں کہ (آپ رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سن کر) ان لوگوں نے واپسی کی راہ لی اور دائیں بائیں منتشر ہو گئے (جیسا کہ سیل کے وقت) وادی سبا کے لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ صرف وہی لوگ آپ کے ساتھ رہ گئے جو مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ چلے تھے۔

حُر بن یزید کا لشکر

آپ رضی اللہ عنہ مزید آگے بڑھے، مقام عقبہ تک پہنچے۔ وہاں سے آگے کی طرف چلے تو دور سے ایک لشکر کے آثار دکھائی دیئے۔

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَسَبَقَهُمُ الْحُسَيْنُ إِلَى الْجَبَلِ فَنَزَلَ وَجَاءَ الْقَوْمُ وَهُمْ أَلْفُ فَارِسٍ مَعَ الْحُرِّ بْنِ يَزِيْدَ التَّمِيْمِيِّ ..... فَوَقَفُوْا مُقَابِلَ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ فِي حَرِّ الظَّهِيْرَةِ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص46 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس لشکر کی طرف بڑھے اور قریب ایک پہاڑی کو محاذ بنایا۔ (ابھی انہی تیاریوں میں مصروف تھے کہ) حُر بن یزید تمیمی دوپہر کے وقت ایک ہزار گھڑسواروں کا لشکر لے کر آپ رضی اللہ عنہ کے قافلے کے قریب پہنچ گیا۔

فائدہ: حُر بن یزید (یہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کا بیٹا نہیں ہے، یہ وضاحت اس لئے کر دی گئی کہ "بن یزید" کے لفظ سے اسے یزید بن معاویہ بن ابی سفیان نہ سمجھ لیا جائے) کو حصین بن نمیر نے اس طرف بھیجا تو اور حصین بن نمیر کو ابن زیاد نے مقرر کیا تھا اور ابن زیاد کو یزید نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا۔ گویا حُر بن یزید بالواسطہ یزید کا فوجی افسر تھا جو ایک ہزار گھڑسواروں کا لشکر لے کر یہاں تک پہنچ چکا تھا۔

حضرت حسینؓ کا خطبہ

امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمْ يَزَلْ مُوَاقِفًا الْحُسَيْنَ حَتّٰى حَضَرَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ. فَأَمَرَ الْحُسَيْنُ مُؤَذِّنَهُ بِالْأَذَانِ فَأَذَّنَ. وَخَرَجَ الْحُسَيْنُ إِلَيْهِمْ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهَا مَعْذِرَةٌ إِلَى اللهِ وَإِلَيْكُمْ. إِنِّي لَمْ أَتِكُمْ حَتّٰى أَتَتْنِي كُتُبُكُمْ وَرُسُلُكُمْ أَنِ اقْدَمْ إِلَيْنَا فَلَيْسَ لَنَا إِمَامٌ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنَا بِكَ عَلَى الْهُدٰى. فَقَدْ جِئْتُكُمْ. فَإِنْ تُعْطُونِي مَا أَطْمَئِنُّ إِلَيْهِ مِنْ عُهُوْدِكُمْ أَقْدَمْ مِصْرَكُمْ. وَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا أَوْ كُنْتُمْ لِمَقْدَمِي كَارِهِيْنَ انْصَرَفْتُ عَنْكُمْ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَقْبَلْتُ مِنْهُ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص46 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حُر بن یزید؛ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کافی دیر ٹھہرا رہا۔

اس کے بعد جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مؤذن سے فرمایا کہ اذان دیں۔ انہوں نے اذان دی۔ (اذان کے بعد) حضرت حسین رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فریق مقابل کے لشکر کو سنانے کے لئے ایک خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں اللہ کے سامنے اور آپ لوگوں کے سامنے یہ عذر رکھتا ہوں کہ میں نے اس وقت تک یہاں آنے کا ارادہ نہیں کیا جب تک کہ تمہارے بے شمار خطوط اور وفود میرے پاس نہیں آئے۔ جن میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ اس وقت تک ہمارا کوئی امام اور امیر نہیں۔ آپ آجائیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری ہدایت کا ذریعہ بنادے۔ میں تمہاری کی دعوت پر آگیا ہوں۔ اب اگر تم لوگ اپنے وعدوں پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر (کوفہ) میں جاتا ہوں، اور اگر تمہاری رائے بدل گئی ہے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا تھا وہیں چلا جاتا ہوں۔

نماز ظہر کی ادائیگی

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَالُوا لِلْمُؤَذِّنِ: أَقِمْ. فَأَقَامَ. وَقَالَ الْحُسَيْنُ لِلْحُرِّ: أَتُرِيدُ أَنْ تُصَلِّيَ أَنْتَ بِأَصْحَابِكَ؟ فَقَالَ: بَلْ صَلِّ أَنْتَ وَنُصَلِّي بِصَلَاتِكَ فَصَلَّى بِهِمُ الْحُسَيْنُ، ثُمَّ دَخَلَ وَاجْتَمَعَ إِلَيْهِ أَصْحَابُهُ وَانْصَرَفَ الْحُرُّ إِلَى مَكَانِهِ.

ترجمہ: اہل بیت کے قافلے نے موذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا، اس نے اقامت کہی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حُر بن یزید سے فرمایا کہ کیا آپ اپنے لشکر کو (الگ سے) نماز پڑھائیں گے؟ حُر بن یزید نے کہا کہ نہیں! بلکہ آپ نماز پڑھائیں، ہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے لوگوں میں آگئے اور حُر بن یزید اپنی جگہ چلا گیا۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص47 ذکر مقتل الحسین)

فائدہ: ان مشکل اور کڑے حالات میں آپ رضی اللہ عنہ نے ظہر اور عصر

دونوں نمازوں کو جمع نہیں فرمایا بلکہ اپنے اپنے وقت میں ادا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ جمع بین الصلاتین جائز نہیں ورنہ نماز ظہر کے بعد آپ اپنی جگہ تشریف نہ لے جاتے بلکہ ساتھ ہی نماز عصر پڑھا دیتے۔

نماز عصر کی ادائیگی اور خطبہ

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ صَلّٰی بِهِمُ الْحُسَيْنُ الْعَصْرَ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَهُمْ بِوَجْهِهٖ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ:

أَمَّا بَعْدُ! أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّكُمْ إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ وَتَعْرِفُوا الْحَقَّ لِأَهْلِهٖ يَكُنْ أَرْضٰى لِلّٰهِ، وَنَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ أَوْلٰى بِوِلَايَةِ هٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْمُدَّعِيْنَ مَا لَيْسَ لَهُمْ وَالسَّائِرِيْنَ فِيْكُمْ بِالْجَوْرِ وَالْعُدْوَانِ، فَإِنْ أَنْتُمْ كَرِهْتُمُوْنَا وَجَهِلْتُمْ حَقَّنَا وَكَانَ رَأْيُكُمْ غَيْرَ مَا أَتَتْنِيْ بِهٖ كُتُبُكُمْ وَرُسُلُكُمُ انْصَرَفْتُ عَنْكُمْ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص47 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: (اس کے بعد جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو قافلہ حسینی کے مؤذن نے عصر کی اذان دی) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھائی (حُر بن یزید نے اپنے لشکر سمیت یہ نماز بھی آپ کی اقتداء میں ادا کی)۔ اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے حُر بن یزید اور اس کے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے ایک خطبہ دیا:

حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

لوگو! اللہ سے ڈرو اور اہلِ حق کا حق پہچانو تو یہ اللہ کی رضا کا سبب ہوگا۔ ہم اہل بیت اس خلافت کے اُن لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں جو حق کے خلاف اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تم لوگوں پر ظلم کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر تم لوگ ہمارے حق سے ناواقف ہو یا اب تم لوگوں کی وہ رائے نہیں رہی جو مجھے خطوط میں لکھ بھیجی تھی اور قاصدوں نے مجھ تک پہنچائی تھی تو میں (اپنے لشکر سمیت) واپس لوٹ جاتا ہوں۔

حر بن یزید کی رکاوٹ

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ الْحُرُّ: إِنَّا وَاللهِ مَا نَدْرِیْ مَا هٰذِهِ الْكُتُبُ وَالرُّسُلُ الَّتِی تَذْكُرُ. فَأَخْرَجَ خُرْجَيْنِ مَمْلُوءَيْنِ صُحُفًا فَنَثَرَهَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ. فَقَالَ الْحُرُّ: فَإِنَّا لَسْنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَتَبُوْا إِلَيْكَ. وَقَدْ أُمِرْنَا أَنَّا إِذَا نَحْنُ لَقِيْنَاكَ أَنْ لَا نُفَارِقَكَ حَتّٰى نُقْدِمَكَ الْكُوْفَةَ عَلٰى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص47 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حُر بن یزید نے قسم کھا کر کہا کہ آپ جن خطوط اور وفود کی بابت ارشاد فرما رہے ہیں ہمیں ان کا علم نہیں۔ (آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو حکم دیا) انہوں نے کوفیوں کے خطوط سے بھرے ہوئے دو بڑے تھیلے حُر بن یزید کے سامنے انڈیل دیئے۔ حُر نے کہا کہ ہمارا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں جنہوں نے آپ کی طرف یہ خطوط لکھے۔ ہمیں امیر کی طرف سے حکم ملا ہے کہ اگر ہمارا اور آپ کا آمنا سامنا ہو جائے تو ہم اس وقت تک آپ سے جدا نہ ہوں جب تک آپ کو کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد تک نہ پہنچا دیں۔

واپسی کا حکم:

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ أَمَرَ أَصْحَابَهُ فَرَكِبُوْا لِيَنْصَرِفُوْا فَمَنَعَهُمُ الْحُرُّ مِنْ ذٰلِكَ.

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے قافلے والوں کو حکم دیا (سواریاں اور سامان سفر کو تیار کرو اور سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلو! آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں سب لوگوں نے اپنی سواریاں اور سامان سفر تیار کیا یہاں تک کہ) سواریوں پر سوار بھی ہو گئے لیکن حُر بن یزید نے انہیں روک دیا۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص47 ذکر مقتل الحسین)

حضرت حسینؓ اور حُر بن یزید کا مکالمہ

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ: مَا تُرِيْدُ، قَالَ الْحُرُّ: أُرِيْدُ أَنْ أَنْطَلِقَ بِكَ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ. قَالَ الْحُسَيْنُ: إِذَنْ وَاللهِ لَا أَتْبَعُكَ. قَالَ الْحُرُّ: إِذَنْ وَاللهِ لَا أَدَعُكَ. فَتَرَادَّا الْكَلَامَ. فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: إِنِّي لَمْ أُؤْمَرْ بِقِتَالِكَ وَإِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ لَا أُفَارِقَكَ حَتّٰى أُقْدِمَكَ الْكُوْفَةَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص47 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حر بن یزید سے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ حُر نے کہا کہ میں آپ کو (مدینہ کی طرف نہیں جانے دوں گا بلکہ ہر صورت) ابن زیاد تک پہنچاؤں گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! میں بھی کسی صورت آپ کے ساتھ (ابن زیاد کی طرف) جانے والا نہیں۔ دونوں کی گفتگو بڑھ گئی۔ حُر نے کہا کہ مجھے آپ کے ساتھ قتال کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ مجھے اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچاؤں۔

نہ کوفہ نہ مدینہ بلکہ کربلا

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

(فَإِذَا أَبَيْتَ) فَخُذْ طَرِيْقًا لَا تُدْخِلُكَ الْكُوْفَةَ وَلَا تَرُدُّكَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص48 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حُر بن یزید نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ کوفہ نہیں چلتے تو پھر یہاں سے ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ آپ کو کوفہ لے جائے اور نہ آپ کو مدینہ لوٹائے۔

حُر بن یزید کے نام ابن زیاد کا پیغام

جس وقت آپ دمشق جا رہے تھے تو راستے میں نینویٰ نامی جگہ پر پہنچے تو کوفہ سے عبید اللہ بن زیاد کا قاصد حُر بن یزید کے پاس پہنچا۔

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَسَلَّمَ عَلَى الْحُرِّ وَلَمْ يُسَلِّمْ عَلَى الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ، وَدَفَعَ إِلَى الْحُرِّ كِتَابًا مِنَ ابْنِ زِيَادٍ، فَإِذَا فِيهِ: أَمَّا بَعْدُ! فَجَعْجِعْ بِالْحُسَيْنِ حِينَ يَبْلُغُكَ كِتَابِي وَيَقْدَمُ عَلَيْكَ رَسُولِي فَلَا تُنْزِلْهُ إِلَّا بِالْعَرَاءِ فِي غَيْرِ حِصْنٍ وَعَلَى غَيْرِ مَاءٍ، وَقَدْ أَمَرْتُ رَسُولِي أَنْ يَلْزَمَكَ فَلَا يُفَارِقَكَ حَتَّى يَأْتِيَنِي بِإِنْفَاذِكَ أَمْرِي، وَالسَّلَامُ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص51 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: قاصد نے آکر حُر بن یزید کو سلام کیا لیکن حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اور آپ کے اصحاب کو سلام نہیں کیا۔ قاصد نے ابن زیاد کا ایک خط حُر بن یزید کو دیا جس کا مضمون یہ تھا۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

میرا قاصد تمہارے پاس میرا خط لے کر آیا ہے، یہ تمہیں جہاں ملے تم اسی جگہ رک جاؤ اور حسین پر میدان تنگ کر دو۔ کوشش کرو کہ ایسی جگہ پر انہیں روکو جہاں حفاظت کا انتظام نہ ہو اور جہاں پانی نہ ہو۔ میں نے اپنے قاصد کو یہ حکم دے دیا ہے کہ وہ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہے گا جب تک تم میری بات پوری نہیں کر لیتے۔ والسلام

فائدہ: حُر بن یزید نے اس خط کا مضمون حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سنا دیا اور عرض کی کہ میں امیر کے حکم کی وجہ سے مجبور ہوں۔ میرے سر پر یہ شخص جاسوس بن کر مسلط ہے اس لئے حُر بن یزید نے آپ کو ایسی جگہ روک لیا جہاں آبادی بھی نہیں تھی اور پانی بھی نہیں تھا۔

ہم پہل نہیں کریں گے

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ زُهَيْرُ بْنُ الْقَيْنِ لِلْحُسَيْنِ: إِنَّهُ لَا يَكُونُ وَاللهِ بَعْدَ مَا تَرَوْنَ إِلَّا مَا هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ! وَإِنَّ قِتَالَ هٰؤُلَاءِ السَّاعَةَ أَهْوَنُ عَلَيْنَا مِنْ قِتَالِ مَنْ يَأْتِينَا مِنْ بَعْدِهِمْ. فَلَعَمْرِي لَيَأْتِيَنَّا مِنْ بَعْدِهِمْ مَا لَا قِبَلَ لَنَا بِهِ! فَقَالَ الْحُسَيْنُ: مَا كُنْتُ لِأَبْدَأَهُمْ بِالْقِتَالِ. فَقَالَ لَهُ زُهَيْرٌ: سِرْ بِنَا إِلَى هٰذِهِ الْقَرْيَةِ حَتّٰى نَنْزِلَهَا فَإِنَّهَا حَصِينَةٌ وَهِيَ عَلٰى شَاطِئِ الْفُرَاتِ، فَإِنْ مَنَعُونَا قَاتَلْنَاهُمْ فَقِتَالُهُمْ أَهْوَنُ عَلَيْنَا مِنْ قِتَالِ مَنْ يَجِيءُ بَعْدَهُمْ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص52 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے زہیر بن القین نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کے نواسے! آپ دیکھ رہے ہیں ہر آنے والی گھڑی ہماری مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے (آپ ہمیں اجازت دیں ہم حُر بن یزید اور اس کے لشکر سے لڑتے ہیں کیونکہ) اس وقت ان سے لڑنا اس قدر مشکل نہیں جس قدر ان کے پیچھے آنے والے لشکروں سے لڑنا مشکل ہو جائے گا۔ بخدا! ان کے بعد اتنے لوگ ہم سے لڑنے آئیں گے جن کا ہم مقابلہ نہیں کر سکیں گے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لڑائی میں پہل نہیں کریں گے۔ زہیر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ اس بستی میں ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں وہ دریائے فرات کے کنارے ایک محفوظ مقام ہے۔ اگر وہ ہمارے راستے میں رکاوٹ ڈالیں گے تو ہم اس سے قتال کریں گے اور ان سے جنگ کرنا ان لوگوں کی بنسبت آسان ہے جو بعد میں آئیں گے۔

میدانِ کربلا میں

کربلا کے میدان میں

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ الْحُسَيْنُ: مَا هِيَ؟ قَالَ: الْعَقْرُ. قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَقْرِ! ثُمَّ نَزَلَ، وَذٰلِكَ يَوْمُ الْخَمِيْسِ الثَّانِي مِنْ مُحَرَّمٍ سَنَةَ إِحْدٰى وَسِتِّيْنَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص52 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ جواب ملا: عقر۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں عقر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر یہاں پڑاؤ ڈالا۔ یہ سن 61 ہجری دو محرم الحرام جمعرات کا دن تھا۔

عمر بن سعد کا لشکر کربلا میں

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ قَدِمَ عَلَيْهِمْ عُمَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ مِنَ الْكُوفَةِ فِي أَرْبَعَةِ آلَافٍ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص52 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: (آپ کربلا میں ہی تھے کہ) دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص (کو ابن زیاد نے چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا، وہ) چار ہزار فوجیوں کے ہمراہ کوفہ سے (کربلا) آیا۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَأَقْبَلَ فِي ذٰلِكَ الْجَيْشِ حَتّٰى نَزَلَ بِالْحُسَيْنِ، فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ بَعَثَ إِلَيْهِ رَسُوْلًا يَسْأَلُهُ مَا الَّذِي جَاءَ بِهِ. فَقَالَ الْحُسَيْنُ: كَتَبَ إِلَيَّ أَهْلُ مِصْرِكُمْ هٰذَا أَنْ أَقْدَمَ عَلَيْهِمْ. فَأَمَّا إِذْ كَرِهُوْنِي فَإِنِّي أَنْصَرِفُ عَنْهُمْ.

فَكَتَبَ عُمَرُ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ يُعَرِّفُهُ ذٰلِكَ.

ترجمہ: عمر بن سعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ کی طرف بڑھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قریب آ گیا۔ اپنے قاصد کو بھیجا کہ جاؤ پوچھ کر آؤ کہ یہ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے آپ کے شہر (کوفہ) والوں نے خطوط لکھے ہیں کہ میں ان کے پاس آؤں۔ اگر اب ان کی رائے بدل گئی ہے تو میں بھی واپس جانے کے لئے تیار ہوں۔ عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے سے ابن زیاد کو بذریعہ خط آگاہ کیا۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص53 ذکر مقتل الحسین)

ابن زیاد کی ہٹ دھرمی اور ظلم:

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ يَأْمُرُهُ أَنْ يَعْرِضَ عَلَى الْحُسَيْنِ بَيْعَةَ يَزِيْدَ فَإِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ رَأَيْنَا رَأْيَنَا. وَأَنْ يَمْنَعَهُ وَمَنْ مَعَهُ الْمَاءَ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص35 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: ابن زیاد نے (اس خط کے جواب میں) عمر بن سعد کو یہ لکھا کہ حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) کے سامنے صرف ایک بات رکھو کہ وہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو ہم غور کریں گے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا ہے؟ (عمر بن سعد کو مزید لکھا کہ) اور حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے قافلے والوں پر پانی بند کر دو۔

پانی کی بندش اور چند مشکیزوں کا حصول

امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَأَرْسَلَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ عَمْرَو بْنَ الْحَجَّاجِ عَلَى خَمْسِمِائَةِ فَارِسٍ، فَنَزَلُوا عَلَى الشَّرِيْعَةِ وَحَالُوا بَيْنَ الْحُسَيْنِ وَبَيْنَ الْمَاءِ. وَذٰلِكَ قَبْلَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ .... فَلَمَّا اشْتَدَّ الْعَطَشُ عَلَى الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ أَمَرَ

أَخَاهُ الْعَبَّاسَ بْنَ عَلِيٍّ فَسَارَ فِي عِشْرِيْنَ رَاجِلًا يَحْمِلُوْنَ الْقِرَبَ وَثَلَاثِيْنَ فَارِسًا فَدَنَوْا مِنَ الْمَاءِ فَقَاتَلُوْا عَلَيْهِ وَمَلَئُوا الْقِرَبَ وَعَادُوْا.

ترجمہ: عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو پانچ سو گھڑ سواروں کے ساتھ (قافلہ حسینی کی طرف بھیجا) وہ دریا کے کنارے پر پہنچے اور حضرت حسین اور پانی کے درمیان رکاوٹ بن گئے۔ یہ آپ کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے.... جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے قافلے نے پیاس کی شدت محسوس کی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما کو حکم دیا (کہ کچھ افراد کو ساتھ لے کر جاؤ اور پانی کے مشکیزے بھر لاؤ)۔ انہوں نے 20 پیدل اور 30 سوار لوگوں کو ساتھ لیا اور پانی کے قریب پہنچ گئے عمر بن سعد کی فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر چند مشکیزے پانی سے بھر کر لے آئے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص53، ص54 ذکر مقتل الحسین)

حضرت حسینؓ کی تین شرائط

اس کے بعد عمر بن سعد نے آپ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔

چنانچہ امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ لَهُ: اخْتَارُوا مِنِّي وَاحِدَةً مِنْ ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ أَرْجِعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ أَقْبَلْتُ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ أَضَعَ يَدِيْ فِيْ يَدِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَيَرَى فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ رَأْيَهُ، وَإِمَّا أَنْ تَسِيْرُوْا بِيْ إِلَى أَيِّ ثَغْرٍ مِنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص54 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے فرمایا کہ آپ لوگ میری طرف سے ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز کو اختیار کر لیں:

(1): میں جہاں سے آیا ہوں مجھے وہاں واپس جانے دیا جائے۔

(2): مجھے موقع دیا جائے کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں (بالمشافہ گفتگو کر لوں یا اپنے تحفظات دور کر لوں) وہ اپنے اور میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کر لے۔

(3): میں اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں (مجھے جانے دیا جائے تا کہ وہاں اسلام کی حفاظت کرسکوں)۔

فائدہ: یہ ایسے معقول اور واضح مطالبات تھے جس سے سرکاری حکام کے سب گلے شکوے دور ہو جانے چاہئے تھے لیکن عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے عمر بن سعد کو یہ حکم تھا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو غیر مشروط طریقے پر گرفتار کرے۔ نیز یہ الجھن نہیں ہونی چاہئے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یزید کی حکومت کو ہر لحاظ سے درست تسلیم کرلیا تھا بلکہ اسے زمینی حقیقت سمجھتے ہوئے اپنے اوپر مسلط سمجھا۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ کے مذاکرات یزید سے ہو جاتے اور وہ شرائط کو تسلیم کرلیتا اور اپنی خامیاں دور کرلیتا تو شاید نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔

عمر بن سعد کا ابن زیاد کے نام خط

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ إِلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ اللهَ أَطْفَأَ النَّائِرَةَ، وَجَمَعَ الْكَلِمَةَ، وَقَدْ أَعْطَانِي الْحُسَيْنُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَقْبَلَ مِنْهُ أَوْ أَنْ نُسَيِّرَهُ إِلَى أَيِّ ثَغْرٍ مِنَ الثُّغُورِ شِئْنَا، أَوْ أَنْ يَأْتِيَ يَزِيْدَ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيَضَعَ يَدَهُ فِي يَدِهِ، وَفِي هٰذَا لَكُمْ رِضًى، وَلِلْأُمَّةِ صَلَاحٌ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص55 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: عمر بن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا (جس میں یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شرائط ذکر کرنے کے بعد لکھا) کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آگ بجھا دی ہے اور مسلمانوں کو ایک کلمہ (بات) پر متفق فرما دیا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ (درج ذیل) تین صورتوں کہ میں سے جس کو اختیار کرلیا جائے اسی میں آپ کا بھی فائدہ ہے اور امت کی صلاح وفلاح ہے۔ (وہ تین صورتیں یہ ہیں)

1: میں جہاں سے آیا ہوں مجھے وہاں (مدینہ منورہ) واپس جانے دیا جائے۔

2: مجھے موقع دیا جائے کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں وہ اپنے اور میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کرلے۔

3: میں اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں (مجھے جانے دیا جائے تاکہ وہاں اسلام کی حفاظت کرسکوں)

ابن زیاد کی آمادگی

امام ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا قَرَأَ ابْنُ زِيَادٍ الْكِتَابَ قَالَ: هٰذَا كِتَابُ رَجُلٍ نَاصِحٍ لِأَمِيْرِهٖ، مُشْفِقٍ عَلٰى قَوْمِهٖ. نَعَمْ قَدْ قَبِلْتُ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص55 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: جب عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کا یہ خط پڑھا (جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مطالبات کا تذکرہ تھا) تو اس نے کہا کہ یہ ایک ایسے شخص کا خط ہے جو امیر کا خیرخواہ ہے اور اپنے لوگوں پر شفقت کرنے والا ہے۔ اچھا میں نے اسے قبول کیا۔

فائدہ: ابن زیاد ان معقول مطالبات کو تسلیم کر چکا تھا لیکن بدقسمتی سے اس کے دربار میں شمر بن ذی الجوشن نامی شخص بیٹھا ہوا تھا اس کے دل میں اہل بیت کا بغض بھرا ہوا تھا۔ اس نے ابن زیاد کو بہکایا اور نفرت آمیز گفتگو کی۔

شمر بن ذی الجوشن کی خباثت

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَامَ إِلَيْهِ شِمْرُ بْنُ ذِي الْجَوْشَنِ فَقَالَ: أَتَقْبَلُ هٰذَا مِنْهُ وَقَدْ نَزَلَ بِأَرْضِكَ وَإِلٰى جَنْبِكَ؟ وَاللهِ لَئِنْ رَحَلَ مِنْ بِلَادِكَ وَلَمْ يَضَعْ يَدَهٗ فِي يَدِكَ لَيَكُوْنَنَّ أَوْلٰى بِالْقُوَّةِ وَالْعِزَّةِ وَلَتَكُوْنَنَّ أَوْلٰى بِالضَّعْفِ وَالْعَجْزِ، فَلَا تُعْطِهِ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ فَإِنَّهَا مِنَ الْوَهْنِ وَلٰكِنْ لِيَنْزِلْ عَلٰى حُكْمِكَ هُوَ وَأَصْحَابُهٗ. فَإِنْ عَاقَبْتَ كُنْتَ وَلِيَّ الْعُقُوْبَةِ، وَإِنْ عَفَوْتَ كَانَ ذٰلِكَ لَكَ. وَاللهِ لَقَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّ الْحُسَيْنَ وَعُمَرَ يَتَحَدَّثَانِ عَامَّةَ اللَّيْلِ بَيْنَ

الْعَسْكَرَيْنِ. فَقَالَ ابْنُ زِيَادٍ: نِعْمَ مَا رَأَيْتَ!

ترجمہ: (یہ سن کر) شمر بن ذی الجوشن اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: کیا آپ ان کے یہ مطالبات قبول کرتے ہیں جبکہ وہ تو آپ کی سلطنت میں اور آپ کے پہلو میں موجود ہیں؟! بخدا! اگر وہ آپ کی اطاعت کئے بغیر آپ کے شہر سے واپس چلے گئے تو ان کے لئے قوت اور غلبہ جبکہ آپ کے لئے بزدلی اور کمزوری ہوگی۔ (انہیں ایسا موقع نہ دیں جو آپ کی ذلت کا باعث بنے۔) ہونا تو یہ چاہئے کہ وہ اور ان کے قافلہ کے لوگ سب کے سب آپ کے حکم پر سر جھکا دیں اور اگر آپ (یزید کی بیعت نہ کرنے پر) سزا دیں تو آپ کو سزا دینے کا حق ہے اور اگر آپ (یزید کی بیعت کرنے پر) معاف کر دیں تو بھی آپ کو اختیار ہے۔ قسم بخدا! مجھے تو یہ اطلاع ملی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عمر بن سعد پوری پوری رات لشکروں کے درمیان باتیں کرتے ہیں (یعنی ان کی ملی بھگت ہے)۔ ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن سے کہا کہ ہاں تم نے بڑی معقول بات کی ہے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص55 ذکر مقتل الحسین)

ابن زیاد کی شمر بن ذی الجوشن کو ہدایات:

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

اُخْرُجْ بِهٰذَا الْكِتَابِ إِلَى عُمَرَ فَلْيَعْرِضْ عَلَى الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ النُّزُوْلَ عَلٰى حُكْمِيْ. فَإِنْ فَعَلُوْا فَلْيَبْعَثْ بِهِمْ إِلَيَّ سِلْمًا. وَإِنْ أَبَوْا فَلْيُقَاتِلْهُمْ. وَإِنْ فَعَلَ فَاسْمَعْ لَهُ وَأَطِعْ. وَإِنْ أَبٰى فَأَنْتَ الْأَمِيْرُ عَلَيْهِ وَعَلَى النَّاسِ وَاضْرِبْ عُنُقَهُ وَابْعَثْ إِلَيَّ بِرَأْسِهِ.

ترجمہ: (ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کی رائے کو قبول کیا اور اسی مضمون کا خط عمر بن سعد کو لکھا۔ چنانچہ اس نے شمر بن ذی الجوشن کو کہا: اے شمر!) تم یہ خط لے کر عمر بن سعد کے پاس جاؤ۔ عمر بن سعد کو چاہئے کہ وہ حسین (رضی اللہ عنہ) اور ان کے قافلے کے لوگوں کو میرے حکم پر عمل کرنے کا کہے۔ اگر وہ لوگ میری بات مان لیں تو انہیں امن

وامان کے ساتھ میرے پاس بھیج دو اور اگر وہ ماننے سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرنا۔ اگر عمر بن سعد نے میری بات مان لی تو تم (شمر بن ذی الجوشن) بھی اس کی بات سننا اور ماننا اور اگر اس نے انکار کیا تو تم ہی اس پر اور فوج پر امیر بن جانا اور عمر بن سعد کو قتل کر دینا اور اس کا سر میرے پاس بھیج دینا۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص55 ذکر مقتل الحسین)

ابن زیاد کا خط عمر بن سعد کے نام

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَتَبَ مَعَهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي لَمْ أَبْعَثْكَ إِلَى الْحُسَيْنِ لِتَكُفَّ عَنْهُ وَلَا لِتُمَنِّيَهُ وَلَا لِتَطَاوَلَهُ وَلَا لِتَقْعُدَ لَهُ عِنْدِي شَافِعًا. انْظُرْ فَإِنْ نَزَلَ الْحُسَيْنُ وَأَصْحَابُهُ عَلَى الْحُكْمِ وَاسْتَسْلَمُوا فَابْعَثْ بِهِمْ إِلَيَّ سِلْمًا. وَإِنْ أَبَوْا فَازْحَفْ إِلَيْهِمْ حَتَّى تَقْتُلَهُمْ وَتُمَثِّلَ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ لِذَلِكَ مُسْتَحِقُّونَ. فَإِنْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَأَوْطِعِ الْخَيْلَ صَدْرَهُ وَظَهْرَهُ فَإِنَّهُ عَاقٌّ شَاقٌّ قَاطِعٌ ظَلُومٌ. فَإِنْ أَنْتَ مَضَيْتَ لِأَمْرِنَا جَزَيْنَاكَ جَزَاءَ السَّامِعِ الْمُطِيعِ. وَإِنْ أَنْتَ أَبَيْتَ فَاعْتَزِلْ جُنْدَنَا وَخَلِّ بَيْنَ شِمْرٍ وَبَيْنَ الْعَسْكَرِ. وَالسَّلَامُ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص55، 56 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: شمر بن ذی الجوشن کے ہاتھ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو ایک خط لکھا: (جس کا مضمون یہ تھا) بعد از سلام! میں نے تمہیں حسین کے مقابلے میں اس لئے نہیں بھیجا کہ تم اس سے الگ رہو، یا اس پر احسان کرو یا اسے امیدیں دلاؤ یا مجھ سے اس کی سفارش کرو۔ دیکھو! اگر حسین اور اس کے ساتھی میرے حکم پر سر جھکا دیں اور صلح کریں تو سب کو میرے پاس امن وامان پہنچا دو۔ اور اگر وہ نہ مانیں تو ان پر اس طرح لشکر کشی کر کہ وہ سب قتل ہو جائیں۔ پھر ان کی لاشوں کا مثلہ کرو (اعضائے جسم کو کاٹ) کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ اگر حسین قتل ہو جائے تو قتل کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان کو اوپر نیچے سے روند ڈالو کیونکہ وہ نافرمان، مخالف، خودسر اور ظالم ہے۔ اگر تم نے میرے حکم کی

تعمیل کی تو تمہیں ایک فرماں برادکی طرح انعام ملے گا اور اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو ہمارے لشکر کو چھوڑ دو اور لشکر کی قیادت شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کر دو۔ والسلام

22

عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کی باہمی گفتگو

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا أَتَى شِمْرٌ بِكِتَابِ ابْنِ زِيَادٍ إِلَى عُمَرَ قَالَ لَهُ: مَالَكَ وَيْلَكَ قَبَّحَ اللهُ مَا جِئْتَ بِهِ! وَاللهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ أَنْتَ ثَنَيْتَهُ أَنْ يَقْبَلَ مَا كُنْتُ كَتَبْتُ إِلَيْهِ بِهِ، أَفْسَدْتَ عَلَيْنَا أَمْرًا كُنَّا رَجَوْنَا أَنْ يَصْلُحَ، وَاللهِ لَا يَسْتَسْلِمُ الْحُسَيْنُ أَبَدًا وَاللهِ إِنَّ نَفْسَ أَبِيهِ لَبَيْنَ جَنْبَيْهِ .... وَنَهَضَ إِلَيْهِ عَشِيَّةَ الْخَمِيسِ لِتِسْعٍ مَضَيْنَ مِنَ الْمُحَرَّمِ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص56 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: جب شمر، ابن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس پہنچا (اس کے سامنے ابن زیاد کا خط رکھا۔ عمر بن سعد سمجھ گئے کہ یہ شمر کی خباثت وشرارت ہے) عمر بن سعد نے شمر بن ذی الجوشن سے کہا کہ یہ کیا کیا؟ اللہ تجھے ہلاک اور برباد کرے۔ اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ تو نے خوشامد کے ذریعے اسے میری تحریر پر عمل کرنے سے دور رکھا۔ تو نے معاملہ خراب کر دیا جس کے سمجھ جانے کی ہمیں امید تھی۔ اللہ کی قسم! حسین کبھی بھی خود کو ابن زیاد کے حوالے نہیں کرے گا کیونکہ اس کے سینے میں اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) جیسا دل ہے..... ابن سعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف لشکر لے کر روانہ ہوا اور یہ نو محرم الحرام جمعرات کا دن تھا۔

خواب میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ رَكِبَ عُمَرُ وَالنَّاسُ مَعَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْحُسَيْنُ جَالِسٌ أَمَامَ بَيْتِهِ مُحْتَبِيًا بِسَيْفِهِ إِذْ خَفَقَ بِرَأْسِهِ عَلَى رُكْبَتِهِ، وَسَمِعَتْ أُخْتُهُ زَيْنَبُ

الضَّجَّةَ فَدَنَتْ مِنْهُ فَأَيْقَظَتْهُ. فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ. فَقَالَ: إِنَّكَ تَرُوْحُ إِلَيْنَا.

ترجمہ: پھر عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ سوار ہو کر عصر کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کے سامنے تشریف فرما تھے اور تلوار اپنی گود میں رکھے ہوئے تھے۔ نیم خوابی کی وجہ سے اپنا سر مبارک گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے (اسی دوران آپ نے ایک خواب دیکھا) آپ کی بہن سیدہ زینب نے ایک شور سنا، وہ آپ کے قریب آئیں اور آپ کو بیدار کیا۔ آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ میں نے خواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ آپ شام کو ہمارے پاس آئیں گے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص56 ذکر مقتل الحسین)

فائدہ: یہ خواب سن کر حضرت زینب کو رونا آ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں صبر کی تلقین فرمائی۔

عباس بن علی کا صورتحال سے آگاہ کرنا

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ أَخُوْهُ: يَا أَخِي! أَتَاكَ الْقَوْمُ. فَنَهَضَ فَقَالَ: يَا أَخِي! أَرَكِبْتَ بِنَفْسِيْ. فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ: بَلْ أَرُوْحُ أَنَا. فَقَالَ: ارْكَبْ أَنْتَ حَتّٰى تَلْقَاهُمْ فَتَقُوْلَ: مَا لَكُمْ؟ وَمَا بَدَا لَكُمْ؟ وَتَسْأَلَهُمْ عَمَّا جَاءَ بِهِمْ. فَأَتَاهُمْ فِي نَحْوِ عِشْرِيْنَ فَارِسًا فِيْهِمْ زُهَيْرُ بْنُ الْقَيْنِ فَسَأَلَهُمْ. فَقَالُوْا جَاءَ أَمْرُ الْأَمِيْرِ بِكَذَا وَكَذَا. قَالَ: فَلَا تَعْجَلُوْا حَتّٰى أَرْجِعَ إِلٰى أَبِيْ عَبْدِ اللهِ فَأَعْرِضَ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْتُمْ. فَوَقَفُوْا وَرَجَعَ الْعَبَّاسُ إِلَيْهِ بِالْخَبَرِ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص56 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ بھائی جان! وہ لوگ ہم پر حملہ آور ہو گئے ہیں (یعنی ان کا مکمل ارادہ بن چکا

ہے) یہ سن کر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میرے بھائی! میں خود سوار ہو کر جاتا ہوں۔ حضرت عباس نے فرمایا: بلکہ میں جاتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں سے جا کر ملو اور ان سے پوچھو کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اور تمہارے آنے کی وجہ کیا ہے؟ حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما بیس گھڑ سواروں کو ساتھ لے کر ان کے پاس گئے جن میں زہیر بن القین شامل تھے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ امیر کا حکم اسی طرح آیا ہے (تم لوگ امیر کے حکم کے سامنے گردن جھکا لو ورنہ تمہیں مار دیا جائے گا) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ذرا ٹھہرو! میں حضرت ابوعبداللہ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر ساری صورتحال عرض کرتا ہوں جو تم کہہ رہے ہو۔ چنانچہ وہ لوگ ٹھہر گئے۔ حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ یہ خبر لے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

حضرت حسینؓ کا شمر کے نام پیغام

امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا أَخْبَرَهُ الْعَبَّاسُ بِقَوْلِهِمْ قَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ: ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُؤَخِّرَهُمْ إِلَى غُدْوَةٍ لَعَلَّنَا نُصَلِّي لِرَبِّنَا هٰذِهِ اللَّيْلَةَ وَنَدْعُوهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ فَهُوَ يَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ الصَّلَاةَ لَهُ وَتِلَاوَةَ كِتَابِهِ وَكَثْرَةَ الدُّعَاءِ وَالِاسْتِغْفَارِ. وَأَرَادَ الْحُسَيْنُ أَيْضًا أَنْ يُوصِيَ أَهْلَهُ. فَرَجَعَ إِلَيْهِمُ الْعَبَّاسُ وَقَالَ لَهُمْ: انْصَرِفُوا عَنَّا الْعَشِيَّةَ حَتَّى نَنْظُرَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ. فَإِذَا أَصْبَحْنَا الْتَقَيْنَا إِنْ شَاءَ اللهُ. فَإِمَّا رَضِينَاهُ وَإِمَّا رَدَدْنَاهُ.

ترجمہ: جب حضرت عباس (بن علی رضی اللہ عنہما) نے ان (شمر وغیرہ) لوگوں کی گفتگو کی اطلاع دی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ جائیں اور ان سے کہیں کہ اگر وہ کل صبح تک اس (جنگ) کو مؤخر کر سکتے ہیں (تو مؤخر کر دیں) تاکہ ہم آج رات اپنے رب کے حضور نماز ادا کر سکیں، دعا مانگ

سکیں، استغفار کر سکیں، کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ میں نماز کو محبوب رکھتا ہوں، اس کی کتاب کی تلاوت کو محبوب رکھتا ہوں اور دعا و مناجات اور کثرت استغفار کو محبوب رکھتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو کچھ وصیتیں (اور نصیحتیں) کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم لوگ آج رات یہاں سے چلے جاؤ (یعنی جنگ نہ کرو) تا کہ ہم اس معاملہ میں غور و فکر کر سکیں۔ ان شاء اللہ صبح کے وقت ملاقات ہوگی۔ یا تو ہم ان کی بات کو تسلیم کر لیں یا انکار کر دیں گے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص57 ذکر مقتل الحسین)

فائدہ: شمر اور عمر بن سعد وغیرہ نے باہمی مشورے سے اس بات کو قبول کر لیا اور واپس چلے گئے۔

حضرت حسین کا خطبہ

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَجَمَعَ الْحُسَيْنُ أَصْحَابَهُ بَعْدَ رُجُوعِ عُمَرَ فَقَالَ: أُثْنِي عَلَى اللهِ أَحْسَنَ الثَّنَاءِ وَأَحْمَدُهُ عَلَى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ. اللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ عَلَى أَنْ أَكْرَمْتَنَا بِالنُّبُوَّةِ وَجَعَلْتَ لَنَا أَسْمَاعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً وَعَلَّمْتَنَا الْقُرْآنَ وَفَقَّهْتَنَا فِي الدِّينِ فَاجْعَلْنَا لَكَ مِنَ الشَّاكِرِينَ أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَصْحَابًا أَوْفَى وَلَا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِي، وَلَا أَهْلَ بَيْتٍ أَبَرَّ وَلَا أَوْصَلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَجَزَاكُمُ اللهُ جَمِيعًا عَنِّي خَيْرًا أَلَا وَإِنِّي لَأَظُنُّ يَوْمَنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ الْأَعْدَاءِ غَدًا وَإِنِّي قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ جَمِيعًا فَانْطَلِقُوا فِي حِلٍّ لَيْسَ عَلَيْكُمْ مِنِّي ذِمَامٌ. هٰذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَكُمْ فَاتَّخِذُوهُ جَمَلًا وَلْيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِيَدِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَجَزَاكُمُ اللهُ جَمِيعًا. ثُمَّ تَفَرَّقُوا فِي الْبِلَادِ فِي سَوَادِكُمْ وَمَدَائِنِكُمْ حَتّٰى يُفَرِّجَ اللهُ، فَإِنَّ الْقَوْمَ يَطْلُبُونِي وَلَوْ أَصَابُونِي لَهَوْا عَنْ طَلَبِ غَيْرِي.

ترجمہ: عمر بن سعد کے چلے جانے کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے

قافلے والوں کو جمع کیا اور (نہایت پرجوش انداز میں) خطبہ دیا، جس میں فرمایا: میں اللہ کی اچھی ثنا بیان کرتا ہوں اور ہر حال میں شکر ادا کرتا ہوں، راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی۔ اے اللہ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمیں نبوت کے رشتے سے عزت بخشی۔ آپ نے ہمیں (حق بات سننے کے لئے) کان دیئے (حق بات دیکھنے کے لئے) آنکھیں دیں اور (حق بات سمجھنے کے لئے) دل دیا۔ آپ نے ہمیں قرآن کی تعلیم دی، آپ نے ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائی اور آپ نے ہمیں اپنے شکرگزار بندوں میں شامل فرمایا۔ امابعد! میرے علم کے مطابق آج کسی شخص کے ایسے وفادار ساتھی نہیں ہیں جیسے میرے ساتھی ہیں اور نہ کسی کے اہل بیت میرے اہل بیت سے زیادہ نیک اور فرمانبراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو میری طرف سے جزائے خیر دے، ہوسکتا ہے کہ ان دشمنوں کی طرف سے کل کا دن ہمارا آخری دن ثابت ہو اس لئے میری طرف سے سب کو اجازت ہے کہ آپ لوگوں کو جہاں پناہ ملتی ہوں وہاں چلے جائیں، آپ لوگوں کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔ رات چھا چکی ہے، اپنی سواریوں کو تیار کرو اور تم سے ہر شخص میرے اہل بیت کے ایک ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ لے جائے۔ اللہ تم سب لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اپنے اپنے شہروں، قصبوں اور علاقوں میں پھیل جاؤ یہاں تک کہ اللہ کوئی راستہ نکال دے۔ کیونکہ دشمن صرف میرا طلب گار ہے۔ جب مجھے پالے گا تو دوسروں کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص57 ذکر مقتل الحسین)

فائدہ: آپ رضی اللہ عنہ کے سب رفقاء نے وفاداری کا مکمل یقین دلاتے ہوئے کہا ہم آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔

سیدہ زینب کو وصیت

اس موقع پر حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہما بے قرار ہوگئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں تسلی دی اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے بطور وصیت فرمایا:

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

يَا أُخَيَّةُ! إِنِّي أُقْسِمُ عَلَيْكِ لَا تَشُقِّي عَلَيَّ جَيْبًا، وَلَا تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهًا، وَلَا تَدْعِي عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ إِنْ أَنَا هَلَكْتُ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص59 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: میری بہن! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میری وجہ سے تم اپنے کپڑے نہ پھاڑنا، اپنا چہرہ نہ نوچنا اور میری شہادت کی خبر سن کر مجھ پر آہ وزاری نہ کرنا۔

عاشوراء (دسویں محرم) کی رات

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں: فَلَمَّا أَمْسَوْا قَامُوْا اللَّيْلَ كُلَّهُ يُصَلُّوْنَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ وَيَتَضَرَّعُوْنَ وَيَدْعُوْنَ.

ترجمہ: جب رات ہوگئی تو (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے) قافلہ کے تمام لوگ رات بھر کے لئے نماز میں مصروف ہو گئے، استغفار کرنے لگے، گڑگڑانے لگے اور دعا ومناجات کرنے لگے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص59 ذکر مقتل الحسین)

صفوں کی ترتیب

امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا صَلَّى عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ الْغَدَاةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَقِيْلَ الْجُمُعَةِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ خَرَجَ فِيْمَنْ مَعَهُ مِنَ النَّاسِ وَعَبَّى الْحُسَيْنُ أَصْحَابَهُ وَصَلَّى بِهِمْ صَلَاةَ الْغَدَاةِ، وَكَانَ مَعَهُ اثْنَانِ وَثَلَاثُوْنَ فَارِسًا وَأَرْبَعُوْنَ رَاجِلًا، فَجَعَلَ زُهَيْرَ بْنَ الْقَيْنِ فِي مَيْمَنَةِ أَصْحَابِهِ وَحَبِيْبَ بْنَ مُظَهِّرٍ فِي مَيْسَرَتِهِمْ، وَأَعْطَى رَايَتَهُ الْعَبَّاسَ أَخَاهُ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص59 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: آخرکار دس محرم بروز جمعۃ المبارک (جبکہ ایک روایت کے مطابق ہفتے کے دن) جب عمر بن سعد نے فجر کی نماز ادا کر لی تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی

اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی اور انہیں فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ کے ساتھ 32 سوار اور 40 پیدل (کل 72) افراد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زُہیر بن القین کو لشکر کی دائیں جانب کا ذمہ دار بنایا جبکہ حبیب بن مظہر کو بائیں جانب کا، اور لشکر کا جھنڈا اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما کو دیا۔

حُر بن یزید کی لشکر حسینی میں شرکت اور شہادت

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَجَعَلَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ عَلَى رُبُعِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ عَبْدَ اللهِ بْنَ زُهَيْرٍ الْأَزْدِيَّ، وَعَلَى رُبُعِ رَبِيعَةَ وَ كِنْدَةَ قَيْسَ بْنَ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، وَعَلَى رُبُعِ مَذْحِجٍ وَأَسَدٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي سَبْرَةَ الْجُعْفِيَّ، وَعَلَى رُبُعِ تَمِيمٍ وَهَمْدَانَ الْحُرَّ بْنَ يَزِيْدَ الرِّيَاحِيَّ، فَشَهِدَ هٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ إِلَّا الْحُرَّ بْنَ يَزِيْدَ فَإِنَّهُ عَدَلَ إِلَى الْحُسَيْنِ وَقُتِلَ مَعَهُ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص60 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: عمر بن سعد نے (اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک حصے کا الگ الگ امیر مقرر کیا) لشکر کے ایک چوتھائی حصے پر جس کا تعلق مدینہ والوں سے تھا ان پر امیر عبداللہ بن زہیر ازدی کو، دوسرے چوتھائی حصے پر جس کا تعلق قبیلہ ربیعہ اور کندہ والوں سے تھا ان پر امیر قیس بن اشعث بن قیس کو، تیسرے چوتھائی حصے پر جس کا تعلق قبیلہ مذحج اور اسد سے تھا ان پر امیر عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ الجعفی کو اور آخری چوتھائی حصے پر جس کا تعلق قبیلہ تمیم اور ہمدان سے تھا ان پر امیر حُر بن یزید الریاحی کو مقرر کیا، اور یہ سب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک رہے سوائے حُر بن یزید کے۔ حُر بن یزید (ابن زیاد کے لشکر کے چھوڑ کر) حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آملا اور آپ کا ساتھ دیتے ہوئے شہید ہو گیا۔

دشمنوں سے دوٹوک خطاب

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر

رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا رَأَى أَصْحَابُ عُمَرَ النَّارَ تَلْتَهِبُ فِي الْقَصَبِ نَادَى شِمْرٌ الْحُسَيْنَ: تَعَجَّلْتَ النَّارَ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ الْقِيَامَةِ! فَعَرَفَهُ الْحُسَيْنُ فَقَالَ: أَنْتَ أَوْلَى بِهَا صِلِيًّا! ثُمَّ رَكِبَ الْحُسَيْنُ رَاحِلَتَهُ وَتَقَدَّمَ إِلَى النَّاسِ وَنَادَى بِصَوْتٍ عَالٍ يَسْمَعُهُ كُلُّ النَّاسِ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! اسْمَعُوا قَوْلِي وَلَا تُعَجِّلُونِي حَتَّى أَعِظَهُمْ بِمَا يَجِبُ لَكُمْ عَلَيَّ وَحَتَّى أَعْتَذِرَ إِلَيْكُمْ مِنْ مَقْدَمِي عَلَيْكُمْ. فَإِنْ قَبِلْتُمْ عُذْرِي وَصَدَّقْتُمْ قَوْلِي وَأَنْصَفْتُمُونِي كُنْتُمْ بِذَلِكَ أَسْعَدَ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيَّ سَبِيلٌ. وَإِنْ لَمْ تَقْبَلُوا مِنِّي الْعُذْرَ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ إِنَّ وَلِيِّيَ اللهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ.

ترجمہ: جب عمر بن سعد کے ساتھیوں نے وہ بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی جو خیموں کے پیچھے گڑھوں میں لگائی گئی تھی تو شمر بن ذی الجوشن نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکارتے ہوئے کہا: اے حسین! تو نے قیامت سے پہلے دنیا میں اپنے لئے آگ (میں جلنے) کے لئے جلدی کی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے پہچان لیا تو فرمایا کہ تو ہی جہنم کی آگ میں جلنے کا مستحق ہے۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہوئے، لوگوں کی طرف بڑھے اور بلند آواز سے انہیں ایک خطبہ دیا جو ہر شخص نے سنا: آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! میری بات سنو، جلدی نہ کرو تاکہ میں نصیحت کا حق ادا کر سکوں جو میرے ذمہ ہے اور میں تم لوگوں کو اپنے یہاں آنے کی وجہ بتا سکوں۔ اگر تم لوگوں کو میری بات معقول اور سچی نظر آئے اور تم مجھ سے انصاف سے کام لو تو تم نہایت نیک بخت ہو گے اور تمہیں مجھے قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا، اور اگر تم میرا عذر قبول نہ کرو تو پھر تم اپنے شریکوں کو ساتھ ملا کر (میرے خلاف) اپنی تدبیروں کو خوب پختہ کر لو، پھر جو تدبیر تم کرو وہ تمہارے دل میں کسی گھٹن کا باعث نہ بنے، بلکہ میرے خلاف جو فیصلہ تم نے کیا ہو، اسے (دل کھول کر) کر گزرو، اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا محافظ تو اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی ہے اور

وہ نیک لوگوں کی حفاظت کرتا ہے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص61 ذکر مقتل الحسین)

روسائے کوفہ سے خطاب

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَنَادَى: يَا شَبَثُ بْنَ رِبْعِيٍّ! وَيَا حَجَّارُ بْنَ أَبْجَرَ! وَيَا قَيْسُ بْنَ الْأَشْعَثِ! وَيَا زَيْدُ بْنَ الْحَارِثِ! أَلَمْ تَكْتُبُوا إِلَيَّ فِي الْقُدُومِ عَلَيْكُمْ؟ قَالُوا: لَمْ نَفْعَلْ. ثُمَّ قَالَ: بَلَى فَعَلْتُمْ. ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِذْ كَرِهْتُمُونِي فَدَعُونِي أَنْصَرِفْ إِلَى مَأْمَنِي مِنَ الْأَرْضِ. قَالَ: فَقَالَ لَهُ قَيْسُ بْنُ الْأَشْعَثِ: أَوَلَا تَنْزِلُ عَلَى حُكْمِ ابْنِ عَمِّكَ، يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ. فَإِنَّكَ لَنْ تَرَى إِلَّا مَا تُحِبُّ. فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ: ... وَاللهِ وَلَا أُعْطِيهِمْ بِيَدِي عَطَاءَ الذَّلِيلِ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص62 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: (میدان کربلا میں ایک موقع پر) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے (کوفہ کے روساء کو نام بنام پکار کر) فرمایا: اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے زید بن حارث! کیا آپ لوگوں نے مجھے اپنے ہاں بلانے کے لئے خطوط نہیں لکھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے (خطوط لکھنے والا کام) نہیں کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یقیناً تم لوگوں نے ہی کیا ہے۔ پھر فرمایا: اگر تم لوگ میرے یہاں آنے کو پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں پر امن علاقے کی طرف چلا جاؤں۔

اس کے بعد قیس بن اشعث نے کہا: آپ اپنے چچازاد ابن زیاد کی بات کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ یقیناً آپ وہ بات دیکھیں گے جو آپ کو محبوب ہے۔ (یعنی آپ سے برا سلوک نہیں کریں گے)۔۔۔۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کبھی اپنا ہاتھ ذلیل آدمی کی طرح ان کے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔

ابن زیاد کے بجائے یزید سے ملاقات کی وجہ

یہاں ایک بات غور طلب ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید سے

ملاقات اور اس سے بیعت پر رضامندی کا عندیہ کئی مقام پر دیتے رہے جیسا کہ عمر بن سعد سے گفتگو کے وقت تین مطالبات کے ضمن میں گزرا اور ابھی اوپر روساء کوفہ کے ساتھ گفتگو کے ضمن میں بھی گزرا ہے لیکن ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور گرفتار ہو کر اس کے پاس جانے سے برابر انکار کیوں کرتے رہے جبکہ عبیداللہ بن زیاد اپنی نہیں بلکہ یزید ہی کی بیعت لینا چاہتا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ہدف سیاسی اصلاحات کے نفاذ کا تھا اور آپ ان سیاسی اصلاحات کے نفاذ کی شرط پر یزید کی بیعت کرنے کا عندیہ دیتے رہے۔ چونکہ یہ اختیار صرف یزید کے پاس تھا اس لئے اس کے ساتھ براہ راست ملاقات کرنا بھی چاہتے تھے اور اگر وہ اصلاحات کو مان لیتا تو بیعت بھی فرما لیتے۔ جبکہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس سیاسی اصلاحات کے نفاذ کا اختیار نہیں تھا اس لئے اس کے پاس جانے اور بیعت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ بالخصوص ایسے حالات میں جبکہ وہ تحفظ دیئے بغیر اور یزید کے پاس بحفاظت پہنچانے کی ضمانت دیئے بغیر غیر مشروط طور پر بیعت لینے کا اصرار کرتا رہا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ محض اپنی جان بچانے کے لئے یزید کی بیعت پر قطعاً آمادگی کا اظہار نہیں کر رہے تھے۔ اگر جان بچانا مقصود ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ ابن زیاد کی فوج کے سامنے اس کا اظہار کر دیتے جو کہ آپ کی فوج سے چالیس گنا زیادہ تھی۔ اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تحریک عزیمت کو پست زاویہ نگاہ سے دیکھنا ذہنی پستی کی علامت، ناصبیت کے نظریات سے متاثر ہونے اور اصل حقائق کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

زہیر بن القین کا خطاب

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ لَهُمْ: يَا عِبَادَ اللهِ! إِنَّ وَلَدَ فَاطِمَةَ أَحَقُّ بِالْوُدِّ وَالنَّصْرِ مِنَ ابْنِ سُمَيَّةَ فَإِنْ كُنْتُمْ لَمْ تَنْصُرُوهُمْ فَأَعِيذُكُمْ بِاللهِ أَنْ تَقْتُلُوهُمْ. خَلُّوا

بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ ابْنِ عَمِّهِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَلَعَمْرِيْ إِنَّ يَزِيْدَ لَيَرْضٰى مِنْ طَاعَتِكُمْ بِدُوْنِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ فَرَمَاهُ شِمْرٌ بِسَهْمٍ وَقَالَ: اسْكُتْ.

ترجمہ: زہیر بن القین نے دشمنوں سے کہا: اے اللہ کے بندو! سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ سمیہ کے بیٹے (عبیداللہ بن زیاد) سے زیادہ محبت ونصرت کا حقدار ہے۔ اگر تم ان لوگوں (حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور آپ کے لشکر) کی مدد ونصرت نہیں کر سکتے تو میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس بات سے تم ان کو قتل کرو۔ (میری بات مانو) ان کو اور ان کے چچازاد بھائی یزید بن معاویہ کو (معاملہ حل کرنے کے لئے) چھوڑ دو۔ بخدا! یزید بن معاویہ قتل حسین کے بغیر بھی تم لوگوں کی اطاعت سے راضی رہے گا۔ (جب بات بڑھ گئی) تو شمر بن ذی الجوشن نے زہیر بن القین پر تیر چلا دیا اور کہا چپ ہو جا! (الکامل فی التاریخ: ج4 ص63 ذکر مقتل الحسین)

حضرت حسینؓ کی توہین اور اس کی سزا

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

تَقَدَّمَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ ابْنُ حَوْزَةَ فَقَالَ: أَفِيكُمُ الْحُسَيْنُ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ فَقَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالُوا: نَعَمْ! فَمَا حَاجَتُكَ؟ قَالَ: يَا حُسَيْنُ! أَبْشِرْ بِالنَّارِ. قَالَ لَهُ: كَذَبْتَ بَلْ أَقْدَمُ عَلٰى رَبٍّ رَحِيْمٍ وَشَفِيْعٍ مُطَاعٍ. فَمَنْ أَنْتَ. قَالَ: ابْنُ حَوْزَةَ. فَرَفَعَ الْحُسَيْنُ يَدَيْهِ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ حُزَّهُ إِلَى النَّارِ! فَغَضِبَ ابْنُ حَوْزَةَ فَأَقْحَمَ فَرَسَهُ فِي نَهْرٍ بَيْنَهُمَا فَتَعَلَّقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ وَجَالَتْ بِهِ الْفَرَسُ فَسَقَطَ عَنْهَا فَانْقَطَعَتْ فَخِذُهُ وَسَاقُهُ وَقَدَمُهُ وَبَقِيَ جَنْبُهُ الْآخَرُ مُتَعَلِّقًا بِالرِّكَابِ يُضْرَبُ بِهِ كُلُّ حَجَرٍ وَشَجَرٍ حَتّٰى مَاتَ.

ترجمہ: دشمن کی صفوں میں سے ایک شخص آگے بڑھا جسے "ابن حوزہ" کہا جاتا تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا تم میں حسین ہیں؟ قافلہ حسینی میں سے کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ اس نے تین بار پوچھا: لوگوں نے بتایا کہ ہاں موجود ہیں۔ تمہیں ان سے کیا کام ہے؟

ابن حوزہ کہنے لگا کہ اے حسین! جہنم کی بشارت قبول کر! حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، میں تو رب رحیم اور (رسول) شفیع ومطاع کے پاس جاؤں گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ابن حوزہ! حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھائے اور اسے بددعا دیتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! اسے جہنم کی آگ میں کھینچ لے! ابن حوزہ کو غصہ آیا اس نے اپنے گھوڑے کو آپ کی طرف بڑھانا چاہا لیکن آپ کے اور اس کے درمیان ایک گڑھا تھا اس کا پاؤں گھوڑے کی رکاب میں پھنس گیا، گھوڑا اسے لے کر میدان میں بھاگا۔ ابن حوزہ اس کی پشت سے نیچے گرا جس سے اس کی ایک ران، ایک پنڈلی اور ایک پاؤں کٹ گیا اور اس کا آدھا حصہ اسی رکاب میں اٹکا رہا جس کی وجہ سے وہ پتھروں اور درختوں سے ٹکراتا رہا یہاں تک کہ مرگیا۔　　(الکامل فی التاریخ: ج4 ص66 ذکر مقتل الحسین)

مسروق بن وائل کا فرار

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ مَسْرُوقُ بْنُ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيُّ قَدْ خَرَجَ مَعَهُمْ وَقَالَ لَعَلِّي: أُصِيبُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ، فَأُصِيبُ بِهِ مَنْزِلَةً عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ. فَلَمَّا رَأَى مَا صَنَعَ اللهُ بِابْنِ حَوْزَةَ بِدُعَاءِ الْحُسَيْنِ رَجَعَ وَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ شَيْئًا. لَا أُقَاتِلُهُمْ أَبَدًا.　　(الکامل فی التاریخ: ج4 ص66 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: مسروق بن وائل حضرمی پہلے دشمن کے لشکر کے ساتھ آیا اور کہا کہ شاید حسین کا سر میں کاٹ لوں اور اس کے ذریعے ابن زیاد کے ہاں میرا مرتبہ بڑھ جائے۔ جب اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بددعا کی وجہ سے ابن حوزہ کا انجام دیکھا تو واپس پلٹ گیا، اور کہا کہ اس خاندان کی ایسی عظیم الشان کرامت (ابن حوزہ کی ہلاکت کی صورت میں) دیکھی ہے تو میں اب کبھی ان سے جنگ نہیں کروں گا۔

عمرو بن قرظہ کی شہادت

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

خَرَجَ عَمْرُو بْنُ قَرَظَةَ الْأَنْصَارِيُّ وَقَاتَلَ دُوْنَ الْحُسَيْنِ فَقُتِلَ، وَكَانَ أَخُوْهُ مَعَ عَمْرِو بْنِ سَعْدٍ، فَنَادٰى: يَا حُسَيْنُ! يَا كَذَّابُ ابْنَ الْكَذَّابِ! أَضْلَلْتَ أَخِي وَغَرَرْتَهُ حَتّٰى قَتَلْتَهُ! فَقَالَ: إِنَّ اللهَ لَمْ يُضِلَّ أَخَاكَ بَلْ هَدَاهُ وَأَضَلَّكَ. قَالَ: قَتَلَنِي اللهُ إِنْ لَمْ أَقْتُلْكَ أَوْ أَمُوْتَ دُوْنَكَ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص67 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: عمرو بن قرظہ انصاری حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت کی خاطر جنگ کے لئے نکلے اور خود شہید ہو گئے۔ ان کا ایک بھائی (علی بن قرظہ) ابن سعد کے لشکر میں تھا۔ (جب اس نے دیکھا کہ لشکر حسینی میں شریک اس کے بھائی حضرت عمرو بن قرظہ انصاری رحمہ اللہ شہید ہو گئے ہیں) تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: اے کذاب بن کذاب! تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور اسے دھوکہ دیا یہاں تک کہ تو نے اسے قتل کیا (یعنی قتل کا سبب بنے ہو) آپ نے جواب دیا: اللہ نے تمہارے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اسے ہدایت دی ہے اور تجھے گمراہ کیا ہے۔ اس نے کہا: اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو اللہ مجھے ہلاک کرے یا پھر میں تجھے مارنے میں خود ہی مر جاؤں۔

مسلم بن عوسجہ کی وصیت اور شہادت

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

صُرِعَ مُسْلِمُ بْنُ عَوْسَجَةَ الْأَسَدِيُّ، وَانْصَرَفَ عَمْرٌو وَمُسْلِمٌ صَرِيعٌ، فَمَشٰى إِلَيْهِ الْحُسَيْنُ وَبِهِ رَمَقٌ فَقَالَ: رَحِمَكَ اللهُ يَا مُسْلِمَ بْنَ عَوْسَجَةَ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ وَدَنَا مِنْهُ حَبِيْبُ بْنُ مُظَهِّرٍ وَقَالَ: عَزَّ عَلَيَّ مَصْرَعُكَ أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ. وَلَوْلَا أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي فِي

أَتْرُكَ لَاحِقٌ بِكَ لَأَحْبَبْتُ أَنْ تُوصِيَنِي حَتّٰى أَحْفَظَكَ بِمَا أَنْتَ لَهُ أَهْلٌ. فَقَالَ: أُوصِيكَ بِهٰذَا، رَحِمَكَ اللهُ، وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْحُسَيْنِ، أَنْ تَمُوتَ دُونَهُ. فَقَالَ: أَفْعَلُ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص67 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: (لشکر حسینی میں) مسلم بن عوسجہ اسدی زخمی ہو کر گر پڑے۔ عمرو بن حجاج انہیں اس طرح گرا پڑا چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ چل کر آپ کے پاس آئے، ابھی زندگی کے کچھ آثار آپ میں باقی تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مسلم بن عوسجہ! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ (پھر قرآن کریم کی آیت مبارکہ تلاوت فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ) "کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے اپنی جان قربان کرنے کی نذر پوری کر دی اور شہادت پالی اور کچھ لوگ اس کے انتظار میں ہیں۔" پھر حبیب بن مظہر رحمہ اللہ آپ کے قریب آئے اور فرمایا: آپ کے قتل ہونے کا مجھے انتہائی صدمہ ہے (لیکن ایمان پر شہادت کی وجہ سے) آپ کو جنت کی خوشخبری ہو۔ نیز میں جانتا ہوں کہ آپ کے بعد میں بھی شہید ہونے والا ہوں ورنہ میں آپ سے یہ کہتا کہ آپ کا جو دل چاہے مجھے وصیت کریں تاکہ میں اسے پورا کروں جیسا کہ آپ کے مقام کا تقاضا ہے (کہ آپ کی وصیت پوری ہونی چاہئے)۔ مسلم بن عوسجہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے بارے میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کی حفاظت کرتے ہوئے (آپ کو اپنی جان بھی دینی پڑے تو) اپنی جان دے دینا۔ حبیب بن مظہر نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔

کمک کی طلب

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَاتَلَ أَصْحَابُ الْحُسَيْنِ قِتَالًا شَدِيدًا وَهُمُ اثْنَانِ وَثَلَاثُونَ فَارِسًا، فَلَمْ تَحْمِلْ عَلَى جَانِبٍ مِنْ خَيْلِ الْكُوفَةِ إِلَّا كَشَفَتْهُ. فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عَزْرَةُ بْنُ قَيْسٍ، وَهُوَ عَلَى خَيْلِ الْكُوفَةِ، بَعَثَ إِلَى عُمَرَ فَقَالَ: أَلَا تَرَى

مَا تَلْقٰى خَيْلِي هٰذَا الْيَوْمَ مِنْ هٰذِهِ الْعِدَّةِ الْيَسِيْرَةِ؛ ابْعَثْ إِلَيْهِمُ الرِّجَالَ وَالرُّمَاةَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص68 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے بڑی جرات اور قوت سے جنگ لڑی، کل بتیس سوار تھے، وہ اہل کوفہ کے سواروں پر جس جانب سے بھی حملہ کرتے انہیں شکست دے دیتے۔ جب اہل کوفہ کے سواروں کے سردار عزرہ بن قیس نے یہ منظر دیکھا (کہ اس کے لشکر کے لوگ ہر طرف سے پسپا ہو رہے ہیں) تو اس نے عمر بن سعد کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان چند سواروں کے مقابلے میں میرے سواروں پر کیا سختی گزر رہی ہے! اس لئے ان کے مقابلے کے لئے پیدل اور تیر اندازوں کو میرے پاس جلدی بھیج دو۔

علی بن حسین بن علی کی شہادت

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آلِ بَنِي أَبِي طَالِبٍ يَوْمَئِذٍ عَلِيٌّ الْأَكْبَرُ ابْنُ الْحُسَيْنِ، وَأُمُّهُ لَيْلَى بِنْتُ أَبِي مُرَّةَ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيَّةُ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ حَمَلَ عَلَيْهِمْ وَهُوَ يَقُوْلُ:

أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيّ ... نَحْنُ وَرَبِّ الْبَيْتِ أَوْلٰى بِالنَّبِيِّ
تَاللّٰهِ لَا يَحْكُمُ فِينَا ابْنُ الدَّعِي

فَفَعَلَ ذٰلِكَ مِرَارًا، فَحَمَلَ عَلَيْهِ مُرَّةُ بْنُ مُنْقِذٍ الْعَبْدِيُّ فَطَعَنَهُ فَصُرِعَ وَقَطَّعَهُ النَّاسُ بِسُيُوْفِهِمْ. فَلَمَّا رَآهُ الْحُسَيْنُ قَالَ: قَتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا قَتَلُوْكَ يَا بُنَيَّ! مَا أَجْرَأَهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَعَلَى انْتِهَاكِ حُرْمَةِ الرَّسُوْلِ: عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَاءُ. وَأَقْبَلَ الْحُسَيْنُ إِلَيْهِ وَمَعَهُ فِتْيَانُهُ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص74 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: بنو ابی طالب میں سے اس دن (دس محرم الحرام 61ھ میدان کربلا

میں) سب سے پہلے شہید ہونے والے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی اکبر ہیں جن کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود الثقفی ہیں۔ سبب یہ ہوا کہ وہ میدان میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے دشمنوں کی طرف بڑھے:

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔
رب کعبہ کی قسم! ہم لوگ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہیں۔
بخدا! ہم ابن سمیہ (عبید اللہ بن زیاد) کے حکم کو نہیں مانیں گے۔

آپ بار بار یہی رجز پڑھ رہے تھے۔ مرہ بن منقذ العبدی نے آپ پر حملہ کیا، نیزہ مارا جس کی وجہ سے آپ زخمی ہو کر گر گئے اور دشمن کے لشکر نے آپ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا: اے بیٹے! اللہ ایسی قوم کو ہلاک کرے جس نے تجھے قتل کیا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آبروریزی کرنے پر ان کی جرأت کس قدر بڑھی ہوئی ہے؟ (کس قدر بے وقوف لوگ ہیں) تیرے بعد اب دنیا پر خاک ہے۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ چند جوانوں کو لے کر اپنے بیٹے علی اکبر کی طرف بڑھے۔ (انہوں نے آپ کے جسد خاکی کو وہاں سے اٹھایا اور خیمے میں لے آئے)

عبد اللہ بن حسین کی شہادت

امام ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَدَعَا الْحُسَيْنُ بِابْنِهِ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ صَغِيْرٌ فَأَجْلَسَهُ فِي حِجْرِهِ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَذَبَحَهُ، فَأَخَذَ الْحُسَيْنُ دَمَهُ فَصَبَّهُ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ: رَبِّ إِنْ تَكُنْ حَبَسْتَ عَنَّا النَّصْرَ مِنَ السَّمَاءِ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ وَانْتَقِمْ مِنْ هٰؤُلَاءِ الظَّالِمِيْنَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص75 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو بلایا جو ابھی کم سن تھے اور ان کو اپنی گود میں بٹھایا۔ بنو اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر عبد اللہ بن حسین کو

شہید کر دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کا خون لے کر زمین پر ڈال دیا اور فرمایا: اے میرے رب! اگر تو نے آسمان سے ہمارے لئے نصرت نازل نہیں کی تو جو اس سے بہتر ہے وہ ہمیں عطا فرما! اور ان ظالم لوگوں سے تو خود ہماری طرف سے انتقام لے۔

حضرت حسینؓ پر حملہ

امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَاشْتَدَّ عَطَشُ الْحُسَيْنِ فَدَنَا مِنَ الْفُرَاتِ لِيَشْرَبَ فَرَمَاهُ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ فِي فَمِهِ فَجَعَلَ يَتَلَقَّى الدَّمَ بِيَدِهِ وَرَمَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَشْكُوْ إِلَيْكَ مَا يُصْنَعُ بِابْنِ بِنْتِ نَبِيِّكَ! اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا! (الکامل فی التاریخ: 4 ص 76 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس کی شدت بڑھ گئی، تو آپ پانی پینے کے لئے دریائے فرات کے قریب آئے۔ حصین بن نمیر نے آپ کو تیر مارا جو آپ کے حلق میں آلگا۔ آپ نے اپنے خون کو ہاتھوں میں لیا اور آسمان کی طرف اچھال دیا۔ پھر اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے اللہ! میں آپ کی طرف اس بات کی شکایت کرتا ہوں جو آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اے اللہ! ان سے گن گن کر بدلہ لے! ان کو چن چن کر ہلاک فرما! اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ!

حضرت حسینؓ کی شہادت:

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَحَمَلُوا عَلَيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، فَضَرَبَ زُرْعَةُ بْنُ شَرِيْكٍ التَّمِيْمِيُّ عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرَى وَضَرَبَ أَيْضًا عَلَى عَاتِقِهِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا عَنْهُ وَهُوَ يَقُوْمُ وَيَكْبُوْ، وَحَمَلَ عَلَيْهِ فِي تِلْكَ الْحَالِ سِنَانُ بْنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ فَطَعَنَهُ بِالرُّمْحِ

فَوَقَعَ، وَقَالَ لِخَوْلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ الْأَصْبَحِيِّ: احْتَزَّ رَأْسَهُ، فَأَرَادَ أَنْ يَفْعَلَ فَضَعُفَ وَأُرْعِدَ، فَقَالَ لَهُ سِنَانٌ: فَتَّ اللهُ عَضُدَكَ! وَنَزَلَ إِلَيْهِ فَذَبَحَهُ وَاحْتَزَّ رَأْسَهُ فَدَفَعَهُ إِلَى خَوْلِيٍّ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص78 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: اس کے بعد آپ پر ہر طرف سے حملہ ہوا، زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ رضی اللہ عنہ کے بائیں ہاتھ پر وار کیا اور اس نے آپ کے کندھے پر بھی حملہ کیا۔ اس کے بعد سب لوگ ہٹ کر ایک طرف ہو گئے، آپ اٹھنے کی کوشش کرتے لیکن اٹھ نہیں سکتے تھے۔ اسی حالت میں تھے کہ سنان بن انس نخعی نے آپ پر نیزے سے وار کیا اور آپ گر گئے۔ اس نے خولی بن یزید اصبحی سے کہا: اس کا سر کاٹ دو! اس نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا لیکن اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور وہ سر نہ کاٹ سکا۔ سنان بن انس نے اس سے کہا کہ اللہ تیرے بازو کو توڑ دے یہ کہا اور (گھوڑے سے) نیچے آپ کی طرف آیا آپ کا سر؛ گردن سے الگ کر دیا اور خولی کی طرف پھینک دیا۔

شہادت کا دن اور سال

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں: وَكَانَ قَتْلُهُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ سَنَةَ إِحْدَى وَسِتِّيْنَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص90 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: آپ کی شہادت دس محرم سن 61 ہجری میں ہوئی۔

آفتاب اہل بیت غروب ہو گیا

جنت اپنے سردار کی راہ تک رہی تھی۔ دسویں محرم کا ڈوبتا سورج اپنے ساتھ آفتاب اہل بیت کے وجود کو دنیا والوں سے اوجھل کر گیا لیکن اس کی کرنیں تا صبح قیامت روشنی بکھیرتی رہیں گی۔

قافلہ حسینی کے شہداء اور دشمن کے مقتولین کی تعداد

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر

رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ عِدَّةُ مَنْ قُتِلَ مِنْ أَصْحَابِ الْحُسَيْنِ اثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ رَجُلًا وَدَفَنَ الْحُسَيْنَ وَأَصْحَابَهُ أَهْلُ الْغَاضِرِيَّةِ مِنْ بَنِي أَسَدٍ بَعْدَ قَتْلِهِمْ بِيَوْمٍ وَقُتِلَ مِنْ أَصْحَابِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ ثَمَانِيَةٌ وَثَمَانُوْنَ رَجُلًا سِوَى الْجَرْحٰى فَصَلّٰى عَلَيْهِمْ عُمَرُ وَدَفَنَهُمْ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص80 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: میدان کربلا میں قافلہ حسینی کے شہداء کی تعداد بہتر 72 تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے قافلہ کے شہداء کو قبیلہ بنو اسد کی شاخ اہل غاضریہ نے ایک دن کے بعد دفن کیا جبکہ عمر بن سعد کی فوج کے زخمیوں کے علاوہ اٹھاسی 88 افراد مارے گئے۔ ان کی نماز جنازہ عمر بن سعد نے پڑھائی اور انہیں دفن کر دیا۔

چند شہداء کرام کے نام

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

(1): وَقُتِلَ الْحُسَيْنُ، قَتَلَهُ سِنَانُ بْنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ، لَعَنَهُ اللهُ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور آپ کا قاتل سنان بن انس النخعی ملعون ہے۔

(2): وَقُتِلَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَلِيٍّ، وَأُمُّهُ أُمُّ الْبَنِيْنَ بِنْتُ حِزَامٍ، قَتَلَهُ زَيْدُ بْنُ رُقَادٍ الْجَنْبِيُّ وَحَكِيْمُ بْنُ الطُّفَيْلِ السِّنْبِسِيُّ.

حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے جو ام البنین بنت حزام کے بیٹے ہیں اور آپ کا قاتل زید بن رُقاد الجنبی اور حکیم بن طفیل السنبسی ہے۔

(3): وَقُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ عَلِيٍّ، وَأُمُّهُ أُمُّ الْبَنِيْنَ أَيْضًا.

حضرت جعفر بن علیؓ شہید ہوئے جو ام البنین بنت حزام کے بیٹے ہیں۔

(4): وَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَلِيٍّ، وَأُمُّهُ أُمُّ الْبَنِيْنَ أَيْضًا.

حضرت عبد اللہ بن علیؓ شہید ہوئے جو ام البنین بنت حزام کے بیٹے ہیں۔

(5): وَقُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَلِيٍّ، وَأُمُّهُ أُمُّ الْبَنِيْنَ أَيْضًا، رَمَاهُ خَوْلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ بِسَهْمٍ فَقَتَلَهُ.

حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے جو ام البنین بنت حزام کے بیٹے ہیں۔آپ کو خولی بن یزید نے تیر مار کر شہید کیا۔

(6): وَقُتِلَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ، قَتَلَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي دَارِمٍ.

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے جو ام ولد (کنیز) کے بیٹے ہیں۔آپ کا قاتل بنو دارم کا ایک شخص ہے۔

(7): وَقُتِلَ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَلِيٍّ، وَأُمُّهُ لَيْلَى بِنْتُ مَسْعُوْدٍ الدَّارِمِيَّةُ، وَقَدْ شُكَّ فِي قَتْلِهِ.

حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے جو لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ کے بیٹے ہیں۔آپ کے شہید ہونے میں مورخین کو شک ہے۔

(8): وَقُتِلَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَأُمُّهُ لَيْلَى ابْنَةُ أَبِي مُرَّةَ بْنِ عُرْوَةَ الثَّقَفِيِّ، وَأُمُّهَا مَيْمُوْنَةُ ابْنَةُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ، قَتَلَهُ مُنْقِذُ بْنُ النُّعْمَانِ الْعَبْدِيُّ.

حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جو لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ الثقفی کے بیٹے ہیں۔لیلیٰ بنت مرہ کی والدہ میمونہ بنت ابوسفیان بن حرب ہیں۔آپ کا قاتل منقذ بن نعمان العبدی ہے۔

(9): وَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَأُمُّهُ الرَّبَابُ ابْنَةُ امْرِءِ الْقَيْسِ الْكَلْبِيِّ، قَتَلَهُ هَانِئُ بْنُ ثُبَيْتٍ الْحَضْرَمِيُّ.

حضرت عبد اللہ بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے جو رباب بنت امرء القیس الکلبی کے بیٹے ہیں۔آپ کا قاتل ہانی بن ثبیت الحضرمی ہے۔

(10): وَقُتِلَ أَبُوْ بَكْرِ ابْنُ أَخِيْهِ الْحَسَنِ أَيْضًا، وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ، قَتَلَهُ حَرْمَلَةُ بْنُ الْكَاهِنِ، رَمَاهُ بِسَهْمٍ.

حضرت ابوبکر بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم (جو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

کے بھتیجے ہیں) شہید ہوئے جو ام ولد (کنیز) کے بیٹے ہیں۔ آپ کا قاتل حرملہ بن الکاہن ہے۔ اس نے آپ کو تیر مار کر شہید کیا۔

(11): وَقُتِلَ الْقَاسِمُ بْنُ الْحَسَنِ أَيْضًا، قَتَلَهُ سَعْدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْأَزْدِيُّ.

حضرت قاسم بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم (جو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں) شہید ہوئے۔ آپ کا قاتل عمرو بن نفیل الازدی ہے۔

(12): وَقُتِلَ عَوْنُ بْنُ أَبِي جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأُمُّهُ جُمَانَةُ بِنْتُ الْمُسَيَّبِ بْنِ نَجَبَةَ الْفَزَارِيِّ، قَتَلَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ قُطْبَةَ الطَّائِيُّ.

حضرت عون بن ابی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ جو جمانہ بنت مسیب بن نجبہ الفزاری کے بیٹے ہیں۔ آپ کا قاتل عبداللہ بن قطبہ الطائی ہے۔

(13): وَقُتِلَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَأُمُّهُ الْخَوْصَاءُ بِنْتُ خَصَفَةَ بْنِ تَيْمِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، قَتَلَهُ عَامِرُ بْنُ نَهْشَلٍ التَّيْمِيُّ.

حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جو خوصاء بنت خصفہ بن تیم اللہ بن ثعلبہ کے بیٹے ہیں۔ آپ کا قاتل عامر بن نہشل التیمی ہے۔

(14): وَقُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأُمُّهُ أُمُّ بَنِينَ ابْنَةُ الشُّقْرِ بْنِ الْهِضَابِ، قَتَلَهُ بِشْرُ بْنُ الْحُوطِ الْهَمْدَانِيُّ.

حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جو ام بنین بنت شُقر بن الہضاب کے بیٹے ہیں۔ آپ کا قاتل بشر بن حُوط الہمدانی ہے۔

(15): وَقُتِلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَقِيلٍ، وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ، قَتَلَهُ عُثْمَانُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ.

حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جو ام ولد (کنیز) کے بیٹے ہیں۔ آپ کا قاتل عثمان بن خالد الجہنی ہے۔

(16): وَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَقِيلٍ، وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ، رَمَاهُ عَمْرُو بْنُ صُبَيْحٍ الصَّيْدَاوِيُّ بِسَهْمٍ فَقَتَلَهُ.

حضرت عبد اللہ بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جو ام ولد (کنیز) کے بیٹے ہیں۔آپ کا قاتل عمرو بن صبیح الصیداوی ہے جس نے تیر مار کر آپ کو شہید کیا۔

(17): وَقُتِلَ مُسْلِمُ بْنُ عَقِيلٍ بِالْكُوْفَةِ، وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ.

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ میں شہید ہوئے جو ام ولد (کنیز) کے بیٹے ہیں۔

(18): وَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيلٍ، وَأُمُّهُ رُقَيَّةُ ابْنَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَتَلَهُ عَمْرُو بْنُ صُبَيْحٍ الصَّيْدَاوِيُّ، وَيُقَالُ قَتَلَهُ مَالِكُ بْنُ أُسَيْدٍ الْحَضْرَمِيُّ.

حضرت عبد اللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جو رقیہ بنت علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں۔آپ کا قاتل عمرو بن صبیح الصیداوی ہے۔اور ایک قول کے مطابق آپ کا قاتل مالک بن اُسید الحضرمی ہے۔

(19): وَقُتِلَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدِ بْنِ عَقِيلٍ، وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ، قَتَلَهُ لَقِيْطُ بْنُ يَاسِرٍ الْجُهَنِيُّ.

محمد بن ابوسعید بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جو ام ولد کے بیٹے ہیں۔ آپ کا قاتل لقیط بن یاسر الجہنی ہے۔

(☆): وَاسْتُصْغِرَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ - وَأُمُّهُ خَوْلَةُ بِنْتُ مَنْظُورِ بْنِ زَبَّانَ الْفَزَارِيِّ.

حضرت حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کم سن سمجھا گیا۔آپ خولہ بنت منظور بن زبان الفزاری کے بیٹے ہیں۔

(☆): وَاسْتُصْغِرَ عَمْرُو بْنُ الْحُسَيْنِ، وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ، فَلَمْ يُقْتَلَا.

حضرت عمرو بن حسین رضی اللہ عنہ کو کم سن سمجھا گیا جو ام ولد (کنیز) کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں (حضرت حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل نہیں کیا گیا۔

(20): وَقُتِلَ مِنَ الْمَوَالِي سُلَيْمَانُ مَوْلَى الْحُسَيْنِ، قَتَلَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ عَوْفٍ

الْحَضْرَمِيُّ

آزاد کردہ غلاموں میں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سلیمان رحمہ اللہ شہید ہوئے۔ آپ کا قاتل سلیمان بن عوف الحضرمی ہے۔

(21): وَقُتِلَ مُنْجِحٌ مَوْلَى الْحُسَيْنِ أَيْضًا.

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مُنجح رحمہ اللہ بھی شہید ہوئے۔

(22): وَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُقْطُرٍ رَضِيْعُ الْحُسَيْنِ.

حضرت عبد اللہ بن بقطر رحمہ اللہ شہید ہوئے جو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص92، 93 ذکر مقتل الحسین)

سر مبارک خولی بن یزید کے گھر میں

امام ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ أُرْسِلَ رَأْسُهُ وَرُءُوْسُ أَصْحَابِهِ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ مَعَ خَوْلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ وَحُمَيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ الْأَزْدِيِّ. فَوَجَدَ خَوْلِيٌّ الْقَصْرَ مُغْلَقًا فَأَتَى مَنْزِلَهُ فَوَضَعَ الرَّأْسَ تَحْتَ إِجَّانَةٍ فِي مَنْزِلِهِ وَدَخَلَ فِرَاشَهُ وَقَالَ لِامْرَأَتِهِ النَّوَّارِ: جِئْتُكِ بِغِنَى الدَّهْرِ. هٰذَا رَأْسُ الْحُسَيْنِ مَعَكِ فِي الدَّارِ. فَقَالَتْ: وَيْلَكَ! جَاءَ النَّاسُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَجِئْتَ بِرَأْسِ ابْنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! وَاللهِ لَا يَجْمَعُ رَأْسِي وَرَأْسَكَ بَيْتٌ أَبَدًا! وَقَامَتْ مِنَ الْفِرَاشِ فَخَرَجَتْ إِلَى الدَّارِ. قَالَتْ: فَمَا زِلْتُ أَنْظُرُ إِلَى نُوْرٍ يَسْطَعُ مِثْلِ الْعَمُوْدِ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْإِجَّانَةِ. وَرَأَيْتُ طَيْرًا أَبْيَضَ يُرَفْرِفُ حَوْلَهَا.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص80 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو خولی بن یزید اور حمید بن مسلم الازدی کی نگرانی میں آپ کے سر مبارک اور قافلہ حسینی کے دیگر شہداء کے

سروں کو ابن زیاد تک پہنچایا گیا۔ خولی؛ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اٹھائے ہوئے ابن زیاد کی قصر امارت (سرکاری عمارت) کی طرف آیا۔ اس کا دروازہ بند ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اٹھائے اپنے گھر آیا، اور گھر میں موجود کپڑے دھونے والے ایک برتن (ٹب) کے نیچے رکھ دیا اور اپنی خواب گاہ (آرام کرنے کا کمرہ) میں آیا۔ اپنی بیوی جس کا نام "نوار" تھا سے کہنے لگا کہ دنیا جہاں کی دولت تیرے پاس لایا ہوں۔ یعنی تیرے گھر میں حسین کا سر لایا ہوں۔

وہ کہنے لگی: تجھے موت آئے، باقی لوگ گھروں میں سونا چاندی لے کر آتے ہیں اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کا سر لے آیا ہے۔ وہ کہنے لگی کہ آج کے بعد میں اور تو ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ نوار یہ کہہ کر بستر سے اٹھی اور صحن کی طرف گئی (جہاں آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا ہوا تھا)۔ نوار کہتی ہے کہ میں نے آسمان سے نور کا ایک ستون اس برتن تک نظر آتا دیکھا جس کے نیچے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا ہوا تھا اور سفید رنگ کا پرندہ اس کے اردگرد اڑ رہا تھا۔

ابن زیاد کے دربار میں

ارے بدبخت!

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا بِالرَّأْسِ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ ..... وَأُذِّنَ لِلنَّاسِ فَأُحْضِرَتِ الرُّءُوْسُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَنْكُتُ بِقَضِيْبٍ بَيْنَ ثَنِيَّتَيْهِ سَاعَةً، فَلَمَّا رَاٰهُ زَيْدُ بْنُ الْأَرْقَمِ لَا يَرْفَعُ قَضِيْبَهُ قَالَ: أَعْلِ هٰذَا الْقَضِيْبَ عَنْ هَاتَيْنِ الثَّنِيَّتَيْنِ، فَوَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ لَقَدْ رَأَيْتُ شَفَتَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ يُقَبِّلُهُمَا! ثُمَّ بَكٰى.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص81 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: جب صبح ہوئی تو وہ (خولی بن یزید) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا..... لوگوں کو جمع کیا گیا۔ قافلہ حسینی کے شہداء کے مبارک سروں کو ابن زیاد کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ابن زیاد اپنی چھڑی کے ذریعے کافی دیر تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے والے دندان مبارک کے ساتھ کھیلتا رہا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ (اس مجلس میں موجود تھے ضعیف العمر ہونے کے باوجود قوی الایمان تھے) نے جب دیکھا کہ ابن زیاد چھڑی نہیں ہٹا رہا تو اس سے فرمانے لگے: اپنی چھڑی کو ان مبارک ہونٹوں اور دندان سے دور کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں کو ان ہونٹوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ کہا اور پھر رو دیئے۔

علی بن حسین (زین العابدین) بچ گئے

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ انْتَهَوْا إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ فَأَرَادَ شِمْرٌ قَتْلَهُ، فَقَالَ لَهُ حُمَيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ: سُبْحَانَ اللهُ أَتَقْتُلُ الصِّبْيَانَ! وَكَانَ مَرِيْضًا. وَجَاءَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ فَقَالَ: لَا يَدْخُلَنَّ بَيْتَ هٰذِهِ النِّسْوَةِ أَحَدٌ وَلَا يَعْرِضُ لِهٰذَا الْغُلَامِ الْمَرِيْضِ، وَمَنْ أَخَذَ مِنْ مَتَاعِهِمْ شَيْئًا فَلْيَرُدَّهُ.

ترجمہ: (میدان کربلا میں) دشمن کا لشکر حضرت علی بن حسین زین العابدین تک پہنچ گیا، شمر آپ کو بھی قتل کرنا چاہتا تھا۔ حمید بن مسلم نے شمر سے کہا کہ سبحان اللہ! آپ بچوں کو قتل کرتے ہیں؟ اس وقت علی بن حسین بیمار تھے۔ عمر بن سعد آیا اور کہنے لگا کہ خواتین کے خیموں میں کوئی داخل نہ ہو اور نہ کوئی اس مریض لڑکے کو تنگ کرے۔ جنہوں نے ان کا کوئی سامان لے لیا ہے وہ واپس کر دے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص79 ذکر مقتل الحسین)

زینب بنت علی کا ابن زیاد کو خطاب

قافلہ حسینی کے تمام مرد سوائے حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کے کربلا میں

شہید کر دیئے گئے۔ آپ رحمہ اللہ کو ابن زیاد نے باغی سمجھ کر قتل کرنا چاہا۔

امام ابوالحسن ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ عَلِيٌّ: مَنْ تُوكِلُ بِهٰذِهِ النِّسْوَةِ؟ وَتَعَلَّقَتْ بِهِ زَيْنَبُ فَقَالَتْ: يَا ابْنَ زِيَادٍ! حَسْبُكَ مِنَّا أَمَا رَوِيْتَ مِنْ دِمَائِنَا؟ وَهَلْ أَبْقَيْتَ مِنَّا أَحَدًا؟ وَاعْتَنَقَتْهُ وَقَالَتْ: أَسْأَلُكَ بِاللهِ إِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا إِنْ قَتَلْتَهُ لَمَا قَتَلْتَنِي مَعَهُ!. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص82 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت علی (بن حسین زین العابدین) رحمہ اللہ نے ابن زیاد سے فرمایا کہ ان خواتین کا ذمہ دار کس کو بنایا ہے؟ اس وقت حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کو اُن کی پھوپھی سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما نے اپنے قریب بلا لیا اور ابن زیاد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اب ہم پر ظلم کرنا بند کر دو! کیا ابھی تک ہمارے خون سے تیری پیاس نہیں بجھی؟ کیا تو نے ہم میں سے کسی کو باقی چھوڑا ہے؟ یہ فرما کر زین العابدین کو گلے لگا لیا اور ابن زیاد سے فرمایا: میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تجھ میں ایمان ہے تو (میری بات کو مان۔ اور وہ یہ ہے کہ) تو اگر علی بن حسین (زین العابدین) کو قتل کرنا چاہتا ہے تو پھر مجھے بھی اس کے ساتھ ہی قتل کر دے۔

زین العابدین کا ابن زیاد کو خطاب

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: يَا ابْنَ زِيَادٍ! إِنْ كَانَتْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُنَّ قَرَابَةٌ فَابْعَثْ مَعَهُنَّ رَجُلًا تَقِيًّا يَصْحَبُهُنَّ بِصُحْبَةِ الْإِسْلَامِ. ثُمَّ قَالَ..... دَعُوا الْغُلَامَ يَنْطَلِقُ مَعَ نِسَائِهِ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص82 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت زین العابدین رحمہ اللہ نے (ابن زیاد کا ارادہ دیکھا کہ وہ قتل کرنے پر تُلا ہوا ہے تو) اس سے فرمایا: ابن زیاد! اگر تیرے اور ان خواتین کے ساتھ کوئی قریبی رشتہ داری ہے تو ان خواتین کے ساتھ کسی صالح متقی انسان کو بھیجنا جو

اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کی رفاقت اختیار کر سکے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اس نوجوان (علی بن حسین زین العابدین) کو چھوڑ دو، یہ اپنی خواتین کو لے کر جائے۔

کربلا تا دمشق

کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ أَرْسَلَ ابْنُ زِيَادٍ رَأْسَ الْحُسَيْنِ وَرُءُوْسَ أَصْحَابِهٖ مَعَ زَحْرِ بْنِ قَيْسٍ إِلَى الشَّامِ إِلٰى يَزِيْدَ وَمَعَهٗ جَمَاعَةٌ. وَقِيْلَ: مَعَ شِمْرٍ وَجَمَاعَةٍ مَعَهٗ. وَأَرْسَلَ مَعَهُ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ. وَفِيهِمْ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص83 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے مبارک سر زحر بن قیس کو دے کر یزید کے پاس شام بھیجے۔ اس کے ساتھ ایک جماعت بھی گئی۔ ایک قول کے مطابق شمر اور ایک جماعت کو دے کر روانہ کیا۔ ابن زیاد نے عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ ہی بھیج دیا۔ علی بن حسین (زین العابدین رحمہ اللہ) بھی ہمراہ تھے۔

فائدہ: عبیداللہ بن زیاد ظالم وجابر اور سنگدل انسان ہونے کے باوجود اس سارے معاملے کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے بغاوت سمجھتا تھا اور اس کے نزدیک باغی صرف وہی مرد تھے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے۔ گھر کے بچوں اور خواتین کو باغی اور سزا کا مستحق بھی نہیں سمجھتا تھا، اس لئے اس نے قافلہ حسینی کی خواتین اور بچوں سے بدسلوکی نہیں کی، بلکہ ان کی رہائش، لباس اور خوارک کا بھی انتظام کرایا۔

بعض من گھڑت باتیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد نے کوفہ سے دمشق تک قافلہ

سادات کی خواتین کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کی، انہیں ننگے سر چلایا گیا، ان کے پاؤں میں زنجیریں ڈالی گئیں، قیدیوں کی طرح انہیں اونٹوں پر بٹھایا گیا۔ مگر یہ بدسلوکی کسی تاریخی کتاب میں معتبر سند سے ثابت نہیں ہے۔

قابل مذمت رویہ

آج کل اس سارے واقعہ کو العیاذ باللہ فلمایا جاتا ہے۔ ابن زیاد، اس کے سپاہیوں، قافلہ سادات کی خواتین اور بچوں کے فرضی کردار دکھائے جاتے ہیں، اس سے سادات خاندان اور اہل بیت کے قافلے کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اس سے اجتناب لازم ہے۔

دربارِ یزید میں

قافلہ سادات کے سامنے یزید کا ردِ عمل

سادات کا قافلہ دمشق؛ دربارِ یزید میں داخل ہوا۔

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَدَمَعَتْ عَيْنَا يَزِيْدَ وَقَالَ: كُنْتُ أَرْضٰى مِنْ طَاعِيَتِكُمْ بِدُوْنِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ، لَعَنَ اللهُ ابْنَ سُمَيَّةَ! أَمَا وَاللهِ لَوْ أَنِّي صَاحِبُهُ لَعَفَوْتُ عَنْهُ، فَرَحِمَ اللهُ الْحُسَيْنَ! (الکامل فی التاریخ: ج4 ص84 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: یزید نے (اس پر سخت افسوس کا اظہار کیا اور) روتے ہوئے کہا کہ میں تو تمہاری سرکشی (بصورت اطاعت) سے قتل حسین کے بغیر بھی راضی رہتا۔ خدا ابن سمیہ (عبیداللہ بن زیاد) پر لعنت کرے (اس نے قتل ہی کرا دیا)۔ اللہ کی قسم! میں وہاں موجود ہوتا تو معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ حسین (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے۔

یزید کی بیوی کا رونا چلانا

یزید کی بیوی ہندہ بنت عبداللہ نے جب خبر سنی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

کو قتل کر دیا گیا ہے، تو وہ بہت چلائی۔

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَتْ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَرَأْسُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَعْوِلِي عَلَيْهِ وَحُدِّي عَلَى ابْنِ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَرِيْحَةِ قُرَيْشٍ عَجَّلَ عَلَيْهِ ابْنُ زِيَادٍ فَقَتَلَهُ. قَتَلَهُ اللهُ! (الکامل فی التاریخ: ج4 ص84، 85 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: اس نے یزید سے کہا: اے امیر المومنین! کیا یہ حسین بن علی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ کے لخت جگر کا سر ہے؟ یزید نے کہا: ہاں۔ اب تم نواسہ رسول، خاندان قریش کے چشم و چراغ پر نوحہ زاری کرو! خدا ابن زیاد کو ہلاک کرے! اس نے اس معاملے میں جلدی کی اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا۔

فائدہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کو تلقین فرمائی تھی کہ میری شہادت پر کپڑے نہ پھاڑنا، چہرہ نہ نوچنا اور نہ ہی اپنی ہلاکت کی دعا کرنا۔

چنانچہ امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

يَا أُخَيَّةُ! إِنِّي أُقْسِمُ عَلَيْكِ لَا تَشُقِّي عَلَيَّ جَيْبًا، وَلَا تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهًا، وَلَا تَدْعِي عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ إِنْ أَنَا هَلَكْتُ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص59 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: میری بہن! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میری وجہ سے تم اپنے کپڑے نہ پھاڑنا، اپنا چہرہ نہ نوچنا اور میری شہادت کی خبر سن کر مجھ پر آہ وزاری نہ کرنا۔ لیکن یزید نے اپنی بیوی کو حکم دیا تھا تم نوحہ کرو!

دربارِ یزید میں پیش آنے والا ایک واقعہ

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَقَالَ: هَبْ لِي هٰذِهِ يَعْنِي فَاطِمَةَ، فَأَخَذَتْ بِثِيَابِ أُخْتِهَا زَيْنَبَ، وَكَانَتْ أَكْبَرَ مِنْهَا، فَقَالَتْ زَيْنَبُ: كَذَبْتَ وَلُؤْمَتْ، مَا ذٰلِكَ لَكَ وَلَا لَهُ. فَغَضِبَ يَزِيْدُ وَقَالَ: كَذَبْتِ وَاللهِ إِنَّ ذٰلِكَ لِي وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَفْعَلَهُ لَفَعَلْتُهُ. قَالَتْ كَلَّا وَاللهِ، مَا جَعَلَ اللهُ لَكَ ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ تَخْرُجَ مِنْ مِلَّتِنَا وَتَدِيْنَ بِغَيْرِ دِيْنِنَا. فَغَضِبَ يَزِيْدُ وَاسْتَطَارَ، ثُمَّ قَالَ: إِيَّايَ تَسْتَقْبِلِيْنَ بِهٰذَا؟ إِنَّمَا خَرَجَ مِنَ الدِّيْنِ أَبُوْكِ وَأَخُوْكِ! قَالَتْ زَيْنَبُ: بِدِيْنِ اللهِ وَدِيْنِ أَبِي وَأَخِي وَجَدِّي اهْتَدَيْتَ أَنْتَ وَأَبُوْكَ وَجَدُّكَ. قَالَ: كَذَبْتِ يَا عَدُوَّةَ اللهِ! قَالَتْ: أَنْتَ أَمِيْرٌ تَشْتُمُ ظَالِمًا وَتَقْهَرُ بِسُلْطَانِكَ؛ فَاسْتَحْيٰى وَسَكَتَ.

ترجمہ: یزید کے دربار میں ایک شامی شخص نے (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک کم عمر بیٹی فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا اور) کہا: یہ مجھے دے دیں یعنی فاطمہ۔ فاطمہ نے یہ سن کر اپنی بہن زینب رضی اللہ عنہا کے دامن کو پکڑ لیا جو عمر میں ان سے بڑی تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے جھوٹے اور قابل ملامت انسان! نہ تجھے حق ہے نہ یزید کو۔ یزید نے غصہ میں آکر کہا: تم خود جھوٹی ہو! خدا کی قسم یہ بات میرے اختیار میں ہے، اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ زینب نے کہا: خدا کی قسم! اللہ نے یہ کام تمہارے لئے جائز قرار نہیں دیا، الا یہ کہ تم ہماری ملت (اسلام) سے خارج ہو جاؤ اور ہمارے دین کے سوا کسی اور دین کو اپنا لو۔ یزید اس بات پر غصہ ہو گیا اور دیوانہ بن گیا۔ اس نے کہا: تم مجھ سے اس طرح مقابلہ کرتی ہو؟ دین سے تو خارج ہوا تھا تمہارا باپ اور تمہارا بھائی۔ زینب نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے، میرے باپ، میرے بھائی اور میرے نانا کے دین سے تو تم نے اور تمہارے باپ

دادا نے ہدایت پائی تھی۔ یزید نے کہا: اے خدا کی دشمن تو جھوٹ بولتی ہے۔ زینب نے کہا: تم امیر ہو، ظالمانہ گالیاں دیتے ہو اور اپنی بادشاہت کی وجہ سے قہر کرتے ہو۔ اس پر یزید شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص86 ذکر مقتل الحسین)

قافلہ سادات کی مدینہ روانگی اور یزید کا ان کے لئے سامان تیار کروانا

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُسَيِّرَهُمْ إِلَى الْمَدِينَةِ أَمَرَ يَزِيدُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ أَنْ يُجَهِّزَهُمْ بِمَا يُصْلِحُهُمْ وَيُسَيِّرَ مَعَهُمْ رَجُلًا أَمِينًا مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَمَعَهُ خَيْلٌ يَسِيرُ بِهِمْ إِلَى الْمَدِينَةِ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص87 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: جب یزید نے قافلہ سادات کو مدینہ واپس بھیجنے کا ارادہ کیا تو یزید نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ قافلہ سادات کی روانگی کا سامان تیار کرو جو ان کی شان کے مطابق ہو اور ان کے ہمراہ اہل شام میں سے ایسے شخص کو روانہ کرو جو امانت دار ہو۔ اور اس کے ساتھ گھڑسواروں کا ایک لشکر ہو جو انہیں مدینہ تک چھوڑ آئیں۔

مدینہ منورہ کی طرف

قافلہ سادات کی مدینہ روانگی

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

دَعَا عَلِيًّا لِيُوَدِّعَهُ وَقَالَ لَهُ: لَعَنَ اللهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ! أَمَا وَاللهِ لَوْ أَنِّي صَاحِبُهُ مَا سَأَلَنِي خَصْلَةً أَبَدًا إِلَّا أَعْطَيْتُهُ إِيَّاهَا وَلَدَفَعْتُ الْحَتْفَ عَنْهُ بِكُلِّ مَا اسْتَطَعْتُ وَلَوْ بِهَلَاكِ بَعْضِ وَلَدِي، وَلَكِنْ قَضَى اللهُ مَا رَأَيْتَ يَا بُنَيَّ! كَاتِبْنِي حَاجَةً تَكُونُ لَكَ. وَأَوْصَى بِهِمْ هٰذَا الرَّسُولَ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص87، 88 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: یزید نے (جب قافلہ سادات کو روانہ کیا تو) حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) رحمہ اللہ کو الوداع کرنے لئے اپنے پاس بلایا اور کہا: اللہ؛ ابنِ مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) پر لعنت کرے۔ بخدا اگر میں خود اس جگہ ہوتا تو آپ کے والد حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے جس چیز کا مطالبہ کرتے میں ان کے مطالبے کو تسلیم کرتا اور وہ چیز انہیں دے دیتا۔ جہاں تک ممکن ہوتا ان کو قتل ہونے سے بچاتا، اگرچہ مجھے اپنی اولاد بھی قربان کرنا پڑتی لیکن جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا۔ صاحبزادے! آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو مجھے اطلاع بھیجنا۔ پھر یزید نے اس قاصد کو ان کے متعلق کچھ نصیحتیں کیں۔

محافظ کا حسنِ سلوک

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَخَرَجَ بِهِمْ فَكَانَ يُسَايِرُهُمْ لَيْلًا فَيَكُوْنُوْنَ أَمَامَهُ بِحَيْثُ لَا يَفُوْتُوْنَ طَرْفَهُ، فَإِذَا نَزَلُوْا تَنَحّٰى عَنْهُمْ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَكَانُوْا حَوْلَهُمْ كَهَيْئَةِ الْحَرَسِ، وَكَانَ يَسْأَلُهُمْ عَنْ حَاجَتِهِمْ وَيَلْطُفُ بِهِمْ حَتّٰى دَخَلُوا الْمَدِيْنَةَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص88 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: محافظ (اور اس کے ساتھ حفاظتی دستہ) قافلہ سادات کو لے کر رات کے وقت (دمشق سے مدینہ کی جانب) روانہ ہوا۔ قافلہ سادات اس کی نگرانی میں ہوتا، لمحہ بھر کے لئے بھی اوجھل نہیں ہوتا تھا۔ رات کو جس جگہ پڑاؤ ڈالتے، خود قافلے سے دور ہو جاتا اور اس کے ساتھی بھی۔ وہ اردگرد چلے جاتے اور ان کا پہرہ دیتے۔ وہ ان کی ضروریات کے بارے میں پوچھتا اور اچھے سلوک سے پیش آتا یہاں تک کہ قافلہ سادات مدینہ میں داخل ہوا۔

قافلہ سادات کی کڑے حالات میں بھی موروثی سخاوت کا منظر

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ عَلِيٍّ لِأُخْتِهَا زَيْنَبَ: لَقَدْ أَحْسَنَ هٰذَا الرَّجُلُ إِلَيْنَا فَهَلْ لَكِ أَنْ نَصِلَهُ بِشَيْءٍ؟ فَقَالَتْ: وَاللهِ مَا مَعَنَا مَا نَصِلُهُ بِهِ إِلَّا حُلِيُّنَا فَأَخْرَجَتَا سِوَارَيْنِ وَدُمْلُجَيْنِ لَهُمَا فَبَعَثَتَا بِهَا إِلَيْهِ وَاعْتَذَرَتَا. فَرَدَّ الْجَمِيعَ وَقَالَ: لَوْ كَانَ الَّذِي صَنَعْتُ لِلدُّنْيَا لَكَانَ فِي هٰذَا مَا يُرْضِينِي، وَلٰكِنْ وَاللهِ مَا فَعَلْتُهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِكُمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص88 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: (جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا، تو حفاظتی دستے کے اچھے برتاؤ سے متاثر ہوکر) فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ محافظ نے (ہمیں سفر میں ہر طرح کی ممکنہ راحت دی ہے) ہمارے ساتھ حسن سلوک کیا ہے (اس لئے ان کے احسان کے بدلے میں ان کو ہدیہ دینا چاہئے) کیا آپ کے پاس کچھ دینے کے لئے ہے؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ اب ہمارے پاس اپنے زیور کے سوا اور کچھ نہیں۔ چنانچہ ان دونوں نے اپنے اپنے (زیوات) کنگن اور بازو بند اتارے اور حفاظتی دستے کے سالار کے پاس بھیجے اور اور اس بات کی معذرت بھی کی کہ ہم زیادہ نہ دے سکے۔ اس نے وہ سارے زیورات واپس کر دیئے اور کہا: اگر دنیا کے لئے یہ حسن سلوک کیا ہوتا تو یہ زیور بلکہ اس سے بھی کم چیز سے میں خوش ہو جاتا لیکن میں نے یہ صرف اللہ کی خاطر۔ اور آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کی خاطر کیا ہے۔

شہادت حسینؓ کے ذمہ داران

انصاف یہ ہے کہ اس سارے سانحے کا ذمہ دار کسی ایک فرد کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس میں مختلف افراد اور گروہ شریک ہیں۔ بعض سازشی عناصر، بعض نادان جبکہ بعض ضدی لوگ شامل ہیں۔

1: اہل کوفہ 2: عبید اللہ بن زیاد 3: شمر بن ذی الجوشن
4: عمر بن سعد 5: زُرعہ بن شریک التمیمی 6: سنان بن انس النخعی

7: خولی بن یزید الاصبحی 8: یزید

مختصراً ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1: اہلِ کوفہ

جنہوں نے ہزاروں خطوط لکھے، مشکل وقت میں ساتھ دینے کے بجائے بے وفائی کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل حسین کے ذمہ داران میں سے زیادہ غصہ اہل کوفہ پر تھا۔

(1): امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: كُنْتُ شَاهِدًا لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ فَقَالَ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ فَقَالَ: مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ. قَالَ: انْظُرُوْا إِلَى هٰذَا يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا". (صحیح البخاری: رقم الحدیث 5994)

ترجمہ: ابن ابی نعم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے ان سے (حالت احرام میں) مچھر مارنے کے بارے میں پوچھا (کہ اس حالت میں مچھر کو مارنے سے کفارہ دینا پڑے گا یا نہیں؟) آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس نے بتایا کہ عراق۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے دیکھو! یہ مجھ سے مچھر کے مارنے کا حکم پوچھ رہا ہے حالانکہ عراقیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا تھا۔ میں نے خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حسن و حسین دنیا میں میرے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔

(2): امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ حِيْنَ جَاءَ نَعْيُ

الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَعَنَتْ أَهْلَ الْعِرَاقِ، وَقَالَتْ: قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ. غَرُّوْهُ. (المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص رقم الحدیث 2749)

ترجمہ: حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اہلِ عراق پر لعنت کی اور فرمایا: ان لوگوں نے حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا، اللہ عزوجل انہیں ہلاک کرے، انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا۔

(3): امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَنَادَى: يَا شَبَثُ بْنَ رِبْعِيٍّ! وَيَا حَجَّارُ بْنَ أَبْجَرَ! وَيَا قَيْسُ بْنَ الْأَشْعَثِ! وَيَا زَيْدُ بْنَ الْحَارِثِ! أَلَمْ تَكْتُبُوْا إِلَيَّ فِي الْقُدُوْمِ عَلَيْكُمْ؟ قَالُوْا: لَمْ نَفْعَلْ. ثُمَّ قَالَ: بَلٰى فَعَلْتُمْ. ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِذْ كَرِهْتُمُوْنِي فَدَعُوْنِي أَنْصَرِفُ إِلٰى مَأْمَنِيْ مِنَ الْأَرْضِ.

ترجمہ: (میدان کربلا میں ایک موقع پر) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے (کوفہ کے روساء کو نام بنام پکار کر) فرمایا: اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے زید بن حارث! کیا تم لوگوں نے مجھے اپنے ہاں بلانے کے لئے خطوط نہیں لکھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے (خطوط لکھنے والا کام) نہیں کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یقیناً تم لوگوں نے ہی کیا ہے۔ پھر فرمایا: اگر تم لوگ میرے یہاں آنے کو پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو تاکہ میں پر امن علاقے کی طرف چلا جاؤں۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص62 ذکر مقتل الحسین)

2: عبیداللہ بن زیاد

اس بدبخت نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی مجرم کی حیثیت دی اور بلا رعایت ان کے خلاف کارروائی کا حکم دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے سر مبارک کو دیکھ کر اس کا دل نرم نہ ہوا بلکہ اس کی بے حرمتی کرتا رہا۔

(1): امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا بِالرَّأْسِ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ ..... وَأُذِّنَ لِلنَّاسِ فَأُحْضِرَتِ الرُّءُوْسُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَنْكُتُ بِقَضِيْبٍ بَيْنَ ثَنِيَّتِهِ سَاعَةً.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص81 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: جب صبح ہوئی تو وہ (خولی بن یزید) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا..... لوگوں کو جمع کیا گیا۔ قافلہ حسینی کے شہداء کے مبارک سروں کو ابن زیاد کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ابن زیاد اپنی چھڑی کے ذریعے کافی دیر تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے والے دندان مبارک کے ساتھ کھیلتا رہا۔

(2): امام ابوالحسن ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ عَلِيٌّ: مَنْ تُوكِلُ بِهٰذِهِ النِّسْوَةِ؟ وَتَعَلَّقَتْ بِهِ زَيْنَبُ فَقَالَتْ: يَا ابْنَ زِيَادٍ! حَسْبُكَ مِنَّا، أَمَا رَوِيْتَ مِنْ دِمَائِنَا؟ وَهَلْ أَبْقَيْتَ مِنَّا أَحَدًا؟ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص82 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت علی (بن حسین زین العابدین) رحمہ اللہ نے ابن زیاد سے فرمایا کہ ان خواتین کا ذمہ دار کس کو بنایا ہے؟ اس وقت حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کو اُن کی پھوپھی سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما نے اپنے قریب بلا لیا اور ابن زیاد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اب ہم پر ظلم کرنا بند کر دو! کیا ابھی تک ہمارے خون سے تیری پیاس نہیں بجھی؟ کیا تو نے ہم میں سے کسی کو باقی چھوڑا ہے؟

3: شمر بن ذی الجوشن

یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھا اور زخمی بھی ہوا، لیکن کربلا میں ابن زیاد کے لشکر کا نائب سالار یہی تھا۔ ابن زیاد کو سخت ترین اقدامات پر مجبور کرنے والا یہی تھا۔

(1): امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَامَ إِلَيْهِ شِمْرُ بْنُ ذِي الْجَوْشَنِ فَقَالَ: أَتُقْبَلُ هٰذَا مِنْهُ وَقَدْ نَزَلَ بِأَرْضِكَ وَإِلَى جَنْبِكَ؟ وَاللهِ لَئِنْ رَحَلَ مِنْ بِلَادِكَ وَلَمْ يَضَعْ يَدَهُ فِي يَدِكَ لَيَكُونَنَّ أَوْلَى بِالْقُوَّةِ وَالْعِزَّةِ وَلَتَكُونَنَّ أَوْلَى بِالضَّعْفِ وَالْعَجْزِ، فَلَا تُعْطِهِ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ فَإِنَّهَا مِنَ الْوَهَنِ، وَلٰكِنْ لِيَنْزِلْ عَلَى حُكْمِكَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَإِنْ عَاقَبْتَ كُنْتَ وَلِيَّ الْعُقُوبَةِ، وَإِنْ عَفَوْتَ كَانَ ذٰلِكَ لَكَ، وَاللهِ لَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ الْحُسَيْنَ وَعُمَرَ يَتَحَدَّثَانِ عَامَّةَ اللَّيْلِ بَيْنَ الْعَسْكَرَيْنِ. فَقَالَ ابْنُ زِيَادٍ: نِعْمَ مَا رَأَيْتَ!

ترجمہ: (یہ سن کر) شمر بن ذی الجوشن اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: کیا آپ ان کے یہ مطالبات قبول کرتے ہیں جبکہ وہ تو آپ کی سلطنت میں اور آپ کے پہلو میں موجود ہیں؟! بخدا! اگر وہ آپ کی اطاعت کئے بغیر آپ کے شہر سے واپس چلے گئے تو ان کے لئے قوت اور غلبہ جبکہ آپ کے لئے بزدلی اور کمزوری ہوگی۔ (انہیں ایسا موقع نہ دیں جو آپ کی ذلت کا باعث بنے۔) ہونا تو یہ چاہئے کہ وہ اور ان کے قافلہ کے لوگ سب کے سب آپ کے حکم پر سر جھکا دیں اور اگر آپ (یزید کی بیعت نہ کرنے پر) سزا دیں تو آپ کو سزا دینے کا حق ہے اور اگر آپ (یزید کی بیعت کرنے پر) معاف کر دیں تو بھی آپ کو اختیار ہے۔ قسم بخدا! مجھے تو یہ اطلاع ملی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عمر بن سعد پوری پوری رات لشکروں کے درمیان باتیں کرتے ہیں (یعنی ان کی ملی بھگت ہے)۔ ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن سے کہا کہ ہاں تم نے بڑی معقول بات کی ہے۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص55 ذکر مقتل الحسین)

(2): امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَلَمَّا أَتَى شِمْرٌ بِكِتَابِ ابْنِ زِيَادٍ إِلَى عُمَرَ قَالَ لَهُ: مَا لَكَ وَيْلَكَ قَبَّحَ اللهُ مَا جِئْتَ بِهِ! وَاللهِ إِنِّي لَأَظُنُّكَ أَنْتَ ثَنَيْتَهُ أَنْ يَقْبَلَ مَا كُنْتُ كَتَبْتُ

إِلَيْهِ بِهِ. أَفْسَدْتَ عَلَيْنَا أَمْرًا كُنَّا رَجَوْنَا أَنْ يَصْلُحَ.

ترجمہ: جب شمر؛ ابن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس پہنچا (اس کے سامنے ابن زیاد کا خط رکھا۔ عمر بن سعد سمجھ گئے کہ یہ شمر کی خباثت وشرارت ہے) عمر بن سعد نے شمر بن ذی الجوشن سے کہا کہ یہ کیا کیا، اللہ تجھے ہلاک اور برباد کرے۔ اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ تو نے خوشامد کے ذریعے اسے میری تحریر پر عمل کرنے سے دور رکھا۔ تو نے وہ معاملہ خراب کر دیا جس کے سلجھ جانے کی ہمیں امید ہو گئی تھی۔

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص56 ذکر مقتل الحسین)

4: عمر بن سعد

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ آور فوج کی کمان اسی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ یہ ابتداء حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف کسی کارروائی میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن ابن زیاد کی دھمکیوں کی وجہ سے اس جنگ میں شریک ہو گیا۔ اس کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ فوج کی کمان اسی کے ہاتھ میں تھی۔ اگر یہ چاہتا تو حُر بن یزید رحمہ اللہ کی طرح ابن زیاد کی فوج سے علیحدہ ہو کر قافلہ حسینی میں شامل ہو جاتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَتَبَ مَعَهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي لَمْ أَبْعَثْكَ إِلَى الْحُسَيْنِ لِتَكُفَّ عَنْهُ وَلَا لِتُمَنِّيَهُ وَلَا لِتَطَاوَلَهُ وَلَا لِتَقْعُدَ لَهُ عِنْدِي شَافِعًا. انْظُرْ فَإِنْ نَزَلَ الْحُسَيْنُ وَأَصْحَابُهُ عَلَى الْحُكْمِ وَاسْتَسْلَمُوا فَابْعَثْ بِهِمْ إِلَيَّ سِلْمًا. وَإِنْ أَبَوْا فَازْحَفْ إِلَيْهِمْ حَتَّى تَقْتُلَهُمْ وَتُمَثِّلَ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ لِذَلِكَ مُسْتَحِقُّونَ. فَإِنْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَأَوْطِئِ الْخَيْلَ صَدْرَهُ وَظَهْرَهُ فَإِنَّهُ عَاقٌّ شَاقٌّ قَاطِعٌ ظَلُومٌ. فَإِنْ أَنْتَ مَضَيْتَ لِأَمْرِنَا جَزَيْنَاكَ جَزَاءَ السَّامِعِ الْمُطِيعِ. وَإِنْ أَنْتَ أَبَيْتَ فَاعْتَزِلْ جُنْدَنَا وَخَلِّ بَيْنَ شِمْرٍ وَبَيْنَ الْعَسْكَرِ. وَالسَّلَامُ.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص55، 56 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: شمر بن ذی الجوشن کے ہاتھ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو ایک خط لکھا: (جس کا مضمون یہ تھا) بعد از سلام! میں نے تمہیں حسین کے مقابلے میں اس لئے نہیں بھیجا کہ تم اس سے الگ رہو، یا اس پر احسان کرو یا اسے امیدیں دلاؤ یا مجھ سے اس کی سفارش کرو۔ دیکھو! اگر حسین اور اس کے ساتھی میرے حکم پر سر جھکا دیں اور صلح کریں تو سب کو میرے پاس امن وامان پہنچا دو۔ اور اگر وہ نہ مانیں تو ان پر اس طرح لشکر کشی کر کہ وہ سب قتل ہو جائیں۔ پھر ان کی لاشوں کا مثلہ کرو (اعضائے جسم کو کاٹ) کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ اگر حسین قتل ہو جائے تو قتل کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان کو اوپر نیچے سے روند ڈالو کیونکہ وہ نافرمان، مخالف، خودسر اور ظالم ہے۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو تمہیں ایک فرماں براد کی طرح انعام ملے گا اور اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو ہمارے لشکر کو چھوڑ دو اور لشکر کی قیادت شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کر دو۔ والسلام

5: زُرعہ بن شریک التمیمی

اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر سخت وار کیا۔

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ضَرَبَ زُرْعَةُ بْنُ شَرِيْكٍ التَّمِيمِيُّ عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَضَرَبَ أَيْضًا عَلٰى عَاتِقِهٖ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص78 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ رضی اللہ عنہ کے بائیں ہاتھ پر وار کیا اسی طرح اس نے آپ کے کندھے پر بھی حملہ کیا۔

6: سنان بن انس النخعی

اس نے آپ پر نیزے سے وار کیا۔

امام ابوالحسن ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَمَلَ عَلَيْهِ فِي تِلْكَ الْحَالِ سِنَانُ بْنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ فَطَعَنَهٗ بِالرُّمْحِ فَوَقَعَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص78 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں تھے کہ سنان بن انس نخعی نے آپ پر نیزے سے وار کیا اور آپ گر گئے۔

فائدہ: اسی ظالم بدبخت نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی گردن سے جدا کیا تھا۔

7: خولی بن یزید الاصبحی

یہ یمن کے قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتا تھا جہاں سے عبد اللہ بن سبا نے جنم لیا تھا۔ قتل حسین میں اس کا بھی گھناؤنا کردار ہے۔

(1): امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ لِخَوْلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ الْأَصْبَحِيِّ: احْتَزَّ رَأْسَهُ، فَأَرَادَ أَنْ يَفْعَلَ فَضَعُفَ وَأُرْعِدَ، فَقَالَ لَهُ سِنَانٌ: فَتَّ اللهُ عَضُدَكَ! وَنَزَلَ إِلَيْهِ فَذَبَحَهُ وَاحْتَزَّ رَأْسَهُ فَدَفَعَهُ إِلَى خَوْلِيٍّ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص78 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: سنان بن انس نے خولی بن یزید اصبحی کو کہا حسین کا سر کاٹ دو! اس نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا لیکن اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور وہ سر نہ کاٹ سکا۔ سنان بن انس نے اس سے کہا کہ اللہ تیرے بازو کو توڑ دے یہ کہا اور (گھوڑے سے) نیچے آپ کی طرف آیا آپ کا سر؛ گردن سے الگ کر دیا اور خولی کی طرف پھینک دیا۔

(2): امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ أُرْسِلَ رَأْسُهُ وَرُءُوْسُ أَصْحَابِهِ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ مَعَ خَوْلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ وَحُمَيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ الْأَزْدِيِّ، فَوَجَدَ خَوْلِيٌّ الْقَصْرَ مُغْلَقًا فَأَتَى مَنْزِلَهُ فَوَضَعَ الرَّأْسَ تَحْتَ إِجَّانَةٍ فِي مَنْزِلِهِ وَدَخَلَ فِرَاشَهُ وَقَالَ لِامْرَأَتِهِ النَّوَّارِ: جِئْتُكِ بِغِنَى الدَّهْرِ، هٰذَا رَأْسُ الْحُسَيْنِ مَعَكِ فِي الدَّارِ. فَقَالَتْ: وَيْلَكَ! جَاءَ النَّاسُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَجِئْتَ بِرَأْسِ ابْنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! وَاللهِ لَا يَجْمَعُ رَأْسِي وَرَأْسَكَ بَيْتٌ أَبَدًا ! وَقَامَتْ مِنَ الْفِرَاشِ فَخَرَجَتْ إِلَى الدَّارِ. قَالَتْ: فَمَا زِلْتُ أَنْظُرُ إِلَى نُورٍ يَسْطَعُ مِثْلِ الْعَمُودِ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْإِجَّانَةِ. وَرَأَيْتُ طَيْرًا أَبْيَضَ يُرَفْرِفُ حَوْلَهَا.

(الکامل فی التاریخ: ج4 ص80 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو خولی بن یزید اور حمید بن مسلم الازدی کی نگرانی میں آپ کے سر مبارک اور قافلہ حسینی کے دیگر شہداء کے سروں کو ابن زیاد تک پہنچایا گیا۔ خولی؛ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اٹھائے ہوئے ابن زیاد کی قصر امارت (سرکاری عمارت) کی طرف آیا۔ اس کا دروازہ بند ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اٹھائے اپنے گھر آیا، اور گھر میں موجود کپڑے دھونے والے ایک برتن (ٹب) کے نیچے رکھ دیا اور اپنی خواب گاہ (آرام کرنے کا کمرہ) میں آیا۔ اپنی بیوی جس کا نام "نوار" تھا سے کہنے لگا کہ دنیا جہاں کی دولت تیرے پاس لایا ہوں۔ یعنی تیرے گھر میں حسین کا سر لایا ہوں۔

وہ کہنے لگی: تجھے موت آئے، باقی لوگ گھروں میں سونا چاندی لے کر آتے ہیں اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کا سر لے آیا ہے۔ وہ کہنے لگی کہ آج کے بعد میں اور تو ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ نوار یہ کہہ کر بستر سے اٹھی اور صحن کی طرف گئی (جہاں آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا ہوا تھا)۔ نوار کہتی ہے کہ میں نے آسمان سے نور کا ایک ستون اس برتن تک نظر آتا دیکھا جس کے نیچے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا ہوا تھا اور سفید رنگ کا پرندہ اس کے اردگرد اڑ رہا تھا۔

8: یزید:

یزید کو قتلِ حسین رضی اللہ عنہ سے بری الذمہ قرار دینا درست نہیں۔

بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا جیسا کہ امام ابوالحسن علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَدَمَعَتْ عَيْنَا يَزِيْدَ وَقَالَ: كُنْتُ أَرْضٰى مِنْ طَاعِيَتِكُمْ بِدُوْنِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ، لَعَنَ اللهُ ابْنَ سُمَيَّةَ! أَمَا وَاللهِ لَوْ أَنِّي صَاحِبُهُ لَعَفَوْتُ عَنْهُ، فَرَحِمَ اللهُ الْحُسَيْنَ! (الکامل فی التاریخ: ج4 ص84 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: یزید نے (اس پر سخت افسوس کا اظہار کیا اور) روتے ہوئے کہا کہ میں تو تمہاری سرکشی (بصورت اطاعت) سے قتل حسین کے بغیر بھی راضی رہتا۔ خدا ابن سمیہ (عبیداللہ بن زیاد) پر لعنت کرے (اس نے قتل ہی کرادیا)۔ اللہ کی قسم! میں وہاں موجود ہوتا تو معاف کردیتا۔ اللہ تعالیٰ حسین (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے۔

لیکن کربلا کے بعد بھی یزید کی طرف سے ایسے خونی معرکے ہوئے جن میں واقعہ حرہ بطور خاص تاریخ کے سینے پر ثبت ہے۔ یزید کی طرف سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر فوج کشی کی گئی، ان مبارک شہروں کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یزید کا بظاہر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اظہار افسوس کرنا اپنی بدنامی کو مٹانے کی ایک تدبیر کے سوا کچھ نہ تھا۔ نیز ایسے حقائق وشواہد موجود ہیں جن کی روشنی میں یزید کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ذیل میں ان چند وجود کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

وجہ نمبر 1:

یزید نے صاف طور پر عبیداللہ بن زیاد کو یہ نہیں لکھا کہ قافلہ حسینی کو پوری عزت واحترام کے ساتھ دمشق (شام) بھیجا جائے اور اس قافلہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کرنا۔ اگر یزید کی طرف سے یہ واضح کردیا جاتا تو ابن زیاد کبھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا اقدام نہ کرتا کیونکہ وہ یزید کی حکومت کا پکا وفادار تھا، وہ کسی صورت بھی یزید کی مخالفت نہ کرتا۔

وجہ نمبر 2:

یزید اس سانحے کے وقت حکومت کے سب سے اونچے عہدے پر تھا۔ قاتلوں کو ان کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے مکمل اختیارات اس کے پاس تھے لیکن اختیارات کو بروئے کار لاکر قاتلین اور ذمہ داران کو سزائیں دینے یا کم از کم ان کو عہدوں سے

برطرف کرنے کے بجائے محض مذمتی بیان دینے پر اکتفا کرنا اس کا وہ بنیادی جرم ہے جس کا داغ اس کے دامن سے کبھی نہیں دھل سکے گا۔

وجہ نمبر 3:

جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بجائے یزید کی بیعت کر لی تو یزید نے انہیں شکریہ کا خط لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کو خط لکھا جس میں اپنی بیعت کا ذکر کیا کہ میں نے آپ کی بیعت برضا و رغبت نہیں کی بلکہ امت میں انتشار کے ڈر سے کی ہے۔ اس خط میں واضح طور پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور جوانانِ عبد المطلب کا قاتل قرار دیا۔

چنانچہ مشہور مؤرخ ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) نقل کرتے ہیں:

فَكَتَبَ إِلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ جَاءَنِي كِتَابُكَ، فَأَمَّا تَرْكِي بَيْعَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَوَاللهِ مَا أَرْجُو بِذٰلِكَ بِرَّكَ وَلَا حَمْدَكَ، وَلٰكِنَّ اللهَ بِالَّذِي أَنْوِي عَلِيمٌ، وَزَعَمْتَ أَنَّكَ لَسْتَ بِنَاسٍ بِرِّي، فَاحْبِسْ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ بِرَّكَ عَنِّي فَإِنِّي حَابِسٌ عَنْكَ بِرِّي، وَسَأَلْتَ أَنْ أُحَبِّبَ النَّاسَ إِلَيْكَ وَأُبَغِّضَهُمْ وَأَخْذِلَهُمْ لِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَلَا وَلَا سُرُورَ وَلَا كَرَامَةَ، كَيْفَ وَقَدْ قَتَلْتَ حُسَيْنًا وَفِتْيَانَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَصَابِيحَ الْهُدٰى وَنُجُومَ الْأَعْلَامِ غَادَرَتْهُمْ خُيُولُكَ بِأَمْرِكَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ مُرَمَّلِينَ بِالدِّمَاءِ، مَسْلُوبِينَ بِالْعَرَاءِ، (مَقْتُولِينَ بِالظِّمَاءِ، لَا مُكَفَّنِينَ وَلَا مُوَسَّدِينَ)، تَسْفِي عَلَيْهِمُ الرِّيَاحُ، وَيَنْشِي بِهِمْ عَرْجُ الْبِطَاحِ، حَتّٰى أَتَاحَ اللهُ بِقَوْمٍ لَمْ يُشْرَكُوا فِي دِمَائِهِمْ كَفَّنُوهُمْ وَأَجَنُّوهُمْ، وَلِي وَبِهِمْ لَوْ عَزَزْتَ وَجَلَسْتَ مَجْلِسَكَ الَّذِي جَلَسْتَ، فَمَا أَنَسَ مِنَ الْأَشْيَاءِ فَلَسْتُ بِنَاسٍ اطِّرَادَكَ حُسَيْنًا مِنْ حَرَمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى حَرَمِ اللهِ،

وَتَسْيِيْرَكَ الْخُيُوْلَ إِلَيْهِ، فَمَا زِلْتَ بِذٰلِكَ حَتّٰى أَشْخَصْتَهٗ إِلَى الْعِرَاقِ، فَخَرَجَ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ، فَنَزَلْتَ بِهٖ خَيْلُكَ عَدَاوَةً مِنْكَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِيْنَ أَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْرًا، فَطَلَبَ إِلَيْكُمُ الْمُوَادَعَةَ وَسَأَلَكُمُ الرَّجْعَةَ، فَاغْتَنَمْتُمْ قِلَّةَ أَنْصَارِهٖ وَاسْتِئْصَالَ أَهْلِ بَيْتِهٖ وَتَعَاوَنْتُمْ عَلَيْهِ كَأَنَّكُمْ قَتَلْتُمْ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ، فَلَا شَيْءَ أَعْجَبُ عِنْدِيْ مِنْ طِلْبَتِكَ وُدِّيْ وَقَدْ قَتَلْتَ وَلَدَ أَبِيْ وَسَيْفُكَ يَقْطُرُ مِنْ دَمِيْ وَأَنْتَ أَحَدُ ثَأْرِيْ وَلَا يُعْجِبُكَ أَنْ ظَفِرْتَ بِنَا الْيَوْمَ فَلَنَظْفَرَنَّ بِكَ يَوْمًا. وَالسَّلَامُ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص127 ذکر بعض سیرتہ واخبارہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کو خط لکھا۔ اما بعد: تمہارا خط مجھے موصول ہوا، میں نے جو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت نہیں کی تو واللہ اس سلسلہ میں؛ میں تم سے حسن سلوک اور تمہاری تعریف کا خواہش مند نہیں ہوں، بلکہ جس نیت سے میں نے ایسا کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تمہیں جو یہ گمان ہے کہ میرے حسن سلوک کو فراموش نہ کرو گے تو اے انسان! اپنے اس حسن سلوک کو اپنے پاس رکھو کیونکہ میں اپنے حسن سلوک کو تم سے اٹھا رکھوں گا اور تم نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ابن زبیر سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو رسوا کردوں ایسا بالکل نہیں ہوسکتا، نہ تمہاری خوشی ہمیں منظور ہے اور نہ ہی تمہارا اعزاز، اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسین کو قتل کیا ہے اور جوانانِ عبد المطلب جو ہدایت کے چراغ اور نامور ستارے تھے انہیں تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے خون میں آلود کھلے میدان میں اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا وہ چھینا جا چکا تھا۔ پیاس کی حالت میں ان کو قتل کیا گیا اور بغیر کفن بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا، ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے بجو باری باری سے ان کی لاشوں پر آتے جاتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ تھے، ان لوگوں نے آکر ان کو کفن دیا اور دفن کیا۔ حالانکہ اللہ کی قسم انہی کے طفیل تجھے یہ عزت ملی ہے اور تجھے اس

جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے، اب میں خواہ سب چیزیں فراموش کر دوں، پر اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا کہ تو نے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مجبور کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم سے حرم الٰہی میں پہنچایا اور پھر تو اپنے سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل لگا رہا، یہاں تک کہ ان کو عراق کی طرف روانہ کر کے چھوڑا۔ چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو خوف لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو پکڑ لیا۔ یہ سب کچھ تو نے اللہ، رسول اور ان اہل بیت کی دشمنی میں کیا کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کر کے ان کو خوب پاک صاف کر دیا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیش کش کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں اور ان کے خاندان کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے؛ موقع کو غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف تعاون کر کے ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا تم مشرکوں یا کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو۔ اس لئے میرے نزدیک اب اس سے زیادہ اور کیا تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو تو میرے انتقام کا ہدف ہے، اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج ہم نے فتح پالی ہے ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر فتح پا کر رہیں گے۔ والسلام

وجہ نمبر 4:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اس وقت کوفہ کے حاکم تھے۔ ان کی موجودگی میں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ جب یزید کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے حاکم کوفہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں:

فَبَعَثَ يَزِيْدُ فَعَزَلَ النُّعْمَانَ عَنِ الْكُوفَةِ وَضَمَّهَا إِلَى عُبَيْدِ اللهِ

بْنِ زِيَادٍ مَعَ الْبَصْرَةِ. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص548 قصۃ الحسین بن علیؓ)

ترجمہ: یزید نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا اور بصرہ کے ساتھ کوفہ کو بھی عبید اللہ بن زیاد کے ماتحت کر دیا۔

وجہ نمبر 5:

یزید نے جب عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا نیا حاکم مقرر کیا تو اسے خط لکھا کہ کوفہ پہنچتے ہی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر قتل کر دو یا انہیں کوفہ سے نکال دو۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ یزید کا ان کے بارے میں قتل یا شہر بدر کرنے کا حکم دینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ اس پوری مہم میں برابر کا شریک ہے۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت فرماتے ہیں:

كَتَبَ يَزِيْدُ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ: إِذَا قَدِمْتَ الْكُوْفَةَ فَاطْلُبْ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيْلٍ فَإِنْ قَدَرْتَ عَلَيْهِ فَاقْتُلْهُ أَوِ انْفِهِ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص548 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: یزید نے عبید اللہ بن زیاد کی طرف خط لکھا کہ جب تم کوفہ جاؤ تو مسلم بن عقیل (رضی اللہ عنہ) کو تلاش کرو۔ اگر اس پر قابو پا لو تو اسے قتل کر دو یا پھر اسے کوفہ سے نکال دو۔

وجہ نمبر 6:

یزید کو جب علم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ آ رہے ہیں تو اس نے حاکمِ کوفہ عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا کہ اب تمہارا امتحان ہے کہ تم ان حالات میں ان سے کس طرح نبرد آزما ہوتے ہو۔ یزید کا عبید اللہ بن زیاد کو اس طرز کا خط لکھنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے دشمنی کا واضح اظہار تھا۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ

اللہ (ت 774ھ) روایت فرماتے ہیں: كَتَبَ يَزِيْدُ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ، أَنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ حُسَيْنًا قَدْ سَارَ إِلَى الْكُوْفَةِ وَقَدِ ابْتُلِيَ بِهِ زَمَانُكَ مِنْ بَيْنِ الْأَزْمَانِ، وَبَلَدُكَ مِنْ بَيْنِ الْبُلْدَانِ، وَابْتُلِيْتَ أَنْتَ بِهِ مِنْ بَيْنِ الْعُمَّالِ، وَعِنْدَهَا تُعْتَقُ أَوْ تَعُوْدُ عَبْدًا كَمَا تُرَقُّ الْعَبِيْدُ وَتُعَبَّدُ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 4 ص 561 طبعۃ مخرج الحسین)

ترجمہ: یزید نے عبیداللہ بن زیاد کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ حسین بن علیؓ کوفہ آ رہے ہیں، اب تمہارا امتحان آن پڑا ہے، جس کے لئے سب زمانوں میں تمہارے زمانے کو، سب شہروں میں سے تمہارے شہر کو اور سب حاکموں میں سے تمہیں آزمایا جائے گا۔ ایسے امتحانات میں ہی لوگ ترقی پاتے ہیں یا غلاموں کی طرح پست ہو جاتے ہیں، اور یہ وہ وقت ہے جب تُو آزاد ہو گا یا ایسا غلام بنے گا جیسے غلاموں کو (سیاسی دباؤ یا دھمکی سے) نرم کر کے ان پر قابو پا لیا جاتا ہے۔

وجہ نمبر 7:

یزید کے دربار میں اہلِ شام کے ایک شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک کم عمر بیٹی فاطمہ کے بارے میں کہا کہ یہ مجھے دے دیں۔ اس پر زینب بن حسین نے کہا کہ اس کا حق نہ تجھے ہے نہ یزید کو۔ تو اس مقام پر یزید نے اتنی گندی زبان استعمال کی کہ الامان والحفیظ۔ یزید کے اس قسم کی دریدہ دہنی سے گفتگو کرنے سے کیسے سمجھا جائے کہ وہ خاندانِ نبوت کے قتل اور ان کو مجروح کرنے سے بری الذمہ تھا!

چنانچہ امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَقَالَ: هَبْ لِي هٰذِهِ، يَعْنِي فَاطِمَةَ، فَأَخَذَتْ بِثِيَابِ أُخْتِهَا زَيْنَبَ، وَكَانَتْ أَكْبَرَ مِنْهَا، فَقَالَتْ زَيْنَبُ: كَذَبْتَ وَلُؤْمْتَ، مَا ذٰلِكَ لَكَ وَلَا لَهُ. فَغَضِبَ يَزِيْدُ وَقَالَ: كَذَبْتِ وَاللّٰهِ، إِنَّ ذٰلِكَ لِي وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَفْعَلَهُ لَفَعَلْتُهُ. قَالَتْ كَلَّا وَاللّٰهِ، مَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكَ

ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ تَخْرُجَ مِنْ مِلَّتِنَا وَتَدِيْنَ بِغَيْرِ دِيْنِنَا. فَغَضِبَ يَزِيْدُ وَاسْتَطَارَ. ثُمَّ قَالَ: إِيَّايَ تَسْتَقْبِلِيْنَ بِهٰذَا؟ إِنَّمَا خَرَجَ مِنَ الدِّيْنِ أَبُوْكِ وَأَخُوْكِ! قَالَتْ زَيْنَبُ: بِدِيْنِ اللهِ وَدِيْنِ أَبِي وَأَخِي وَجَدِّي اهْتَدَيْتَ أَنْتَ وَأَبُوْكَ وَجَدُّكَ. قَالَ: كَذَبْتِ يَا عَدُوَّةَ اللهِ! قَالَتْ: أَنْتَ أَمِيْرٌ تَشْتُمُ ظَالِمًا وَتَقْهَرُ بِسُلْطَانِكَ؛ فَاسْتَحْيَى وَسَكَتَ.

ترجمہ: یزید کے دربار میں ایک شامی شخص نے (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک کم عمر بیٹی فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا اور) کہا: یہ مجھے دے دیں۔ یعنی فاطمہ۔ فاطمہ نے یہ سن کر اپنی بہن زینب رضی اللہ عنہا کے دامن کو پکڑ لیا جو عمر میں ان سے بڑی تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے جھوٹے اور قابل ملامت انسان! نہ تجھے حق ہے نہ یزید کو۔ یزید نے غصہ میں آ کر کہا: تم خود جھوٹی ہو! خدا کی قسم یہ بات میرے اختیار میں ہے، اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ زینب نے کہا: خدا کی قسم! اللہ نے یہ کام تمہارے لئے جائز قرار نہیں دیا، الا یہ کہ تم ہماری ملت (اسلام) سے خارج ہو جاؤ اور ہمارے دین کے سوا کسی اور دین کو اپنا لو۔ یزید اس بات پر غصہ ہو گیا اور دیوانہ بن گیا۔ اس نے کہا: تم مجھ سے اس طرح مقابلہ کرتی ہو؟ دین سے تو خارج ہوا تھا تمہارا باپ اور تمہارا بھائی۔ زینب نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے، میرے باپ، میرے بھائی اور میرے نانا کے دین سے تو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے ہدایت پائی تھی۔ یزید نے کہا: اے خدا کی دشمن تو جھوٹ بولتی ہے۔ زینب نے کہا: تم امیر ہو، ظالمانہ گالیاں دیتے ہو اور اپنی بادشاہت کی وجہ سے قہر کرتے ہو۔ اس پر یزید شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ (الکامل فی التاریخ: ج4 ص86 ذکر مقتل الحسین)

تصریحات اکابرینِ اہل السنۃ والجماعۃ

اکابرینِ اہل السنۃ والجماعۃ نے بھی تصریح کی ہے کہ یزید؛ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذمہ دار ہے۔ ذیل میں چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔

(1): علامہ شمس الدین ابو عبد للہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ

(ت748ھ) لکھتے ہیں:

يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ---كَانَ نَاصِبِيًّا فَظًّا غَلِيْظًا جِلْفًا يَتَنَاوَلُ الْمُسْكِرَ وَيَفْعَلُ الْمُنْكَرَ افْتَتَحَ دَوْلَتَهٗ بِمَقْتَلِ الشَّهِيْدِ الْحُسَيْنِ وَاخْتَتَمَهَا بِوَاقِعَةِ الْحَرَّةِ فَمَقَتَهُ النَّاسُ وَلَمْ يُبَارَكْ فِيْ عُمُرِهٖ.

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4 ص316، 318 تحت ترجمہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان)

ترجمہ: یزید بن معاویہ ناصبی، متشدد، سخت اور بد اخلاق قسم کا آدمی تھا، وہ شراب پیتا اور غلط کام کرتا تھا۔ اس نے حکومت کی ابتداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے کی اور اپنی حکومت کا اختتام واقعہ "حرہ" پر کیا، اس لئے لوگ اس پر ناراض تھے اور اس کی عمر میں کوئی برکت نہیں تھی۔

(2): امام عماد الدین اسماعیل بن کثیر رحمہ اللہ (ت774ھ) یزید کے بارے لکھتے ہیں: وَقَدْ أَخْطَأَ يَزِيْدُ خَطَأً فَاحِشًا فِيْ قَوْلِهٖ لِمُسْلِمِ بْنِ عُقْبَةَ أَنْ يُبِيْحَ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ. وَهٰذَا خَطَأٌ كَبِيْرٌ فَاحِشٌ. مَعَ مَا انْضَمَّ إِلٰى ذٰلِكَ مِنْ قَتْلِ خَلْقٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَأَبْنَائِهِمْ. وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهٗ قَتَلَ الْحُسَيْنَ وَأَصْحَابَهٗ عَلٰى يَدَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص621 ثم دخلت سنۃ ثلاث وستین)

ترجمہ: یزید نے مسلم بن عقبہ کے لئے مدینہ منورہ کو تین دن مباح قرار دے کر بہت بڑی غلطی کی اور یہ ایک واضح اور سخت غلطی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ یزید نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی اولادوں کو قتل کیا اور یہ بات بھی پہلے گزر چکی ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں شہید کرایا۔

(3): علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت792ھ) لکھتے ہیں: وَالْحَقُّ أَنَّ رِضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهٗ بِذٰلِكَ وَإِهَانَةَ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَإِنْ كَانَتْ تَفَاصِيْلُهٗ آحَادًا. (شرح العقائد النسفیۃ: ص163 مبحث یجب الکف عن الطعن فی الصحابۃ)

ترجمہ: درست بات یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کی شہادت پر راضی

رہنا، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوش ہونا اور اہل بیت کی بے ادبی کرنا ایسے امور ہیں جو معناً متواتر ہیں اگرچہ ان کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں۔

(4): شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت 1052ھ) فرماتے ہیں:

وبالجملة وی مبغوض ترین مردم است نزد ما وکارہا کہ ایں بد بخت بی سعادت دریں امت کردہ ہیچکس نکردہ بعد از قتل امام حسین واہانت اہل بیت لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ وقتل اہل انجا فرستادہ وبقیہ از صحابہ وتابعین را امر بقتل کردہ وبعد از تخریب مدینہ امر بانہدام مکہ معظمہ وقتل عبد اللہ بن زبیر کردہ وہم در اثنای ایں حالت از دنیا بجہنم شتافتہ. (تکمیل الایمان: ص172)

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ میرے نزدیک یزید مبغوض ترین آدمی ہے، اس بدبخت اور بے سعادت آدمی نے ایسے ایسے کام کئے جو امت محمدیہ میں کسی اور نے نہیں کئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید اور اہل بیت کی توہین کے بعد اس کے لشکر نے مدینہ منورہ میں تخریب کاری کی اہل مدینہ کو قتل کیا اور باقی صحابہ کرام اور تابعین کو بھی اس نے قتل کرنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ میں تخریب کے بعد اس نے مکہ مکرمہ میں بھی تباہی کا حکم دیا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا اور اسی محاصرہ کے دوران یہ شخص دنیا سے جہنم کی طرف روانہ ہوا۔

(5): حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت 1176ھ) فرماتے ہیں:

أَمْرُہٗ مُفَوَّضٌ إِلَی اللہِ تَعَالٰی فِیمَا ارْتَکَبَہٗ مِنَ الْقَبَائِحِ بَعْدَ ہٰذِہِ الْغَزْوَۃِ مِنْ قَتْلِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ. وَتَخْرِیبِ الْمَدِیْنَۃِ. وَالْإِصْرَارِ عَلٰی شُرْبِ الْخَمْرِ. إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْہُ. وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَہٗ.

ترجمہ: یزید کے ان اعمال کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہے جو اس نے اس غزوہ کے بعد کئے جیسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا، مدینہ منورہ میں خونریزی کرنا اور شراب پینے پر اصرار کرنا اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اسے معاف کردیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس کو عذاب اور سزا دیں جیسا کہ تمام گنہگاروں کا معاملہ اللہ تعالیٰ

کی مشیت کے سپرد ہے۔ (شرح تراجم ابواب صحیح البخاری: ص32 باب ما قیل فی قتال الروم)

(6): مفتی بغداد علامہ شہاب الدین محمود بن عبد اللہ آلوسی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1270ھ) فرماتے ہیں: وَالطَّامَّةُ الْكُبْرٰى مَا فَعَلَهٗ بِأَهْلِ الْبَيْتِ وَرِضَاهُ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ عَلٰى جَدِّهٖ وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاسْتِبْشَارِهٖ بِذٰلِكَ وَإِهَانَتِهٖ لِأَهْلِ بَيْتِهٖ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَإِنْ كَانَتْ تَفَاصِيْلُهٗ اٰحَادًا.

(تفسیر روح المعانی: ج13 ص72 تحت تفسیر سورۃ محمد: رقم الآیۃ 23)

ترجمہ: یزید کی سب سے بڑی بدبختی اہل بیت سے برا سلوک ہے اور یزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر راضی رہنا، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوش ہونا اور آپ کے گھرانے کی بے ادبی کرنا ایسے امور ہیں جو معناً متواتر ہیں اگرچہ ان واقعات کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں۔

(7): قطب الاقطاب فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت 1323ھ) فرماتے ہیں: "کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں۔ یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا، کفر کا حال دریافت نہیں، کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ: ص164)

(8): مفسر قرآن مولانا عبد الحق حقانی رحمہ اللہ (ت 1336ھ) یزید کے برے کارنامے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: چند سال بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کرا دیا اس کم بخت کے بے دین ہونے میں کیا شک ہے۔

(حقانی عقائد اسلام: ص232، 233)

(9): شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ (ت 1413ھ) فرماتے ہیں: یزید کو پلید اس کے کارناموں کی وجہ سے کہا جاتا ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، اہل مدینہ کا قتل عام اور کعبہ شریف پر سنگ باری اس کے تین سالہ دور کے سیاہ کارنامے ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج1 ص410، 411)

(10): فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ (ت 1416ھ) فرماتے ہیں: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک ظالم کے ظلم سے امت کو بچانے کے لئے ہوئی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج2 ص86)

حصہ سوم

اعتراضات وجوابات

اعتراض نمبر 1

حضرت حسینؓ صحابی نہیں

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوَى صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنَّهُ تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ فَلَأَنْ يَقُوْلَ فِي الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّهُ تَابِعِيٌّ بِطَرِيْقِ الْأَوْلٰى.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص546 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: صالح بن احمد اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ وہ ثقہ تابعی تھے، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو بطریق اولیٰ تابعی شمار ہوں گے (اس لئے کہ وہ عمر میں ان سے چھوٹے ہیں)

اس عبارت کے پیش نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں۔

جواب نمبر 1:

"البدایۃ والنہایۃ" کی مکمل عبارت دیکھی جائے تو اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوٰى صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنَّهُ تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ وَهٰذَا غَرِيْبٌ فَلَأَنْ يَقُوْلَ فِي الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّهُ تَابِعِيٌّ بِطَرِيْقِ الْأَوْلٰى.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص546 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: صالح بن احمد اپنے والد امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ وہ ثقہ تابعی تھے، (یہ قول غلط ہونے کی بناء پر) عجیب ہے اس لئے اگر اس قول کو تسلیم کر لیا جائے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کہنا پڑے گا کہ وہ بھی تابعی تھے (اس لئے کہ وہ عمر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے چھوٹے ہیں)

فائدہ: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ "هٰذَا غَرِيْبٌ" کہہ کر اس قول کا عجیب ہونا بیان فرما رہے ہیں نہ کہ اس قول کی تائید کر رہے ہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے دیگر کئی مقامات پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا تذکرہ کیا ہے۔ ذیل میں چند عبارات پیش کی جاتی ہیں:

عبارت نمبر 1:

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ أَدْرَكَ الْحُسَيْنُ مِنْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ سِنِيْنَ أَوْ نَحْوَهَا. وَرَوٰى عَنْهُ أَحَادِيْثَ.

وَقَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ: لَهُ رُؤْيَةٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص546 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے پانچ سال یا اس کے لگ بھگ سال دیکھے ہیں اور احادیث بھی نقل کی ہیں۔ امام مسلم (بن حجاج القشیری رحمہ اللہ، ت 261ھ) کہتے ہیں: حضرت حسین رضی اللہ

عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

عبارت نمبر 2:

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں: وَالْمَقْصُودُ أَنَّ الْحُسَيْنَ عَاصَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحِبَهُ إِلَى أَنْ تُوُفِّيَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ، وَلٰكِنَّهُ كَانَ صَغِيرًا.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص546 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: اور مقصود یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور صحبت اٹھائی ہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو اس وقت آپ سے راضی تھے البتہ اس وقت عمر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے۔

عبارت نمبر 3:

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَابْنُ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِهِ، وَقَدْ كَانَ عَابِدًا وَشُجَاعًا وَسَخِيًّا. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص600 مقتلہ)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ سادات مسلمین اور علماء صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صاحبزادی کے بیٹے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے افضل ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عبادت گزار، بہادر اور سخی تھے۔

جواب نمبر 2:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ اس لئے کہ صحابی اسے کہتے ہیں جس میں تین باتیں پائی جائیں:

(1): مومن ہو۔ (2): حالت ایمان میں نبی سے ملاقات کرے۔

(3): ایمان کی حالت میں وفات ہو۔

چنانچہ صحابی کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

علامہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) صحابی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ. (نزهة النظر شرح نخبة الفكر: ص 133)

ترجمہ: صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جو حالت ایمان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور حالت اسلام ہی پر فوت ہو جائے۔

اور یہ تینوں باتیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔ لہذا آپ رضی اللہ عنہ بالیقین صحابی ہیں۔

اعتراض نمبر 2

حضرت حسینؓ اہلِ بیت میں شامل نہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اہلِ بیت میں شامل نہیں ہیں، اس لئے کہ اہلِ بیت سے مراد بیوی یا حقیقی بیٹے اور بیٹیاں ہوتی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حقیقی بیٹے نہیں ہیں بلکہ نواسے ہیں، اس لئے اہل بیت میں شامل نہیں ہوں گے۔

جواب نمبر 1:

معترض کو غلط فہمی اس لئے ہو رہی ہے کہ اس کے پیش نظر؛ یہ ضابطہ ہے کہ اہلِ بیت میں انسان کی مذکر اولاد اور آگے ان کی اولاد ہوتی ہے جبکہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکر اولاد نہیں یعنی یہ آپ کے پوتے نہیں بلکہ نواسے ہیں، اس لئے انہیں اہلِ بیت میں شامل نہیں کریں گے۔ واضح رہے کہ یہ ضابطہ عام لوگوں کے لئے ہے کہ ان کا نسب باپ سے چلتا ہے جبکہ حضرات حسنین کریمین رضی

اللہ عنہما کے لئے ضابطہ الگ ہے۔ ان کا نسب؛ والد سے نہیں بلکہ والدہ سے چلتا ہے۔

چنانچہ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ بَنِي أُنْثَى فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيْهِمْ. مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَإِنِّي أَنَا عَصَبَتُهُمْ وَأَنَا أَبُوْهُمْ." (المعجم الکبیر للطبرانی: ج2 ص178 رقم الحدیث 2565)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہر خاتون کے بیٹوں کی نسبت ان کے والد کی طرف ہوتی ہے سوائے فاطمہ کی اولاد کے کیونکہ میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا والد ہوں۔

جواب نمبر2:

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ بعض احادیث میں انہیں صراحت کے ساتھ اہل بیت میں شمار کیا گیا ہے اور بعض احادیث میں ان کو اولاد شمار کیا گیا ہے۔

اہلِ بیت میں شامل ہونے کی صراحت:

وہ احادیث جن میں صراحت کے ساتھ انہیں اہل بیت میں شمار کیا گیا ہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1: امام مسلم بن حجاج القشیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

ترجمہ: صفیہ بنت شیبہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک روز صبح سویرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے تشریف لائے۔ (اتفاق سے) حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) بھی وہاں آ نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر یکے بعد دیگرے حضرت حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) بھی تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اپنی چادر میں جمع فرما لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ: إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا تلاوت فرمائی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 2424)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والو! آپ کو معصیت و نافرمانی کی گندگی سے دور رکھے اور ظاہراً و باطناً عقیدۃً و عملاً و خُلقاً پاک صاف رکھے۔

2: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: "الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ." (جامع الترمذی: رقم الحدیث 3772)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں سے کون (سے بچے) زیادہ پیارے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما۔

اولاد ہونے کی صراحت

بعض احادیث میں انہیں اولاد میں شمار کیا گیا ہے، چند یہ ہیں:

1: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: "صَدَقَ اللهُ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِي وَرَفَعْتُهُمَا. (جامع الترمذی: رقم الحدیث 3774)

ترجمہ: حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اسی دوران حسن اور حسین (جو ابھی کم عمر بچے تھے) سرخ رنگ کی قمیص زیب تن کئے ہوئے گرتے پڑتے ہوئے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر منبر سے نیچے تشریف لائے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے باعث آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں کو ان کی قمیصوں میں گرتے پڑتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اپنی گفتگو وہیں چھوڑ دی اور انہیں اٹھا لیا۔

2: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ. فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي. قُلْتُ: مَا هٰذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ؟ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ: "هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي. اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا." (جامع الترمذی: رقم الحدیث 3769)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک رات کسی کام کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور اپنی چادر میں کوئی چیز لپیٹے ہوئے تھے۔ اس وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر میں کیا لپیٹا ہوا ہے۔ جب میرا کام

پورا ہو گیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ نے کیا چیز چادر میں لپیٹی ہوئی ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کولہوں سے چمٹے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں حسن و حسین سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان سے محبت فرمائیں اور اس شخص سے بھی محبت فرمائیں جو ان سے محبت کرتا ہے۔

3: امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد المعروف امام حاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهَا يَوْمًا فَقَالَ: "أَيْنَ ابْنَايَ؟" فَقَالَتْ: ذَهَبَ بِهِمَا عَلِيٌّ فَتَوَجَّهَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمَا يَلْعَبَانِ فِي مَشْرُبَةٍ وَبَيْنَ أَيْدِيْهِمَا فَضْلٌ مِنْ تَمْرٍ، فَقَالَ: "يَا عَلِيُّ! أَلَا تَقْلِبُ ابْنَيَّ قَبْلَ الْحَرِّ."

(المستدرک علی الصحیحین: ج4 ص155 رقم الحدیث 4827)

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کہ میرے بیٹے (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کہاں ہیں؟ میں نے عرض کی کہ علی ان دونوں کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاش میں تشریف لے گئے تو انہیں ایک پانی پینے والی جگہ (کنویں) کے قریب کھیلتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت ان کے سامنے کچھ کھجوریں بچی ہوئی موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! دھیان رکھنا میرے بیٹوں کو تیز دھوپ پڑنے سے پہلے پہلے واپس لے آنا۔

اعتراض نمبر 3

حضرت حسینؓ نے متقی امام وقت کے خلاف خروج کیا

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی

شافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) لکھتے ہیں:

وَلَهُ مُصَنَّفٌ فِي فَضْلِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ. أَتَى فِيْهِ بِغَرَائِبَ وَعَجَائِبَ. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج6 ص859 تحت عبدالمغیث بن زہیر الحربی)

ترجمہ: ان (شیخ عبدالمغیث بن زہیر الحربی) کی یزید بن معاویہ کے فضائل و مناقب پر مستقل ایک کتاب ہے۔ جس میں انہوں نے اس (یزید) کی زندگی کے عجیب وغریب حالات بیان کئے۔

اس عبارت کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ:

(1): علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے فضائل و مناقب میں لکھی جانے والی کتاب کا تذکرہ مدح کے انداز میں کیا ہے۔

(2): یزید کے فضائل و مناقب کا تذکرہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک متقی امام عادل تھا۔ تو امام عادل کے خلاف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خروج کرنا درست نہیں ہوسکتا۔ (معاذ اللہ)

جواب:

(1): معترض نے یزید کی عدالت کو ثابت کرنے کے لئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرنے میں بددیانتی کی ہے۔ اس لئے کہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی مکمل عبارت کو دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ اس عبارت میں یزید کی عدالت کو ثابت نہیں کررہے بلکہ اس کا رد کررہے ہیں۔ چنانچہ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) لکھتے ہیں:

اَلشَّيْخُ عَبْدُ الْمُغِيثِ بْنُ زُهَيْرٍ الْحَرَّانِيُّ كَانَ مِنْ صُلَحَاءِ الْحَنَابِلَةِ، وَكَانَ يُزَارُ. وَلَهُ مُصَنَّفٌ فِي فَضْلِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ. أَتَى فِيْهِ بِغَرَائِبَ وَعَجَائِبَ. وَقَدْ رَدَّ عَلَيْهِ أَبُو الْفَرَجِ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي هٰذَا الْكِتَابِ. فَأَجَادَ وَأَصَابَ. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج6 ص859 تحت عبدالمغیث بن زہیر الحربی)

ترجمہ: شیخ عبدالمغیث بن زبیر الحربی حنبلی صلحاء میں سے تھے، لوگ (دور دور) ان کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے، انہوں (شیخ عبدالمغیث بن زبیر الحربی) نے یزید بن معاویہ کے فضائل ومناقب پر مستقل کتاب لکھی، اس کتاب میں ان کی زندگی کے عجیب وغریب حالات بیان کئے۔ اور علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس کتاب کا رد لکھا ہے اور بہت ہی عمدہ تردید کی ہے اور بالکل درست کی ہے۔

فائدہ: ابوالفرج عبدالرحمن بن ابی الحسن علی بن محمد البغدادی الحنبلی المعروف بابن الجوزی رحمہ اللہ (ت 597ھ) کی کتاب کا نام ہے "الرَّدُّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِيْدِ الْمَانِعِ مِنْ ذَمِّ يَزِيْدَ"

(2): یزید متقی اور عادل نہیں بلکہ فاسق وفاجر تھا۔ اس پر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کی چند تصریحات پیش کی جاتی ہیں:

1: صدر الاسلام ابوالیسر محمد بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم البزدوی رحمہ اللہ (ت483ھ) لکھتے ہیں:

وَ أَمَّا يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ كَانَ ظَالِمًا وَلٰكِنْ هَلْ كَانَ كَافِرًا؟ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِيْهِ؛ بَعْضُهُمْ كَفَّرُوْهُ لِمَا حُكِيَ عَنْهُ مِنْ أَسْبَابِ الْكُفْرِ وَبَعْضُهُمْ لَمْ يُكَفِّرُوْهُ وَقَالُوْا: لَمْ يَصِحَّ مِنْهُ تِلْكَ الْأَسْبَابُ وَلَا حَاجَةَ بِأَحَدٍ إِلٰى مَعْرِفَةِ حَالِهِ؛ فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى أَغْنَانَا عَنْ ذٰلِكَ.

ترجمہ: یزید بن معاویہ ایک ظالم شخص تھا۔ لیکن کیا وہ کافر بھی تھا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ بعض علماء اس کی تکفیر کرتے ہیں کیونکہ اس کے بارے میں منقول ہے کہ اس میں کفر کے اسباب پائے جاتے تھے اور علماء بعض اس کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ یہ بات کہتے ہیں کہ یہ باتیں درست نہیں ہیں۔ کسی کو اس کے احوال معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ (اصول الدین: ص 204)

2: علامہ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت728ھ) لکھتے ہیں:

و أَمَّا تَرْكُ مَحَبَّتِهِ فَلِأَنَّ الْمَحَبَّةَ الْخَاصَّةَ إِنَّمَا تَكُوْنُ لِلنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَلَيْسَ وَاحِدًا مِنْهُمْ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ" وَمَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ لَا يَخْتَارُ أَنْ يَكُوْنَ مَعَ يَزِيْدَ وَلَا مَعَ أَمْثَالِهِ مِنَ الْمُلُوْكِ الَّذِيْنَ لَيْسُوْا بِعَادِلِيْنَ. (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ج4 ص 251 کتاب مفصل الاعتقاد)

ترجمہ: یزید سے محبت نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ خصوصی محبت تو انبیاء کرام، صدیقین، شہداء وصالحین سے کی جاتی ہے اور یزید کا شمار ان میں سے کسی میں بھی نہیں ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کا حشر انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے اسے محبت ہوگی تو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند ہی نہیں کرے گا کہ اس کا حشر یزید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل نہیں تھے۔ (بلکہ فاسق تھے)

3: علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت748ھ) لکھتے ہیں: يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ --- كَانَ نَاصِبِيًّا فَظًّا غَلِيْظًا جِلْفًا يَتَنَاوَلُ الْمُسْكِرَ وَيَفْعَلُ الْمُنْكَرَ افْتَتَحَ دَوْلَتَهُ بِمَقْتَلِ الشَّهِيْدِ الْحُسَيْنِ وَاخْتَتَمَهَا بِوَاقِعَةِ الْحَرَّةِ فَمَقَتَهُ النَّاسُ وَلَمْ يُبَارَكْ فِي عُمُرِهِ.

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4 ص316، ص318 ترجمہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان)

ترجمہ: یزید بن معاویہ ناصبی، متشدد، سخت اور بد اخلاق قسم کا آدمی تھا، وہ شراب نوشی اور غلط کام کرتا تھا۔ اس نے حکومت کی ابتداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے کی اور اپنی حکومت کا اختتام "واقعہ حرہ" پر کیا، اس لئے لوگ اس پر شدید ناراض تھے اور اس کی عمر میں کوئی برکت والی کوئی بات نہیں تھی۔

فائدہ نمبر 1: علامہ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ نے اس عبارت میں یزید کو "ناصبی" کہا ہے۔ اس لئے ذیل میں ناصبی کی تعریف پیش کی جاتی ہے:

ا: علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت728ھ) لکھتے ہیں:

النَّوَاصِبُ: الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ أَهْلَ الْبَيْتِ بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ.

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: ج3 ص93 كِتَابُ مُجْمَلِ اعْتِقَادِ السَّلَفِ)

ترجمہ: ناصبی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اہلِ بیت کو اپنے قول یا عمل کے ذریعے ایذاء دیتے ہیں۔

۲: حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) لکھتے ہیں:

وَالنَّصْبُ: بُغْضُ عَلِيٍّ وَتَقْدِيْمُ غَيْرِهٖ عَلَيْهِ.

(ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری: ص646 فصل فی تمییز اسباب الطعن)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا اور دوسروں کو آپ رضی اللہ عنہ پر ترجیح دینا "ناصبیت" ہے۔

۳: علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی رحمہ اللہ (ت 817ھ) لکھتے ہیں: وَالنَّوَاصِبُ وَالنَّاصِبِيَّةُ وَأَهْلُ النَّصْبِ: الْمُتَدَيِّنُوْنَ بِبَغْضَةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِأَنَّهُمْ نَصَبُوْا لَهٗ أَيْ: عَادَوْهُ.

(القاموس المحیط للفیروزآبادی: ص177 فصل النون)

ترجمہ: نواصب، ناصبیت اور اہلِ نصب ان لوگوں کو کہتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کو دین وایمان سمجھتے ہیں۔ "نواصب" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی پال رکھی ہے۔

فائدہ نمبر2: یزید بن معاویہ کے دور کے سیاہ ترین واقعات میں سے ایک واقعہ "واقعۂ حرّہ" ہے، جو سن 63ھ میں پیش آیا تھا۔ یزید نے تقریباً دس ہزار اور ایک قول کے مطابق بارہ ہزار شامی افواج کو بھیجا کہ وہ اہل مدینہ کو تین دن تک بیعتِ یزید کی دعوت دیں۔ اگر وہ بیعت نہ کریں تو تین دن تک اہلیانِ مدینہ کو لوٹیں اور قتل وقتال کریں۔ چنانچہ شامی افواج نے ایسا ہی کیا، مدینہ طیبہ میں قتل عام کیا گیا۔ یزید کی بھیجی ہوئی افواج نے تقریباً سات سو سے زائد افراد؛ صحابہ، تابعین اور حفاظ کرام کو شہید کیا، یہاں تک کہ تین دن تک مسجد نبوی میں اذان ونماز بھی نہ ہوسکی۔

فائدہ نمبر3: مدینہ کے جنوب مشرق اور جنوب مغرب میں جھلسے ہوئے ٹیلوں کے سلسلے ہیں، کسی زمانہ میں آتش فشاں کی وجہ سے یہ علاقہ جھلس گیا تھا جنہیں "حرہ" کہا جاتا ہے، اس جگہ کی مناسبت سے اس واقعہ کو "واقعۂ حرہ" کہا جاتا ہے۔

4: علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی المکی رحمہ اللہ (ت974ھ) لکھتے ہیں:

وَعَلَى الْقَوْلِ بِأَنَّهُ مُسْلِمٌ فَهُوَ فَاسِقٌ شَرِيرٌ سَكِيرٌ جَائِرٌ.

ترجمہ: اس قول (کہ یزید مسلمان ہے) کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ وہ فاسق تھا، شریر تھا، شراب خور تھا، ظالم تھا۔ (الصواعق المحرقۃ: ص 331 تحت الخامسۃ)

5: علامہ بحر العلوم ابو العباس عبد العلی بن مولانا نظام الدین لکھنوی رحمہ اللہ (ت1235ھ) فرماتے ہیں:

وَيَزِيْدُ .... كَانَ مِنْ أَخْبَثِ الْفُسَّاقِ وَكَانَ بَعِيْدًا بِمَرَاحِلٍ مِنَ الْإِمَامَةِ بَلِ الشَّكُّ فِي إِيْمَانِهٖ خَذَلَهُ اللهُ تَعَالٰى وَالصَّنِيْعَاتُ الَّتِي صَنَعَهَا مَعْرُوْفَةٌ مِنْ أَنْوَاعِ الْخَبَائِثِ.

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: ج2 ص273 الاصل الثالث الاجماع)

ترجمہ: یزید؛ فاسقوں میں بڑا خبیث تھا اور منصب خلافت سے کوسوں دور تھا بلکہ اس کے تو ایمان میں بھی شک ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے اور جو مختلف قسم کے خبیث کام اس نے کئے ہیں وہ سب مشہور و معروف ہیں۔

6: حضرت سید احمد صاحب شہید بریلی رحمہ اللہ (ت1246ھ) لکھتے ہیں:

رفیقِ مَنْ از جنودِ حسین بن علی است و رفیقِ مخالفِ مَنْ از زمرۂ یزید شقی. (مکتوبات سید احمد: ص149)

ترجمہ: میرا دوست حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں داخل ہے اور میرے مخالف کا دوست یزید بد بخت کی جماعت میں داخل ہے۔

7: قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (ت1297ھ) لکھتے ہیں:

"ان (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کے انتقال کے بعد یزید نے پر پرزے نکالنے شروع کئے اور دل کو خواہشِ نفس اور ہاتھ کو جامِ شراب پر لے گیا۔ فسق کھلم کھلا کرنے لگا اور نماز چھوڑ دی۔"

(مکتوبات قاسم العلوم: ص175 عنوان: حضرت امیر معاویہ کے بعد یزید کی حالت)

8: ابو الحسنات محمد عبد الحی بن محمد عبد الحلیم انصاری لکھنوی رحمہ اللہ (ت1304ھ) لکھتے ہیں:

مسلک اسلم آنست کہ آن شقی را بمغفرت و ترحم ہرگز یاد نباید کرد و بہ لعن او کہ در عرف مختص بکفار گشتہ زبان خود را آلودہ نباید کرد۔ (فتاویٰ عبد الحئی: ج3 ص8، 9)

ترجمہ: یزید کے متعلق محتاط ترین مسلک یہ ہے کہ اس بدبخت کو مغفرت اور رحمہ اللہ کے کلمات سے ہرگز یاد نہ کیا جائے اور نہ ہی اس پر لعنت۔ جو کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ کر کے اپنی زبان کو گندا کرے۔

9: قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت1323ھ) فرماتے ہیں:

کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں۔ یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا، کفر کا حال دریافت نہیں، کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص49)

10: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت1362ھ) فرماتے ہیں:

یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ج4 ص465)

فائدہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلیفہ کیوں منتخب کیا، اس کی وجوہات کیا تھیں؟ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کے افعال سے بری ہیں..... ان تمام امور کی تفصیلات کے لئے میری کتاب "امیر المؤمنین سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما" کا دوسرا حصہ "اعتراضات و جوابات" ملاحظہ فرمائیں۔

جلد نمبر 9

اعتراض نمبر 4

حضرت حسینؓ کا یزید کے خلاف خروج: بغاوت ہے

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَرْفَجَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيْدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ". (صحیح مسلم: رقم الحدیث 1852)

ترجمہ: حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص تمہارے پاس آئے، اس سے پہلے ایک شخص کے حق میں خلافت کا معاملہ طے ہو چکا ہو۔ پھر کوئی تمہارے اتحاد کو توڑنے یا تمہاری جماعت میں تفریق ڈالنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو اسے قتل کر دو۔

اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب یزید کی امارت طے ہو چکی تھی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کر کے مذکورہ بالا حدیث کی مخالفت کی اور باغی ثابت ہوئے۔ (معاذ اللہ)

جواب نمبر 1:

احادیث میں جس امام کے خلاف خروج کی ممانعت ہے اس سے مراد امام عادل ہے۔ اگر امام جائر (ظالم و فاسق) ہو تو اس کے خلاف خروج کرنا بغاوت نہیں ہوگا۔ حافظ بدرالدین العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ) نے باغی کی تعریف یوں کی ہے۔

فَأَهْلُ الْبُغٰى هُمُ الْخَارِجُوْنَ عَلٰى إِمَامِ الْحَقِّ بِغَيْرِ حَقٍّ.

(البنایۃ شرح الہدایۃ: ج 7 ص 298 باب البغاۃ)

ترجمہ: باغی وہ لوگ ہیں جو شرعی حکمران کے خلاف ناحق اٹھ کھڑے ہوں۔

جواب نمبر 2:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مبارکہ جن میں جماعت سے الگ

ہونے والے کے لئے قتل کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے کوئی روایت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر منطبق نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جماعت سے الگ نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ تو عمر بن سعد سے فرمارہے ہیں کہ آپ لوگ میری طرف سے ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز اختیار کرلیں:

(1): میں جہاں سے آیا ہوں مجھے وہاں واپس جانے دیا جائے۔

(2): مجھے موقع دیا جائے کہ میں یزید سے اس معاملہ میں بالمشافہہ بات کرسکوں۔

(3): میں اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں مجھے جانے دیا جائے تاکہ وہاں اسلام کی حفاظت کرسکوں۔

چنانچہ اس پر چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

1: علامہ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ) لکھتے ہیں:

وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا خَرَجَ مُقَاتِلًا وَلٰكِنْ ظَنَّ أَنَّ النَّاسَ يُطِيعُوْنَهُ، فَلَمَّا رَأَى انْصِرَافَهُمْ عَنْهُ، طَلَبَ الرُّجُوْعَ إِلٰى وَطَنِهِ، أَوِ الذَّهَابَ إِلَى الثَّغْرِ، أَوْ إِتْيَانَ يَزِيْدَ، فَلَمْ يُمَكِّنْهُ أُولٰئِكَ الظَّلَمَةُ لَا مِنْ هٰذَا وَلَا مِنْ هٰذَا وَلَا مِنْ هٰذَا وَطَلَبُوْا أَنْ يَأْخُذُوْهُ أَسِيْرًا إِلٰى يَزِيْدَ، فَامْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ وَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ مَظْلُوْمًا شَهِيْدًا. لَمْ يَكُنْ قَصْدُهُ ابْتِدَاءً أَنْ يُقَاتِلَ. (منہاج السنۃ النبویۃ: ج2 ص173)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنگ کے ارادے سے نکلے ہی نہیں تھے بلکہ ان کا تو خیال یہ تھا کہ لوگ ان کی اطاعت کریں گے۔ لہذا جب لوگوں نے ان کے ساتھ غداری کی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے تین باتیں رکھیں:

(1): مجھے واپس اپنے وطن جانے دیا جائے۔

(2): یا مجھے اسلامی سرحدوں پر بھیج دیا جائے۔

(3): یا مجھے براہِ راست یزید کے پاس جانے دیا جائے۔

ان ظالموں نے کوئی بات بھی تسلیم نہیں کی اور ان سے مطالبہ کیا کہ ان کو

قیدی بنا کر یزید کے پاس پہنچایا جائے گا۔تو اس ناگفتہ بہ صورتحال سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کھلے طور پر انکار کر دیا اور جنگ کی یہاں تک کہ ظلماً شہید کر دیئے گئے حالانکہ شروع میں آپ کا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

2: علامہ شمس الدین ابو عبد للہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت748ھ) لکھتے ہیں:

اَلنَّاصِبَةُ الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ أَنَّ الْحُسَيْنَ مِنَ الْخَوَارِجِ الَّذِيْنَ شَقُّوا الْعَصَا وَأَنَّهُ يَجُوْزُ قَتْلُهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: "مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيْدُ أَنْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهُ كَائِنًا مَنْ كَانَ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَأَهْلُ السُّنَّةِ يَقُوْلُوْنَ: قُتِلَ مَظْلُوْمًا شَهِيْدًا وَقَاتِلُوْهُ ظَلَمَةٌ مُعْتَدُّوْنَ وَأَحَادِيْثُ قَتْلِ الْخَارِجِ لَمْ تَتَنَاوَلْهُ فَإِنَّهُ لَمْ يُفَرِّقِ الْجَمَاعَةَ وَلَمْ يُقْتَلْ إِلَّا وَهُوَ طَالِبٌ لِلرُّجُوْعِ أَوِ الْمُضِيِّ إِلٰى يَزِيْدَ.

(المنتقی من منہاج الاعتدال للذہبی: ص306، 307)

ترجمہ: ناصبی وہ لوگ ہیں جو یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان خارجیوں میں سے تھے جنہوں نے جماعت کے ٹکڑے کئے لہٰذا ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ بطور دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ جو شخص تمہارے پاس آئے جبکہ تمہارا ایک شخص پر اتفاق ہو گیا ہو اور وہ مسلمانوں کی جماعت میں دراڑیں ڈالنا چاہتا ہو تو اس کی گردن اڑا دو خواہ کوئی بھی ہو۔ اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ظلماً شہید کئے گئے اور کوفیوں نے ان کے ساتھ ظلماً قتال کیا اور زیادتی کی اور جو احادیث خارجیوں کے بارے منقول ہیں وہ تو ان پر پورا نہیں اترتیں۔ اس لئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جماعت میں کوئی تفریق نہیں ڈالی۔ وہ واپس (مدینہ منورہ) یا یزید کے پاس جانا چاہتے تھے۔

جواب نمبر 3:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق یزید کی خلافت ابھی منعقد ہی نہیں ہوئی تھی، اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یزید کی ولی عہدی کی جو بیعت لی گئی تھی اس کی حیثیت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک محض ایک مشورہ کی تھی، اس سے یزید کی خلافت ثابت نہیں ہوتی۔

اسلامی سیاست کے مشہور عالم قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسین الفراء الحنبلی الماوردی رحمہ اللہ (ت 458ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِمَامَةَ لَا تَنْعَقِدُ لِلْمَعْهُوْدِ إِلَيْهِ بِنَفْسِ الْعَهْدِ وَإِنَّمَا تَنْعَقِدُ بِعَهْدِ الْمُسْلِمِيْنَ. (الاحکام السلطانیۃ: ص 28 فصول فی الامامۃ)

ترجمہ: خلافت محض ولی عہد بنانے سے منعقد نہیں ہوتی بلکہ مسلمانوں کے اسے قبول کرنے سے منعقد ہوتی ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق یزید کی خلافت منعقد ہی نہیں تھی اس لئے یزید کے خلاف خروج کرنا بغاوت نہیں ہے۔

جواب نمبر 4:

سیدنا حسینؓ جو جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں، وہ باغی کیسے ہو سکتے ہیں؟

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ."

(جامع الترمذی: رقم الحدیث 3768)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ)

روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ وَقَدْ دَخَلَ الْحُسَيْنُ الْمَسْجِدَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى سَيِّدِ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4 ص145 ترجمۃ الحسین الشہید)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: جو شخص جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ اس نوجوان) حضرت حسین رضی اللہ عنہ (کو دیکھ لے۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے (کہ حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں)

اعتراض نمبر 5

حضرت حسینؓ کی کوشش قابلِ مدح نہیں

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تمام تر مشقت، ان کی شہادت، خاندان کی شہادت کا عملی فائدہ کچھ بھی نہیں ہوا، تو اس لحاظ سے ان کی اس کوشش کی مذمت ہونی چاہئے، نہ کہ تعریف، جب کہ اسے مدح کے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ (معاذ اللہ)

جواب نمبر 1:

دنیا دار العمل ہے دار الجزاء نہیں، کتنے انبیاء علیہم السلام ایسے گزرے ہیں جنہوں نے تبلیغ کی لیکن اس پر ظاہری فائدہ مرتب نہیں ہوا کہ ایک شخص نے بھی کلمہ پڑھا ہو۔ تو ظاہری فائدہ نہ ملنا کسی کی ناکامی کی دلیل نہیں ہوتی۔

جواب نمبر 2:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی جان دے کر اُمت کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ خلافت کی بنیاد موروثیت نہیں بلکہ اہلیت ہے۔

جواب نمبر 3:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس موقع پر اپنی جان دے کر اُمت کو یہ سبق دینا چاہتے تھے کہ ظالم کے خلاف علم جہاد بلند کرنا چاہئے خواہ اس کے نتیجے میں جان تک چلی جائے۔

اعتراض نمبر 6

حضرت حسینؓ بعد میں بیعتِ یزید کے لئے تیار ہو گئے تھے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شروع میں یزید کی بیعت نہیں کر رہے تھے تو پھر بعد میں یزید کی بیعت کے لئے تیار کیوں ہو گئے تھے، یا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ شروع میں غلطی پر تھے کہ یزید کی بیعت نہیں کی یا پھر آخر میں غلطی پر تھے کہ اخیر میں یزید کو حق پر مان کر بیعت کے لئے تیار ہو گئے۔ (معاذ اللہ)

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ لَهُ: اخْتَارُوْا مِنِّیْ وَاحِدَةً مِنْ ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ أَرْجِعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِیْ أَقْبَلْتُ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ أَضَعَ يَدِیْ فِیْ يَدِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَيَرَى فِيْمَا بَيْنِیْ وَبَيْنَهُ رَأْيَهُ، وَإِمَّا أَنْ تَسِيْرُوْا بِیْ إِلَى أَیِّ ثَغْرٍ مِنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص54 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے فرمایا کہ آپ لوگ میری طرف سے ان تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر لیں:

(1): میں جہاں سے آیا ہوں مجھے وہاں واپس جانے دیا جائے۔

(2): مجھے موقع دیا جائے کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں وہ اپنے اور میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کر لے۔

(3): میں اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں (مجھے

جانے دیا جائے تا کہ وہاں اسلام کی حفاظت کر سکوں)۔

جواب نمبر 1:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کے لئے آمادہ نہیں ہوئے تھے،

چنانچہ اس پر چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(1): ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری رحمہ اللہ (ت 456ھ) لکھتے ہیں:

اِذْ رَاٰی اَنَّهَا بَیْعَةُ ضَلَالَةٍ. (الفصل فی الملل والأهواء والنحل: ج4 ص86 الکلام فی بقاء اهل الجنة والنار ابدا)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ یزید کی بیعت؛ بیعت ضلالت (گمراہی) ہے۔

فائدہ: جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کو بیعت ضلالت کہہ رہے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے ہوں۔

(2): امام محمد بن محمد بن محمد الغزالی رحمہ اللہ (ت 505ھ) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ کربلا نقل کرتے ہیں جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

لِیَرْغَبِ الْمُؤْمِنُ فِی لِقَاءِ اللهِ تَعَالٰی وَاِنِّیْ لَا اَرَی الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً وَالْحَیَاةَ مَعَ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا جُرْمًا.

(احیاء علوم الدین: ج4 ص398 کتاب ذکر الموت، الباب الخامس)

ترجمہ: مومن کو چاہئے کہ اللہ سے ملاقات کا شوق رکھے اور میں مرنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ جینے کو جرم عظیم سمجھتا ہوں۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ بیعت کے لئے راضی نہیں ہوئے تھے۔

(3): امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر

رحمہ اللہ (ت630ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ سَمْعَانَ أَنَّهُ قَالَ: صَحِبْتُ الْحُسَيْنَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ وَمِنْ مَكَّةَ إِلَى الْعِرَاقِ وَلَمْ أُفَارِقْهُ حَتَّى قُتِلَ. وَسَمِعْتُ جَمِيعَ مُخَاطَبَاتِهِ لِلنَّاسِ إِلَى يَوْمِ مَقْتَلِهِ. فَوَاللهِ مَا أَعْطَاهُمْ مَا يَتَذَاكَرُ النَّاسُ أَنَّهُ يَضَعُ يَدَهُ فِي يَدِ يَزِيدَ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص54 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: عقبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ میں مدینہ سے مکہ، مکہ سے عراق اور وہاں سے شہادت تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا آپ سے الگ نہیں ہوا۔ اور میں نے آپ کی وہ تمام تقریریں بھی سنیں جو آپ نے لوگوں کے سامنے کیں۔ اللہ کی قسم؛ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مطالبات میں وہ مطالبہ شامل ہی نہیں تھا جو لوگوں میں مشہور ہو چکا ہے کہ آپ نے یہ کہا ہو کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دینے کے لئے تیار ہوں۔

جواب نمبر 2:

حالات کے پیش نظر؛ درایۃً (عقلی اعتبار سے) بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کے لئے راضی نہیں ہوئے تھے، اس لئے اگر تیار ہوتے تو درج ذیل مقامات پر تیار ہو جاتے۔

(1): جب یزید کی ولی عہدی کا مرحلہ تھا اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کر لیتے، اس وقت نہیں کی اور نہ ہی اس بیعت کو درست سمجھا۔

(2): حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر یزید کی طرف سے مدینہ کے عامل ولید بن عتبہ نے آپ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا کہ تو آپ نے مطالبہ کو منظور نہیں فرمایا اور یزید کی بیعت نہیں کی۔

(3): آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ صرف اسی وجہ سے چھوڑا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ پر یزید کی بیعت کے متعلق دباؤ ڈالا جا رہا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت قبول نہیں کی۔

(4): اگر آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کرنا چاہتے تو مدینہ میں ہی بیعت فرما

لیتے، ملک شام آنے کی کیا ضرورت تھی؟

(5): ابن زیاد وغیرہ بھی تو یزید کی بیعت ہی لے رہے تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا البتہ یزید سے مذاکرات اور بات چیت کرنے کے لئے خود اس کے پاس جانے پر آمادہ تھے۔

جواب نمبر 3:

اعتراض میں پیش کی گئی روایت کا درست مطلب یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو، میں براہِ راست اس سے بات کرتا ہوں، اگر وہ میری بات مان لے اور اپنے احوال اور معاملات درست کرلے تو میں مان لوں گا، میرا اس سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے۔

اعتراض نمبر 7

''حُسَیْنٌ مِنِّی وَأَنَا مِنْ حُسَیْنٍ'' سے حضرت حسینؓ کا عینِ نبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ یَعْلَی بْنِ مُرَّۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "حُسَیْنٌ مِنِّی وَأَنَا مِنْ حُسَیْنٍ أَحَبَّ اللہُ مَنْ أَحَبَّ حُسَیْنًا."

(جامع الترمذی: رقم الحدیث 3775)

ترجمہ: حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت فرماتے ہیں جو حسین سے محبت کرتا ہے (یعنی جو شخص دعویٰ محبت میں عملاً سچا ہو)۔ اس حدیث مبارک کو دلیل بنا کر بعض لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عین (ایک ہی ذات) قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حسین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک ہی ذات ہیں۔ (معاذ اللہ)

جواب نمبر 1:

اس جیسی تعبیر کا معنی یہ ہوتا ہے کہ ہمارا راستہ ایک ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں متفق ہیں۔

چنانچہ علامہ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت676ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ) مَعْنَاهُ الْمُبَالَغَةُ فِي اتِّحَادِ طَرِيْقَتِهِمَا، وَاتِّفَاقِهِمَا فِي طَاعَةِ اللهِ تَعَالٰى.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں" کا معنی یہ ہے کہ ہم دونوں کا راستہ ایک ہے اور ہم دونوں اللہ کی اطاعت میں متفق ہیں۔ (شرح مسلم للنووی: ج2 ص295 باب من فضائل جلیبیب رضی اللہ عنہ)

جواب نمبر 2:

اس فرمان کا معنیٰ یہ ہے کہ ہمارا خاندان ایک ہے۔ "حسین مجھ سے ہیں" یعنی میری نسل سے ہیں اور "میں حسین سے ہوں" یعنی میں اس کی اصل (آباء میں سے) ہوں۔

جواب نمبر 3:

"مِنِّیْ" کا لفظ تبعین کے لئے بھی آتا ہے۔

آیت نمبر 1:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ (سورۃ البقرۃ:249)

ترجمہ: جب طالوت (بادشاہ) فوجیں لے کر نکلا اور کہا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ایک نہر کے ذریعے آپ لوگوں کی آزمائش کرنے والا ہے۔ جس نے اس نہر کا پانی پیا وہ میرا نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا یقیناً وہ میرا ہے۔

آیت نمبر2:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۶) (سورۃ ابراہیم:36)

ترجمہ: (حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) اے میرے پروردگار! انہی بتوں نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے (یعنی گمراہی کا سبب بنے ہوئے ہیں) جو میری بات مانے گا تو وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے گا (اس کا معاملہ آپ کے سپرد ہے چاہیں تو عذاب دیں چاہیں تو انہیں ہدایت کی توفیق دے دیں اور آپ سے امید یہی ہے کہ آپ انہیں ہدایت کی توفیق عطا فرمائیں گے کیونکہ) آپ بہت زیادہ بخشنے والے ہیں (بخشنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ) بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

فائدہ: مذکورہ آیت کا معنی یہ نہیں کہ میرے متبعین اور میں ایک ہی ذات بن گئے ہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ میری بات ماننے والے اور میری اتباع کرنے والے ہیں۔

جواب نمبر4:

اسی طرح کے الفاظ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے لئے بھی ملتے ہیں۔ تو کیا انہیں بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عین (ایک ہی ذات) قرار دیا جائے گا؟ چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں:

1: حضرت علیؓ

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ."

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 119)

ترجمہ: حضرت حُبشی بن جُنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

2: حضرت عباسؓ

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْعَبَّاسُ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ." (جامع الترمذی: رقم الحدیث 3759)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس مجھ سے ہے اور میں عباس سے ہوں۔

3: حضرت جُلَیْبِیب

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بَرْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ فِي مَغْزًى لَهُ، فَأَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: "هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ أَحَدٍ؟" قَالُوْا: نَعَمْ، فُلَانًا، وَفُلَانًا، وَفُلَانًا ثُمَّ قَالَ: "هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ أَحَدٍ؟" قَالُوا: نَعَمْ، فُلَانًا، وَفُلَانًا، وَفُلَانًا، ثُمَّ قَالَ: "هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ أَحَدٍ؟" قَالُوا: لَا، قَالَ: "لٰكِنِّي أَفْقِدُ جُلَيْبِيْبًا، فَاطْلُبُوْهُ." فَطُلِبَ فِي الْقَتْلٰى، فَوَجَدُوْهُ إِلٰى جَنْبِ سَبْعَةٍ قَدْ قَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَتَلُوْهُ، فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: "قَتَلَ سَبْعَةً، ثُمَّ قَتَلُوْهُ، هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ." (صحیح مسلم: رقم الحدیث 2472)

ترجمہ: حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں شریک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ میں آپ کو مال عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا تم لوگ اپنے میں سے کسی کو غائب تو نہیں پاتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! فلاں فلاں فلاں شخص غائب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ (ان کے علاوہ) کوئی اور تو غائب نہیں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر جائزہ لیا تو مذکورہ لوگوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی

غائب تھے) انہوں نے جواب دیا کہ فلاں فلاں فلاں غائب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ (ان کے علاوہ) کوئی اور تو غائب نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جُلَیْبِیب نظر نہیں آرہا۔ انہیں تلاش کرو! چنانچہ انہیں مقتولین کے اندر تلاش کیا گیا تو ان کی لاش کو (کفار کی) سات لاشوں کے پاس پایا۔ جنہیں حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا۔ ان سات کو قتل کر کے خود بھی شہید ہو چکے تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر فرمایا: اس (جلیبیب رضی اللہ عنہ) نے سات (کافروں) کو قتل کیا، پھر کفار نے انہیں شہید کر دیا۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

4: یمنی اشعریین

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُوْ مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ."

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (اشعریین اور اہلِ یمن) کے بارے میں فرمایا: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (صحیح البخاری: کتاب المغازی بَاب قُدُومِ الْأَشْعَرِيِّينَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْأَشْعَرِيِّيْنَ إِذَا أَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْهُ بَيْنَهُمْ فِيْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ." (صحیح البخاری: رقم الحدیث 2486)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قبیلہ اشعر کے لوگ جہاد میں (مشغولیت کی وجہ سے

کچھ کما نہیں سکتے اور) ضرورت مند بن جاتے ہیں۔ یا مدینہ منورہ میں ان کے اہل وعیال کے پاس کھانا کم رہ جاتا ہے تو سب لوگ اپنا اپنا موجودہ کھانے پینے کا سامان ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں پھر آپس میں ایک پیمانے سے برابر تقسیم کر لیتے ہیں (ان کے اس جذبہ خیرخواہی اور بوقت حاجت مساوات والے عمل سے میں اتنا خوش ہوں کہ) وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

اعتراض نمبر 8

"واقعہ کربلا" پیش نہیں آیا

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں: فَخَرَجَ مُتَوَجِّهًا إِلَيْهِمْ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ وَسِتِّيْنَ شَخْصًا مِنْ أَهْلِ الْكُوْفَةِ صُحْبَتِهِ وَذٰلِكَ يَوْمُ الِاثْنَيْنِ فِي عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ. (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص561 طبعۃ مخرج الحسین الی العراق)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل بیت اور کوفہ کے ساٹھ افراد سمیت دس ذوالحجہ کو ان (اہل عراق) کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض لوگوں نے اس عبارت کی بنیاد پر کربلا کی ایک نئی صورت پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید میں کوئی اختلاف نہ تھا، کربلا میں جنگ نہیں ہوئی تھی بلکہ (بقول معترضین کے) اصل واقعہ یہ ہے مکہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساٹھ کوفی چلے تھے۔ کوفہ کے قریب حضرت حسین رضی اللہ نے مخالف حالات دیکھ کر واپسی کا ارادہ کیا تو انہی کوفیوں نے اصرار کر کے آپ کا ارادہ تبدیل کروا دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ دمشق کی طرف چلے تو یہی کوفی تھے جنہوں نے اپنا راز ظاہر ہو جانے کے ڈر سے آپ پر کربلا میں اچانک حملہ کر کے شہید کیا۔ عبید اللہ بن زیاد کی بھیجی گئی سرکاری فوج آپ کی حفاظت کے لئے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔ ان حفاظتی فوج کے پہنچتے پہنچتے آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ یزید اور عمر بن سعد وغیرہ کا اس واقعہ میں کوئی عمل دخل نہیں تھا اور نہ ہی جو واقعہ مشہور ہے کربلا کا وہ پیش آیا تھا۔

جواب نمبر 1:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) نے یہ روایت بغیر سند کے نقل کی ہے، تو ایسی بلا سند روایت جو معتبر تاریخی اسناد کے خلاف ہو کیسے معتبر ہو سکتی ہے؟ نیز آپ ساتویں ہجری کے مورخ ہیں اور آپ سے پہلے کسی بھی مورخ و محدث نے اس طرح کی یا اس مضمون کی موید روایت نقل نہیں کی۔

جواب نمبر 2:

واقعہ کربلا کی یہ نئی شکل محض قیاسی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ بالکل تعلق نہیں ہے، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کا اختلاف اور عمر بن سعد کی کمان میں جانے والی سرکاری فوج کے ہاتھوں آپ کی شہادت مشہور تاریخی روایات سے ثابت ہے جنہیں اکثر مورخین نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی کتب میں نقل کیا ہے اور مکہ سے ساٹھ کوفیوں کے ساتھ چلنا ایک افسانہ ہی ہے، نہ کہ حقیقت۔ صحیح تو کیا کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی واقعہ کربلا کو اس انداز میں ثابت نہیں کرتی۔

چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

(1): امام ابو الحسن ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَحَمَلُوا عَلَيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، فَضَرَبَ زُرْعَةُ بْنُ شَرِيكٍ التَّمِيمِيُّ عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرَى وَضَرَبَ أَيْضًا عَلَى عَاتِقِهِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا عَنْهُ وَهُوَ يَقُومُ وَيَكْبُو. وَحَمَلَ عَلَيْهِ فِي تِلْكَ الْحَالِ سِنَانُ بْنُ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ فَطَعَنَهُ بِالرُّمْحِ فَوَقَعَ. وَقَالَ لِخَوْلِيِّ بْنِ يَزِيدَ الْأَصْبَحِيِّ: احْتَزَّ رَأْسَهُ. فَأَرَادَ أَنْ يَفْعَلَ فَضَعُفَ وَأُرْعِدَ، فَقَالَ لَهُ سِنَانٌ: فَتَّ اللهُ عَضُدَكَ! وَنَزَلَ إِلَيْهِ فَذَبَحَهُ وَاحْتَزَّ رَأْسَهُ فَدَفَعَهُ إِلَى خَوْلِيٍّ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص78 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: اس کے بعد آپ پر ہر طرف سے حملہ ہوا، زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ رضی اللہ عنہ کے بائیں ہاتھ پر وار کیا اور اس نے آپ کے کندھے پر بھی حملہ کیا۔

اس کے بعد سب لوگ ہٹ کر ایک طرف ہو گئے، آپ اٹھنے کی کوشش کرتے لیکن اٹھ نہیں سکتے تھے۔ اسی حالت میں تھے کہ سنان بن انس نخعی نے آپ پر نیزے سے وار کیا اور آپ گر گئے۔ اس نے خولی بن یزید اصبحی کو کہا اس کا سر کاٹ دو! اس نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا لیکن اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور وہ سر نہ کاٹ سکا۔ سنان بن انس نے اس سے کہا کہ اللہ تیرے بازو کو توڑ دے یہ کہا اور (گھوڑے سے) نیچے آپ کی طرف آیا آپ کا سر؛ گردن سے الگ کر دیا اور خولی کی طرف پھینک دیا۔

(2): امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ عِدَّةُ مَنْ قُتِلَ مِنْ أَصْحَابِ الْحُسَيْنِ اثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ رَجُلًا. وَدَفَنَ الْحُسَيْنَ وَأَصْحَابَهُ أَهْلُ الْغَاضِرِيَّةِ مِنْ بَنِي أَسَدٍ بَعْدَ قَتْلِهِمْ بِيَوْمٍ وَقُتِلَ مِنْ أَصْحَابِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ ثَمَانِيَةٌ وَثَمَانُوْنَ رَجُلًا سِوَى الْجَرْحٰى فَصَلّٰى عَلَيْهِمْ عُمَرُ وَدَفَنَهُمْ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص80 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: میدان کربلا میں قافلہ حسینی کے شہداء کی تعداد بہتر 72 تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے قافلہ کے شہداء کو قبیلہ بنو اسد کی شاخ اہل غاضریہ نے ایک دن کے بعد دفن کیا جبکہ عمر بن سعد کی فوج کے زخمیوں کے علاوہ اٹھاسی 88 افراد مارے گئے۔ ان کی نماز جنازہ عمر بن سعد نے پڑھائی اور انہیں دفن کر دیا۔

اعتراض نمبر 9

حسینؓ جنگِ قسطنطنیہ میں پہلے ہی شہید ہو چکے تھے:

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں: وَلَمَّا تُوُفِّيَ الْحَسَنُ كَانَ الْحُسَيْنُ يَفِدُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ فِي كُلِّ عَامٍ فَيُعْطِيْهِ وَيُكْرِمُهُ. وَقَدْ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ غَزَوُا الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةَ مَعَ ابْنِ مُعَاوِيَةَ يَزِيْدَ فِي سَنَةِ إِحْدٰى وَخَمْسِيْنَ.

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص546 قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ)

ترجمہ: جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ حضرت معاویہ اُن کا اکرام کرتے، اور آپ رضی اللہ عنہ اس لشکر میں بھی موجود تھے جس لشکر نے جنگ قُسطَنطِینِیَّة میں یزید بن معاویہ کے ساتھ سن 51 ہجری میں جنگ کی۔

اس عبارت کو بنیاد بنا کر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سن 51 ہجری میں جنگِ قسطنطنیہ میں شریک ہوئے تھے اور اسی جنگ میں شہید ہو گئے تھے، لہٰذا سن 61 ہجری کے واقعۂ کربلا میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت کو درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

جواب نمبر 1:

(البدایۃ والنہایۃ میں یہ روایت بغیر سند کے نقل کی گئی ہے اور بلا سند روایت قابلِ اعتبار نہیں)

جواب نمبر 2:

کسی معتبر روایت سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جنگ قسطنطنیہ میں شرکت ثابت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے پہلے سات صدیوں کے مورخین و محدثین میں سے کسی نے بھی اس طرح کی روایت نقل نہیں کی۔

جواب نمبر 3:

بالفرض جنگِ قسطنطنیہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت مان بھی لیں تو شہادت کا ثبوت کہاں ہے؟

اعتراض نمبر 10

بیعتِ صحابہؓ یزید کے حق پر ہونے کی دلیل ہے:

اگر یزید برحق نہیں تھا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرح باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت سے انکار کیوں نہیں کیا؟ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہم نے بیعت کی تھی۔ ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یزید کی بیعت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یزید برحق تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ خطا پر تھے۔

جواب:

ابتداء میں یزید کا فسق ہر کسی پر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس کا فسق ظاہر تھا انہوں نے ابتداء میں بھی بیعت نہیں کی اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے ظاہری حالات اچھے دیکھے تو اس سے بیعت کر لی۔ جب اس کا فسق ظاہر ہوا تو بیعت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد نے بیعت کو توڑ دیا اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بیعت کو محض اس لئے جاری رکھا کہ انہیں بیعت توڑنے میں فتنہ کا اندیشہ تھا۔

مشہور مؤرخ وفقیہ امام ابوزید عبدالرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون رحمہ اللہ (ت808ھ) فرماتے ہیں:

وَلَمَّا حَدَثَ فِيْ يَزِيْدَ مَا حَدَثَ مِنَ الْفِسْقِ، اخْتَلَفَ الصَّحَابَةُ حِيْنَئِذٍ فِيْ شَأْنِه، فَمِنْهُمْ مَنْ رَأَى الْخُرُوْجَ عَلَيْهِ وَنَقْضَ بَيْعَتِه مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ، كَمَا فَعَلَ الْحُسَيْنُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، وَمَنِ اتَّبَعَهُمَا فِيْ ذٰلِكَ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَبَاهُ لِمَا فِيْهِ مِنْ إِثَارَةِ الْفِتْنَةِ وَكَثْرَةِ الْقَتْلِ مَعَ الْعَجْزِ عَنِ الْوَفَاءِ بِه؛ لِأَنَّ شَوْكَةَ يَزِيْدَ يَوْمَئِذٍ هِيَ عِصَابَةُ بَنِيْ أُمَيَّةَ.

(تاریخ ابن خلدون: ج1 ص264 ماحدث فی یزید من الفسق ایام خلافت)

ترجمہ: جب یزید کا فسق ظاہر ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کے بارے میں اختلاف ہوا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (اپنے اجتہاد کے موافق) اس کے خلاف بغاوت کو جائز سمجھا اس کی بیعت کو اس کے فسق کی وجہ سے توڑ دیا جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے متبعین نے کیا۔ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے جنہوں نے (اپنے اجتہاد کے موافق) بیعت توڑنے سے انکار کیا کیونکہ بیعت توڑنے میں فتنہ پھیلنے کا

اندیشہ تھا قتل و غارت کا خطرہ زیادہ تھا اور وہ حضرات اس کو پورا کرنے سے بے بس تھے اس لئے کہ ان دنوں میں یزید کی طاقت اور قوت جماعتِ بنو امیہ تھی۔

اس اعتبار سے یزید کی بیعت کرنے، نہ کرنے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین اقسام بن جاتی ہیں:

قسم اوّل: جنہوں نے ابتداء سے بیعت نہیں کی

اس قسم میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور آپ کے اصحاب شامل ہیں۔

امام ابو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد الازرقی رحمہ اللہ (ت 250ھ) لکھتے ہیں:

لَمَّا أَبْطَأَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ بَيْعَةِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، وَتَخَلَّفَ وَخَشِيَ مِنْهُمْ، لَحِقَ بِمَكَّةَ لِيَمْتَنِعَ بِالْحَرَمِ. وَجَمَعَ مَوَالِيَهُ، وَجَعَلَ يُظْهِرُ عَيْبَ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، وَيَشْتِمُهُ، وَيَذْكُرُ شُرْبَهُ الْخَمْرَ وَغَيْرَ ذٰلِكَ.

(اخبار مکۃ وما جاء فیھا من الآثار: ص294، 295 باب ما جاء في بناء ابن الزبير الكعب)

ترجمہ: جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت میں تاخیر کی اور بیعت کرنے سے پیچھے رہے اور آپ کو یزیدی فوج کا خوف محسوس ہوا تو آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تاکہ حرم میں جا کر پناہ لیں۔ وہاں آپ نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یزید کے عیوب بیان کئے یزید کی برائیاں بیان کیں اور اس کے شرابی ہونے وغیرہ کا تذکرہ بھی کیا۔ (تاکہ وہ بھی حقائق اور احوال کو جان کر بیعت نہ کرنے اور خروج کرنے کے بارے فیصلہ کریں)

قسم دوم: جنہوں نے بیعت تو کی لیکن فسق دیکھ کر بیعت توڑ دی

اس قسم میں حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ اور اہلِ مدینہ شامل ہیں۔ مشہور محدث و مؤرخ علامہ ابو القاسم علی بن الحسین المعروف ابن عساکر دمشقی رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نَرْجِعُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَنَخْلَعُ الْفَاسِقَ شَارِبَ الْخَمْرِ. وَنُبَايِعُ رَجُلًا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ أَوْ أَبْنَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ.

(تاریخ دمشق: ج59 ص365 ترجمہ معقل بن سنان)

ترجمہ: ہم مدینہ منورہ جاکر فاسق اور شرابی (یزید) کی بیعت توڑ کر خود مہاجرین کی (صالح) اولاد یا انصار کی (صالح) اولاد میں سے کسی کی بیعت کریں گے۔

علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) فرماتے ہیں:

وَكَانَ سَبَبُ خَلْعِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَهُ أَنَّ يَزِيْدَ أَسْرَفَ فِي الْمَعَاصِي.

ترجمہ: اہل مدینہ نے یزید کے بہت زیادہ گناہوں کی وجہ سے اس کی بیعت کو توڑ دیا۔ (تاریخ الخلفاء: ص 161 حالات یزید بن معاویہ)

قسم سوم: جنہوں نے بیعت تو کی لیکن فسق کے باوجود خوف فتنہ کی وجہ سے بیعت جاری رکھی

اس قسم میں حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر اور دیگر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

(1): حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بجائے یزید کی بیعت کر لی تو یزید نے انہیں شکریہ کا خط لکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کو جو جواب لکھا اس سے بھی یہی ظاہر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت برضا و رغبت نہیں کی بلکہ امت میں انتشار کے خوف سے کی ہے۔

مشہور مؤرخ ابو الحسن عز الدین علی بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) نقل کرتے ہیں:

فَكَتَبَ إِلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ جَاءَنِي كِتَابُكَ، فَأَمَّا تَرْكِي بَيْعَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَوَاللهِ مَا أَرْجُو بِذٰلِكَ بِرَّكَ وَلَا حَمْدَكَ، وَلٰكِنَّ اللهَ بِالَّذِيْ أَنْوِيْ عَلِيْمٌ. (الکامل فی التاریخ: ج 4 ص 127 ذکر بعض سیرتہ واخبارہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کو خط لکھا۔ اما بعد؛ تمہارا خط مجھے موصول ہوا، میں نے جو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت نہیں کی تو واللہ اس سلسلہ میں؛ میں تم سے حسن سلوک اور تمہاری تعریف کا خواہش مند نہیں ہوں، بلکہ جس نیت سے میں نے ایسا کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

(2): حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) فرماتے ہیں:

وَرَاٰی ابْنُ عُمَرَ بِخِلَافِ ذٰلِكَ، وَأَنَّهٗ لَا يُبَايِعُ الْمَفْضُوْلَ إِلَّا إِذَا خَشِيَ الْفِتْنَةَ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر: ج7 ص404)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے اس کے برعکس تھی کہ کسی کم درجے والے (مفضول) کی بیعت نہیں کی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ جب فتنے کا خطرہ ہو۔

(3): شمس الائمہ ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخسی رحمہ اللہ (ت483ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ رُوِيَ أَنَّهٗ لَمَّا وُلِّيَ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنْ يَكُنْ خَيْرًا شَكَرْنَا، وَإِنْ يَكُنْ بَلَاءً صَبَرْنَا. ثُمَّ قَرَأَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى: فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ. الْآيَةَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ جب یزید کو حاکم بنایا گیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر اس کی حکومت خیر ہوئی تو ہم شکر کریں گے اور اگر اس کی حکومت ہمارے لئے آزمائش ہوئی تو ہم صبر کریں گے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہما نے قرآن کریم کی آیت پڑھی: (ترجمہ آیت) "انسان کے ذمہ وہی کچھ ہے جس کا اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہی ہے جس کا بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے۔" (شرح السیر الکبیر للسرخسی: ج1 ص112 باب الجہاد مع الامراء)

شمس الائمہ علامہ سرخسی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

وَعَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ قَالُوْا: إِذَا عَدَلَ السُّلْطَانُ فَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ، وَلِلسُّلْطَانِ الْأَجْرُ وَإِذَا جَارَ فَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ وَعَلَى السُّلْطَانِ الْوِزْرُ.

(شرح السیر الکبیر للسرخسی: ج1 ص112 باب الجہاد مع الامراء)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ اگر بادشاہ انصاف کرے تو رعایا پر شکر واجب ہے اور بادشاہ کو اس کا اجر ملے گا اور اگر

وہ ظلم کرے تو رعایا پر صبر لازم ہے اور اس ظلم کا گناہ بادشاہ کو ہوگا۔

اعتراض نمبر 11

صحابہؓ، حسینؓ کو کربلا میں تنہا چھوڑ گئے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کربلا میں آپ اپنے خاندان کے ساتھ تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آپ کے ساتھ شریک نہیں تھے، تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آپ کو باطل پر سمجھتے تھے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ کی دشمنی تھی؟

جواب نمبر 1:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنگ کے ارادہ سے نکلے ہی نہیں تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے بلایا تھا کہ آپ آجائیں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ اس بنیاد پر آپ نکلے تھے۔

چنانچہ علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ) لکھتے ہیں:

وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا خَرَجَ مُقَاتِلًا، وَلٰكِنْ ظَنَّ أَنَّ النَّاسَ يُطِيْعُوْنَهُ، فَلَمَّا رَأَى انْصِرَافَهُمْ عَنْهُ، طَلَبَ الرُّجُوْعَ إِلٰى وَطَنِهِ، أَوِ الذَّهَابَ إِلَى الثَّغْرِ، أَوْ إِتْيَانَ يَزِيْدَ، فَلَمْ يُمَكِّنْهُ أُولٰئِكَ الظَّلَمَةُ لَا مِنْ هٰذَا وَلَا مِنْ هٰذَا وَلَا مِنْ هٰذَا وَطَلَبُوْا أَنْ يَأْخُذُوْهُ أَسِيْرًا إِلٰى يَزِيْدَ، فَامْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ وَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ مَظْلُوْمًا شَهِيْدًا، لَمْ يَكُنْ قَصْدُهُ ابْتِدَاءً أَنْ يُقَاتِلَ. (منہاج السنۃ النبویۃ: ج2 ص173)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنگ کے ارادے سے نکلے ہی نہیں تھے بلکہ ان کا تو خیال یہ تھا کہ لوگ ان کی اطاعت کریں گے۔ لہٰذا جب لوگوں نے ان کے ساتھ غداری کی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے تین باتیں رکھیں۔

(1): مجھے واپس اپنے وطن جانے دیا جائے۔

(2): یا مجھے اسلامی سرحدوں پر بھیج دیا جائے۔

(3): یا مجھے براہِ راست یزید کے پاس جانے دیا جائے۔

ان ظالموں نے کوئی بات بھی تسلیم نہیں کی اور ان سے مطالبہ کیا کہ ان کو قیدی بنا کر یزید کے پاس پہنچایا جائے گا۔ تو اس ناگفتہ بہ صورتحال سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کھلے طور پر انکار کر دیا اور جنگ کی یہاں تک کہ ظلماً شہید کر دیئے گئے حالانکہ شروع میں آپ کا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنگ کے ارادے سے نکلے ہی نہیں اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نہیں چلے۔

جواب نمبر 2:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ کی طرف سفر کا ارادہ کیا تو اس موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ان کو مشورہ تھا کہ آپ نہ جائیں۔ تو جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ان کو جانے سے روک رہے تھے اور ان کے کوفہ جانے کے حق میں نہیں تھے اس لئے خود ان کے ساتھ کیسے جاتے؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مشورہ:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: اسْتَشَارَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي الْخُرُوجِ فَقُلْتُ: لَوْلَا أَنْ يُزْرِيَ بِي وَبِكَ النَّاسُ لَشَبِثْتُ يَدِيَ فِي رَأْسِكَ فَلَمْ أَتْرُكْكَ تَذْهَبُ. فَكَانَ الَّذِي رَدَّ عَلَيَّ أَنْ قَالَ: لَأَنْ أُقْتَلَ فِي مَكَانِ كَذَا وَ كَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُقْتَلَ بِمَكَّةَ قَالَ: فَكَانَ هٰذَا الَّذِي سُلِّيَ نَفْسِيَ عَنْهُ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اپنی روانگی سے متعلق مشورہ لیا۔ میں نے کہا کہ اگر لوگ

میرے اور آپ کے بارے میں بدگوئی نہ کریں تو میں اپنا ہاتھ آپ کے سر میں پیوست کر دوں اور آپ کو نہ جانے دوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے جواب دیا کہ فلاں فلاں مقام پر قتل ہو جانا مجھے مکہ میں قتل ہو جانے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے میرے دل کو تسلی ہوئی۔ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص555 مطبوعہ مخرج الحسین الی العراق)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا مشورہ:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت فرماتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ بِمَكَّةَ فَبَلَغَهُ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَدْ تَوَجَّهَ إِلَى الْعِرَاقِ فَلَحِقَهُ عَلَى مَسِيرَةِ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: الْعِرَاقَ وَإِذَا مَعَهُ طَوَامِيرُ وَكُتُبٌ فَقَالَ: هٰذِهِ كُتُبُهُمْ وَبَيْعَتُهُمْ فَقَالَ: لَا تَأْتِهِمْ فَأَبَى فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا، إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَيَّرَهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ وَلَمْ يُرِدِ الدُّنْيَا وَإِنَّكَ بَضْعَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللهِ مَا يَلِيهَا أَحَدٌ مِنْكُمْ أَبَدًا وَمَا صَرَفَهَا اللهُ عَنْكُمْ إِلَّا لِلَّذِي هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ، فَأَبَى أَنْ يَرْجِعَ قَالَ فَاعْتَنَقَهُ ابْنُ عُمَرَ وَبَكَى وَقَالَ: أَسْتَوْدِعُكَ اللهَ مِنْ قَتِيلٍ.

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما عراق کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ تو وہ تین دن کی مسافت پر آپ رضی اللہ عنہ سے آ کر ملے اور پوچھا: کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عراق۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس (کوفیوں کے لمبے لمبے اور جھوٹے) خطوط بھی تھے۔ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ان کے خطوط ہیں اور یہ

ان کی طرف سے بیعت (کی یقین دہانی) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ ان کے پاس نہ جائیں لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کی رائے کو قبول نہ کیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں۔ حضرت جبرئیل ایک دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور (بحکم خدا) آپ کو دنیا یا پھر آخرت میں رہنے کا اختیار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو اختیار کر لیا اور دنیا میں رہنے کا ارادہ ترک فرما دیا۔ اے حسین بن علی! آپ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے ہیں اور اللہ کی قسم! آپ میں کوئی شخص کبھی دنیا کا حکمران نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے ہٹا کر اس چیز کی طرف پھیر دیا ہے جو آپ کے حق میں بہتر ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے واپس پلٹ جانے سے یکسر انکار کیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو گلے لگایا، زاروقطار رو دیئے اور فرمایا: شہادت کے راستے پر جانے والے میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص556 صفۃ مخرج الحسین الی العراق)

فائدہ: مخلص احباب آپ کو محبت کی بنیاد پر کوفہ جانے سے روکتے رہے مگر آپ اپنی خلوص نیت کی بنیاد پر یہ سمجھتے تھے کہ میرے جانے سے وہاں کے لوگوں کا فائدہ ہوگا۔ اس لئے ان کے مشوروں کے باوجود بھی کوفہ تشریف لے گئے۔

اعتراض نمبر 12

اہل السنۃ والجماعۃ شہادت حسینؓ پر ماتم نہیں کرتے

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيْمَ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "وَأَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَقَالَ: "يَا ابْنَ عَوْفٍ! إِنَّهَا رَحْمَةٌ." ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ."

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے پاس گئے۔ یہ ابراہیم رضی اللہ عنہ (جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں) کو دودھ پلانے والی کے خاوند تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا، پیار کیا اور سونگھا۔ پھر اس کے بعد دوبارہ ہم ان کے پاس گئے۔ دیکھا کہ اس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی روح قبض ہو رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ یا رسول اللہ! آپ بھی اور لوگوں کی طرح آنسو بہاتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ تو رحمت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ روئے اور فرمایا: آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے، لیکن پھر بھی ہم زبان سے وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے۔ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1303)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت پر رونا چاہئے، ظاہر ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت مظلومانہ ہے، کتنی بڑی مصیبت ہے تو اس پر ماتم کرنا چاہئے اور اپنے غم کا اظہار کر کے ان کے ساتھ اظہار محبت کرنا چاہئے جبکہ اہل السنہ والجماعۃ کی طرف سے ماتم نہیں کیا جاتا۔

جواب: ایک ہوتا ہے صدمہ پر طبعی غم، اس غم کا رونے سے اظہار کرنا اور بوقت غم آنسوؤں کا خود بخود نکلنا، یہ جائز ہے اور حدیث بالا سے یہی ثابت ہے۔ ایک ہے سال بھر پُرسکون رہنا اور محرم کے آجانے پر قصداً رونا، ماتم کرنا، سیاہ لباس پہننا، نوحہ کرنا، زنجیر زنی کرنا، بیڑیاں پہننا، چہرہ پیٹنا اور واویلا کرنا یہ سب امور اہلِ اسلام کے ہاں ناجائز ہیں، ان کا ناجائز ہونا کتبِ اہل السنت اور کتبِ اہلِ تشیع دونوں سے ثابت ہے۔

چنانچہ ذیل میں دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

کتبِ اہل السنۃ والجماعۃ:

1: امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ .... لَمَّا مَاتَتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .... فَبَكَتِ النِّسَاءُ فَجَعَلَ عُمَرُ يَضْرِبُهُنَّ بِسَوْطِهِ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ وَقَالَ: "مَهْلًا يَا عُمَرُ!" ثُمَّ قَالَ: "ابْكِيْنَ وَإِيَّاكُنَّ وَنَعِيْقَ الشَّيْطَانِ." ثُمَّ قَالَ: "إِنَّهُ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْعَيْنِ وَالْقَلْبِ فَمِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَاللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ." (مسند احمد: ج2 ص530 رقم الحدیث 2127)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کوڑے سے مارنے لگے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں سے فرمایا: کہ تم رو لو لیکن شیطانی آواز مت نکالو۔ پھر فرمایا: جو رونا آنکھ اور دل سے ہو وہ جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطانی فعل ہے۔

2: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ." (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1297)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور زمانہ جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔ (یعنی ہماری شریعت کے طریقے پر نہیں ہے)

3: امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالِاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ وَالنِّيَاحَةُ." وَقَالَ: "النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ." (صحیح مسلم: رقم الحدیث 934)

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں جاہلیت کی چار خصلتیں ایسی ہیں جنہیں وہ نہیں چھوڑیں گے۔

حسب پر فخر کرنا نسب پر طعن کرنا نوحہ کرنا

ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوحہ کرنے والی اگر موت سے پہلے پہلے توبہ نہ کرلے تو قیامت کے دن اس پر گندھک کی قمیص ہوگی اور خارش کا کرتہ ہوگا۔

3: امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں: يَا أُخَيَّةُ! إِنِّي أُقْسِمُ عَلَيْكِ لَا تَشُقِّي عَلَيَّ جَيْبًا، وَلَا تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهًا، وَلَا تَدْعِي عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ إِنْ أَنَا هَلَكْتُ. (الکامل فی التاریخ: ج4 ص59 ذکر مقتل الحسین)

ترجمہ: (حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا) میری بہن! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میری وجہ سے تم اپنے کپڑے نہ پھاڑنا، اپنا چہرہ نہ نوچنا اور میری شہادت کی خبر سن کر مجھ پر آہ وزاری نہ کرنا۔

کتبِ اہلِ تشیع:

1: (شیعہ مصنف) ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی (ت 328 ھ) روایت نقل کرتے ہیں: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ: "إِذَا أَنَا مِتُّ فَلَا تَخْمِشِيْ عَلَيَّ وَجْهًا وَلَا تَنْشِرِيْ عَلَيَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِيْ بِالْوَيْلِ وَلَا تُقِيْمِيْ عَلَيَّ نَائِحَةً."

(الفروع من الکافی: ج5 ص 527 کتاب النکاح باب صفۃ مبایعۃ النبی النساء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا کہ میری وفات پر منہ نہ پیٹنا، بال نہ بکھیرنا، واویلا نہ کرنا اور نہ ہی کسی نوحہ کرنے والی کو بلانا۔

2: (شیعہ مصنف) ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی (ت 328 ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: الصَّبْرُ مِنَ الْإِيْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَإِذَا ذَهَبَ الرَّأْسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ كَذٰلِكَ إِذَا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْإِيْمَانُ. (الاصول من الکافی ج2 ص89 کتاب الایمان والکفر باب الصبر)

ترجمہ: امام ابوعبداللہ (جعفر صادق رحمہ اللہ) سے روایت ہے، فرماتے ہیں: صبر کا ایمان سے ایسا تعلق ہے جیسے سر کا جسم کے ساتھ، جب سر نہ رہے تو جسم نہیں رہتا۔ اسی طرح جب صبر نہ رہے تو ایمان بھی نہیں رہتا۔

3: (شیعہ مصنف) محمد بن حسین بن موسیٰ سید شریف رضی شیعی (ت 406 ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

يَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلَى قَدْرِ الْمُصِيْبَةِ وَمَنْ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ عِنْدَ مُصِيْبَتِهِ حَبِطَ أَجْرُهُ. (شرح نہج البلاغہ لابن الحدید: ج18 ص342 بدۃ من الوصایا الحکمیۃ)

ترجمہ: صبر مصیبت کے مطابق ملتا ہے تو جس نے مصیبت کے وقت اپنی ران پر مارا تو اس کا اجر وثواب ضائع ہو گیا۔

حادثہ کربلا
کا
پس منظر

جناب ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی

حادثہ کربلا کا پس منظر

مرتبہ
ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی
اُستاذ جواہر لال یونیورسٹی دہلی

ناشر:
مکتبۃ الحسن
۳۳ حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور، پاکستان
042-37241355, 0307-3339699

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
حادثہ کربلا کا پس منظر	۴۳۴
حرف اوّل: مولانا ابوالحسن علی ندوی	۴۳۵
اہل سنت کا مسلک	۴۳۵
حرف دوم: ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی	۴۳۷
مقدمۂ کتاب	۴۳۷
حادثہ کربلا کا دینی اور نظریاتی پس منظر	۴۴۲
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	۴۴۲
یزید کی ولی عہدی کے نقصانات	۴۴۳
دینی طبقہ کی رائے عامہ	۴۴۶
عہد خلافت راشدہ کے بعد کی خرابیاں	۴۴۷
اختلاف کی بنیاد	۴۵۰
حضرت معاویہؓ کا موقف	۴۵۲
صحابہ کرامؓ کا رد کنا بر بنائے مصلحت وشفقت تھا	۴۵۲
حکمت الٰہی کیا تھا؟	۴۵۶
حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت اہل عزیمت کے لئے نمونہ	۴۵۶
ایک بنیادی مسئلہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ	۴۵۹
ظالم حکمران کے خلاف اقدام کے بارے میں علامہ ابن حزم کا موقف	۴۶۲
فاسق وفاجر حکمران کے خلاف کارروائی کے بارے میں امام غزالیؒ کا موقف	۴۶۵
علامہ ابوبکر جصاصؒ کا موقف	۴۶۶
ابوالمعالی امام الحرمین کا نقطہ نظر	۴۶۷
حضرت عمرؓ کی حدیث	۴۶۸

اعتدال کی راہ	۴۶۹
علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا موقف حسینؓ و یزید کے بارے میں	۴۷۱
انعقاد امامت کا مسئلہ اور یزید اور اسلام کا اصول حکمرانی	۴۷۲
زشت روئی سے تری، آئینہ ہے رسوا ترا	۴۷۸
خود یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید کی شہادت	۴۸۰
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی شہادت	۴۸۱
علامہ ابن تیمیہؒ کی شہادت	۴۸۱
''وضع الید في الید'' کی روایت	۴۸۱
''وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر'' پر عمل کا نمونہ	۴۸۳
وہ اسپرٹ آج بھی باقی ہے	۴۸۳
آخر میں ایک بات اور	۴۸۴
ایک مرض اور اس کے اسباب	۴۸۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''حادثہ کربلا کا پس منظر''

عنوان بالا پر پہلے کتاب انڈیا سے شائع ہوئی۔ اس میں ردّ ناصبیت پر محقق عصر حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کی تین کتابیں تھیں۔ جو علیحدہ علیحدہ اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہیں۔ ان کے مجموعہ کا نام ''حادثہ کربلاء کا پس منظر'' رکھا گیا۔ اس نام سے اس کا مقدمہ جناب ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی نے تحریر فرمایا۔ جو ہم ''مجموعہ کتب احتساب ناصبیت'' میں نمبر سینتالیس (۴۷) پر شامل کر رہے ہیں۔ پہلے یہ کتاب انڈیا سے شائع ہوئی۔ پھر مکتبہ الحسن ۳۳ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور سے شائع ہوئی۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اوّل

مولانا ابوالحسن علی ندوی

اہل سنت کا مسلک

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی کی یہ شائع شدہ تحریر
اس موضوع پر حرف اوّل بھی ہے اور حرف آخر بھی

ائمہ اہل سنت اور اس گروہ کے تمام محقق و معتبر علماء اور نمائندوں کا اس پر اتفاق ہے کہ خلافت راشدہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہوگئی۔ حضرت معاویہؓ اور ان کے جانشینوں کی حکومت احادیث صحیحہ کے مطابق (جن میں خلافت راشدہ کے بارے میں تیس سال کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے) خلافت راشدہ نہیں تھی، یہی حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ص ۶۴۱) اور آخر میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی کا مسلک اور تحقیق ہے۔

(خلفائے راشدین از مولانا عبدالشکور فاروقی، ص ۱۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ۱۹۹۱ء، ۱۴۱۱ھ)

اسی طرح گروہ اہل سنت، یزید بن حضرت معاویہؓ کو اس دور خیر و برکت میں جماعت صحابہ اور صالحین امت پر حکومت کرنے کا مستحق نہیں سمجھتا اور ان کو معتبر تاریخ و سیر کی روشنی میں (اس دینداری اور صلاح و تقوٰی کے معیار پر پورا اترتا ہوا نہیں پاتا جو ایک مسلمان حاکم اور فرماں روا کے لئے کم سے کم) اس عہد میں ضروری تھا بلکہ ان کو بہت سے ایسے مشاغل اور عادات کا مرتکب و عادی جانتا ہے جو شرعی حیثیت سے قابل تنقید و مذمت ہیں، پھر انہیں کے عہد میں واقعہ حرّہ جیسا سنگین اور قابل شرم واقعہ پیش آیا جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں، یہی رائے امام احمد بن حنبل سے (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۴۸۳ طبع اوّل

الریاض) اور شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کی ہے ہے۔ دونوں نے سخت الفاظ میں یزید کی مذمت کی ہے، لیکن وہ لعن وطعن، سب وشتم اور تبرا سے محترز اور مجتنب اور رفض وتشیع سے بیزار اور اس کے منکر ومخالف تھے۔

(ملاحظہ ہو شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کی معرکۃ الآراء کتاب ''منہاج السنۃ'')

اس کے نتیجہ میں اور اس کے پس منظر میں محققین اہل سنت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو درست سمجھتے ہیں، جو انہوں نے یزید کے معاملہ اور مقابلہ میں اختیار کیا اور ان کو برسر صواب، شہید راہ حق اور امت کے لئے ایک نمونہ پیش کرنے والا باور کرتے ہیں۔ اگر ایک جمی جمائی حکومت کے خلاف جس کا حاکم وفرماں روا مسلمان ہو، لیکن اس کی سیرت غیر اسلامی، اس کے اخلاق وعادات قابل تنقید ہوں اور اس سے مسلمانوں کے اخلاق اور اسلامی معاشرے پر برے اثرات کے پڑنے کا اندیشہ ہو، کسی قسم کا اقدام، خروج وبغاوت اور انتشار انگیزی کے مترادف قرار دیا جائے تو پھر خاندان سادات ہی کے ان تین صاحب عزیمت افراد زید شہید، محمد ذی النفس الزکیہ، اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ المحض کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے گی، جن میں سے اول الذکر نے اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان اور دوآخر الذکر حضرات نے خلیفہ منصور عباسی کے مقابلہ میں علم جہاد بلند کیا جو بہر حال یزید سے غنیمت اور کہیں بہتر تھے۔

اور دو عظیم الشان فقہاء اور مذاہب فقہیہ اہل سنت کے جلیل القدر بانی امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے ان کی کھل کر تائید وحمایت فرمائی۔ حضرت زید بن علی بن حسینؓ نے جب ہشام بن عبدالملک کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو امام ابوحنیفہؒ نے دس ہزار درہم ان کی خدمت میں بھیجے اور حاضری سے معذرت کی ہے۔

(ملاحظہ ہو مناقب ابی حنیفہ ج ۱ ص ۵۵ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی از مولانا سید مناظر احسن گیلانی)

حرف دوم

ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی

مقدمہ کتاب

اسلامی تاریخ پر شب خون

یزید بن معاویہ ایسا باطل نہ تھا جس کے خلاف مقاومت ضروری تھی۔ یہ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش جو پاکستان میں محمود عباسی صاحب کی کتاب سے شروع ہوئی تھی، اب ہندوستان میں ایک مخصوص حلقے میں کی جارہی ہے۔ چنانچہ لکھنو سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں حضرت امام حسینؓ کے اقدام کو غلط ثابت کیا گیا ہے اور یزید کی طرف سے بیان صفائی دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ایک خطرناک اقدام ہے کیونکہ اگر اسکو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا تعلق اور محبت کا رشتہ یقینی طور پر کمزور ہوتا ہے۔ مزید برآں فاسق اور برسر باطل اقتدار کے خلاف مزاحمت اور مقاومت کی تمام کوششوں پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ صدر اول میں حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی کوششیں بعد کی صدیوں کے لئے نمونے اور معیار کا کام کرتی رہی ہیں اور آئندہ بھی کام کرتی رہیں گی۔

واقعہ کربلا کی اہمیت کو کم کرنے اور اس کی واقعی اہمیت کو گھٹا کر دکھانے اور یزید کے کردار کو بلند و بالا ثابت کرنے کا واضح مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افراد خاندان کی کامیاب تربیت نہیں کی ورنہ وہ اپنے ذاتی اقتدار کے حریص بن کر اقتدار وقت سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرتے۔ پیغمبر برحق جن کو اللہ نے مامور فرمایا تھا کہ بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کا سامان بہم پہنچائیں اور دعوت کا سلسلہ خود اپنے قریب کے اعزا و اقرباء سے شروع کریں۔ وانذر عشیرتك الاقربین (اور ڈرایئے اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو) انہوں نے خود اپنے گھرانے کو فراموش کردیا اور ان کی دعوت اور ان کی تربیت کا اور رات دن کی صحبت کا

ان کے گھر والوں پر کوئی اثر نہ پڑا اور وہ سب حب جاہ کے شکار ہو گئے۔ ایک سچے اور اچھے مسلمان خاندان کی یہ خصوصیت ہر جگہ دیکھی جاسکتی ہے کہ اس کے تمام افراد عقیدہ و عمل کے لحاظ سے ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ آدمی جس ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے اور جو باتیں بچپن میں اس کے کانوں میں پڑتی ہیں جو نمونے اپنے خاندان میں دیکھتا ہے اسی کے مطابق وہ قدرتی طور پر ڈھل جاتا ہے۔ عصبیت میں بھی اور محبت میں بھی اس کے دل و دماغ پر اسی نمونے کی چھاپ ہوتی ہے۔ بہت ہی شاذ و نادر لاکھوں کروڑوں میں دو چار ایسے ہوتے ہیں جو اس اصول سے مستثنیٰ ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تعلق اپنے نواسوں یعنی حضرات حسنینؓ سے تھا اور جس طرح کی شفقت کے واقعات صحیح احادیث میں موجود ہیں اور حضرات حسنینؓ کے والدین حضرت فاطمہ زہراؓ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو گہرا تعلق تھا اس کے مطابق اور قرین عقل و قیاس اور موافق کتب تاریخ و احادیث و رجال یہ بات ہوگی کہ اہل بیت لوگوں کے لئے ایک نمونہ اور چراغ راہ کی حیثیت رکھتے ہوں۔ اب ان احادیث کا انکار جن سے ان اہل بیت سے آپ کی گہری محبت کا اظہار ہوتا ہو در حقیقت نادانی اور صحاح و سنن کے تمام مجموعے کو مشکوک اور نا قابل اعتبار ٹھہرانا ہے۔ ان عظیم حضرات کے مقابلے میں ایک ایسے شخص کو میدان میں لانا اور اسے ہیرو بنانا جس کے سیاہ کارناموں پر امت کے تمام اکابر متفق ہوں بڑی جسارت کی بات ہے۔

یزید کی کردار سازی اور اسے حاکم برحق قرار دینا در حقیقت ملت اسلامیہ کے دلوں سے اسلام کی اور اہل بیت کی محبت و عظمت کو نکالنے کی کوشش کرنا ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ یزید کی ولی عہدی کے وقت سے اسلام کی تاریخ میں غیر شرعی موروثی نظام حکومت کا سلسلہ شروع ہوا اور اتنا دراز ہوا کہ ترکی کی خلافت کے خاتمے کے وقت ہی وہ ختم ہو سکا۔ یہ کون نہیں جانتا کہ واقعہ حرہ میں مدینہ میں انصار و مہاجرین پر جو قیامت ٹوٹی اس کا ذمہ دار بھی یزید تھا۔ جس نے تین روز تک شام کے لشکریوں کو یہ آزادی دے دی کہ جس کو چاہیں قتل کریں اور جس گھر کو چاہیں لوٹ لیں اور جس کی

ناموس وعزت چاہیں تاراج کریں۔کون نہیں جانتا کہ یزید ہی کے حکم سے مسجد نبوی کی حرمت پامال کی گئی۔ وہ بقعہء پاک جہاں جبرئیل امین اترتے تھے اور جس کے ایک حصے کو جنت کی کیاریاں یعنی ''ریاض الجنۃ'' کہا گیا ہے، وہاں گھوڑے باندھے گئے۔ اب جو شخص بھی ان اعمال سے راضی ہو، اس کی تاویل کرے اور ان اعمال کے ذمہ دار یزید کا وکیل بن کر کھڑا ہو، اس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی کیا عزت ووقعت باقی رہ سکتی ہے؟

جو لوگ یزید کے اعمال کی تاویل کرتے ہیں اور اس کی طرف سے دفاع کرتے ہیں، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ان صحابہ کرامؓ کے قتل سے بھی راضی ہیں جو کعبہ اللہ میں پناہ لئے ہوئے تھے اور یزید کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر جلیل القدر صحابی ہیں اور مدینہ منورہ میں پیدا ہونے والے پہلے صحابی ہیں اور جن کو سب سے پہلی غذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے دست مبارک سے ملی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دندانِ مبارک سے کھجور چبا کر ان کے منہ میں رکھا تھا۔ گویا اس عالم وجود میں آنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا جو آپ کی غذا بنا۔ حضرت حسینؓ کے بعد وہ یزید کی مخالفت میں صف آراء ہوئے۔ اب کوئی شخص ان کے عمل کو غلط کہے اور ان کو غلط کار ثابت کرنے کی کوشش کرے اور جابر حکومت کے فوجیوں کو برسرحق سمجھے اور یزید کی کردار سازی کرے تو یہ تاریخ اسلام پر شب خون مارنا ہے۔ کوئلے کو کافور اور کافور کو کوئلہ ثابت کرنے کی کوشش مسلمانوں کے شجرہ نسب ومحبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹ دے گی اور اس سے یہ بات ثابت ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو نگاہ میں کوئی تاخیر تھی نہ آپ کے اسوہ میں نہ عمل میں نہ تربیت میں۔ وہ اپنے افراد خاندان اور قریب ترین صحابہ کی تربیت نہ کر سکے۔ مدینے کے لوگ جو یزید کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے تھے یہ وہ انصار مدینہ تھے جنہوں نے بدر کے موقع پر کہا تھا ہم آپ کے دائیں سے لڑیں گے اور آپ کے بائیں سے لڑیں گے، آپ کے لئے سمندر میں کود جائیں گے۔

کیا وہ اس لائق تھے کہ ان کے گھروں میں گھس کر ان کو قتل کر دیا جائے؟ کیا اس واقعہ کے بعد بھی یزید کی کردار سازی کی کوئی گنجائش باقی رہ سکتی ہے؟

بدنام زمانہ سلمان رشدی نے کھلے بندوں وار کیا تھا اور کھل کر دشمن کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے آیا تھا اور تمام مسلمانوں نے اس سے نفرت کا اظہار کیا اور دشمنان دین نے اس کی پشت پناہی کی اور آج بھی کر رہے ہیں۔ لیکن محمود عباسی اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے اس سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ یہ اپنے زہر کو نام نہاد تحقیق کے کیپسول میں پیش کر رہے ہیں۔ اللہ ان کو صحیح عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔

نئے مطالعہ کی روشنی میں واقعہ کربلا کو دیکھنے کا مطلب کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہ تو کوئی نیا وثیقہ برآمد ہوا ہے اور نہ کوئی نئی تاریخ دستاویز اور نہ لندن کے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس سے مصنف کتاب کو نیا مخطوطہ مل سکا ہے۔ تاریخ کے مصادر و مراجع وہی ہیں جن کی روشنی میں سینکڑوں برس سے امت کے اعیان علماء وصلحاء ایک نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ دوسرا نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش ایک طرح کا فکری شذوذ ہے جس سے مسلمانوں کو بچنے اور بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پیش نظر کتاب ایسی ہی ایک کوشش ہے اور پورے اخلاص کے ساتھ ایک علمی اور دینی پیش کش۔ ایک ابتدائی مقالہ کے سوا جسے ہندوستان کے علمی افق پر چھیڑی گئی بحث کے پس منظر میں لکھا گیا ہے پوری کتاب محدث جلیل مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کے قلم سے ہے۔ حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی، مصنف لغات القرآن ایک عالم جلیل اور محدث کبیر ہیں۔ آپ نے سنن ابن ماجہ کی شرح لکھی ہے جو ہندو پاکستان کے علاوہ عرب ممالک میں بھی اہل علم کے نزدیک اہمیت سے دیکھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی احادیث نبویہ پر آپ کے قلم سے نکلی ہوئی تحقیقات کا علمی وزن ہے۔ امام حسن بن زیاد کی کتاب الآثار کی تحقیق آپ کا زبردست علمی اور تحقیقی کارنامہ ہے اس کے علاوہ امام حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک علی الصحیحین کے مشہور رسالے ''المدخل فی اصول الحدیث'' پر آپ کا گراں بہا علمی و تحقیقی تبصرہ الرحیم اکیڈمی کراچی سے شائع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حیدر حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا ہے اور فقہ حنفی میں آپ کو اس درجہ رسوخ حاصل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت کو اپنے نام نامی کا جزء ''نعمانی'' بنالیا ہے۔ اکابر دیوبند سے آپ کو گہرا تعلق ہے۔ دیوبند کے صد سالہ تقریب کے موقع پر الفرقان میں آپ کا مقالہ شائع ہوا تھا جس میں آپ نے دارالعلوم دیوبند کو دین حنیف ابراہیمی اور مسلک حنفی کا قلعہ بتایا تھا، کئی مرتبہ مہمان استاد کی حیثیت سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں درس حدیث دیا ہے۔ پاکستان میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے مدرسہ میں عرصہ دراز تک احادیث کی کتابیں پڑھاتے رہے ہیں۔

جب پاکستان میں محمود عباسی کا فتنہ اٹھا تو اس کو دبانے میں علمائے ہندو پاکستان نے بیش از بیش خدمات پیش کیں۔ ان بزرگوں میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد اویس صاحب ندوی شیخ التفسیر ندوۃ العلماء اور مشہور دینی محقق مولانا قاضی اطہر مبارکپوری نے ہندوستان سے حصہ لیا۔ پاکستان میں حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کی کتابیں مکتبہ اہل سنت کراچی نے شائع کیں اور ان کتابوں کی وجہ سے عباسی فتنہ چند نیم خواندہ افراد تک سمٹ کر رہ گیا۔ اب وہاں کوئی عالم دین اس فتنہ میں شریک نہیں ہے۔ ہندوستان میں چونکہ یہ فتنہ نیا نیا شروع ہوا ہے اور بھیس بدل کر نئے انداز میں ابھارا جارہا ہے اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ مجلس علمی کی طرف سے اس موضوع پر حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کی تحریریں شائع کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب کو غلط افکار و نظریات کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور جن لوگوں نے غلط نظریات کو قبول کرلیا ہے ان کو ان نظریات سے رجوع کرنے کی توفیق بخشے۔

محسن عثمانی ندوی

مجلس علمی، ۱۲۱، ذاکر باغ نئی دہلی ۲۵

۱۸ اگست ۱۹۹۲ء مطابق ۸ صفر ۱۴۱۳ھ

حادثہ کربلا کا دینی اور نظریاتی پس منظر

گزشتہ چالیس برس کے عرصہ میں اس برصغیر میں متعدد ایسی کتابیں شائع کی جاتی ہیں جن کا مقصود کبھی صاف طور پر اور کبھی اشارۃً یہ ثابت کرنا ہے کہ یزید کے خلاف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام دینی نقطہ نظر سے بھی غلط تھا اور عقل و احتیاط کے بھی خلاف تھا اور اس کے ساتھ یہ بات بھی دہرائی جاتی رہی ہے کہ یزید کے اندر کوئی برائی نہ تھی جس کی وجہ سے اس کے خلاف کارروائی ضروری تھی۔ سب سے پہلے تو یہ بات جان لینے کی ہے کہ واقعہ کربلا حضرت حسینؓ اور یزید کی آویزش کے سلسلے میں گزشتہ ایک ہزار برس کے عرصے میں اہل دین وصلحاء ایک موقف رکھتے ہیں، یہاں تک کہ مسائل فقہ میں جن چار اماموں کی امت اسلامیہ پیروی کرتی ہے ان کا موقف بھی ایک ہے اور ان کے سیاسی بیانات سے ان کے رجحان و میلانات کا پتہ چلانا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔

واقعہ کربلا کے سلسلے میں کوئی دوسرا موقف اختیار کرنے کا مطلب بہ الفاظ دیگر اپنے آپ کو ائمہ فقہ سے بڑھ کر فقیہ اور دین میں فہم و بصیرت کا حامل ہونے کا دعوی کرنا ہے۔ علماء دین اور ائمہ عظام تسلسل اور تواتر کے ساتھ اس مسئلہ کو جس نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں، وہ یہ ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت کے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ خود حضرت معاویہؓ کی تخت نشینی امت کے اعیان سے مشورت اور استمزاج کے ذریعہ نہیں ہوئی تھی بلکہ انہوں نے اقتدار حاصل کر لیا تھا اور لوگوں نے بس ان کی اطاعت کر لی تھی۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ کی بیعت کے بعد مشہور صحابی اور فاتح عراق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان سے ملے تو انہوں نے السلام علیک یا یھا الملک کہہ کر خطاب کیا یعنی اے بادشاہ آپ کو سلام۔ حضرت معاویہؓ کو امیر المومنین کے بجائے ملک کہہ کر خطاب کرنا

ناگوار ہوا۔ لیکن ان کو خود بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ وہ مسلمانوں میں پہلے بادشاہ ہیں۔ بلا شبہ حضرت معاویہؓ کا زمانہ فتوحات کے اعتبار سے اور اسلام کی وسعت و اشاعت کے اعتبار سے اور امن وامان کے اعتبار سے بہت خیر و برکت کا زمانہ ہے۔ وہ صحابی رسول اور کاتب وحی تھے اور زبردست انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اگر فوراً خلافت راشدہ کے بعد ان کا عہد نہ شروع ہوا ہوتا تو لوگ ان کی عظمتوں کے قصیدے پڑھتے اور سیاست وحکومت کے لئے ان کو نمونہ اور معیار سمجھتے۔ لیکن سیاست وحکومت کا یہ چاند گہن میں اس لئے پڑ گیا کہ خلافت راشدہ کے دور زریں کے بعد فوراً وہ سر برآرائے سلطنت ہوئے۔

اگر یزید کی ولی عہدی کا واقعہ پیش نہ آتا جس کے عہد میں حضرت حسینؓ شہید کئے گئے اور ایک دو باتیں اور نہ ہوتیں تو ان کی حکومت کا زمانہ قابل مثال زمانہ قرار پاتا۔ وہ بڑے خدا ترس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشقانہ محبت رکھنے والے انسان تھے۔ انہوں نے اپنی وصیت میں اہل خاندان سے کہا تھا کہ خدا کا خوف کرتے رہنا کہ خوف کرنے والوں کو خدا مصائب سے بچاتا ہے۔ جو خدا سے نہیں ڈرتا اس کا کوئی مددگار نہیں پھر اپنے ذاتی مال میں سے آدھا مال انہوں نے بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا۔

تجہیز وتکفین کے متعلق یہ وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک کرتا مرحمت فرمایا تھا اس کو میں نے اسی دن کے لئے محفوظ کر رکھا ہے۔ آپ کے موئے مبارک اور ناخن شیشہ میں محفوظ ہیں۔ اس کرتے میں مجھے کفنانا اور ناخن اور موئے مبارک کو آنکھ اور منہ میں رکھ دینا۔ شاید خدا اس کے طفیل میں اور اس کی برکت سے مغفرت فرمادے۔

یزید کی ولی عہدی کے نقصانات

حضرت معاویہؓ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یزید کو جانشین نامزد کر دیا اس

وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد بہت تھوڑی تھی، یہ صحابہ کرام کی اولاد واحفاد کا عہد تھا۔ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن رکھی تھی کہ میری سنت اور میرے راشد خلفاء کی سنت کو دانتوں سے پکڑ کر رکھو، انہیں سیاست وحکومت کی سطح پر خلفائے راشدینؓ کے زمانے سے یہ انحراف گوارا نہیں ہوا۔ جو روایت قائم ہوئی تھی اور جس روایت کو اختیار کرنے کا حکم حدیث میں موجود تھا اس اعتبار سے اہل تقویٰ اور اہل علم حکومت کو کسی شخص اور خاندان کی جائیداد نہیں سمجھتے تھے کہ باپ کے بعد بیٹا اس کا وارث ہو جائے۔ حکومت تو شہر اور ملک کا انتظام کرنے کے لئے قائم کی جاتی ہے۔ یہ ایک اجتماعی کام ہے اور لائق ترین شخص کو یہ خدمت سپرد کی جانی چاہئے۔ اسلام کے اجتماعی نظام میں ملوکیت کے در آنے کے واقعہ کو ممکن نہ تھا کہ اہل دین کا ضمیر برداشت کرتا۔ اسلام کے نظام میں جو رخنہ پڑ گیا تھا اسے پُر کرنے اور جو بگاڑ پیدا ہو گیا تھا اس کی اصلاح کے لئے سب سے پہلی کوشش حضرت امام حسینؓ کی تھی۔

یہ کوشش ظاہری اور مادی اعتبار سے کامیاب ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، یہ واقعہ ہے کہ ہر دور اور ہر عہد میں اہل دین اور اہل ہزیمت کو بگاڑ کے خلاف مقابلے اور مقاومت پر آمادہ کرتی رہی ہے۔ وہ ایک غلطی جو یزید کی ولی عہدی کی شکل میں کی گئی تھی اس کا نتیجہ سینکڑوں سال تک مسلمانوں کو بھگتنا پڑا اور اسلام کی تاریخ میں ملوکیت کا یہ نظام ایسا مستحکم ہوا کہ موجودہ صدی میں مصطفیٰ کمال کے الغائے خلافت تک بمشکل کوئی تزلزل ہو سکا۔ یہ تزلزل ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں۔ ان کو یہ احساس تھا کہ یہ نظام جس کے ذریعہ بنو امیہ کے دور سے لوگ مسند اقتدار پر بیٹھے ہیں قیصر وکسریٰ کی سنت ہے۔ اس میں مسلمانوں کے ارباب حل وعقد کے انتخاب کو دخل نہیں ہوتا ہے اس لئے یہ اسلامی مزاج کے مطابق نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس انحراف کی جس کی ابتداء یزید کی ولی عہدی سے ہوئی تھی، اصلاح ضروری سمجھی۔ انہوں نے اپنی خلافت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انتخاب کے معاملہ کو عوام کے سامنے دوبارہ پیش کرتے ہوئے کہا:

''لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لئے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے اس لئے میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں تم جسے چاہو اپنا خلیفہ بنالو''۔

سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد عہد نامہ کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کی بات طے ہوگئی تو وہ مسجد میں آئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا:

ایھا الناس انی قد ابتلیت لھذا الامر غیر رای کان منی ولا طلبۃ لہ ولا مشورۃ من المسلمین و انی قد خلعت ما فی اعناقکم من بیعتی فاتخذوا لانفسکم فصاح الناس صیحۃ واحدۃ و قد اخترنالك یا امیر المؤمنین ورضینا بك (ابن الجوزی ص ۵۳)

لوگو! مجھے (خلافت کی) آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ اس میں نہ میری رائے شامل تھی اور نہ عام مسلمانوں سے مشورہ کر کے ایسا کیا گیا۔ میں اپنی بیعت کا قلادہ تمہاری گردنوں سے اتارتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ چن لو۔ لوگوں نے بیک آواز ہو کر کہا ''امیر المومنین ہم نے آپ کو ہی منتخب کیا اور ہم آپ کی خلافت سے راضی ہیں''۔

مجمع نے آپ کی خلافت سے دست برداری قبول نہیں کی اور آپ کو اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب کر لیا۔ اگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک موروثی نظام بادشاہت مزاج دین کے خلاف نہ ہوتا تو بیعت کا قلادۃ از خود کیوں اتارتے۔ افسوس ہے کہ ان کے بعد پھر سے جبری بیعت اور خاندانوں کی موروثی بادشاہت کا مستقل طریقہ چل پڑا۔ لوگ اجتماعی مشورے کے ذریعے برسر اقتدار نہیں آتے تھے بلکہ ہتھیاروں کی طاقت سے برسر اقتدار آتے تھے اور لوگوں پر حکومت کرتے تھے۔ بیعت سے اقتدار نہیں حاصل ہوتا تھا بلکہ اقتدار سے بیعت حاصل ہوتی تھی اور جو بیعت نہیں کرتا تھا اس کی گردن اڑا دی جاتی تھی۔ اسلام کی تاریخ کے اس طویل دور میں بلاشبہ بہت سی برکتیں تھیں۔ مقدمات کے فیصلے بھی اسلام کے نظام قضا کے ماتحت ہوتے تھے۔ لیکن خلافت علی منہاج النبوۃ باقی نہیں رہی تھی۔

دینی طبقہ کی رائے عامہ

اسلام کی تاریخ میں جب اس سیاسی بدعت کا آغاز ہو رہا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ لوگ بھی خاموش رہ جاتے جنھوں نے نبوت کا زمانہ اور خلافت راشدہ کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یہ گروہ اگرچہ مختصر تھا لیکن یہ بات مزاج دین کے عین مطابق تھی کہ کچھ لوگ اس انحراف کو برداشت نہ کرتے اور اسے چیلنج کرنے کی ہمت کرتے۔ یزید کی حکمرانی سے علماء وصلحاء کا طبقہ اور اہل دین وتقوی کا گروہ حکومت سے دور ہوتا گیا۔ دینی حلقوں میں نفرت وناراضی بڑھتی جارہی تھی۔

حضرت حسینؓ کا یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا دینی طبقے کی رائے عامہ کا مظہر اور بہت بڑی علامت تھا۔ کسی نے اس اقدام کو غلط قرار نہیں دیا۔ حضرت حسینؓ کی شہادت پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ تمام ائمہ اہل سنت ان کے طرفدار اور حامی رہے ہیں۔

''امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ یزید کو پسند نہیں کرسکتا۔'' (فتاوی ابن تیمیہ جلد ۴)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

''جس شخص نے حضرت حسینؓ کو شہید کیا، ان کے قتل میں مدد کی یا ان سے راضی ہوا اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ ان کے عذاب کو دور کرے گا اور نہ اس کا عوض قبول کرے گا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ جلد ۴ ص ۴۸۷)

مجدد الف ثانی کہتے ہیں:

''یزید سعادت توفیق سے محروم اور زمرہ فساق میں داخل ہے۔''

(مکتوبات امام ربانی جلد ا مکتوب ۲۵۱)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کہتے ہیں:

گمراہی کی دعوت دینے والا شام میں یزید اور عراق میں مختار تھا۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص ۲۱۳)

عہد خلافت راشدہ کے بعد کی خرابیاں

نظام خلافت اور نظام ملوکیت دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اگر خلافت راشدہ کی تاریخ اور اس کے بعد ملوکیت کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو درج ذیل بیّن فرق محسوس کئے جائیں گے:

(۱) خلافت راشدہ کے زمانے میں خلیفہ ایک عام فرد کی طرح بود و باش رکھتا تھا لیکن دمشق اور بغداد کے حکمرانوں نے ایران و روم کے بادشاہوں کی شاہانہ زندگی اختیار کر لی تھی جن پر بے دریغ دولت خرچ کی جاتی تھی۔

(۲) ملوکیت کے دور میں بیت المال رعایا کی امانت نہیں تھا بلکہ وہ بادشاہ کی جاگیر اور ذاتی خزانہ بن گیا تھا۔ جب کہ خلافت راشدہ کے زمانے میں خلیفہ اس بیت المال کا متولی ہوتا تھا اور خود اپنی ذات پر بھی اگر خرچ کرتا تھا تو کمال احتیاط اور تقویٰ کے ساتھ۔

(۳) خلافت راشدہ کے عہد میں لوگوں کو خلیفہ سے بھی محاسبہ کرنے کی آزادی تھی بلکہ اس محاسبہ کی بھی ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ ملوکیت کے دور میں بادشاہ ہر طرح کے احتساب اور محاسبہ سے بلند تھا اور حق گوئی کی جرأت کرنے والے کی سزا قتل یا قید ہو سکتی تھی۔

(۴) خلافت راشدہ کے دور میں عدلیہ آزاد تھی۔ قاضی خلیفہ تک کو عدالت میں طلب کر سکتا تھا اور خلیفہ کے خلاف فیصلہ دے سکتا تھا۔ ملوکیت کے دور میں عدالتیں بادشاہوں کے دباؤ سے بالکلیہ آزاد نہ تھیں۔

(۵) خلافت راشدہ میں تمام اجتماعی کام صلاح و مشورے یا شورائی نظام کے ذریعہ انجام دیئے جاتے تھے۔ ملوکیت کے دور میں بادشاہ مطلق العنان ہوتے تھے اور "وامرھم شوری بینھم" کے حکم شریعت کو پامال کیا جاتا تھا۔

(۶) خلافت راشدہ کے دور میں خلفاء کی زندگی طہارت و تقویٰ کا بلند ترین

نمونہ پیش کرتی تھی۔ ملوکیت کے دور میں فسق و فجور، ہوا و ہوس، نوش و نشید کا سیلاب شاہی درباروں تک پہنچ گیا تھا۔ خود یزید کی زندگی بے داغ نہ تھی۔ آبرو باختہ اور اباحیت زدہ مصاحبین کا گروہ خلفاء کے دربار میں پایا جاتا تھا جب کہ اس طبقہ کا وجود خلافت راشدہ کے زمانہ میں نہ تھا۔

(۷) حکومت کا محور جس پر اس کا پورا نظام گردش کرتا تھا کتاب وسنت کے بجائے ذاتی مفادات یا ملکی مصالح بن گیا تھا۔ ملکی اور مالی مفادات کے لئے دین کو قربان کیا جاتا تھا اور اسلام کی اشاعت کی راہ میں رکاوٹ ڈالی جاتی تھی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بنوامیہ کے عہد میں نومسلموں تک سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا تاکہ حکومت کا خزانہ بھرا رہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اصلاحات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس خلاف شرع آرڈیننس کو ختم کیا اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے جابی (ٹیکس وصول کرنے والا) بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

(۸) اقرب نوازی اور کنبہ پروری اور دوسری اخلاقی خرابیاں جو خلافت راشدہ کے زمانے میں سخت معیوب تھیں، عام ہوگئیں۔

(۹) خلافت راشدہ کے زمانہ میں حکمراں کا تعلق خاص قبیلہ اور نسل سے نہ تھا۔ دور ملوکیت میں جب کسی قبیلہ کا شخص حکمران ہوجاتا تھا اور کئی نسلوں تک اقتدار اس کے قبضہ میں رہتا تھا تو نسلی عصبیتوں کو بڑھاوا دیتا۔ اسلام سے پہلے ہر قبیلہ کا بت الگ ہوتا تھا۔ اسلام نے قبائلی عصبیتوں کو مٹا کر وحدت امت کا نصب العین عطا کیا تھا لیکن خلافت راشدہ کے بعد قبائلی عصبیتیں زندہ ہوئیں۔ جب مسلمانوں کے فتوحات کے قدم بعد میں اسپین تک پہنچے تو قبائلی عصبیتوں نے وہاں بھی ساتھ نہیں چھوڑا اور قبائل کی الگ الگ چھوٹی چھوٹی ریاستیں وجود میں آئیں جو باہم ایک دوسرے سے برسر پیکار بھی ہوتی تھیں بلکہ ایک دوسرے کے خلاف یہودیوں اور عیسائیوں تک سے مدد لی جاتی تھی۔ پھر قبائلی تعصبات کی آگ ہی نہیں بھڑکی بلکہ عرب وعجم کی کشمکش بھی شروع ہو

گئی۔ خلافت راشدہ کے بعد ایک مدت تک عرب سامراجی نظام پایا گیا جس کا ردعمل غیر عرب مسلمانوں پر ہوا۔

(۱۰) خلافت راشدہ کے دور میں کلمہ حق کہنے اور خلیفہ تک کو برسر عام ٹوکنے کی لوگ ہمت رکھتے تھے اور خلیفہ کو اپنی صفائی پیش کرنی پڑتی تھی۔ اس کے بعد ملوکیت کے دور میں حق بات کہنے کا مطلب کبھی اپنی جان سے اور کبھی عافیت کی زندگی سے ہاتھ دھونا تھا۔ ضمیر کو کچلنے کے لئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے روکنے کے لئے حکومت کی طرف سے عہدہ و منصب کی بخشش شاہانہ پیش کی جاتی اور علماء دین ان مناصب کو رشوت سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کرتے تھے اور اس کے نتیجہ میں وہ حکمرانوں کی زجر و توبیخ اور ایذا رسانی کا شکار رہتے تھے۔ جب امام مالک نے خلفاء کی جبری بیعت کے کالعدم ہونے کا فتوی دیا تو ان کی پیٹھ پر تازیانے برسائے گئے۔ خلاصہ یہ کہ خلافت راشدہ کے نظام حکمرانی کو ختم کر کے عجمی ملوکیت کے موروثی نظام کو اختیار کرنے کے جو مفاسد ہو سکتے تھے وہ سب کے سب پیدا ہونا شروع ہو گئے اور بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی:

''خم خوردہ جاہلیت اپنے فاتح حریف سے انتقام لینے پر تلی ہوئی تھی اور چالیس برس کا حساب ایک دن میں پورا کرنا چاہتی تھی۔''

جن صحابہ کرامؓ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی ان کا بیعت سے انکار کرنا دراصل اسلامی نظام میں ان ہی آنے والے انحرافات کو روکنے اور ان پر پابندی لگانے کے لئے تھا۔ ان کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اگر اصلاح نہ ہوئی تو یہ بگاڑ بڑھتا ہی جائے گا۔ یزید کی ولی عہدی کے وقت یہ بگاڑ اگرچہ پورے طور پر ظاہر نہیں ہوا تھا لیکن جن لوگوں نے خلافت کو ہرقل کی ملوکیت میں تبدیل کر دینے پر تنقید کی تھی اور اپنی ناراضی ظاہر کی تھی انہیں پورے طور پر یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ اسلامی ریاست کی گاڑی نے اپنی پٹڑی بدل دی ہے اور اب یہ راستہ ''مکہ'' کے بجائے ''ترکستان'' کی طرف جا رہا ہے۔

منزل اور سمت سفر کی اس تبدیلی کے نتائج سے وہ لوگ اچھی طرح واقف تھے جن کو اللہ نے نور بصیرت عطا فرمایا تھا۔ حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے مستقبل کے خطرات کا اندازہ کیا اور سمت سفر کی اس تبدیلی کو روکنے کے لئے اپنی زندگی قربان کر دینے کا فیصلہ کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو خلافت کے لئے ذاتی استحقاق کے لیے میدان میں نہیں آئے تھے۔ یہ امت کے بہترین لوگ تھے۔ حضرت حسینؓ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ تھیں اور خالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ۔

اختلاف کی بنیاد

تاریخ کی کتابوں میں ان اجل صحابہ کے نام موجود ہیں جنہوں نے یزید کے لئے بیعت کرنے سے انکار کیا۔ حضرت حسینؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نام تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اختلاف کی بنیاد یہ تھی کہ نظام حکومت اپنے اسلامی مزاج سے منحرف ہو رہا تھا اور خلفائے راشدین کے بجائے اسلام میں قیصر و کسریٰ کی سنت زندہ کی جا رہی تھی۔ اس تبدیلی کو اہل دین اور صحابہ عظام کا دینی ضمیر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ یزید کی ولی عہدی کے مسئلے پر ابن اثیر نے اختلاف کی جو روداد سنائی ہے اس میں مروان کے سامنے عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کا بیان موجود ہے۔ اس بیان سے اختلاف کی اصل بنیاد کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے۔

''تم لوگوں کی نیت یہ ہے کہ خلافت کو ہرقل کی ملوکیت سے بدل دو کہ ایک ہرقل مرا تو دوسرا ہرقل آ گیا۔'' (ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۰)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت معاویہؓ کو یزید کی ولی عہدی کے موقع پر یہ مشورہ دیا تھا کہ خلافت کے اہم مسئلے میں خلافت راشدہ کو نمونہ بنایئے نہ کہ دنیا کے حکمرانوں اور بادشاہوں کو۔ یزید کی ولی عہدی سے شدید اختلاف کرتے ہوئے انہوں نے حضرت معاویہؓ کو کہا:

اپنے بعد معاملے کو اس طرح چھوڑ جایئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے کہ انہوں نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو منتخب کیا، یا پھر حضرت ابوبکر کی سنت اختیار کیجئے کہ خلیفہ نامزد تو کیا مگر اپنی اولاد کو پیش نہیں، نہ اپنے خاندان میں سے کسی کو یا خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی طرح کیجئے کہ انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے شوری بنادی تھی مگر اس میں اپنے خاندان یا اولاد کے کسی فرد کو نہیں رکھا۔ (ابن اثیر)

خود حضرت حسینؓ کا قول تاریخ میں موجود ہے: ''امام وہی ہے جو کتاب اللہ عامل، انصاف کا خوگر حق کا تابع اور تعلق مع اللہ کی صفت سے متصف ہو''۔

طبری ج ۴ ص ۱۹۸

اب جن لوگوں نے برسرِ منبر اور علی رؤس الاشہاد یزید کی خلافت کو ماننے سے انکار کیا تھا، ان کے نزدیک یزید نہ کتاب اللہ پر عامل تھا، نہ انصاف کا خوگر نہ حق کا تابع اور نہ تعلق مع اللہ کی صفت سے متصف یزید کا کردار کیا تھا؟ البدایہ والنہایہ جیسی قابل اعتماد کتاب میں اور دوسری بہت سی تاریخ کی کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

وکان فیہ ایضاً اقبال علی الشھوات والترك لبعض الصلوات فی بعض الاوقات واماتتھا فی غالب الاوقات

اس کے ساتھ اس میں شہوات کی طرف میلان موجود تھا۔ کبھی وہ تارک الصلوٰۃ بن جاتا تھا۔ نمازوں کے معاملے میں وہ نہایت لاپرواہی کا شکار تھا۔

اسلامی حکومت کا مقصود ہی اقامت نماز ہے۔ اگر کوئی حکمران دین کے معاملہ میں اتنا لاپرواہو جائے کہ اسے نمازوں کی بھی فکر نہ رہے اور اقامت صلوۃ کے بجائے اماتت صلوٰۃ کا مجرم بن جائے تو پھر اس کے لئے کوئی ڈھال باقی نہیں رہتی اور اس کے خلاف اقدام درست ہو جاتا ہے۔

حضرت معاویہؓ کا موقف

اس سوال کا پیدا ہونا قدرتی ہے کہ حضرت معاویہؓ جیسی اہم شخصیت کو یزید کی ولی عہدی پر اصرار کیوں تھا اور یہ اجتہادی غلطی ان سے کیوں سرزد ہوئی؟ تاریخ کہتی ہے کہ حضرت معاویہؓ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ امت کی وحدت اور شیرازہ بندی کے لئے یہی صورت مناسب تھی۔ اس کے علاوہ یزید میں وہ انتظام و انصرام اور قوت و بہادری کے جوہر بھی دیکھتے تھے، اور یہ جوہر عام طور پر دنیا میں بادشاہوں کے لڑکوں میں پائے جاتے ہیں لیکن تاریخ یہ بھی کہتی ہے کہ ان سب کے ساتھ اس محبت کا جذبہ بھی کام کر رہا تھا، جو ہر باپ کے سینے میں ہوتا ہے۔ ابن کثیر نے اسباب ولی عہدی میں اس سبب کو سب سے پہلے بیان کیا ہے:

وذالك من شدة محبة الوالد لولدة

صحابہ کرامؓ کا روکنا بر بنائے مصلحت وشفقت تھا

جن بزرگوں نے حضرت حسینؓ کو اقدام سے روکنے کی کوشش کی ان کا نقطہ نظر یہ نہیں تھا کہ حکومت اور سیاست میں بگاڑ پر نکیر کرنا اور مخالفت میں قدم اٹھانا ہی سرے سے غلط ہے بلکہ نقطہ نظر یہ تھا کہ حالات کا اور اپنے دشمن کی قوت کا اندازہ لگانا بھی ضروری ہے۔

حضرت حسینؓ کے سوتیلے بھائی محمد بن حنفیہؒ نے ان سے کہا:

تمام علاقوں میں گھومیئے پھریئے تاکہ اندازہ لگ سکے کہ حالات کیا ہیں اور لوگوں کا نقطہ نظر کیا ہے؟ لوگوں سے ملنے کے بعد جو رائے قائم ہوگی وہی صحیح رائے ہوگی۔ (طبری جلد ۶ ص ۱۹۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی مشورہ دیا کہ ابھی مقابلے کے لئے اٹھنا قرین مصلحت نہیں۔ انہوں نے کہا:

عراق کا ارادہ نہ کرو اور اپنی جان کھونے کے لئے وہاں نہ جاؤ۔ کم از کم اتنی

بات مان لو کہ موسم حج گزر جانے دو۔ حج میں آنے والے لوگوں سے مل کر وہاں کے حالات کا اندازہ کرو اور پھر جو طے کرنا ہے طے کرو۔

یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ ان حضرات کا نقطہ نظر یہ تھا کہ وقت ابھی سازگار نہیں ہے۔ آج یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے حالات کا اندازہ لگانے میں غلطی کی۔ اس وقت قطعیت کے ساتھ یہ فیصلہ کرنا آسان نہ تھا اور کوفے کے عمائدین کے بے شمار خطوط کو انہوں نے اپنے موقف کے لیے دلیل بنایا تھا۔ انہوں نے اخلاص کے ساتھ جس موقف کو صحیح سمجھا اسے اختیار کیا۔

حضرت حسینؓ کی مخالفت بڑے فنکارانہ طریقہ سے ہو رہی ہے اور بڑی چابک دستی کے ساتھ یزید کی صفائی پیش کی جا رہی ہے۔ تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ ایک دو بزرگوں کو چھوڑ کر کوئی یزید کا مخالف نہ تھا۔ باستثنائے چند سب نے بطیب خاطر یزید کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا اور یزید میں کوئی ایسی خرابی نہ تھی کہ اس کو خلیفہ تسلیم کرنے میں کوئی قباحت لازم آتی۔ اس بارے میں جو بات کہ بار بار دہرائی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نہ صرف یہ کہ بیعت کر لی بلکہ بیعت کی مخالفت کرنے والوں کو نصیحت بھی کرتے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ دونوں بزرگ شروع سے یزید کی ولی عہدی اور یزید کی خلافت کے مخالف تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد اسلام کا اجتماعی ڈھانچہ بدل رہا تھا اور جو سیاسی نظام شروع ہوا تھا وہ منہاج سنت پر مبنی نہیں تھا اور یہ بات صحابہ کرامؓ اور اہل دین وتقویٰ کے لئے بڑی صبر آزما تھی۔

لیکن یہ حضرات دیکھ رہے تھے کہ اس صورت حال کی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ شام کے قشون قاہرہ کی نظروں میں نہ اہل دین کا تقدس ہے، نہ دین کا احترام اور نہ خود اس کی دینی تربیت ہو سکی ہے۔ مذہب اور سیاست کے راستے الگ ہو چکے ہیں۔ اب ہتھیار ڈالنے اور بدرجہ مجبوری بیعت کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی علاقہ میں گورنر کو بھیجتے تھے تو نرمی اختیار کرنے کی

تلقین کرتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کی گورنری پر مامور کیا تو نصیحت کی "یسر ولا تعسر" نرمی اور آسانی پیدا کرنا سختی نہ کرنا۔ یہی طریقہ خلافت راشدہ کے عہد میں بھی تھا لیکن بنو امیہ کے زمانے کے گورنر تمام دینی تقاضوں کو فراموش کر کے ظلم پر ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے۔ حجاج کے مظالم کو دیکھ کر حسن بصریؒ نے فرمایا:

"اے اللہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں جو تجھ سے نہیں ڈرتا"

ظلم وستم کی خونچکاں داستان جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان حالات میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسی شخصیت جس کے روز وشب تسبیح وتلاوت اور مسلسل عبادت میں گزرتے ہوں مجبوراً بیعت کر لیتے ہوں اور اسی طرح سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ آخر میں آمادہ بیعت ہو جاتے ہوں تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان حضرات کے طرز عمل کو حضرت حسینؓ کے اقدام کو غلط ثابت کرنے کے لئے دلیل بنا کر پیش کیا جائے اور اللہ کی مخلوق کو گمراہ کیا جائے۔ خلافت راشدہ کے بعد اہل دین کی اکثریت نے اس وقت کے حالات میں جو ممکن ہو سکا وہ کیا۔ انہوں نے حکومت وقت سے قطع تعلق کر لیا اور گوشہ گیر ہو گئے اور اپنے اپنے دائرہ میں تجدید واحیاء کی پر خلوص جدوجہد شروع کر دی تا کہ دینی اور اخلاقی نظام پر سیاسی نظام کی غلط کاریوں کا سایہ کم سے کم پڑے۔ انہوں نے باد مخالف کے جھونکوں کے درمیان شمع روشن کی۔

دامن اس کا تو بھلا دور ہے اے دست جنوں
کیوں ہے بے کار گریباں تو مرا دور نہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ باوجود بیعت کر لینے کے یزید کو کس نظر سے دیکھتے تھے اس پر وہ مراسلت بہترین شہادت ہے جو ان کے اور یزید کے درمیان ہوئی تھی۔ شہادت حسین کے بعد جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی بیعت خلافت کی دعوت دی تو اس دعوت کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قبول نہیں کیا۔ ان حضرات نے اگرچہ بادل ناخواستہ بیعت کر لی تھی لیکن بیعت کر لینے کے بعد وہ اس کو توڑنے کے لیے تیار نہ

تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے انکار بیعت سے یزید بہت خوش ہوا اور اس نے اپنے خط میں انعام واکرام اور حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ یزید کا خط ابن اثیر کی تاریخ میں موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یزید کو اس کے خط کے جواب میں لکھا:

''تمہارا خط ملا، میں نے جو ابن زبیرؓ سے بیعت نہیں کی تو واللہ اس سلسلہ میں تم سے حسن سلوک اور تمہاری تعریف کا خواہاں نہیں بلکہ جس نیت سے میں نے ایسا کیا ہے وہ اللہ تعالی خوب جانتا ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ تم میرے اس حسن سلوک کو فراموش نہ کروگے تو مجھے تمہارے حسن سلوک کی ضرورت نہیں اور تمہاری یہ درخواست کہ میں دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ابن زبیرؓ سے نفرت اور ابن زبیرؓ کو میں اکیلا چھوڑ دوں تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ مجھے نہ تمہاری خوشی منظور ہے اور نہ تمہارا اعزاز۔ اور یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ تم ہی حسینؓ اور جوانان عبدالمطلب کے قاتل ہو۔ تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو خون آلود میدان میں ڈال دیا تھا اور ان کے بدن پر ایک کپڑا بھی نہ تھا۔ پیاس کی حالت میں ان کو قتل کیا گیا۔ یہ سب کچھ تم نے خدا، رسول اور اہل بیت کی عداوت میں کیا۔ حسینؓ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیش کش کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ اس وقت بے یار ومددگار ہیں اور ان کے خاندان کا صفایا کیا جاسکتا ہے، موقع غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف اس طرح ٹوٹ پڑے گویا تم مشرکوں اور کافروں کو قتل کررہے ہو آج تو نے ہم پر فتح پالی ہے، ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر فتح پاکر رہیں گے۔ والسلام''

(ابن اثیر کامل ج ۲ ص ۵۲،۵۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے یہ الفاظ روز روشن کی طرح یہ شہادت دیتے ہیں کہ اس وقت کے عالم اسلام کا دینی حلقہ یزید کو ناپسند کرتا تھا۔ اس دینی حلقہ نے حضرت امام حسینؓ کے سرفروشانہ اقدام کا عملی ساتھ دیا ہو یا نہ دیا ہو، اس حلقہ کا دل ان کے ساتھ تھا۔ جن لوگوں نے روکنے کی کوشش کی وہ بر بنائے شفقت کی تھی کہ اہل اسلام کے اس کعبہ محبت کو کوئی آنچ نہ آئے یا اس لئے تھی کہ ان کے خیال میں اقدام

کے لئے حالات سازگار نہیں ہیں۔ آج یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے حالات کا انداز ولگانے میں غلطی کی لیکن اس وقت قطعیت کے ساتھ ان کے لئے ناسازگاری کا فیصلہ کرنا آسان نہیں تھا۔ کوفے کے عمائدین کے خطوط ان کے پاس آ رہے تھے۔ وفود کی شکل میں لوگ آ رہے تھے اور انہیں بلا رہے تھے۔ انہوں نے اگر یہ فیصلہ کیا کہ انہیں نکلنا چاہئے تو کیوں اسے غلط کہا جائے۔ کیا یزید کی حکومت کے خلاف بے چینی موجود نہیں تھی؟ کیا خلافت کو موروثی نظام سے بدلنے پر اضطراب نہیں پایا جاتا تھا؟

حکمت الٰہی کیا تھا؟

علامہ ابن تیمیہ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ حکمت الٰہی یہ تھی کہ امام حسینؓ کو شہادت کے بلند وارفع مقام تک پہنچایا جائے تاکہ وہ شہداء کا عیش اور سعداء کی منزل پا سکیں۔ لیکن اس حکمت الٰہی سے بڑھ کر ایک اور حکمت الٰہی اس واقعہ شہادت میں موجود ہے جس کا رشتہ پوری ملت اسلامیہ کے مستقبل کی تاریخ سے جڑا ہوا ہے اور وہ یہ کہ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے سرفروشانہ اقدام کے ذریعہ غلط اور فاسد اقتدار کے خلاف اعلانِ حق کی ایک زندہ نظیر باقی رہ جائے جو ہر دور میں اہل عزیمت کے لئے نمونہ کا کام کرے اور فساد کو مٹانے کے لئے انہیں بے چین و مضطرب کردے۔ یہاں امام ابن تیمیہ ہی کے قول کو پیش کرنا بے محل نہ ہوگا۔

''دین کے اعزاز و غلبے کے لئے جانوں کو خطرے میں ڈالنا دین میں مشروع ہے۔''

حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت اہل عزیمت کے لئے نمونہ اور نظیر ہے

بظاہر یزید کے زمانہ کی دونوں کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ لیکن یہ کامیابی کیا کم ہے کہ یہ دونوں کوششیں اہل عزیمت کے لئے نمونہ اور نظیر کا کام دیتی رہیں اور اہل دین وصلاح کی نظروں میں اسلامی سیاست وخلافت کی آئیڈیل شکل ہمیشہ باقی رہی

اور اس کے لئے جدو جہد بھی جاری رہی۔ جدو جہد اس چیز کے لئے تھی کہ خلافت کو صحیح مرکز پر قائم کیا جائے اور اسلامی نظام حکومت کی چول جو کھسک گئی تھی اسے اپنی جگہ پر بٹھایا جائے۔ اور یہ اجارہ داری جو امویوں نے اور عباسیوں نے قائم کر لی تھی اسے ختم کیا جائے۔ لیکن اموی اور عباسی حکومتیں طاقتور حکومتیں تھیں۔ ان کی پشت پر مضبوط فوجی نظام تھا۔ ان حکومتوں کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ ان کے مقابلہ میں کچھ حمایت اگر مل سکتی تھی تو ان لوگوں کو جو ایک طرف اپنے زہد اور تقویٰ کے اعتبار سے اور دوسری طرف علو نسب اور خاندانی شرافت کے اعتبار سے سوسائٹی میں غیر معمولی احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ موروثی نظام حکومت کے خلاف علم جہاد اٹھانے والے اس دور میں وہ لوگ تھے جن کا تعلق اہل بیت سے تھا کہ ان کی کامیابی کا امکان دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ تھا اور معاشرہ میں ان کی حیثیت مرکز امید کی تھی۔

امام حسینؓ کے پوتے حضرت زید بن علی بن حسینؒ نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف محاذ آرائی کی اور ۱۲۲ھ میں اقامت دین کی۔ اس جدو جہد میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ اگر یہ اقامت دین کے لئے جدو جہد نہ ہوتی اور یہ کشمکش جہاد نہ ہوتی تو امام اعظم ابوحنیفہؒ ان کے مزید اور حامی نہ ہوتے۔ امام صاحب کی تائید اور حمایت اس لئے تھی کہ وہ اس موروثی نظام حکومت کو غیر شرعی اور غیر اسلامی تصور کرتے: انہوں نے زید بن علیؒ کی خدمت میں دس ہزار درہم بھیجے اور اس استفسار پر کہ یہ جہاد ہے کہ نہیں، یہ ارشاد فرمایا کہ یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے جس طرح واقعہ بدر جہاد تھا۔

خروجه يُضاهي خروج رسول اللهﷺ يوم بدر وامد جنوده المال ولكنه كان ضعيف الثقة في انصاره و كذا قال في الاعتذار عن حمل السيف معه (مناقب امام ابوحنیفہ لیزاندی بحوالہ لابی زہرہ ص ۱۶۴)

زید بن علیؒ کا خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر کے خروج کے مماثل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے زید بن علیؒ کی فوج کی مالی معاونت کی لیکن چونکہ حضرت زیدؒ کے حمایتیوں پر انہیں بھروسہ کم تھا اس لئے انہوں نے تلوار اٹھانے سے معذرت کی۔

حضرت زید بن علیؒ کے بعد حضرت محمد ذو النفس زکیہ بن عبد اللہ المحض بن حسن مثنی بن سیدنا حسن رحمہم اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبد اللہ المحض نے کوفہ میں عباسی خلیفہ منصور کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور امام ابوحنیفہ امام مالک نے ان کی بھی تائید وحمایت کی۔ امام ابوحنیفہؒ نے مالی مدد کی۔ امام مالکؒ نے اہل مدینہ کو محمد ذو النفس الزکیہ کی رفاقت و طاعت کا فتوی دیا اگر چہ کہ لوگ منصور کی بیعت کر چکے ہوں۔ (تاریخ الکامل ج ۵ ص ۲۱۴)

یہ بحث غیر ضروری ہے کہ یہ کوششیں کتنی کامیاب ہوئیں اور کتنی نہیں۔ انسان صرف اپنی کوششوں کا مکلف ہے ان کے نتائج کا نہیں۔ یہ دنیا صرف دار العمل ہے۔ کوششوں کی جزاء کی اصل جگہ آخرت ہے۔ اس دنیا میں اہل حق صلحاء بلکہ انبیاء کو بھی کامیابی کبھی ملتی ہے اور کبھی نہیں۔ دنیوی نتائج کا تعلق اللہ تعالی کی وسیع تر مصلحتوں سے ہے اور تنہا وہی ان مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔ لیکن ان کوششوں کی یہ کامیابی بھی کم نہیں کہ ان کی وجہ سے باطل کے خلاف مزاحمت اور سلطان جائر کے خلاف کلمہ حق کہنے کی ایک پوری تاریخ وجود میں آئی ہے۔ اسلامی تاریخ کی آبرو ان سے قائم ہے جنہوں نے مضبوط ترین طاقتوں کے مقابلہ میں بھی سپر نہیں ڈالی اور بلند ترین مقصد کے لئے انہوں نے خون کا آخری قطرہ بھی بہانے سے دریغ نہیں کیا۔

صحابہ کرامؓ کی تربیت اور تعلیم سے تیار ہونے والے علماء اور فقہاء دین بھی کبھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام سے غافل نہیں رہے۔ انہوں نے حق کی پرواہ کی اور جان کی پرواہ نہیں کی۔ جب عبد الملک نے اپنے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے جانشین بنانا چاہا تو مشہور تابعی سعید بن مسیبؒ نے مخالفت کی اور قید و بند کی تکلیفیں اٹھائیں اور کوڑے کھائے۔ حجاج نے جب بصرہ اور کوفہ کے نومسلموں پر جزیہ لگایا تو علماء نے شدید مخالفت کی اور جب عبد الرحمن بن اشعث نے حجاج کے مظالم کے خلاف بغاوت کی اور امر بالمعروف کا علم بلند کیا تو علماء کی بڑی تعداد نے جن میں سعید بن جبیرؒ، ابراہیم نخعیؒ

اور شعبیؒ جیسے بزرگ شامل تھے، عبدالرحمن کا ساتھ دیا۔ اس حق پسندی کی وجہ سے سعید بن جبیر کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ اس بغاوت کے سلسلہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ امام شعبیؒ جیسے علماء نے جو حکومت کے ساتھ تعاون کرتے تھے، باغیوں کا ساتھ دیا۔ ملوکیت کے اس عہد کے بارے میں امام حسن بصری کہا کرتے تھے:

امراء کی تلواریں ہماری زبانوں سے آگے بڑھ گئی ہیں۔ جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو وہ ہمیں تلوار سے جواب دیتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے علماء حق کی بے خوفی اور حق گوئی کے واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"هذه كانت سيرة العلماء وعادتهم فى الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر وقلة مُبالاتهم بسطورة السلاطين لكنهم اتكلوا على فضل الله تعالى ان يحرسهم و رضوا بحكم الله تعالى ان يرزقهم الشهادة" (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۵۱ باب امر بالمعروف والنہی عن المنکر)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں علماء کا بھی دستور اور طریقہ تھا۔" بادشاہوں کی سطوت اور طاقت کی پروانہیں کرتے تھے۔ انہیں اللہ کی رحمت بھروسہ تھا کہ وہی ان کا نگراں اور محافظ ہے۔ وہ خدا کے اس فیصلہ پر بھی راضی تھے کہ انہیں شہادت نصیب ہو۔

ایک بنیادی مسئلہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

جمہور علماء اہل سنت حضرت حسینؓ کے اقدام کو درست اور ان کے موقف کو حق سمجھتے ہیں۔ شیعیت کے خلاف محاذ آرائی میں حضرت امام حسینؓ کے اقدام کو ہی غلط ثابت کرنے کی کوشش بڑی غلطی ہوگی۔ یہ مسلک اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کا اقدام درست نہ تھا۔

یہاں منہاج السنہ کے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جو حضرت حسینؓ کے برسرحق ہونے سے انکار کرنے والوں کا بہت بڑا سہارا بن گئے ہیں۔

(۱) "یہ بات جان لینے کی ہے کہ صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہو یا تابعین عظام کا یا بعد کے زمانوں کے اہل بیت یا غیر اہل بیت کا ان میں سے بڑے بڑے اہل علم و دین سے بعض وقت ایسی نوعیت کا اجتہاد سرزد ہو جاتا ہے جن میں کچھ ظن و وہم اور کبھی کوئی باریک قسم کی ہوائے نفس شامل ہو جاتی ہے۔ ایسا اجتہاد اس شخصیت کی عنداللہ عظمت کے باوجود قابل اتباع نہیں ہوتا۔"

(۲) مسلمانوں کے اکابر اہل علم نے ہمیشہ ان خرابیوں کی مخالفت کی ہے مثلاً یزید کے خلاف اہل مدینہ خروج پر آمادہ ہوئے تو عبداللہ بن عمرؓ، سعید بن مسیبؒ اور علی بن الحسینؒ (زین العابدین) نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ یا ابن الاشعث کی بغاوت کا فتنہ اٹھا تو حسن بصری اور مجاہد وغیرہ نے سمجھایا لہذا اہل سنت کے یہاں یہ مسئلہ بالکل طے شدہ ہو چکا ہے کہ فتنے کے وقت میں تلوار اٹھانا مناسب نہیں۔ علماء اہل سنت نے اس مسئلہ کی اس درجہ اہمیت سمجھی ہے کہ اسے عقائد کی فہرست میں داخل کر کے لازم کیا ہے کہ ائمہ و خلفاء کے جور و ستم کا مقابلہ تلوار کے بجائے صبر اور برداشت سے کیا جائے یہی وجہ تھی کہ جب حسینؓ نے عراق جانے کا ارادہ فرمایا تو اکابر اہل علم و دین مثلاً ابن عمر، ابن عباس، ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم نے اس ارادہ کے خلاف مشورہ دیا۔ (منہاج السنہ ج ۲ ص ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴)

علامہ ابن تیمیہ کے ان اقتباسات کے بارے میں ایک خیال تو یہ ہے کہ ان کی حیثیت الزامی جواب کی ہے کیونکہ منہاج السنہ ایک شیعی عالم حسین بن مطہر کی کتاب "منہاج الکرامہ فی معرفۃ الامامہ" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں ان کی۔ حیثیت اہل سنت کی طرف سے وکیل کی ہے۔ لیکن یہ اگر ان کے واقعی خیالات ہیں تو وہ اپنے خیالات میں منفرد اور تنہا ہیں اور ان کے بہت سے شاذ افکار کی طرح یہ بھی ان کا شذوذ ہی ہے اور جس طرح سے ان کے بہت سے خیالات اور نظریات سے

اہل سنت کو اتفاق نہیں ہے اس نظریہ نے بھی اہل سنت کو اتفاق نہیں ہے۔ امام مالکؒ نے روضہ اطہر کی طرف اشارہ کر کے ایک بار فرمایا تھا کہ اس صاحب قبر کی بات کے سوا ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور رد بھی کی جاسکتی ہے۔

کل یو خذمنه و یرد علیه الا صاحب هذا القبر

بلا شبہ علامہ ابن تیمیہؒ کے محاسن و کمالات بہت ہیں۔ ان کا بے مثال حافظہ ان کا غیر معمولی تبحر علمی، ان کی خداداد جرأت و شجاعت، دین کے معاملہ میں ان کی غیرت و حمیت، ان کا تقویٰ اور خشیت یہ سب کچھ مسلم ہے۔ ان کی زبان اور گوہر بار تھی۔ ان کا قلم تیغ اصیل تھا۔ ان کی حاضر جوابی بے نظیر تھی۔ ان تمام صفات و کمالات کے باوجود جہاں تک میانہ روی اور مسلک کے توازن اور زبان و قلم کی احتیاط کا تعلق ہے اس بارے میں بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے اور بہت سے مستند علماء نے بہت کچھ کہا بھی ہے۔ یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ بہت سے مسائل میں ان کے یہاں شذوذ بھی پایا جاتا ہے۔ روضہ اقدس کی زیارت اور تطلیقات ثلاثہ وغیرہ کے بارے میں ان کے تفردات کا علم سب کو ہے۔ یہاں بھی رد شیعیت کے جوش میں اعتدال کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹا ہے۔ علم عقائد اور کلام کی کتابوں میں تو حضرت حسینؓ کو برسر حق اور یزید کو برسر باطل لکھا گیا ہے۔ شرح عقائد نسفی اور متعدد علم کلام کی کتابوں میں یہی مذکور ہے۔ شرح عقائد نسفی میں امام شافعی کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ امام بوجہ فسق معزول ہو جائے گا۔ اسی طرح ہر امیر اور ہر قاضی کا یہی حکم ہے۔ کیونکہ امام شافعی کے نزدیک فاسق قابل ولایت نہیں کیونکہ وہ اپنی جان کو گناہ سے محفوظ نہیں رکھ سکتا تو رعیت کو کس طرح بچائے گا"۔ (اردو ترجمہ شرح عقائد نسفی ص ۲۳۶)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام فاسق بھی قابل ولایت ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ مسئلہ علماء کے نزدیک مختلف فیہ رہا ہے اور یہ اختلاف ظاہر ہے کہ امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دور کے بہت بعد رونما ہوا۔ جن بزرگوں نے امام کے خلاف اقدام سے روکا ان کی مصلحت یہ تھی کہ مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچایا جائے اور

خلافت خاصہ نہ سہی خلافت عامہ باقی رہے۔ دشمنان اسلام کو اسلامی حکومت کی طرف معاندانہ نظر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ جن بزرگوں نے اقدام کی اجازت دی ہے ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مسلمان ظالموں کے ظلم وجور سے محفوظ رہیں اور عادلانہ نظام خلافت جو شریعت کے اصولوں پر مبنی ہو، قائم ہو سکے۔ اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے طرز عمل کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ ہم یہاں بعض دوسرے علماء اور محققین کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔

ظالم حکمران کے خلاف اقدام کے بارے میں علامہ ابن حزم کا موقف

علامہ حافظ ابن حزم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ''شاہان حکومت اگر خیانت اور غلط کاری کے مرتکب ہوں تو ان کے خلاف بغاوت واجب ہے کیونکہ یہ لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کرنے والے ہیں، زمین میں فساد برپا کرنے کے لئے کوشاں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے جان و مال کا نقصان کرتے ہیں اور معصوم لوگوں کے قتل سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یہ اپنے عیش و آرام کے لئے اور بیت المال کو دولت سے بھر دینے کے لئے مسلمانوں تک پر جزیہ عائد کرتے ہیں اور مسلمانوں سے جزیہ وصول کرنے کے اس ظلم پر یہودیوں کو مقرر کرتے ہیں''۔

(رسالۃ التلخیص لوجود التخلیص ص ۱۷۳، ۱۷۴)

اس سلسلے میں علامہ ابن حزم نے مزید یہ لکھا ہے کہ جب حکمران کو شریعت کے دائرے میں واپس لانا اور ظلم وجور سے باز رکھنے کی تمام تدبیریں ناکام ہو جائیں تو اس طریقہ کار کو اختیار کئے بغیر چارہ نہیں رہتا ہے جسے ''العنف الدموی (خون ریزی) کہتے ہیں اور یہ اس لئے کہ خلیفہ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری کا معاہدہ تو بر بنائے کتاب وسنت ہے۔ اگر وہ کتاب وسنت کے مطابق چلیں تو ان کی اطاعت واجب ہے مگر وہ کتاب وسنت، دو میں سے کسی ایک سے بھی انحراف کریں تو ان پر حد نافذ کی جائے۔ حد اور حق قائم کیا جائے اور انہیں سزا دی جائے لیکن اگر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہو کہ معصوم انسانی جانوں کا اتلاف اور کتاب وسنت کے مطابق عمل اور امن وامان

ان کو معزول کئے بغیر ممکن نہ ہو تو انہیں منصب خلافت سے برطرف کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی اور کسی دوسرے عادل اور خدا سے ڈرنے والے شخص کو خلیفہ بنایا جائے گا۔ اگر اس سلسلے میں خلیفہ وقت کے خلاف تلوار اٹھانے پر مجبور ہونا پڑے تو تلوار بھی اٹھائی جائے گی اور کتاب وسنت پر مبنی نظام کو بروئے کار لانے کے لئے ظالم حکمران کو قتل کر دینا واجب ہو جائے گا۔ (الفصل ص ۱۶۷-۱۷۲ ج ۴)

بعض علماء نے یہ ضرور لکھا ہے کہ ظلم وجور کے خلاف تلوار اٹھانے کے بجائے صبر کا طریقہ اختیار کیا جائے گا اور ہاتھ کے بجائے محض زبان سے حالات کو بدلنے کی کوشش کی جائے گی اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو صرف دل سے برا سمجھا جائے گا۔ اس سلسلے میں یہ علماء بعض احادیث کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ علامہ ابن حزم اس نقطہ نظر کی پُر زور تردید کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں کہ ''بعض مواقع پر اذیت رسانی اور حکمران کی طرف سے زدوکوب کرنے کے مواقع پر صبر کی تلقین دلانے والی جو حدیثیں ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ اس صورت حال کے بارے میں ہے جب خلیفہ نے اپنا نظام حکومت کتاب وسنت کے مطابق ترتیب دیا ہو۔ کبھی کبھی اگر اس سے زیادتیاں ں بھی ہو جائیں تو ان پر صبر کرنا چاہئے۔ لیکن اگر خلیفہ حق کے بجائے باطل پر ہو اور اس کی ستم رانیاں حد سے تجاوز کر جائیں اور اصل دین اور بے گناہ انسانوں کا دن بہایا جاتا ہو تو اللہ کے اس بات سے پناہ کہ سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطلب یہ لیا جائے کہ حق کا خون ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی خاموشی اور صبر کا رویہ اختیار کیا جائے''۔
(الفصل صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳ ج ۴)

علامہ ابن حزم اپنے موقف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایک حدیث میں ہے جس میں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناحق مال چھیننے والے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے یہ جواب دیا ''تم اسے اپنا مال ہرگز مت دو پوچھا گیا "اگر وہ میری جان کے درپے ہو جائے تو میں کیا کروں؟" آپ نے فرمایا "تم بھی اس سے قتال کرو، پوچھا گیا اگر میں اس کو قتل کر ڈالوں تو کیا ہوگا؟" آپ نے جواب

عنایت فرمایا" وہ مقتول جہنمی ہوگا، پوچھنے والے نے پھر پوچھا" اگر میں قتل کیا جاؤں تو آپ نے فرمایا تم جنت پا جاؤ گے یہ حدیث عام ہے۔ سلطان اور غیر سلطان دونوں پر اس کا اطلاق ہوگا"۔ (الفصل ص ۱۷۳ ج ۴)

علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ "ممکن ہے کسی گوشے سے یہ اعتراض کیا جائے کہ خلیفہ وقت کے خلاف تلوار اٹھانے سے مسلمانوں کی خوں ریزی ہوگی، اہل اسلام کا جان و مال ضائع ہوگا اور ممکن ہے حکومت کی فوج سے برسر پیکار ہونا پڑے اور شکست ہو اور نتیجہ کچھ نہ نکلے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ظالم حکمران کے خلاف تلوار اٹھانے کے لئے کچھ تو تیاری کرنی ہوگی لیکن جان و مال کے ضائع ہونے کا خطرہ اور اس شکست کا امکان ضرور موجود ہے لیکن شکست کا امکان تو اس جنگ میں بھی ہوتا ہے جو کافروں کے خلاف کی جاتی ہے اور بسا اوقات کافروں کی فوج کی تعداد کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر ان خطرات کا اعتبار کر لیا جائے تو کافروں کے خلاف جہاد بھی ساقط ہو جائے گا۔ حالانکہ دنیا میں کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں۔ اہل کفر کے خلاف جہاد کرنے سے اس کا بھی خطرہ ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں مرد اور بچے غلام اور قیدی بنا لئے جائیں اور ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جائے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس پر کسی کا اختلاف نہیں کہ اہل کفر سے جہاد واجب ہے۔ لہذا ان دونوں معاملات میں یعنی کفار کے خلاف جہاد اور بے راہ مسلم خلفاء کے خلاف جہاد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کا درجہ جہاد کا ہے اور دونوں کا مقصود کتاب وسنت کی عملداری ہے"۔ (الفصل ص ۱۷۳ ج ۴)

علامہ ابن حزم کا خیال ہے کہ "اگر مسلمان حکمران کا معاملہ یہ ہو گیا ہو کہ اس کو کفر اور اہل کفر کے ساتھ موالات عزیز ہو اور اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی اس کا شیوہ ہو تو ایسی صورت میں صبر کی تلقین کرنا روح اسلام کی مخالفت ہے۔ ایسے حکمران کو ان کے نزدیک ہٹانا اور اس سے قتال کرنا فرض ہے۔ البتہ تصادم اور مقابلے کی کوئی شکل نہ رہ جائے اور اہل حق بہت ہی کمزور ہوں اور جنگ ناممکن ہو تو پھر صورتحال کے لحاظ سے جو کچھ اور جتنا کچھ ممکن ہو کیا جائے ہے۔" (الفصل ص ۱۷۵، ج ۴)

فاسق و فاجر حکمران کے خلاف کارروائی کے بارے میں امام غزالیؒ کا موقف

جہاں تک پوشیدہ طریقے سے نصیحت اور زبانی تنقید و احتساب کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ یہ بالکل درست کام ہے اور کسی کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں لیکن اگر فہمائش و نصیحت کی تمام کوششیں رائیگاں چلی جائیں یا حاکم دین سے دور اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں علانیہ طور پر لاپرواہ ہو اور سمجھانے بجھانے کی کوئی کوشش اس پر کارگر نہ ہو سکتی ہو تو اس صورت میں ایسے حکمران کے خلاف تادیبی کارروائی کی جا سکتی ہے یا نہیں، اس بارے میں امام غزالیؒ یہ لکھتے ہیں:

''رعایا کی طرف سے حاکم کے خلاف تادیبی کارروائی کا معاملہ مشکل معاملہ ہے۔ بیٹے کی طرف سے والدین کی اصلاح کی کوشش نسبتاً آسان ہے۔ حاکم کی اصلاح، نصیحت اور خیر خواہی کے کلمات سے چل سکتا ہو تو ٹھیک ہے۔ بحث اس میں ہو سکتی ہے کہ شاہی بیت المال میں غصب کا ناجائز مال موجود ہو تو چڑھائی کر کے زبردستی مال لینا اور مالکوں کے حوالے کرنا ممکن ہے یا نہیں۔ اگر وہ لباس حریر زیب تن کرتا ہو تو اس کا دامن و گریبان پکڑا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر شراب کی صراحیاں اس کی مجلس میں ہوں تو انہیں زبردستی توڑا جا سکتا ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں ایک پہلو تو یہ ہے کہ اس طرح کا اقدام حاکم کے رعب داب اور ہیبت و حشمت کو کم کرتا ہے جس کی ممانعت شرع میں ہے اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ سب کچھ امر منکر ہے اور منکر پر سکوت حرام ہے۔ اب یہاں پر دو ممنوع امر ایک دوسرے کے معارض ہوئے تو اس کا حل یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے گا کہ حاکم کا منکر کسی درجے کا ہے اگر حاکم کے خلاف اقدام کرنے سے اس کی ہیبت ختم ہو جائے گی اور منکر بڑے درجے کا نہیں ہے تو یہاں اس امر کا خیال رکھا جائے گا کہ حاکم کے رعب اور ہیبت کو ختم نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر معاملہ دوسرا ہو اور منکر بڑا ہو تو یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس

بارے میں تفصیل کو ضبط بیان میں لانا مشکل ہے یعنی اس کا تعلق حالات کی نوعیت سے ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والے کو اس میں اجتہاد سے کام لینا ہوگا۔''

(احیاء علوم الدین ج دوم، باب امر بالمعروف والنہی عن المنکر)

امام غزالیؒ کے مذکورہ بالا بیان سے یہ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ اگر اقتدار کی باگ ڈور بالکل ہی غیر شرعی طریقے سے کسی شخص کے ہاتھ میں آ گئی ہو اور وہ خود بھی فاسق اور بدکردار ہو اور اس کا ظلم و جور حد سے بڑھ گیا ہو اور اس کی اصلاح کی کوئی تدبیر باقی نہ رہ گئی ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے حکمران کے رعب اور ہیبت اور احتشام کے باقی رکھنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا ہے۔ ان کے بیان سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ طاقت کے ذریعہ ہی اس منکر کو مٹانا ضروری ہوگا۔

علامہ ابوبکر جصاصؒ کا موقف

گذشتہ تمام معتقدین ومتاخرین اہل دین وفقہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ البتہ کچھ بے خبر اور دین سے بے بہرہ لوگوں کا ایک گروہ ہے جن کو اس سے اختلاف ہے۔ وہ ہتھیار اٹھانے اور باغی گروہ سے لڑنے کو فتنہ وفساد سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ (تم باغی جماعت سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے) آیت کے الفاظ صاف تقاضا کرتے ہیں کہ باغی گروہ سے جنگ کرنا واجب ہے۔ لیکن اس حکم صریح کے باوجود دین سے بے بہرہ حشویہ کا گروہ کہتا ہے کہ حاکم وقت اگر ظلم و جور اور قتل نفس جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، جیسے منکرات کا بھی ارتکاب کرے تو اس پر نکیر نہیں کی جائے گی۔ ہاں اگر غیر حاکم سے ان کا ارتکاب ہو تو زبان یا ہاتھ سے نکیر کا حق ہے مگر اس صورت میں بھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ گمراہ طبقہ دین کے دشمنوں سے بھی زیادہ برا ہے کیونکہ اس گروہ نے لوگوں کو باغی گروہ سے جنگ اور حاکم کے ظلم و جور پر نکیر کرنے سے روک دیا ہے جس کا

نتیجہ یہ ہے کہ نہایت فاسق و فاجر بلکہ دشمن اسلام تک اقتدار پر غالب آگئے ہیں، سرحدیں خراب ہورہی ہیں، ظلم پھیل رہا ہے، شہر برباد ہورہے ہیں، یہ سب نتیجہ ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑنے اور سلطان جائر پر نکیر نہ کرنے کا"۔

(احکام القرآن ج دوم ص ۲۴)

ابوالمعالی امام الحرمین کا نقطہ نظر

مسلم کی مشہور حدیث ہے:

من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلك اضعف الایمان

تم میں سے جو شخص کسی منکر کو دیکھے تو اس کیلئے لازمی ہے کہ وہ اسے ہاتھ سے (قوت وطاقت کے استعمال سے) مٹادے اور اگر یہ نہ کرسکے تو اپنی زبان سے منکر کو روکنے کی کوشش کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اپنے دل سے برا سمجھے اور صرف اپنے دل سے برا سمجھنا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

امام نووی اپنی شرح مسلم میں امام الحرمین کا قول نقل کرتے ہیں:

واذا جار والی الوقت و ظهر ظلمه و غشمه ولم ینز جر حین زجر عن سوء صنیعه بالقول فلا هل الحل و العقد التواطؤ علی خلعه و لو بشهر الاسلحة و نصب الحروب هذا کلام امام الحرمین.

وقت کا حکمران اگر ظلم پر کمربستہ ہو اور ظلم و جور کا پہلو بہت نمایاں ہو اور زبان سے روکے جانے پر بھی وہ اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے تو یہ ارباب حل وعقد کی ذمہ داری ہے کہ اسے اقتدار سے بے دخل کرنے پر متحد ہوں خواہ اس کے لئے اپنے ہتھیار ہی کیوں نہ اٹھانا پڑیں اور جنگی اقدامات ہی کیوں نہ کرنے پڑیں۔ یہ امام الحرمین کے الفاظ ہیں"۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۵۲)

واقعہ کربلا کی دینی وشرعی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے علماء دین کے یہ

بیانات کافی ہیں۔ یقیناً عزیمت کی راہ یہی ہے اور حضرت حسینؓ کا اقدام عزیمت علماء اور محققین کے درمیان متفق علیہ مسئلہ رہا ہے اور اس میں کسی کے شاذ نظریات سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ ہم یہاں حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے بزرگوں کے اقدامات کی شرعی صحت کو ثابت کرنے کے لئے مرویات حضرت عمرؓ میں سے ایک روایت کو پیش کرنا چاہتے ہیں کہ جس کے بعد کسی کے قول کو پیش کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

حضرت عمرؓ کی حدیث

ایک حدیث ہے جس میں حضرت عمرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان فرمایا ہے:

انه تصيب فی أمتی فی آخر الزمان من سلطانهم شدائد لا ينجو منه الی رجل عرف دين الله فجاهد عليه بلسانه ويده و قلبه فذلك الذی سبقت له السوابق و رجل عرف دين الله فسكت عليه فإن رأی من يعمل الخير احبه عليه و ان رأی من يعمل بباطل ابغضه عليه فذلك الذی ينجو علی ابطانه كله

یقیناً آخر زمانے میں میری امت کو ان کے بادشاہوں کی جانب سے سختیاں لاحق ہوں گی اس سے وہی شخص نجات پائے گا جس نے خدا کے دین کو پہچانا اور اس کے لئے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ اور اپنے قلب سے جہاد کیا۔ بس یہی شخص ہے جس کے لئے خدا کی رحمت اور دنیوی اور اخروی سعادت آگے بڑھے گی۔ اس کے بعد مرتبے کے اعتبار سے وہ شخص ہے جس نے خدا کے دین کو پہچانا (زبان و دل سے) دین کی تصدیق کی پھر اس کے بعد مرتبے کے اعتبار سے وہ شخص ہے جس نے دین کی قدروں کو پہچانا اور خاموشی اختیار کی اور جو شخص کسی کو نیک کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کی نیکی کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے اور کسی کو باطل کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو

اس شخص سے نفرت کرتا ہے تو ایسا شخص بھی نجات پانے والوں میں سے ہوگا کیونکہ اس نے حق کی محبت اور باطل سے نفرت کو اپنے دل میں چھپائے رکھا۔

(مشکوۃ کتاب الادب فی الامر بالمعروف ونہی عن المنکر)

اس مقام پر اس مشہور حدیث کا نقل کر دینا بھی مناسب ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا لا یمنعن رجلا مهابة الناس ان یتکلم بالحق اذا علمه الا ان افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر.

کسی شخص کو لوگوں کا خوف اور دبدبہ حق بات کہنے سے ہرگز نہ روکے جب کہ وہ اس کو جانتا ہو۔ ہاں سن لو کہ سب سے ثواب والا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ (مسند احمد و ترمذی کتاب الفتن)

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرأت کو سب سے بڑا جہاد کیوں قرار دیا گیا ہے اس سلسلے میں علامہ خطابی کہتے ہیں:

یہ سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد اس لئے ہے کہ جو شخص دشمن اسلام سے جہاد کرتا ہے وہ امید اور خوف کے درمیان متردد ہوتا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ وہ فاتح ہوگا یا مفتوح (یعنی اس کے شہادت پانے کا بھی امکان ہے اور کامیاب ہونے کا بھی امکان ہے) البتہ جو شخص ظالم بادشاہ پر تنقید کرتا ہے تو اس کے ہاتھ میں مجبور ہے۔ جب وہ اس کے سامنے حق کا اظہار کرے گا اور معروف کا حکم دے گا تو اس طرح سے وہ اپنی ہلاکت اور بربادی کے درپے ہوگا۔ خوف کے پہلو کے غالب ہونے کی وجہ سے یہ جہاد کی سب سے برتر قسم قرار پائی۔ (معالم السنن ج ۴ ص ۳۵۰)

اعتدال کی راہ

بلاشبہ صحیح احادیث میں امراء و حکام کی اطاعت کا حکم موجود ہے، اور عام حالات میں ان احادیث کی روشنی میں ان سے بغاوت یا ان کے خلاف خروج درست

نہیں۔ لیکن جب صورت حال یہ ہو کہ اسلام کے صحیح نظام کا حلیہ بگڑ رہا ہو یا دین کی بنیادیں متاثر ہو رہی ہوں اور وقت کا فرماں روا جس کی حکومت کی اصل ذمہ داری اقامت صلوۃ ہو، نماز کے بارے میں لاپرواہی کا شکار ہو اور ہوس و ہوا کا اسیر ہو کر رہ گیا ہو تو پھر یہ اہل عزیمت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ خاموش نہ رہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں۔ امیر و حاکم کی اطاعت بھی ضروری ہے لیکن اس کا وجود اگر فتنہ بن جائے تو اصلاح و درستی کی کوشش بھی ضروری ہے۔ امام نووی نے جو صحیح مسلم کے شارح ہیں کتاب الامارۃ باب وجوب اطاعت الامراء میں دونوں اقوال نقل ہیں۔ ایک قول ہر حالت میں اطاعت و انقیاد کا ہے اور دوسرا قول یہ ہے:

و قدرة عليه بعضهم هذا بقيام الحسين و ابن زبير اى خروجهما على يزيد و اهل المدينة على بنى اميه و بقيام جماعة عظيمة من التعابعين و الصدر الأول على الحجاج مع الاشعث

بعض حضرات نے اس قول کا رد کیا ہے اور یزید کے خلاف حسین بن علیؓ اور ابن زبیرؓ کے اقدام سے اور اہل مدینہ کے بنی امیہ کے خلاف بغاوت سے اور تابعین کی اور صدر اول کی ایک بہت بڑی جماعت کی حجاج کے خلاف بغاوت سے اور اشعث کی طرف داری سے حجت اور دلیل پیش کی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج دوم ص ۱۲۵)

یعنی حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تابعین عظام اور اہل مدینہ کے صلحاء کا بنی امیہ کے خلاف اقدام ایک نظیر ہے کہ جب ایوان حکومت میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہو اور سربراہ مملکت کی رندمشربی اور عیش کوشی کے اثرات معاشرے پر پڑ رہے ہوں اور شورائی نظام کی جگہ استبدادی نظام جگہ لے رہا ہو تو وہ سرفروشانہ اقدام بھی کیا جا سکتا ہے جس کی نظیر امام حسینؓ نے پیش کی۔

صدر اول کی تاریخ میں ایک نظیر حضرت حسنؓ کی ہے اور دوسری حضرت حسینؓ کی۔ بالفاظ دیگر تاریخ یہ سبق دیتی ہے کہ جب حضرت معاویہؓ جیسی شخصیت

میدان میں ہو تو حضرت حسنؓ کے سود کو اختیار کرنا چاہئے لیکن اگر مقابلہ یزید سے ہو تو عزیمت کی بات وہی ہے جو حضرت حسینؓ کا موقف ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کے اقتباسات سے ان کا جو موقف بظاہر معلوم ہوتا ہے وہ نہ تو اعتدال کی راہ ہے اور نہ یہ جمہور امت کا مسلک ہے۔ ناصبیوں کے گروہ نے اہل بیت کی دشمنی میں یہ موقف ضرور اختیار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مثال قاضی ابن عربی کی ہے جن کے بارے میں تحفہ اثنا عشریہ کے مصنف شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے تصریح کی ہے کہ وہ ناصبی ہیں۔ ورنہ علماء اور محدثین اور فقہاء حضرت حسینؓ کے اقدام کے درست ہونے پر اور یزید کی خلافت سے اختلاف پر گویا متفق ہیں۔ یہاں شارح بخاری حافظ ابن حجر کا قول نقل کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا موقف حسینؓ و یزید کے بارے میں

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں ابن تیمیہ کے موقف کے بالکل برخلاف حضرت حسینؓ کے اقدام خروج کو دینی بصیرت کے اعتبار سے درست اور اعلاء کلمۃ اللہ سے اسے وابستہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام کے ظلم وستم اور سنت نبوی پر ان کے عمل نہ کرنے کی بناء پر دینی غیرت وحمیت میں نکلے۔ یہ سب اہل حق ہیں۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل مدینہ جنہوں نے مقام حرہ میں جہاد کیا اور وہ تمام اہل علم ودین جو حجاج سے برسر پیکار ہوئے جن کا شمار اہل حق میں ہے اور حق ان ہی کے ساتھ تھا''۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۴۰)

خروج کے بارے میں اور تلوار اٹھانے کے سلسلہ میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟ اس کی توضیح کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

''جو کسی ایسے حکمران کی اطاعت سے نکلے جو ظالم ہو اور اس شخص کی جان یا مال یا اہل وعیال پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہو ایسا شخص معذور ہے اور اس شخص سے قتال

حلال نہیں اور اس شخص کو اپنی طاقت کے مطابق اپنی جان و مال اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے دفاع کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ طبری نے بسند صحیح عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے اور وہ بنی مصر کے ایک شخص کے ذریعہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے جو خلیفہ کے خلاف خروج کرتے ہیں، فرمایا کہ اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف خروج کریں تو ان سے قتال کرو اور اگر ظالم حکمران کی مخالفت کریں تو ان سے قتل و قتال نہ کرو کیونکہ ان کو کہنے کا حق حاصل ہے''۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''اور اسی صورت پر محمول ہوگا جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا اور پھر مقام حرہ میں اہل مدینہ کے ساتھ اور پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اور ان علماء کے ساتھ جنہوں نے عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث کے واقعہ میں حجاج کے خلاف خروج کیا تھا کہ ان سب حضرات سے قتال ناجائز تھا''۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۵۳-۲۵۴)

انعقاد امامت کا مسئلہ اور یزید اور اسلام کا اصول حکمرانی

بعض علماء کے نزدیک یزید کی خلافت بھی مکمل طور پر منعقد نہیں ہوئی کیونکہ تمام ارباب حل وعقد کی بہ رضا و رغبت بیعت پائی نہیں گئی۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک ارباب حل وعقد کا اجماع شرط ہے۔

الامام الذی یجتمع قول اهل الحل والعقد علیه کلهم..

امام وہ ہے جس پر تمام حل وعقد کے قول کا اتفاق ہو۔

(الاحکام السلطانیہ للقاضی ابی یعلی الحنبلی ص ۷)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک انعقاد خلافت کے لئے اہل ایمان کا اور خاص طور پر اہل صلاح وتقوی کا اتفاق ضروری ہے۔ یہ بات خود انہوں نے خلیفہ عباسی منصور کے سامنے کہی تھی:

ما اجتمع عليك اثنان من اهل التقوى و الخلافة تكون باجتماع المؤمنين ومشورتهم (ابوحنیفہ للشیخ ابی زہرہ ص ۱۲۵)

تمہاری خلافت میں دو اہل تقویٰ کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ خلافت مومنین کے اجتماع اور مشورے سے منعقد ہوتی ہے۔

امامت کی شرطوں میں بعض علماء نے عدالت اور دین میں افضلیت کی شرط بھی لگائی ہے۔ زیادہ تر علماء کے نزدیک یہ شرط ساقط بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ عامہ المسلمین امام سے راضی اور اس کی خلافت پر دل سے مطمئن ہوں۔

وهو ان تكون النفوس قد سكنت اليه و كلمتهم عليه اجمع

نفوس اس کی طرف سے راضی اور مطمئن ہوں اور اس کے بارے میں اجتماع کلمہ ہو چکا ہو۔ (الاحکام السلطانیہ ص ۴)

اگر خلیفہ اپنی زندگی میں مسلمانوں میں سے کسی ممتاز شخص کو اپنا جانشین بنائے تو جانشین کے اندر بھی شرائط امامت کا پایا جانا ضروری ہے اور ان شرائط میں استمرار اور دوام ہونا چاہئے۔

ويعتبر فى المعهود اليه شروط الامامة وقت العهد اليه واستدامتها الى ما بعد المولى (الاحکام السلطانیہ ص ۹)

جس شخص کو جانشین اور ولی عہد بنایا جائے اس کیلئے بوقت ولی عہدی شرائط امامت پر پورا اترنا چاہئے اور جانشین بنانے والے کی وفات کے بعد بھی ان شرائط کو پایا جانا چاہئے۔

ان شرائط کو اگر مدنظر رکھا جائے تو یزید لائق امامت ہی نہ تھا۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''باجماع مؤرخین ثابت ہے کہ جب حضرت امام حسینؓ نے یزید کو باطل پر جانا اور لائق امامت کے نہ دیکھا تو یزید کی بیعت قبول نہ فرمائی یہاں تک کہ یزید کے لشکر سے لڑے اور اپنے اصحاب سمیت درجہ شہادت کو پہنچے'' (تحفہ اثنا عشریہ در خواص مذاہب شیعہ)

تنہا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نہیں بلکہ ان کے بعد بھی حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ تک تمام بزرگوں کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا فصل پنجم میں شہادت امام حسینؓ اور واقعہ حرّہ سے متعلق کتاب الفتن کی متعدد احادیث نقل کی ہیں جن میں ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں انہوں نے یہ کہا ہے:

اعوذ باللہ من رأس الستین و امارۃ الصبیان

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ کے شروع ہونے اور لونڈوں کی حکومت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یشیر الی خلافۃ یزید بن معاویہ لانہا کانت سنۃ ستین من الھجرۃ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۳)

اس کا اشارہ یزید بن معاویہ کی خلافت کی طرف ہے کیونکہ اس کی حکومت ۶۰ھ میں قائم ہوئی تھی۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے بھی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد سوم میں جو معجزات پر مشتمل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے باب میں اس طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے جس میں اشارہ یزید کے فتنہ کی طرف ہے۔ کتاب الفتن کی ان احادیث کی وجہ سے علماء اور محققین دین کو اس نتیجے تک پہنچنے میں آسانی ہوئی کہ حق امام حسینؓ کے ساتھ تھا اور یہ کہنا کہ یزید کوئی ایسا باطل نہ تھا کہ جس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی جاسکتی نہایت نادرست قول ہے۔ اس موضوع پر مولانا قاسم نانوتویؒ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے چند اقتباسات یہ ہیں:

جس وقت حضرت معاویہؓ نے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا اس کا فسق ظاہر نہ تھا۔ اگر کچھ کیا ہوگا تو در پردہ جس کی خبر امیر معاویہؓ کو نہ تھی۔ امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید نے ہاتھ پیر پھیلائے اور دل و جان سے برائی میں لگ گیا۔ برائی کا اعلان شروع کر دیا۔

نماز چھوڑ دی۔ بس بعض مقدمات گزشتہ کی بناء پر معزول کرنے کے لائق ہوگیا۔ شاید اس وقت ارباب حل وعقد کی رائیں اور تدبیریں الگ ہوگئیں۔ کسی پر فتنہ وفساد کا اندیشہ غالب آگیا اور بدرجہ، مجبوری بادل ناخواستہ بیعت قبول کرلی اور جس کو ایک جماعت کثیر کے وعدوں پر معزول کردینے میں کامیابی کی امید دکھائی دی اس نے خدا کے بھروسے پر لڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ اختلاف محض امیدوں اور اندیشوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ اہل کوفہ کی غداری کی وجہ سے حضرت امام حسینؓ کی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور عاشورہ کے دن میدان کربلا کے اندر قیامت سے پہلے قیامت قائم ہوگئی۔

موجودہ صورت میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں کیا شبہ ہے۔ یزید نہ آپ کا خلیفہ تھا اور نہ یزید پر خروج کرنا ناجائز تھا۔ اور اگر خلیفہ تھا بھی تو بھی اس پر خروج ممنوع نہ تھا''۔ (قاسم العلوم نمبر ۴ ص ۱۳ بحوالہ مکاتیب شیخ الاسلام از مولانا حسین احمد مدنی)

خلافت راشدہ کا عہد اسلامی خلافت کے لئے اسوہ اور معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس پر کسی کا اختلاف نہیں۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے یہ ایک زریں عہد ہے۔ کامیابی مقدر ہو یا نہ ہو اس کی بازآفرینی اور بازیابی کی آرزو سے کسی مسلمان کا دل کبھی خالی نہیں رہا ہے۔ بہت سے اہل عزیمت نے اس اعلیٰ اور مثالی نمونے کے قریب ہونے کی کوشش اپنے اپنے زمانہ میں کی ہے۔ انسان صرف اس سعی وکوشش کا مکلف ہے کہ جہاں تک ہوسکے خلافت راشدہ سے مشابہت رکھنے والا اجتماعی نظام قائم ہوجائے۔ اسلام کی تاریخ میں ان کوششوں کے نتیجہ میں وہ وقفے ملتے ہیں جن سے خلافت راشدہ کے بابرکت زمانہ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ مسلمانوں کی ہدایت اور تذکیر کی کوششیں، حکمرانوں کی غلط کاریوں پر انہیں ٹوکنا اور تمام اندیشوں کے باوجود کلمہ حق زبان پر لانا اسی نیش آرزو کی موجودگی کی علامت ہے جو ایک مومن کو بے چین رکھتی ہے۔ یہ بات تاریخی طور پر مسلم ہے کہ یزید کی ولی عہدی کے ذریعہ خلافت راشدہ کے اجتماعی نظام سے انحراف پایا گیا تھا۔ اس ولی عہدی کی تحریک جس نے بھی

پیش کی ہو، اسے اجتہاد کی غلطی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ نہ صرف اس لئے کہ زبان نبوی نے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا تھا بلکہ اس لئے بھی کہ وہی اصول حکمرانی قرآنی آیتوں کے ذریعہ بھی صحیح قرار پاتے ہیں جو عہد خلافت راشدہ میں پائے جاتے تھے۔

أن الله يأمركم ان تودوا الأمانات الى اهلها و اذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل ان الله نعما يعظكم به ان الله كان سميعا بصيرا يايها الذين أمنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و اولى الأمر منكم فان تنازعتم فى شىء فردوه الى الله و الرسول ان كنتم تؤمنون بالله و اليوم الاخر ذالك خير و احسن تأويلا (نساء ۵۸،۵۹)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم (ہر قسم کی) امانتیں ان لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل اور حقدار ہیں اور (اے حاکمو!) جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو عدل و انصاف سے کرو۔ بے شک اللہ تمہیں کیا خوب نصیحت فرماتا ہے۔ اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔ پس اگر تمہارے درمیان تمہارے اور اولوالامر کے درمیان کسی بات پر نزاع ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف حتمی فیصلہ کے لئے لوٹا دو۔ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

تخت اقتدار، منصب اور حکومت ذاتی جائداد اور ملکیت کسی کی نہیں۔ یہ ایک امانت اور ٹرسٹ ہے۔ اس آیت کی روشنی میں ان امانتوں کو صرف ان کے سپرد کرنا چاہیے جو امانتوں کے اہل اور حق دار ہیں۔ غیر مستحق اور نا اہل افراد کو یہ امانت سپرد نہیں کرنی چاہئے۔ لفظ امانت اپنے اندر ایک جہان معنی رکھتا ہے اور اس آیت سے اسلام کے سیاسی نظام کے بہت سے اصول مستنبط کئے جا سکتے ہیں:

۱ اسلام میں حکومت شخصی اور موروثی نہیں ہے بلکہ ایک امانت ہے۔

۲ حکومت کے مالک حکام نہیں بلکہ غیر حکام ہیں جو کسی شخص کو سپرد کر کے اسے حاکم بناتے ہیں۔ اس لئے اقتدار و حکومت کا تحقق غیر حکام کی سپردگی کے ذریعہ ہوگا۔ بالفاظ دیگر اس حکومت کو نمائندہ اور منتخبہ ہونا ہے

۳ منصب حکومت پر صرف حقدار اور اہل (الی اہلہا) شخص کو بٹھانا چاہئے۔

۴ حکام کے لئے عدل و انصاف کا حکم ہے یعنی ظلم و جور کی وجہ سے یا اہلیت کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے یہ معاہدہ قابل تنسیخ ہو سکتا ہے۔

۵ حاکم اور محکوم یکساں طور پر خدا اور رسول کے قانون کے تابع ہیں۔

۶ محکوم کو حاکم سے نزاع و اختلاف کی اجازت ہے بشرطیکہ اس کی بنیاد قرآن وسنت ہو۔

۷ قرآن وسنت کی روشنی میں اس نزاع کا فیصلہ ہوگا۔ قرآن وسنت کو حتمی اور قطعی حیثیت حاصل ہے۔

۸ قرآن وسنت پر مبنی فیصلہ کرنے والی عدالت کو حاکم کے اثر سے آزاد ہونا چاہیے۔

۹ صلاح وفلاح صرف اس نظام میں ہے جس کے اصول اوپر بتائے گئے۔ علماء اور محققین نے خلیفہ اسلام کے لئے متعدد شرطیں بیان کی ہیں، مسلمان ہونا، آزاد ہونا، عاقل و بالغ ہونا، عادل اور عالم ہونا، قریشی ہونا، جنگی اور انتظامی امور میں باصلاحیت ہونا اور فاسق و فاجر نہ ہونا۔ یہ سب شرطیں ہیں۔ بعض شرطوں میں اختلاف ہے اور بعض میں اختلاف نہیں ہے۔ اس پر کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی جائے گی۔ اختلاف اس میں ہے کہ فسق بعد میں پیدا ہوا یا فسق کی خبر نہ تھی تو بیعت ختم کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ صرف کفر کے ظاہر ہونے اور اقامت صلوٰۃ کے نہ کرنے پر یا شریعت کے کسی حکم کے نہ ماننے پر بیعت ختم کی جاسکتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر کفر نہ بھی ہو لیکن فسق ظاہر معلوم ہو تو بیعت ختم کی جاسکتی ہے۔

اب اس زمانہ میں جو نبوت سے قریب تھا اور ان لوگوں کی موجودگی میں جنہوں نے نبوت کا اور خلافت راشدہ کا زمانہ پایا تھا قرآن کے عطا کردہ اصولوں سے، خلفاء راشدین کے بابرکت طریقوں سے اگر کوئی انحراف پایا جائے اور ان نفوس قدسیہ کی آنکھوں کے سامنے ایسے شخص کو مسند حکمرانی پر بٹھا دیا جائے جس کا دامن داغ داغ ہے اور پھر کوئی اضطراب نہ ہو اور مقاومت کے لئے کوئی کھڑا نہ ہو اور کوئی اس نظام کو چیلنج نہ کرے، یہ بات عقل عام کے بھی خلاف ہے اور دینی ضمیر کے بھی خلاف ہے۔

زشت روئی سے تری، آئینہ ہے رسوا ترا

وہ فاسقانہ ثقافت جو یزید کے دور اور اس کے دربار میں پروان چڑھ رہی تھی تاریخ کی بے شمار کتابیں اس کی گواہ ہیں۔ یزید کے فسق و فجور کی بے شمار روایتوں کا انکار بعض اہل قلم نے یہ کہہ کر کیا ہے کہ جن معتبر شخصیتوں نے یزید کے ہاتھ میں بیعت سے انکار کیا تھا ان کی زبان سے یزید کے فسق و فجور کی کوئی بات ریکارڈ میں نہیں ہے اور ان کی زبان سے ہمیں کوئی ایسا لفظ نہیں ملتا جس سے اس کی بدکرداری کی شہرت عام کی تصدیق ہوتی ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ تو خیر القرون سے بہت قریب تھا۔ آج کے گئے گزرے دور میں بھی اہل دل علماء اور اصفیاء کی مجلسیں لوگوں کی بدکرداری کے ذکر سے خالی ہوتی ہیں اور فسق و فجور کا تذکرہ ان کی ثقاہت کے منافی ہوتا ہے۔ ان باتوں کا تذکرہ ان کی زبان پر بدرجہ مجبوری اور بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت آتا ہے اور صراحۃً کم اشارۃً زیادہ۔ امام حسینؓ نے شہادت سے پہلے جو خطبہ دیا ہے جس میں انھوں نے اپنے اقدام کی شرعی اہمیت بیان کی، اس میں بھی یزید اور اس کے حلقہ بگوشوں کے کردار کی طرف اشارہ موجود ہے۔

''لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ظالم محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، خدا کے عہد کو توڑنے والے، خدا اور رسول کے مخالف اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور قولاً و عملاً

اس پر غیرت نہ آئی تو خدا کو حق ہے کہ اس شخص کو اس بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کردے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی اور رحمن کی اطاعت چھوڑ دی، ملک میں فساد پھیلایا ہے، حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے، مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے، اس لئے مجھ کو غیرت میں آنے کا زیادہ حق ہے''۔ (ابن کثیر ج ۲)

حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر نے اہل مکہ کے سامنے تقریر کی۔ اس تقریر میں انھوں نے حضرت حسینؓ کے مقام عظمت کو مؤثر انداز میں بیان کیا ہے اور یزید کے دامن کو معصیت سے آلودہ قرار دیا ہے:

اما واللہ لقد قتلوہ طویلاً باللیل قیامہ کثیراً فی النہار صیامہ احق بماھم فیہ منھم واولیٰ بہ فی الدین والفضل اما واللہ ما کان یبدل بالقرآن الغناء ولا بالبکاء من خشیۃ اللہ الحدا ولا بالصیام شرب الحرام ولا بالمجالس فی عسق الذکر الرکض فی تطلاب الصید یعرض یزید) فسوف یلقون غیا (طبری ص ۴۷۴)

''خدا کی قسم انھوں نے اس حسینؓ کو قتل کیا جو رات کو دیر تک نمازوں میں کھڑے رہتے اور دن میں کثرت سے روزے رکھتے تھے اور جو اقتدار ان کو ملا ہے وہ اس کے ان سے زیادہ حقدار اور دین وفضل کے اعتبار سے زیادہ مستحق تھے بخدا وہ تلاوت قرآن کے بجائے گانے بجانے اور خوف الٰہی سے رونے کے بجائے نغمہ وسرود کا مشغل نہیں رکھتے تھے نہ روزوں کے بجائے شراب نوشی میں مصروف رہتے تھے۔ نہ ذکر الٰہی کی مجالس کو چھوڑ کر شکار کی جستجو میں گھوڑے کو ایڑ لگایا کرتے تھے (یہ سب باتیں یزید پر طنز تھیں) سو یہ لوگ عنقریب آخرت کی بربادی سے دوچار ہوں گے''۔

بلاذری کی روایت میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا جو بیان ہے اس میں یزید کے کردار کے بارے میں صراحت پائی جاتی ہے:

فبسط ابن الزبیر لسانه فی یزید بن معاویه تنقصه و قال بلغنی انه یصبح سکران ویمسی کذلك (انساب الاشراف ج ۴ ص ۲۱)

عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید بن معاویہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تو یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ وہ نشہ کی حالت میں صبح اور نشہ کی حالت میں شام کرتا ہے۔

یزید کی تنقیص و مذمت پر ائمہ دین وعلماء اسلام صدیوں سے متفق رہے ہیں اور جس کی شخصیت اہل دین کی نظروں میں سب سے زیادہ قابل نفرت رہی ہے، اور واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے بعد جس کی تعریف وتحسین کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی، اس دور میں بعض اہل قلم اپنے سواد قلم سے اس کے سیاہ چہرہ کو پرکشش بنانے اور سواد کو بیاض سے بدلنے کی سعی لاحاصل میں لگے ہوئے ہیں اور بالواسطہ طور پر ان صحابہ کرامؓ کو بھی مجروح کررہے ہیں جو میدان کربلا میں اور مدینہ منورہ میں یزید کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔

خود یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید کی شہادت

''قلد ابی الامر وکان غیر اهله و نازع ابن بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقصف عمره وانبتر عقبه وصار فی قبره رهیناً بذنوبه بکی وقال ان من اعظم الامور علینا علمنا سوء مصرعه وسوء منقلبه وقد قتل عترة رسول الله واباح الخمر وخرب الکعبه''

(الصواعق المحرقہ ص ۱۳۴)

''میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ کے نواسے سے نزاع کی۔ آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہوگئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنی گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہوگیا۔ یہ کہہ کر رونے لگے۔ جو بات ہم پر سب سے گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے۔ اس نے رسول اللہ کے قرابت داروں کو قتل کیا، شراب کو حلال کیا اور بیت اللہ کو ویران۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی شہادت

حدثنا نوفل بن ابی اقرب کنت عند عمر بن عبدالعزیز فذکر رجل یزید بن معاویہ فقال امیر المومنین یزید فقال لہ عمر تقول امیر المومنین فأمر بہ فضر بہ عشرین سوطاً

ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص کی زبان سے یزید بن معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے (احتراماً) امیر المومنین یزید کے الفاظ نکل گئے، اس پر عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے؟ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ (لسان المیزان، یزید بن معاویہ ج ۶)

علامہ ابن تیمیہؒ کی شہادت

کونہ عادلاً فی کل امورہ مطیعاً للہ فی جمیع افعالہ لیس اعتقاداحد من ائمۃ المسلمین. (منہاج السنہ ص ۴۲۰ ج ۳)

یزید اپنے معاملات میں عادل تھا یا اپنے عمل و کردار میں خدا کا فرمان بردار تھا یہ ائمہ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد نہیں۔

''وضع الید فی الید'' کی روایت

حضرت حسینؓ کی پیش کردہ شرطوں میں سے ایک شرط وضع الید فی الید کو کچھ لوگ اپنے موقف کے لئے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آخر میں حضرت حسینؓ یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے بھی تیار ہو گئے تھے۔ عربی زبان وادب کے ذخیرے سے ایک جملہ بھی ایسا نہ مل سکے گا جس سے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا مفہوم بغیر کسی قرینے کے بیعت سمجھا جائے۔ دنیا کی دو بڑی طاقتوں کے سربراہ جب باہم ملتے ہیں تو وضع الید فی الید کا واقعہ ہی پیش آتا ہے لیکن وہاں کوئی کسی کے

ہاتھ پر بیعت نہیں کرتا۔ فریق مخالف کے لوگ بھی گفتگو کے لئے باہم ملتے ہیں تو مصافحہ کرتے ہیں اور پنجہ آزمائی سے لے کر مباہلہ تک کے لئے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ امام حسینؓ جیسی شخصیت جو شروع سے بیعت کے خلاف ہو، کرب و بلا کے اندیشے سے فوراً بیعت کے لئے یا سر جھکانے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہاں ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے مراد نہ تو بیعت و انقیاد ہے اور نہ مقابلہ و پنجہ آزمائی بلکہ مراد اصل حریف سے نفس معاملہ پر گفتگو ہے۔ اصل عربی عبارت یہ ہے:

ان اضع یدی فی ید یزید بن معاویہ فیری فیما بینی و بینہ رایہ

میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دوں پھر وہ دیکھے میرے اور اس کے درمیان اس کی کیا رائے ہوتی ہے۔

اس عبارت سے بیعت مراد نہیں بلکہ نفس قضیہ پر گفتگو مراد ہے۔

امام حسینؓ کی وضع الید فی الید کی تجویز بعینہ وہی تجویز ہے جو حر بن یزید تمیمی نے پیش کی تھی۔ مقام ذی حشم میں وہ جب ایک ہزار سپاہ کے ساتھ آپ سے ملا تو اس نے یہ کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ نہیں چلتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو عراق اور حجاز دونوں کے راستہ سے جدا ہو۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں آپ یزید کو لکھئے۔ ممکن ہے مفاہمت کی صورت نکل آئے اور میں بھی آزمائش سے بچ جاؤں۔ امام حسینؓ اس تجویز پر راضی ہو گئے۔ یہی وہ تجویز تھی جسے وضع الید فی الید کے الفاظ میں امام حسینؓ نے پیش کیا تھا۔ اس سے مفاہمت کی گفتگو مراد ہے نہ کہ بیعت۔

اگر وضع الید فی الید سے مراد بیعت انقیاد ہوتی تو اس تجویز کو قبول کرنے کے بعد فوراً وہ خطبہ نہ دیتے جو اوپر نقل کیا گیا ہے اور جس میں اپنے اقدام کی شرعی اہمیت انھوں نے پوری قوت کے ساتھ پیش کی اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملک گیری کی ہوس کے لئے نہیں نکلے تھے۔

زیادہ سے زیادہ اس پیشکش سے مراد استسلام (Surrender) ہو سکتا ہے

ایک کمزور فوج اپنے سے کئی گنا زیادہ فوج کے مقابلہ میں استسلام کی پیشکش کر سکتی ہے اور بات چیت کے ذریعہ اصولی اختلافات کے حل کا راستہ نکالنے کی دعوت دے سکتی ہے۔

''وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر'' پر عمل کا نمونہ

واقعہ یہ ہے کہ اقدام امام حسینؓ حق اور صبر پر تلقین کا بہترین نمونہ ہے۔ قرآن میں گھاٹے اور خسران سے بچنے والوں کے اوصاف میں وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر آیا ہے۔ حق اور صبر کی تلقین کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس میں کنبے اور محلے سے لے کر نظام حکومت کی تبدیلی کا مفہوم شامل ہے۔ نظام وقت اور نظام حکومت کی تبدیلی کی کوشش فرض عین نہیں ہے کہ ہر شخص اس کا مکلف ہو۔

یہ وہ فرض کفایہ ہے جس کا بہر حال کچھ لوگوں کو بیڑا اٹھانا چاہئے اور اس فرض کفایہ کے ادا کرنے والے پوری امت کی طرف سے احترام اور شکریے کے مستحق ہوں گے۔ بصورت دیگر پوری امت کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی لیکن یہ فرض کفایہ ان نفوس قدسیہ کے لئے جو اپنے اندر اس کام کی اہلیت ولیاقت پائیں، فرض عین بھی بن جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا نقطہ نظر یہ ہوتا ہے۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے ہارے بھی تو بازی مات نہیں

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

وہ اسپرٹ آج بھی باقی ہے

یہ ہے واقعہ کربلا کا دینی اور نظریاتی پس منظر۔ اس کی عظمت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس کی اسپرٹ آج بھی کسی نہ کسی درجہ میں باقی ہے اور اس نے پوری اسلامی تاریخ میں حکمران طبقے کو لگام دینے اور غلط روی پر بریک لگانے کی خدمت انجام دی ہے۔ اگر اس طبقے کو جس کے ہاتھ میں اقتدار کی باگ ڈور ہے مکمل اطمینان

ہو جائے کہ نہ کوئی اس سے باز پرس کرنے والا ہے، نہ بے خونی کے ساتھ کلمہ حق کہنے والا تو وہ طبقہ اپنی من مانیوں اور مفسدہ پردازیوں پر اور بھی شیر اور دلیر ہو جائے گا۔

آج کے اس دور میں بھی سنوسی تحریک اور اخوان المسلمون کی دعوت سے لے کر جہاد افغانستان تک وہی شوق شہادت اور سرفروشی کی روح پائی جاتی ہے جس کا نمونہ سینکڑوں سال پہلے ہمارے بزرگوں نے پیش کیا تھا۔ ان ہی کے فیض سے اہل ایمان کا ضمیر ہمیشہ زندہ اور تازہ کار رہا ہے۔ اگر ان کے نمونہ نہ ہوتے تو اسلام کی تاریخ تملق، چاپلوسی اور مداہنت کی تاریخ ہوتی۔ خاک کے آغوش میں بس تسبیح و مناجات باقی رہ جاتی جو جمادات و نباتات زاحفات وحشرات کا دین ہے۔ وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل کا نمونہ کہیں نظر نہ آتا جو مردان احرار وحق آگاہ کا مذہب ہے۔

آخر میں ایک بات اور

واقعہ کربلا یا کسی بھی اسلامی تاریخ کے واقعہ کو سمجھنے اور اس پر صحیح تبصرہ کرنے کے لئے سب سے پہلے صحیح زاویہ نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں دین اسلام کی ایک حیثیت تو وہ ہے جو نمونہ اور معیار کی ہے۔ یہ وہ دین ہے جس میں اس کے داخلی تقاضے اور خارجی تقاضے دونوں بدرجہ اتم پورے ہوتے ہیں۔ انفرادی سطح پر معاشرہ میں تقویٰ اور خوف خداوندی موجود ہوتا ہے، ذکر و عبادت سے فضا معمور ہوتی ہے اور اجتماعی سطح پر اسلامی قوانین پر عمل ہو رہا ہوتا ہے، معاشرت اور سیاست کا نظام اسلامی اصولوں پر مبنی ہوتا ہے اور اس نظام میں رخنہ اندازی نہیں ہوتی ہے، اسلام کی اشاعت و جہاد کا کام انجام پاتا ہے۔ دین اسلام کی دوسری حیثیت وہ ہے جو نمونہ اور معیار تو نہیں ہے لیکن وہ کام چلاؤ اور عام طور پر معمول بہ دین ہے۔ اس معمول بہ دین میں ذکر و شغل اور تسبیح و تلاوت اور اپنے اپنے محدود حلقوں میں تذکیر اور تزکیہ نفس کا کام انجام دیا جا سکتا ہے، لیکن اقتدار و قت پر دین کی بالادستی باقی نہیں رہتی جس کے اثرات معاشرہ پر پڑنے لگتے ہیں۔ علامہ اقبال نے دونوں کا فرق اس طرح بیان کیا ہے:

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح ومناجات
وہ مذہب مردان خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات

اگر حالات سازگار نہ ہوں اور فتنہ قوی ہو چکا ہو اور عزیمت بھی مفقود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ معمول بہ دین پر عمل کر لیا جائے۔ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا لیکن یہ تو نہ ہونا چاہئے کہ ایک انسان معمول بہ دین کے فلسفہ کا مبلغ بن جائے اور جو نمونہ اور معیار ہے اس کی آرزو تک باقی نہ رہے۔

ایک مرض اور اس کے اسباب

پہلے یہ چند حدیثیں پڑھ لیجئے:

۱..... احب اھل بیتی الحسن والحسین ﷺ! (ترمذی)
مجھے اپنے اہل بیت حسن اور حسین سے محبت ہے۔

۲..... عن زید بن ارقم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لعلی وفاطمہ والحسن والحسین ﷺ انا حرب من حاربھم وسلم لمن سالمھم (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۷۰)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی و فاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا جو ان سے لڑے میری ان سے لڑائی ہے اور جو ان سے صلح کرے میری ان سے صلح ہے۔

۳..... ھما ریحانتای من الدنیا (صحیح بخاری مناقب الحسن والحسین)
حسن وحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میری دنیا کے دو پھول ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے مسلمانوں کو یہ نصیحت کی:

۴..... ارقبوا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فی اھل بیتہ

(بخاری باب مناقب قرابۃ رسول اللہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کا پاس ولحاظ رکھو۔

بخاری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ قول بھی مذکور ہے:

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے اہل قرابت کی صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔"

علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں قرابت رسول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا:

"من ینسب لعبد المطلب مؤمناً کعلی وبنیہ"

جس مسلمان کا رشتہ نسب عبدالمطلب سے ملتا ہے جیسے علیؓ اور ان کے دونوں لڑکے

اوپر کی روایات اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت بالخصوص حضرات حسنینؓ پر بے اندازہ شفقت فرماتے تھے۔ گذشتہ بحثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہر دور میں ائمہ فقہاء اور محدثین اور علماء جگر گوشہ رسول سے محبت اور یزید سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ علم کلام اور عقائد کی کتابوں میں یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ حق حضرت حسینؓ کے ساتھ تھا۔ اس بات کو عقیدہ کا جزء اس لئے غالباً بنا دیا گیا کہ یہ اندیشہ موجود تھا کہ مسلمانوں کو اس بارے میں گمراہ کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذلك واھانتہ اھل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلھا احاداً (شرح عقائد نسفیہ ص ۱۴۷ طبع مصر)

اور حق یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا ان تمام امور کی تفصیلات کو بطریق احاد مروی ہوں لیکن معنی کے لحاظ سے متواتر ہیں۔

ان احادیث اور ائمہ وعلماء کی تصریحات کی موجودگی میں حضرت حسینؓ کے اقدام کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرنا یا واقعہ کربلا کی اہمیت کو گھٹانا اور یزید کی طرف سے صفائی پیش کرنا ایک طرح کا نفسیاتی مرض ہے۔ اس مرض میں گرفتار لوگوں کے ذہن وفکر کا جائزہ لیا جائے اور تحلیل نفسی کی جائے تو درج ذیل اسباب میں سے کوئی ایک سبب ضرور نکل آئے گا:

۱..... تصور دین کی غلطی، یعنی شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ سمجھ لینا کہ دین کا معاملہ ایک انفرادی معاملہ ہے اور ایک فرد کے لئے ذاتی زندگی کی اصلاح تقویٰ اور تعلق مع اللہ کافی ہے۔ خلیفہ کیسا ہو، عقد خلافت صحیح طریقہ سے ہو یا جبر واستبداد کے ذریعہ، یہ اور دیگر سیاسی معاملات کا براہ راست دین سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے یزید کی مخالفت کر کے حضرت حسینؓ نے بے جا اپنے کو ہلاکت میں ڈالا اور اپنی جان گنوائی۔

۲..... شیعیت کے معاملہ میں حد سے بڑھی حساسیت، یعنی روشیعیت میں اتنا غلو کہ اہل بیت سے اور خاص طور پر سبط رسول سے والہانہ محبت کا اگر کسی نے اظہار کیا اور یزید پر لعنت و ملامت کی تو اس میں شیعیت کی بو اور خو محسوس ہونے لگے اور ایسے جذبات کا رشتہ فوراً شیعیت سے جوڑ دیا جائے۔ یا زبان سے یہ بات نہ کہی جائے لیکن خود انسان کا سینہ نقد شیعیت میں انتہا پسندی کی وجہ سے اس طرح کے لطیف جذبات سے بالکل خالی ہو جائے اور حضرات حسنینؓ سے واقعی محبت دل میں نہ پائی جائے۔

۳..... تیسرا سبب حد سے بڑھی ہوئی عقلیت اور عشق رسول میں کمی یا اس سے محرومی کا روگ ہے جو مغربی تہذیب کے استیلاء کے دور میں ترقی پذیر ہے۔ کچھ لوگوں میں تو دل میں چھپا ہوا روگ زبان پر بھی آجاتا ہے اور یہ کہا جانے لگا ہے کہ ہمیں تو محمد رسول اللہ ﷺ سے غرض ہے نہ کہ محمد بن عبداللہ ہے۔ یعنی ذات گرامی کی تشریعی حیثیت سے بحث ہے نہ کہ آپ کی ذاتی زندگی ہے۔ اس لئے آپ کی سنتوں کا اتباع اور آپ کی محبوب چیزوں کو محبوب رکھنا اور آپ کے اسوۂ حیات سے عشق ایک غیر ضروری چیز

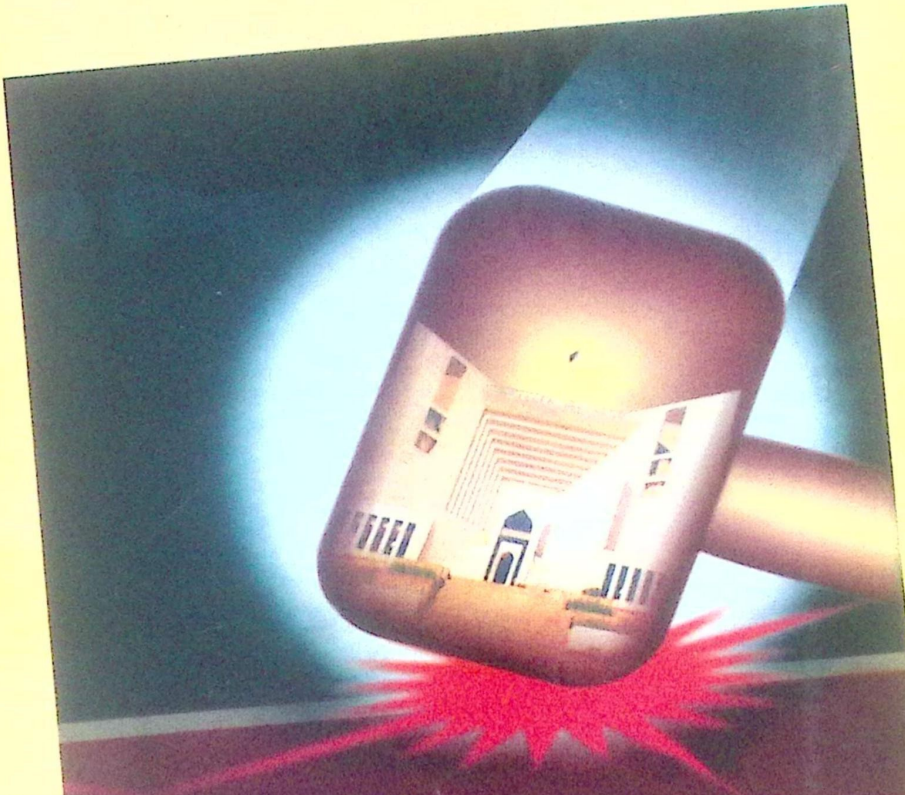
ہے۔ جب یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے تو سبط رسول اللہ ﷺ سے محبت کا سوال ہی کہاں اٹھتا ہے اور جب عشق و محبت نہیں تو اس بارے میں غیرت و حمیت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

کیونکہ غیرت کا گہرا تعلق عشق سے ہے۔ لیکن ابھی تک مخالفین حسینؓ اور مؤیدین یزید میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو زبان سے یہ بات تو نہیں کہتے لیکن اگر وہ خود اپنے دلوں کا جائزہ لیں گے تو محسوس ہوگا کہ محبت اہل بیت یا تو سرے سے نہیں ہے یا نہ ہونے کے برابر ہے۔

سچ یہ ہے کہ عشق نبوی کا معاملہ محض جذباتی معاملہ نہیں ہے بلکہ اس کی تشریعی حیثیت ہے اور اس محبت کے لئے نص صریح موجود ہے اور اس محبت میں کمی نہ پیدا ہونے کے لئے خصوصی احکامات نازل فرمائے گئے ہیں۔ دین کے اصل مزاج کے بقاء اور تسلسل اور اس امت کی حفاظت کے لئے اس عشق و محبت کی حیثیت مستحکم قلعہ ہے اور اس کے بغیر نہ دین کی حفاظت ہو سکتی ہے اور نہ دین سے وابستہ امت کی۔

تاریخی مطالعہ یا معروضی مطالعہ کے حوالہ سے واقعہ کربلا کی اہمیت کو گھٹانے اور حضرت حسینؓ کے سرفروشانہ اقدام کی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کرنے والوں میں مذکورہ تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب ضرور مل جائے گا اور دینی روحانی اور سماجی علوم کے لئے بھی کوئی خوردبینی کا آلہ موجود ہوتا تو ان جرثوموں میں سے کوئی ایک جرثومہ ضرور دیکھ لیا جا سکتا۔

دین کے بارے میں صحیح اور متوازن تصور کو ذہن میں جاگزیں کرنا اور جمہور اہل سنت کے موقف کی صحت پر یقین اور عشق کے آب حیات سے تخم دل کی آبیاری نہ صرف واقعہ کربلا کے غلط مطالعہ کے سلسلہ میں نفسیاتی مرض کا علاج ہے بلکہ یہ بہت سے فکری اور نفسیاتی امراض کا علاج بھی ہے۔ یہ وہ نسخہ شفاء ہے جس سے قلب و نظر کی بیماریوں کے بہت سے مریض شفایاب ہو سکتے ہیں۔



فتنۂ قادیانیت کے خلاف

جلد اوّل

جلد دوم

عدالتی فیصلے

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486